QADIANI-ISRAEL CONNECTIONS

اسلام اور پاکستان کے خلاف گھناؤنی سازشوں میں ملوث قادیانیوں
اور یہودیوں کے خفیہ اہداف و مقاصد پر مبنی ایک چشم کشا دستاویز

ترتیب و تحقیق:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ

''قادیانی پاکستان میں استعماری گماشتے ہیں۔ وہ مذہب کی پناہ لیتے ہیں لیکن سیاست کا ناٹک کھیلتے ہیں۔ جب کوئی ان کے سیاسی عزائم کا محاسبہ کرتا ہے تو وہ مذہب کے حصار میں بیٹھ کر ''ہم اقلیت ہیں'' کا ناد بجا دیتے اور عالمی ضمیر کو معاونت کے لیے پکارتے ہیں جس سے حقائق نا آشنا دنیا سمجھتی ہے کہ پاکستان کے ''جنونی مسلمان'' گویا اپنی ایک چھوٹی سی اقلیت کو کچل دینا چاہتے ہیں۔ قادیانی ہمیشہ سے یہ تاثر دیتے چلے آرہے ہیں کہ انہیں ملا قسم کے لوگ مذہب کے واسطے سے مارنا چاہتے اور ان کی مٹھی بھر اقلیت کی جان، مال اور آبرو کے دشمن ہیں۔ اس تاثر کے عام دنیا بالخصوص مغربی دنیا میں پھیل جانے کی واحد وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں جو لوگ ان کا محاسبہ کر رہے اور ان کے خطرہ کی گھنٹی بجاتے ہیں، وہ اکثر و بیشتر نہ تو یورپ کی زبانوں سے واقف ہیں نہ ان ممالک میں ان کے تبلیغی مشن ہیں اور نہ ان کے پاس مغربی دنیا سے بات چیت کرنے کے لیے ظفر اللہ خان جیسی کوئی استعماری شخصیت ہے اور نہ انہوں نے کبھی مغرب کے لوگوں کو قادیانی مسئلہ سمجھانے کا سوچا ہے''۔

QADIANI-ISRAEL CONNECTIONS

اسلام اور پاکستان کے خلاف گھناؤنی سازشوں میں ملوث قادیانیوں
اور یہودیوں کے خفیہ اہداف و مقاصد پر مبنی ایک چشم کشا دستاویز

دفاعِ ختمِ نبوّت کونسل
پی۔او۔ باکس نمبر 81۔ جی پی او۔ دی مال۔ لاہور پاکستان
www.difaekhatmenabowat.com

نام کتاب	قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ
ترتیب وتحقیق	محمد متین خالد
ناشر	دفاعِ ختمِ نبوّت کونسل ،لاہور
قانونی مشیر	محمد نوید شاہین ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
سرورق	محمد طاہر حجازی
کمپوزنگ	طاہر علی، ظفر اقبال
سنِ اشاعت	2024ء
قیمت	3000/- روپے

دفاعِ ختمِ نبوّت کونسل

پی۔او۔باکس نمبر 81۔جی پی او۔دی مال۔لاہور پاکستان

www.difaekhatmenabowat.com

حسن انتخاب

انتساب!

اُن بے گناہ اور مظلوم فلسطینیوں
کے نام

جو قادیانیوں کی سہولت کاری سے یہودیوں کے ہاتھوں اپنے ہی دیس میں بے رحمانہ اور بہیمانہ ظلم و تشدد کا شکار ہو رہے ہیں۔

کب تلک گرم رہے گا یونہی بازارِ ستم
کب تک ارض فلسطین لہو روئے گی

قادیانی اسرائیل تعلقات کی خفیہ تاریخ

قادیانیت مذہبی نہیں بلکہ ایک سیاسی کلٹ **(Cult)** ہے جو ہمیشہ سے استعماری قوتوں کے مفادات کا رکھوالا اور ہر اسلامی ملک بالخصوص پاکستان کے لیے سکیورٹی رسک رہا ہے۔ اگرچہ یہودی دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ذہین اور دور اندیش ہیں لیکن ان کی ذہانت اور دور اندیشیاں صرف مسلمانوں کی بربادی کے لیے وقف ہیں۔ وہ اپنے دشمنوں کے خلاف سالوں تک منصوبہ بندی کرتے اور اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کی صفوں سے ہی میر جعفروں اور میر صادقوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ہر فتنہ گری کے پیچھے کوئی نہ کوئی یہودی ہاتھ ہوتا ہے جس میں سہولت کاری کا کردار قادیانی ادا کرتے ہیں۔

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ زندگی کے ہر شعبہ میں دنیا کے تقریباً تمام ہی مما لک میں یہودیوں کی مکمل گرفت ہے۔ سیاست، معیشت، ذرائع ابلاغ اور ان کے زیر اثر عالمی بنک، آئی ایم ایف اور دیگر بین الاقوامی امدادی اداروں میں قادیانیوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جن کے کردار سے کون واقف نہیں۔ اس بات میں بھی کسی انکار کی گنجائش نہیں کہ قادیانی اسلام اور ملک دشمن استعماری، یہودی قوتوں کے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے کام کرتے ہیں۔ وہ ہر دور میں اسلامی مما لک بالخصوص پاکستان کو کمزور کرنے کی سازشوں میں ملوث رہے ہیں۔ پاکستان کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک کرنا، اسے غیر مستحکم کرنا اور اس کی نظریاتی اساس کو ختم کرنا ملک دشمن طاقتوں کی اولین ترجیح ہے۔

معروف مصنف اور محقق جناب محمد متین خالد کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی تردید میں ایک ملکہ حاصل ہے۔ اس ہشت نگینہ شخصیت کے قلم گہر بار سے منظر

عام پر آنے والی بیسیوں کتب شائع ہو کر ہر حلقۂ فکر میں دادِ تحسین و آفریں حاصل کر چکی ہیں۔ ''قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ'' ان کی تازہ تالیف ہے جو ان جڑواں قوتوں کی سازشوں سے بھرپور خفیہ تاریخ کو بے نقاب کرتی ہے۔ اس کتاب میں 25 سے زائد مضامین و مقالات یکجا کیے گئے ہیں، جو نہایت مفکرانہ، فاضلانہ اور معرکہ آرا ہیں۔ ان مضامین میں بڑے ہی ٹھوس شواہد، ناقابل تردید حقائق اور مدلل انداز سے ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام کے خلاف سازشوں میں قادیانی اور یہودی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ان اسلامی غارت گروں کی شرانگیزیاں اور فتنہ پردازیاں چشم کشا ہیں اور ہوش رُبا بھی۔

یہ کتاب قادیانی اسرائیل تعلقات کے بارے میں اہم حقائق تک رسائی میں بے حد معاون ہے۔ افسوس ہے کہ ایسے اہم موضوعات پر کام کرنے سے جامعات کے ریسرچ سکالرز بھی ہچکچاتے ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ جو حضرات بھی قادیانی یہودی تعلقات پر کوئی تحقیقی مقالہ یا کتاب لکھنا چاہیں گے، ان کے لیے اس کتاب سے استفادہ ناگزیر ہوگا۔ مزید براں اگر کوئی شخص فتنہ قادیانیت کی اصلیت جاننا اور سمجھنا چاہتا ہے تو اسے یہ کتاب بالالتزام پڑھنی چاہیے۔ جناب محمد متین خالد اس تحقیقی کتاب کی تدوین کے حوالہ سے جس حسن و خوبی سے کئی دشوار گزار وادیوں سے گزرے ہیں، اس پر وہ قابل تہنیت و مبارک باد ہیں۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

محمد جاوید چودھری

لاہور

دل کی بات

حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا: ''قادیانیت اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے، گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے''۔اس تناظر میں یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ برطانوی استعمار نے برصغیر میں روحِ جہاد کچلنے کے لیے اس فتنے کو جسے دنیا 'قادیانیت' کے نام سے جانتی ہے، آب ودانہ اور بال و پر فراہم کیے۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ بیسویں صدی میں برطانوی سامراج نے پہلی عالمگیر جنگ سے قبل اس خطے میں دجال پنجاب آنجہانی مرزا قادیانی کے گروہ کو پروان چڑھانے کے لیے تمام وسائل صرف کیے تا کہ اسلامیان برصغیر کے قلوب واذہان کی الواح سے روح جہاد اور شوق شہادت کے جذبات کو محو کیا جاسکے۔اس مقصد کے حصول کے لیے مسیلمہ پنجاب اور اس کے پیروکاروں کو ہمہ جہتی تحفظ فراہم کرکے پنجاب کے طول وعرض میں پھیلا دیا تا کہ وہ برطانوی جارحیت اور قبضہ کے جواز میں تنسیخ جہاد کا پرچار کریں اور قیصرہ ہند (ملکہ وکٹوریہ) کے دور کو عہد امن قرار دے کر تحریک مزاحمت اور تحریک آزادی کو فساد فی الارض، بغاوت، غدر اور شورش قرار دے کر ان کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لیے کیے جانے والے وحشیانہ اور بہیمانہ مظالم کو فکری ونظری سطح پر مثبت جواز فراہم کرسکیں اور انہیں غیر ملکی ولزلی زادوں، کلائیو زادوں اور ہڈسن زادوں کی نسل کشی کی تحریک کو ہندوستان کے اطراف واکناف میں اصلاح احوال اور قیام امن واستحکام کے اقدامات سے تعبیر کروایا جاسکے۔

پہلی عالمگیر جنگ کے دوران یہودی سرمایہ کاروں نے ترکانِ عثمانیہ کی خلافت کی بساط لپیٹنے کے لیے سلطان عبدالحمید کو 15 ملین پاؤنڈ سٹرلنگ دینے کا اعلان کیا۔ یہ ایک

انتہائی پرکشش آفر تھی۔ انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ برطانوی استعمار کے ساختہ پرداختہ یہودیوں نے کئی میٹرک ٹن سونا دینے کی بھی پیش کش کی۔ واضح رہے کہ اس دور میں ترکی معاشی دیوالیہ پن کا بھی شکار تھا۔ اس کی قومی و داخلی معیشت آکسیجن ٹینٹ میں نزع کی آخری ہچکیاں لے رہی تھی۔ بادی النظر میں عثمانی خلیفہ کو یہ پیش کش قبول کر لینا چاہیے تھی تا کہ وہ اس کے ذریعے بحرانوں کے تلاطم میں گھری عثمانی خلافت کی ناؤ کو سنبھالا دے سکتا لیکن انہوں نے یہ پیش کش لانے والے یہودی مہاجن تھیوڈر ہرزل (Theodor Herzl) سے پوچھا: اس امداد کے بدلے آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں''؟ اس نے کہا: ''ہم یروشلم کے اردگرد فلسطین کے چند مربع میل علاقے کے مالکانہ حقوق چاہتے ہیں۔'' یاد رہے کہ یہودی سرمایہ کار ہرزل سے عثمانی خلیفہ کے یہ مذاکرات قصر خلافت کے پائیں باغ میں ہو رہے تھے۔ یہ سنتے ہی خلیفہ نے پائیں باغ کے سبزہ زار سے اپنے دائیں ہاتھ سے گھاس کا ایک چھوٹا سا تنکا اٹھایا اور کہا ''ہرزل! کان کھول کر سنو! اگر معاشی امداد کے اس پیکیج میں تم ہزار گنا اضافہ بھی کر دو تو میں تمہیں ارض فلسطین کی گھاس کا ایک خشک تنکا اور خودرو جھاڑی کا ایک کانٹا بھی نہ دوں گا''۔

ان مذاکرات کی ناکامی کے بعد یہودی سرمایہ کاروں نے اپنے مغربی آقاؤں سے پخت و پز شروع کر دی اور ان کے تعاون سے قیام اسرائیل کی راہ میں پہلی رکاوٹ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کو اپنا نصب العین بنایا۔ 1923ء میں جب خلافت عثمانیہ کا چراغ گل ہو گیا تو جہاں لندن میں یہودیوں نے جشن مسرت منایا، وہاں قادیان میں بھی گھی کے چراغ جلائے گئے۔ یہودیوں اور قادیانیوں کے اس مشترکہ اظہار مسرت نے ثابت کر دیا کہ ''اصل میں دونوں ایک ہیں''۔ اس دوران عرب ممالک میں نیشنلزم کی بارودی سرنگیں بچھا کر ان کی وحدت کا شیرازہ بکھیر دیا گیا۔ نجد و حجاز میں شورش بپا کی گئی اور بغداد سے حجاز تک ریلوے نیٹ ورک کا آغاز کرنے والے ترکوں کے خلاف منافرت کو باقاعدہ مسلح بغاوت کا

روپ دیا گیا اور جزیرہ ہائے عرب کے قبائل کی مدد سے لارنس آف عریبیہ اور اس کے ساتھی عرب ہم نواؤں نے نجد و حجاز پر قبضہ کر لیا۔ مصر، شام، اردن اور عراق جو ارض فلسطین کی ہمسائیگی میں واقع تھے، وہاں بھی شامی، مصری اور میسوپوٹیمین (Mesopotamian) اور بے بی لون (Babylon) عصبیت کے شعلوں کو ہوا دی۔ قادیانیوں کے سرغنہ مرزا بشیر الدین محمود نے ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیرنے پر برطانوی سامراجی حکومت کے مذموم اقدامات کی کھل کر حمایت اور تعاون کیا۔

اس پس منظر میں واضح ہو گیا کہ فتنہ قادیانیت ایک سیاسی تحریک ہے جس نے مذہب کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ یہ انگریز سامراج کا خودکاشتہ پودا ہے جسے اس نے مسلمانوں کے دلوں سے حضور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی محبت و عقیدت ختم کرنے، جہاد کو حرام قرار دینے، اسلامی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے، مسلمانوں کی وحدت و سالمیت کو پارہ پارہ کرنے اور اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے پروان چڑھایا۔

حقوق انسانی، رواداری، تحمل اور برداشت کی آڑ میں یہ شجر خبیثہ آج تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ دین اسلام کو جتنا نقصان آستینوں کے ان سانپوں سے پہنچا، اتنا نقصان شاید کسی دوسری کفریہ طاقت سے نہیں پہنچا۔ اسلام دشمن طاقتوں کے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لیے اس کے ایجنٹ تبلیغ کے نام پر پوری دنیا میں سرگرم عمل ہیں۔ اسرائیل میں حیفا کے مقام پر سرگرم عمل قادیانی مشن کو قادیانی مافیا کے سربراہ کی طرف سے ہدایت ہے کہ وہ عرب ممالک پر قبضے، فلسطین کو تاراج کرنے اور صہیونی عزائم کو پورا کرنے کے لیے اسرائیل کی ہر ممکن مدد کریں۔ بابائے اسرائیل بن گوریان (David Ben-Gurion) نے پاکستان کے خلاف جس دشمنی اور نفرت کا اظہار کیا تھا، قادیانی اس کی تکمیل کے لیے اسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر کوشاں ہیں۔

قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ پر چشم کشا اور رازہائے سربستہ کا آئینہ دار مواد بہت

ساری کتب میں بکھرا پڑا تھا۔احباب نے رغبت دلائی کہ یہ تمام مستند مواد ایک جگہ پر اکٹھا ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا شکر ہے کہ کئی ماہ کی مسلسل عرق ریزی کے بعد ان اہم مضامین کی تدوین ہوگئی۔اس کتاب کا مطالعہ اسی وقت مفید ہوسکتا ہے جب ہم کھلی آنکھوں سے نا قابل تردید شواہد دیکھنے کے بعد قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کے سدباب کے لیے عزم مصمم کریں۔قارئین کرام سے دعا کی درخواست کے ساتھ یہ استدعا بھی ہے کہ اس موضوع سے متعلق اگر مزید کوئی علمی مضمون ہوتو اس سے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے شامل اشاعت کر کے اس کتاب کو وقیع کیا جاسکے۔

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر
محمد متین خالد
mateenkh@gmail.com

شکریہ!!

- سب سے پہلے میں اپنے مالک حقیقی کے سامنے سجدہ تشکر ادا کرتا ہوں کہ اگر اس کی بے پایاں رحمت اور بے کراں عنایت نہ ہوتی تو یہ کتاب وجود میں آتی اور نہ زیور طبع سے آراستہ ہوتی۔
- مجاہد ختم نبوت جناب سلمان احمد اور محترمہ فاطمہ عصفور صاحبہ (کراچی) کا، جنھوں نے اس کتاب کے لیے علمی معاونت فراہم کی۔
- مجاہد ختم نبوت جناب محمد جاوید چودھری کا جنھوں نے نہایت گرانقدر علمی تقریظ لکھ کر کتاب کی معنوی حیثیت کو چار چاند لگا دیے۔
- اس کے بعد میں شکر گزار ہوں جناب محمد آصف بھلی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)، جناب حافظ شفیق الرحمٰن، جناب وقار احمد، جناب عامر خورشید، جناب محمد احمد ترازی، جناب خواجہ غلام دستگیر فاروقی، جناب محمد سلیمان قاسمی، جناب گوہر الطاف، جناب محمد امجد کمبوہ، جناب میاں محمد ظفر عباس، جناب محمد شاہین پرواز، جناب مولانا محمد وسیم اسلم، جناب مولانا عبدالحکیم نعمانی، جناب مولانا سعد کامران، جناب شبیر احمد میواتی اور جناب قاضی محمد اسد رانجھا کی علم دوستی کا جنہوں نے اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں لحہ بہ لحہ اور قدم بہ قدم از حد فکری و نظری راہنمائی کی۔
- مجاہد ختم نبوت جناب خالد محمود کھوکھر (حفیظ سنٹر، لاہور) کا جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں مالی معاونت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں کامرانیاں نصیب فرمائے۔ (آمین)

محمد متین خالد

چند ضروری گزارشات

- اس کتاب کو تیار کرتے وقت بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ کسی غلطی کا امکان نہ رہے۔ اس لیے اس کی پروف ریڈنگ پر دیدہ ریزی سے توجہ مبذول کی گئی۔ اس کے باوجود غلطی کا امکان ہے۔ اُمید ہے کہ قارئین کرام کسی قسم کی کوتاہی کو بہ نظرِ عفوو اغماض دیکھیں گے۔ اگر کسی جگہ کسی قاری کو غلطی نظر آئے تو براہِ کرم مصنف کو ضرور مطلع کیا جائے۔ ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی حوالہ کے نقل و اخذ میں سہو ہو گیا ہو تو قارئین کرام ناصحانہ اور ہمدردانہ طور پر نشان دہی فرما دیں تا کہ اس کی تصحیح کر دی جائے۔ شکریہ!
- اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں کئی احباب نے اپنی بے پناہ محبتوں کا اظہار کیا، کتاب کی اشاعت کے بارے بار بار استفسار کرتے رہے۔ میں ان سب دوستوں کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔
- یہ کتاب مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ ہر مضمون اپنی جگہ پر خاص اور انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ ممکن ہے کتاب کے بعض مقامات پر حوالہ جات اور تشریحات کی تکرار پڑھنے کو ملے۔ قارئین کرام اسے متعلقہ مضمون کا ضروری حصہ سمجھ کر مطالعہ کر لیں کیونکہ اس کے بغیر خدشہ تھا کہ مضمون ادھورا رہ جاتا۔

محمد متین خالد

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡم. بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم. وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِکُمۡ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا وَّ کَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیۡرًا. لَعۡنَتُ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ. اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ الَّذِیۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ. وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمَ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡخُبۡثِ وَالۡخَبآئِثِ.

حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین انسان وہ ہے جو کسی مسلمان کے عیوب کو تلاش کرے اور اس کی اچھائیوں کو فراموش کردے‘‘۔

پھول بغیر کانٹے کے نہیں ہوتا۔آپ کتنا ہی نیک کام کیوں نہ کریں،نکتہ چین اپنی نیش زنی سے باز نہیں آتے۔کسی کے عیب تلاش کرنے والے کی مثال اُس مکھی جیسی ہے جو سارا خوبصورت جسم چھوڑ کر صرف زخم پر ہی بیٹھتی ہے۔صاحبانِ علم و دانش کا کہنا ہے کہ چاند کو دیکھ کر کتے بھونکا کرتے ہیں اور بھونک بھونک کر یونہی اپنے آپ کو ہلکان کرتے رہتے ہیں۔اگر آپ راستے میں بھونکنے والے ہر کتے کو پتھر مارنا شروع کردیں گے تو آپ اپنی منزل پر کبھی نہیں پہنچ پائیں گے۔کہاوت ہے کہ اونٹ اگر بیٹھ بھی جائے تو وہ کتوں سے اونچا رہتا ہے۔جاہل کے سامنے عقل کی بات نہ کرو کیونکہ پہلے وہ بحث کرے گا پھر اپنی ہار دیکھ کر دشمن بن جائے گا۔ناکامی کے اسباب ہمیشہ آدمی کے اندر ہوتے ہیں مگر وہ انہیں دوسروں میں تلاش کرتا ہے۔شخصیت میں عاجزی نہ ہو تو معلومات میں اضافہ علم کو نہیں بلکہ تکبر کو جنم دیتا ہے۔خوفِ خدا سے بے نیاز،رعونت شعار اور خود پرست ایک نہ ایک دن بھیانک انجام سے ضرور دوچار ہوتا ہے۔رشتوں کی رسی تب کمزور ہوتی ہے جب انسان غلط فہمی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات بھی خود ہی بنالیتا ہے۔درخت جتنا اونچا ہوگا، اُس کا سایہ اُتنا ہی چھوٹا ہوگا،اس لیے ’’اونچا‘‘ بننے کے بجائے ’’بڑا‘‘ بننے کی کوشش کرو۔ حضرت شیخ سعدیؒ کا کہنا ہے: ’’جاہلوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب ان کی دلیل مقابل کے آگے نہیں چلتی تو وہ لڑنا شروع کردیتے ہیں‘‘۔حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے کیا

خوب فرمایا تھا: ''اپنی آواز کے بجائے اپنے دلائل کو بلند کیجیے، پھول بادل کے گرجنے سے نہیں، برسنے سے اگتے ہیں''۔مزید فرمایا: ''میں نے بہت سے انسان دیکھے ہیں جن کے بدن پر لباس نہیں ہوتا اور میں نے بہت سے لباس دیکھے ہیں جن کے اندر انسان نہیں ہوتا''...... ''آپ چالیس عالموں کو ایک دلیل سے قائل کر سکتے ہیں مگر ایک جاہل کو چالیس دلیلوں سے بھی نہیں ہرا سکتے''۔آنکھ دنیا کی ہر ایک چیز دیکھتی ہے مگر جب آنکھ کے اندر کچھ چلا جائے تو اُسے نہیں دیکھ پاتی، بالکل اسی طرح انسان دوسروں کے عیب تو دیکھتا ہے لیکن اپنے عیب اُسے نظر نہیں آتے۔ پہلے اپنے عیب دور کرو پھر دوسروں کے عیبوں پر نکتہ چینی کرو۔نکتہ چینی بغیر ٹانگوں کا ایسا شخص ہوتا ہے جو دوسروں کو دوڑ لگانے کے طریقے بتاتا ہے۔کم ظرف انسان دوسرے سے لیا ہوا ہیرا بھول جاتا ہے لیکن اپنا دیا ہوا پتھر یاد رکھتا ہے۔ مالیخولیا میں مبتلا شخص شیطانی وساوس، خودنمائی، خودستائی، تکبر، انانیت، علم کل اور عقل کل کی ہیجانی کیفیت کا شکار ہو کر دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہے۔حسد کا کوئی علاج نہیں۔حسد ایک زہر ہے، جسے انسان خود پیتا اور توقع دوسرے کے مرنے کی کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی چھپی ہوئی خوبیوں یا فضیلتوں کو لوگوں کے سامنے لانا چاہتا ہے تو حاسدوں اور دشمنوں کی زبان اس کے خلاف کھول دیتا ہے۔امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول زریں ہے: ''بارش کا قطرہ سیپ اور سانپ دونوں کے منہ میں ٹپکتا ہے۔سیپ اس قطرے کو اپنی آغوش میں لے کر موتی بنا دیتا جبکہ سانپ اسے زہر میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جیسا کسی کا ظرف، ویسی اس کی تخلیق''۔مزید ارشاد فرمایا: ''حاسد کے لیے یہی سزا کافی ہے کہ جب تم خوش ہوتے ہو تو وہ افسردہ ہو جاتا ہے''۔

حاسد حسد کی آگ میں ہر دم جلا کرے
وہ شمع کیا بجھے، جسے روشن خدا کرے

قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ
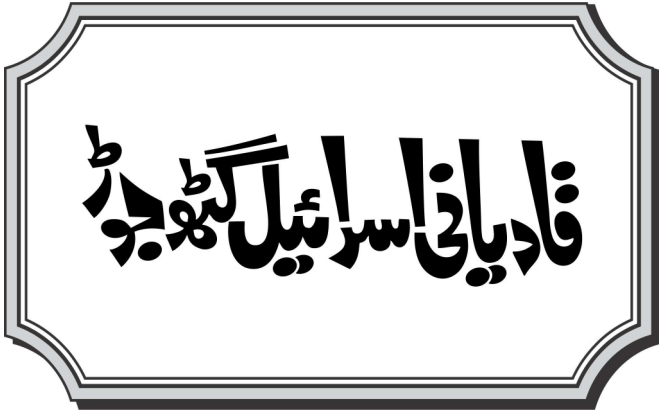
بشیر احمد

قادیان سے اسرائیل تک

ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے قادیانیت پر اپنے مشہور مضمون (قادیانی اور جمہور مسلمان) میں یہ زور دیا ہے کہ قادیانی تحریک بڑی تیزی سے یہودیت کی طرف رواں دواں ہے۔ کچھ عرب علماء نے بھی بڑی تفصیل کے ساتھ قادیانی تحریک کی یہودی اور سامراجی نوعیت کے رجحانات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ عباس محمود العقاد، الشیخ ابوزہرہ مصری، الشیخ محبّ الدین الخطیب اور الشیخ محمد المدنی نے اس عنوان پر بڑا کام کیا ہے۔ علامہ محمد محمود الصواف نے اپنی مشہور کتاب ''**المخططات الاستعماریه لمکافحة الاسلام**'' میں ثابت کیا ہے کہ قادیانی تحریک استعماریت کی ایک شاخ ہے۔ ڈاکٹر عبدالکریم غلاب جو کہ مراکش کے ایک محقق ہیں، انہوں نے بھی اس موضوع پر عالمانہ کام کیا ہے۔ انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ قادیانی تحریک یہودیت کی ایک ضمنی پیداوار ہے اور اس کے بنیادی عقائد انیسویں صدی کی یہودیت سے خوفناک حد تک مماثلت رکھتے ہیں۔ جس طریقے سے قادیانیوں نے نظریہ جہاد اور وحی و نبوت وغیرہ کو پیش کیا ہے، یہ انیسویں صدی کے متعصب یہودی علماء کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ قادیانیت کی ترقی اور ارتقاء میں یہودیوں نے ہمیشہ گہری دلچسپی لی۔ شوڈ **(Shod)** نے جو ڈاکٹر میگسن **(Dr. Magesen)** کی سربراہی میں یروشلم یونیورسٹی کے اندر یہودی روشن خیال طبقہ کے طور پر کام کر رہا تھا، احمدیہ عقائد کی یہودی فلسفے کے ساتھ تطبیق پر اس طور پر تحقیقات کیں جیسا کہ انیسویں صدی کے یہودی سازشی فلسفیوں نے اعلان کیا تھا۔

1927ء میں آسٹریا کے ایک جج الیگزینڈر روائلڈ ہائم **(Alexander Waldheim)** نے ''اسلام کی طرف جدید صہیونی تحریک اور تحریک احمدیہ'' کے عنوان سے ایک دلچسپ

مضمون لکھا جو مارچ 1927ء کے شمارے میں قادیانیوں کے مشہور رسالے ''ریویو آف ریلیجنز'' میں چھپا۔ مسز ایشی رومیل جو کہ یروشلم یونیورسٹی میں ایک یہودی عالمہ تھی، نے 1946ء میں تحریک احمدیہ پر سلسلہ وار مضامین لکھے۔ (روزنامہ الفضل قادیان، 12 جون 1946ء) جس میں یہودی فلسفیانہ نظریات کے ساتھ اس کی مماثلت کے اہم پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا تھا۔ قادیانیوں کی یہودی حمایت کے رجحانات کو مرزا صاحب کی تحریروں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کے خلاف وہ تمام گستاخانہ الزامات عائد کیے جو یہودی مصنفین عیسائیت کے ظہور سے لے کر اب تک ان پر لگاتے چلے آئے ہیں۔ (آرٹر یورز ہرفورڈ۔ یہودی لٹریچر میں مسیحا۔ ہیسٹگنر کی مسیحا اور اناجیل کی لغت 2 ناصرۃ کا مسیحا مصنف ڈاکٹر ایس کراؤس۔ یہودی انسائیکلوپیڈیا جلد 7 نیویارک اور اس طرح کی کئی دیگر تصانیف کو مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں نے بطور ماخذ استعمال کر کے عیسائیت پر حملے جاری رکھے) مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو شعبدہ بازی اور جادو کا ایک سلسلہ قرار دیا۔ کسر صلیب کے نام پر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزاتی پیدائش اور عیسائی عقائد پر تنقید کی۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شراب نوشی، یہودیوں کو گالیاں دینے، بزدلی، اپنی والدہ کے ساتھ بدتمیزی، فاحشہ عورتوں کے ساتھ تعلقات جیسے الزامات عائد کیے۔ مرزا قادیانی نے حضرت مریم علیہا السلام کی حیات مقدسہ پر بھی بہتان تراشی کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر الزامات عائد کرنے اور ان کے مرتبہ کو گھٹانے کی ناپاک کوششوں کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے برتر ثابت کیا۔ انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے ایک ایسا عظیم الشان کام سرانجام دیا ہے جو مسیح بھی نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عیسیٰ اور عیسائیت پر ان کے حملوں کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔

1- ''آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شاید یہ بھی خدائی کے لیے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں

سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔'' (انجام آتھم صفحہ 7 مندرجہ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 291 از مرزا قادیانی)

2- ''مسیح کا چال چلن آپ کے نزدیک کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیو۔ شرابی، نہ زاہد نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔''

(نور القرآن صفحہ 12 مندرجہ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 387 از مرزا قادیانی)

3- ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے، اس کا سبب تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔''

(کشتی نوح حاشیہ صفحہ 73 مندرجہ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 71 از مرزا قادیانی)

4- ''یسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور یہ خراب چال چلن نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خواری کا ایک بدنتیجہ ہے۔''

(ست بچن حاشیہ صفحہ 172 مندرجہ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 296 از مرزا قادیانی)

اسلامی عقائد میں تحریف اور عیسائیت کی تکذیب کے ساتھ مرزا قادیانی نے یہودی مذہبی نظریات کا احیاء کیا۔ انہوں نے اپنے گروہ کو بنی اسرائیل کا نام دیا اور اپنی وحی والہامات میں اپنے آپ کو اسرائیلی قرار دیا۔ (روزنامہ الفضل لاہور، 4 اکتوبر 1947ء)

1947ء میں تقسیم ہند کے فوراً بعد قادیانی مشرقی پنجاب سے پاکستان آ گئے۔ الفضل کہتا ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی وحی کے مطابق ایک وقت آئے گا کہ احمدی قادیان چھوڑ دیں گے۔ یہ یکسانیت قادیانیوں کی ہجرت اور یہودیوں کے خروج کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لیے ہوگی۔ (ایضاً)

ہم مرزا صاحب کے دعوائے مسیح موعود کے مختلف پہلوؤں پر بحث کریں گے تا کہ ان کے دعوے کی نوعیت کو تاریخی تناظر میں دیکھا جا سکے۔

یہودیوں کا مسیح موعود کی آمد کا نظریہ یہودیوں کے ہاتھوں میں ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے۔ انیسویں صدی میں صہیونیت کے آغاز اور ترقی کے ساتھ ہی اس عقیدے کو گرہن لگ گیا۔ پہلی صدی عیسوی سے لے کر صہیونیت کی ابتداء (**1897**ء) تک کئی خود ساختہ مسیح ظاہر ہوئے۔ مسیح کے ظہور کے ساتھ عموماً کسی بغاوت یا شورش کا آغاز ہوتا۔ ہر دعویدار کی خواہش ہوتی کہ وہ اقتدار حاصل کرے اور بھٹکتے یہودیوں کی ارض مقدس میں بحالی عمل میں لائے۔

مسلمانوں کی حکومت میں کئی خود ساختہ مسیحاؤں نے مسلمان ریاستوں کو گرانے کے لیے قومی سیاسی تحریکیں شروع کیں۔ **700**ء کے لگ بھگ ابوعیسیٰ اصفہانی نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے یہودیوں کی ایک فوج اکٹھی کی تا کہ خلافت اسلامیہ کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکے اور یہودیوں کو فلسطین لے جائے۔ آخر کار جنگ ہوئی اور یہودیوں کو اس میں شکست فاش ہوئی اور وہ تتر بتر ہو گئے۔ ابوعیسیٰ نے خودکشی کر لی مگر اپنی مثال پر چلنے کے لیے دوسروں کی حوصلہ شکنی نہ کی۔ ایک چرواہے یودگان الرائی نے بھی اس قسم کی کوشش کی اور آخر میں شکست کھا کر مارا گیا۔ تقریباً اسی وقت شام میں سیرینس نامی ایک شخص نے یہودیوں کو اپنی قیادت میں فلسطین فتح کرنے کی دعوت دی۔ یہودی ہزاروں کی تعداد میں اس کے گرد اکٹھے ہو گئے مگر اس کے وعدوں کی ناکامی نے انہیں سوائے شدید صدمے کے اور کچھ نہ دیا۔

مسیح کے تصور کو صلیبی جنگوں کے زمانے میں ایک نیا رنگ ملا۔ ایک ہسپانوی یہودی ابولافہ نے مسیحا ہونے کا دعویٰ کیا اور **1281**ء میں روم چلا گیا تا کہ پوپ کو قائل کر سکے۔ اس نے صلیبی جنگ میں یہودیوں کی مدد کی پیشکش بھی کی۔ سب سے دلچسپ یہودی نجات دہندہ سابتی زیوی **(Sabbatai Zevi)** تھا۔ **1648**ء میں وسطی اور مشرقی یورپ کو سیاسی بحرانوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ان واقعات سے مسیح کی آمد کے تصور کو

تقویت ملی۔ یہودی سازشیوں کا یقین تھا کہ جنگ اور وباؤں کے بعد مسیح آئے گا اور وہ بڑی دلجمعی سے اس کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

ہسپانوی یہودی شابیتی زیوی نے 1648ء میں مسیحا ہونے کا دعویٰ کیا۔ وہ جہاں کہیں بھی گیا، یہودیوں نے اس کا والہانہ استقبال کیا۔ اس نے بہت سے علماء کے ساتھ سمرنا سے سالونیکا کا سفر کیا۔ اس نے توریت کے ایک عہدنامے کے ساتھ شادی کا سوانگ بھرا اور اسے اپنی دلہن بنایا۔ سالونیکا سے وہ قاہرہ چلا گیا جہاں اسے اپنے مقصد کے لیے سازگار ماحول میسر آ گیا۔ ایک دولت مند یہودی رافیل جوزف شلیبی نے اسے خیرات تقسیم کرنے کے بہانے یروشلم بھیجا۔ وہاں وہ غزہ کے ناتھن سے ملا جو خود نبوت اور مسیحیت کا دعویدار تھا۔ اس نے یہ ذمہ داری لی کہ وہ اپنے آپ کو خدائے یہودا کے طور پر مشہور کرے گا اور زیوی کے مسیح ہونے کے بارے میں پروپیگنڈا کرے گا۔

زیوی نے سارہ سے شادی کر لی جو کہ مسیح موعود کی دلہن ہونے کی دعویدار تھی۔ یہ شادی شلیبی کے گھر واقع قاہرہ میں بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ اس شادی کی مسیلمہ کذاب کی سجاح بنت حارث کے ساتھ شادی سے بڑی مماثلت پائی جاتی ہے۔ مرزا قادیانی نے بھی محمدی بیگم کے ساتھ شادی کی بہتیری خواہش کی مگر اس کے باپ نے خدا کے نام پر دھوکا اور دھونس میں آنے سے انکار کر دیا۔ زیوی کا انتہائی جوش و خروش سے استقبال کیا گیا۔ بہت سے یہودیوں نے اپنا مال و اسباب فروخت کر دیا اور فلسطین کی طرف چل پڑے۔ اپنی اس کامیابی پر نازاں ہو کر اس نے اعلان کیا کہ وہ قسطنطنیہ جا رہا ہے جہاں اسے دیکھتے ہی سلطان ترکی اپنا تخت اس کے حوالے کر دے گا اور وہ شہنشاہوں کا شہنشاہ بن جائے گا مگر جب اس کا جہاز ترکی کی بندرگاہ پر پہنچا تو اسے گرفتار کر لیا گیا اور قلعہ عبیدہ میں قید کر دیا گیا۔ قید خانے سے اس نے پولینڈ کے یہودیوں کو پیغامات بھجوائے اور انہیں حکم دیا کہ وہ نحیمیہ کوہن کو اس کے پاس بھجوائیں جو کہ خود مسیحیت کا دعویدار تھا۔ کوہن نے زیوی سے ملاقاتوں کے بعد اعلان کیا کہ زیوی مسیح نہیں ہے۔ اپنے اس اعلان کے بعد پولینڈ کا یہ پیغمبر صرف ان حالات میں بچ سکتا تھا اگر وہ کسی محفوظ جگہ بھاگ جاتا۔ زیوی کو سلطان کی

عدالت میں مقدمہ چلانے کے لیے لایا گیا۔اس نے تمام دعوؤں سے دستبرداری کا اعلان کیا اور سلطان کے دربار میں ایک معمولی ملازمت قبول کرنے اور اسلام قبول کرنے پر بھی رضامندی ظاہر کردی۔ زیوی کے پیروکار اگرچہ دھوکا کھا چکے تھے لیکن پھر بھی یہ دلائل دیتے تھے کہ مسلمان زیوی ایک انسانی ہیولا ہے اور وہ بذات خود مزید بہتر مواقع پیدا ہونے کے انتظار میں آسمانوں پر چلا گیا ہے۔ (گریزل۔ص 516) اس نے یہودیوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا ہے اور بڑی جلدی واپس آئے گا۔ وہ یہودی جو منافقانہ طور پر یہودیت کی ترقی کی خاطر مسلمان ہو گئے تھے اور مسیح کی آمد کے منتظر تھے، انہوں نے اپنے آپ کو قادیانیوں کی طرح دونمہ (Donmeh) نامی ایک خفیہ یہودی فرقہ میں منظّم کرلیا۔

اٹھارہویں صدی کے برطانیہ میں رچرڈز برادرز (Richard Brothers) نامی ایک انگریز نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو شہزادہ اور یہودیوں کی فلسطین میں آبادکاری کرنے والا ظاہر کیا۔ ایک خاتون جونا ساؤتھ کوآٹ نے معجزاتی حمل کے بعد مسیح موعود کی پیدائش کا اعلان کیا۔ (برطانوی انسائیکلوپیڈیا، مسیحا) مگر وہ ایسا نہ کرسکی۔ تاہم برطانیہ کے بہت سے یہودیوں نے اس کا بہت احترام کیا۔ مرزا صاحب کے ہم عصروں میں سے امریکہ کا جان الیگزینڈر رڈوئی اور برطانیہ کے جے۔ ایچ پگٹ نے بھی مسیحائی کا دعویٰ کیا۔ یہ تمام اشخاص یا تو خفیہ طور پر یہودی تھے یا ان کے آلہ کار۔ ان سب کا اصل مقصد یہودی قوم پرستی کو ایک جہت اور ڈھانچہ فراہم کرنا اور معاند یورپی معاشروں میں ان کے لیے ایک سازگار ماحول پیدا کرنا تھا۔ فری میسنوں نے یہودی قومیت کی خاطر بڑے لطیف پیرائے میں ماسونی لاجیں قائم کر کے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ یورپی نظریات پر کلیسائے عیسائیت کی زبوں حالی اور امریکہ میں یہودیوں کی ابھرتی ہوئی طاقت نے بڑا اثر ڈالا۔

آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی موت کا اعلان کیا بلکہ ان کا نام نہاد مقبرہ بھی دریافت کرلیا۔ پہلے گلیل (فلسطین) پھر طرابلس، پھر شام اور آخر کار ایک خودساختہ پیغمبرانہ وحی کے بعد سری نگر (کشمیر) میں اسے دریافت کیا۔ (دیکھئے ازالہ اوہام صفحہ 473 مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 353 از مرزا قادیانی، اتمام الحجہ صفحہ 24،

25 مندرجہ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 296، 297 از مرزا قادیانی، اتمام الحجہ صفحہ 21 مندرجہ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 299 از مرزا قادیانی، رازِ حقیقت صفحہ 20 مندرجہ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 172 از مرزا قادیانی، چشمہ مسیحی صفحہ 9 مندرجہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 344 از مرزا قادیانی، دافع البلاء صفحہ 16 مندرجہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 235 از مرزا قادیانی) مگر جو کوئی بھی وہاں گیا، مرزا صاحب کی چالبازی پر ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔ (مرزا صاحب نے اپنے ایک انتہائی قابل اعتماد پیروکار مولوی عبداللہ وکیل سے کہا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سری نگر میں مقبرے کے بارے میں شواہد اکٹھے کرے۔ اپنی کتاب راز حقیقت میں مرزا صاحب نے مولوی وکیل کا ایک خط دیا ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں دفن کیے گئے۔ مولوی وکیل بعد ازاں ایک بہائی مبلغ بن گیا اور قادیانیت چھوڑ گیا۔ اس کے عقائد میں تبدیلی کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ اس نے واضح طور پر اس فریب کا پردہ چاک کیا جو مرزا صاحب کی وحی کی تصدیق بھی لیے ہوئے تھا۔ وہ یہ بات سمجھنے میں ناکام رہا کہ کیوں مرزا صاحب نے اس داستان پر اپنی مہر نبوت کی تصدیق لگا دی ہے جو کہ حکیم مولوی نورالدین بھیردی کی اختراع اور من گھڑت بات ہے۔ (دیکھئے مولوی عبداللہ وکیل کا پمفلٹ شعلہ نار۔ سری نگر اور مفتی محمد سعادت شاہ۔ ''تحقیقات یوز اسف۔ سری نگر)

قادیانی قبر مسیح کی دریافت کو اپنی تحریک کی تاریخ کا ایک بے مثال واقعہ سمجھتے ہیں۔ مرزا صاحب کی وحی سے بھی یہ ثابت ہے اور یہی ان کے کذب کی دلیل ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام ہندوستان کیسے آئے؟ مرزا صاحب نے یہ دلیل دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا مگر وہ فوت نہیں ہوئے۔ (مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلیب پر بالکل چڑھائے ہی نہیں گئے تھے، **وما قتلوه وما صلبوه**: (النساء: 157) ان کو ان کے حواریوں نے صلیب پر سے غشی کی حالت میں اتارا اور چالیس دنوں تک ایک مرہم سے علاج کیا جسے مرہم عیسیٰ کہا جاتا ہے۔ پھر انہوں نے مشرق کی طرف فارس اور افغانستان سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں قدم رکھا۔ اپنے حواری سینٹ تھامس کے ساتھ مسیح نے یہ سفر کیوں کیا؟ ان یہودیوں کو تبلیغ کرنے کے لیے جنہیں اسیریا کے حکمران

سارگن نے 721 قبل مسیح میں جلاوطن کر دیا تھا جب اس نے سمیریا کے شہر پر حملہ کیا تھا۔ مرزا صاحب نے یہودیوں کی دوسری اسیری کا بھی تذکرہ کیا جب بابل کے حکمران نبوکدنضر نے یروشلم پر 568 قبل مسیح میں چڑھائی کی اور کہا جاتا ہے کہ چند باشندوں کو قید کر کے ساتھ لے گیا۔ ان اسیروں میں بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے بہت سے افراد ''گم'' ہو گئے۔ یہ بھی دعویٰ کیا گیا کہ کشمیری اور افغان ''اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل'' کی اولاد ہیں۔ (مسیح ہندوستان میں ص99 از مرزا قادیانی مندرجہ روحانی خزائن جلد15 ص99)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان گمشدہ بھیڑوں کو تبلیغ کرنی تھی، اس لیے آپ نے ہندوستان کی طرف سفر کیا۔ یوز آسف ''یا یسوع کے نام سے یہ سفر کیا۔ اس لفظ کا مطلب ہے ''بنی اسرائیل کو جمع کرنے والا''۔ قادیانیوں کی لاہوری جماعت کے رکن خواجہ نذیر احمد نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت مریمؑ نے بھی حضرت عیسیٰ کے ساتھ ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ (خواجہ نذیر احمد۔ عیسیٰ زمین پر اور آسمان میں'' عزیز منزل لاہور 1952ء ص355 اور اسد اللہ کشمیری ''حضرت مریم کا سفر کشمیر'' ربوہ) اور مری میں وفات پائی جو کہ پاکستان کے دارالحکومت سے تقریباً پینتالیس کلومیٹر دور ہے۔ لفظ مری حضرت مریم علیہا السلام کے نام میری کی ایک بگڑی ہوئی صورت ہے اور ان کے نام کی وجہ سے مشہور ہے۔ بی بی مریم کی مری میں وفات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے اور ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا مقبرہ خان یار سٹریٹ سری نگر کشمیر میں واقع ہے۔ ان کا حواری تھامس جنوبی ہندوستان چلا گیا اور وہاں ایک کلیسا کی بنیاد رکھی۔

اس ساری کہانی کا لب لباب اس مفروضے پر مبنی ہے کہ 721 قبل مسیح میں بنی اسرائیل کے دس قبائل گم ہو گئے اور مشرقی ممالک خصوصاً افغانستان اور کشمیر میں آ کر بس گئے۔ اگر یہودیوں کی ان ممالک میں آبادکاری نہ ہوئی ہوتی تو حضرت عیسیٰ کبھی بھی ان ممالک کا سفر نہ اختیار کرتے اور فلسطین سے ہندوستان نہ آتے۔ یہی تمام گفتگو کا خلاصہ ہے۔ اسرائیلی قبائل بکھرنے کے بعد دوسری قوموں میں ضم ہو گئے۔ موجودہ اقوام ان کی اولاد ہیں۔ اس پروپیگنڈا کا مقصد یہودیوں کی قومیت کی تحریک ''اینگلو اسرائیلیت'' کو

تقویت دیناتھا جوصہیونیت سے قبل پوری دنیامیں پھیل گئی تھی۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے اینگلو اسرائیلیت کی تحریک یہودیوں اوران کے آلہ کاروں نے اس مفروضے پر شروع کی تھی کہ آشوریوں کے دس اسیر قبائل (721 قبل مسیح) نے عارضی اقامت کے بعد مغرب کا رخ کیا جبکہ بابل کے اسیروں نے (586 قبل مسیح) افغانستان سے ہوکر ہندوستان پناہ لی۔ غیر یہودی حکومتوں کے دباؤ نے انہیں دنیائے تہذیب میں گم کردیا۔ یورپی اقوام کو درخواست کی گئی (جو کہ دس گمشدہ قبائل کی اولاد بتائے گئے) کہ وہ کتاب مقدس کی پیش گوئیوں کی مطابقت میں ایک علیحدہ سرزمین کے حصول میں اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔ تاہم پی۔ کے حتی نے یہ ثابت کیا ہے کہ دس قبائل کبھی بھی گم نہیں ہوئے اور یہ ایک نیم تاریخی فرضی داستان ہے۔ (پی کے حتی تاریخ شام ص96)

انگریزوں کے اسرائیلیوں کی اولاد ہونے کا نظریہ سب سے پہلے 1649ء میں جان سیڈلر نے اپنی کتاب ''حقوق سلطنت'' میں پیش کیا۔ اس نے انگریزی قانون اور یہودیوں وعبرانیوں کی رسومات کے مابین ایک متواتر مماثلت پیش کی۔ برطانوی بحریہ میں نصف مشاہرے پر کام کرنے والے ایک مخبوط الحواس افسر رچرڈ برادرز نے (1757ء۔ 1832ء) بہت جلد اسرائیل کی ارض مقدس کی بحالی اور اپنی شہزادہ یہود کے طور پر تعیناتی کی پیش گوئی کی۔ 1840ء میں جان ولسن نے اس نظریہ کو اپنایا اور اس کی پہلی کتاب ''ہماری اسرائیلی ابتداء'' اس نظریے کی پہلی مطابقت آمیز توضیح ہے۔ اس نظریے کی وکالت کرنے والے دیگر اشخاص میں سے انیسویں صدی کے ڈبلیو کارپینٹر (اسرائیلی مل گئے) ایف۔آر۔اے گلوور (انگلستان۔ آثار یہود) اور سکاٹ لینڈ کے سرکاری ماہر فلکیات سی۔ پیازی۔ سمتھ تھے جنہوں نے اہرام مصر کی پیمائشوں کے بعد یہ خیال اخذ کیا کہ برطانوی گمشدہ قبائل کی اولاد ہیں۔ (دیکھیں سوشیالوجیکل ریویو لندن مارچ 1968ء اور انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجنز اینڈ ایتھکس جلد 1 اینگلو اسرائیل از م ص482)

1871ء میں ایڈورڈ ہائن نے ''مقامی برطانوی اقوام کی گمشدہ اسرائیل سے شناخت'' لکھی۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی ڈھائی لاکھ کاپیاں فروخت

ہوئیں۔ امریکہ میں اس تحریک کی قیادت ڈبلیو۔ ایچ پول اور جی۔ ڈبلیو گرین وڈ نے کی۔ (ایضاً) ہندوستان میں پہلی بنگال پیادہ فوج کے میجر ایچ۔ ڈبلیو جے سینئر نے اینگلو۔ اسرائیلی تشہیر بڑی شدومد سے شروع کی۔ 1883ء میں اس نے ''کیا انگریز اسرائیلی ہیں'' کے عنوان سے کتاب لکھی۔ (میجر ایچ ڈبلیو جے سینئر، کیا انگریز اسرائیلی ہیں'' ایم ای چرچ پریس لکھنو 1883ء) اس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ انگریز اسرائیل کی اولاد ہیں اور خدا نے ابراہیمؑ سے کیا ہوا عہد پورا کر دیا ہے اور اسرائیل سے کیے گئے تمام عہد بھی پورے کرے گا۔ اینگلو اسرائیلی لٹریچر کی بھاری مقدار ''میسرز نیو مین کمپنی کلکتہ'' نے چھپوا کر ہندوستان میں تقسیم کی۔ سینئر اس کتاب میں لکھتا ہے۔

❑ ''خدا نے یہ واضح کر دیا ہے کہ جب تک سورج، ستارے اور سمندر قائم ہیں، اسرائیلی اس کے سامنے ایک قوم کی حیثیت میں ہمیشہ رہیں گے۔ چونکہ وہ ابھی تک گم نہیں ہوئے، لہٰذا اسرائیلیوں کو کرہ ارض کی ایک قوم ہونا چاہیے۔ یہ سوال تاہم قدرتی طور پر ابھرتا ہے کہ اسرائیلی کون سی قوم ہیں؟ اینگلو اسرائیل کے سرگرم حامیوں نے منطقی طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ کرہ ارض کی تمام اقوام میں صرف انگریز ہی تمام انعامات واکرامات کے حامل ہیں اور وہ عہد جو خدا نے اپنے بندوں اسرائیلیوں کے ساتھ کیا تھا اور چونکہ خدا مسیحا، وفادار اور عہد کو پورا کرنے والا ہے، لہٰذا یہ عہد وکرامات کسی غیر یہودی قوم کے حق میں نہیں جا سکتے۔ چنانچہ یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ انگریز ہی اسرائیلی ہیں اور اس سچائی کو قبول کرتے وقت ہم اسرائیل کے بارے میں مستقبل کی شان وشوکت پر یقین رکھتے ہیں۔ ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اول یروشلم، بابل، نینوا، مصر، موآب اور یہودا کی تباہی کی پیش گوئی لغوی طور پر پوری ہو چکی ہے اور اسرائیل کو ملنے والی تمام سزائیں بھی معنوی طور پر پوری ہو چکی ہیں تو اسرائیل کی شان وشوکت کے تمام عہد بھی معنوی انداز میں لیے جانے چاہئیں اور ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ (نظریہ) اس روحانی تشریح کے مطابق ہے جو کلیسا نے پیش کی''۔

(سینئر ص 52۔61)

سینئر نے ''انہیں اپنے وطن میں جانا چاہیے'' کے عنوان سے منقولاتی شہادت

(عیسیٰ xiii۔ جیر xxx۔ چیک viii۔12,13 وغیرہ) سے ثابت کیا کہ بکھرے اسرائیلی اکٹھے ہوں گے اور صہیون کی عظمت میں گیت گائیں گے۔ (ایضاً ص 88) انگریزوں کی نپولین اور روس کے ساتھ دشمنی اور درائیفس کیس (درائیفس ایک یہودی تھا اور فرانسیسی فوج میں ملازم تھا، اسے جرمنوں کے لیے جاسوسی کے الزام میں عتوب کیا گیا تھا) کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ہمدردی کا اعزاز بھی اینگلو اسرائیلی نظریات کو ملا۔ یہ بھی کہا گیا کہ انگریزوں کو اسرائیل کی ترجمانی کرنی چاہیے وگرنہ ان کی حمایت میں کیے گئے کئی خدائی وعدے ادھورے رہ جائیں گے۔ (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اور ایتھکس اینگلو۔ اسرائیلیت)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''مقبرے کی دریافت'' کے بعد قادیانیوں نے اینگلو اسرائیلی نظریات کا پرزور پرچار کرنا شروع کر دیا۔ قادیانیوں کے مباحث اور دلائل دینے کے طریق کار اور اینگلو اسرائیلیوں کے طریق کار میں حیران کن مماثلت پائی جاتی ہے۔ اگر کسی کو اینگلو اسرائیلی لٹریچر پڑھنے کو مل جائے اور وہ اس کا تقابلی مطالعہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ''مسیح ہندوستان میں'' (احمدیہ مشن فارن ڈیپارٹمنٹ ربوہ 1964ء)۔ ''ریویو آف ریلیجنز'' قادیان میں شیر علی کے مضامین، خواجہ نذیر احمد کی ''مسیح آسمان میں زمین پر''، جے ڈی شمس کی ''مسیح کی وفات کہاں ہوئی'' (جے ڈی شمس ''مسیح کی وفات کہاں ہوئی'' ربوہ 1965ء)، مفتی محمد صادق کی ''قبر مسیح'' (قادیان 1936ء) اور قاضی محمد یوسف کی ''عیسیٰ در کشمیر'' (قاضی محمد یوسف، عیسی در کشمیر منظور عام پریس پشاور 1946ء، اس کے علاوہ دیکھئے۔ سید صادق حسین کشف الاسرا، قادیان 1911ء) سے کرے تو پتہ چلے گا کہ قادیانی اور یہودی ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں۔

مرزا قادیانی اور ان کے پیروکاروں کے بیان کردہ قصے جن سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھتے وقت بے ہوش ہو گئے تھے، اس کی بنیاد بھی انہی داستانوں پر ہے جو یہودیوں نے گھڑی ہیں۔ اس قصہ کا ماخذ مرزا صاحب کے ایک ہم عصر نکولس نوٹووچ کی سینہ بہ سینہ چلتی ہوئی ایک روایت ہے جو کہ پیدائشی طور پر روسی تھا۔ نوٹووچ نے یہ دعویٰ کیا کہ اسے حمس (تبت) کی ایک بدھ عبادت گاہ میں بدھ

بت کے قدیم مسودے ملے جن میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن میں اپنے والد کے گھر یروشلم سے خفیہ طور پر بھاگ گئے اور تاجروں کے ایک قافلے کے ساتھ سندھ کی طرف سفر کیا اور آریاؤں میں آ کر رہے۔ وہ اکثر جین مت کے مندروں میں جاتے اور ان کے عقائد کا مطالعہ کرتے تھے۔ پھر وہ سیلون گئے اور وہاں سے جگ ناتھ (بنارس) چلے گئے۔ انہوں نے جڑی بوٹیوں، طب اور ریاضی کے علوم سیکھے۔ انہوں نے برہمنوں کے مذہبی نظریات کے علاوہ ان کے کچھ خفیہ راز بھی سیکھے۔

اس کتاب کا جب فرانسیسی (N. Notovitch, vie Inconnue de Jesus Christ, Pari 1894) پیرس 1894ء انگریزی الیگزینا لورانگر۔ (Unknown life of Jesus) "عیسیٰ کی گمنام زندگی" رینڈ مکینلی کمپنی۔ لندن 1894ء) وغیرہ میں ترجمہ ہوا تو یورپ اور ہندوستان میں کچھ دیر کے لیے تہلکہ مچ گیا۔ ایک مشہور جرمن عالم پروفیسر میکس ملر (Pro. Max Muller) نے جو ہندوستان میں قیام پذیر تھا، اپنے مضمون میں جو اس نے اکتوبر 1894ء میں "انیسویں صدی لندن" میں لکھا اور واضح کیا کہ یہ کہانی بالکل جھوٹ ہے اور یہ خیال ظاہر کیا کہ نوٹووچ کے اصرار پر بدھ لامہ نے جس کے پاس بتانے کے لیے اور کچھ نہیں تھا، یہ کہانی گھڑ کر اسے سنا دی ہو۔ گورنمنٹ کالج آگرہ کے ایک پروفیسر جے۔ آر کیبالڈ ڈگلس (Prof. J. Archibald Douglas) نے 1895ء میں لداخ کا سفر کیا تا کہ اسے کوئی ایسی بدھ عبادت گاہ ملے مگر اسے کچھ بھی نہ ملا۔ "انیسویں صدی" کے اپریل 1896ء کے شمارے میں یہ تمام داستان بیان کی گئی اور نوٹووچ کو ناقابل اعتماد مبہم جو خیال کیا گیا۔ (والٹر۔ اے ایچ ص 92) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کے لیے کئی خفیہ یہودی تنظیموں نے ایسے سفرناموں کی بنیاد پر واقعات گھڑے۔ ان کے لیے نیم تاریخی دستاویزات کو بنیاد بنایا گیا۔ یہ ایک عیارانہ کوشش تھی جو کہ ثابت کرتی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جھوٹے مسیح تھے (نعوذ باللہ) جنہوں نے مشرق کی طرف اپنے مبینہ سفروں میں جڑی بوٹیوں کا علم حاصل کیا اور جادو کے کرشمے سیکھے اور انہیں فلسطین میں اپنے مسیحائی کے جھوٹے دعووں کے لیے استعمال کیا مگر آخر کار صلیب

پر چڑھا کر مار دیئے گئے۔

امریکہ میں فری میسنوں کی ایک تنظیم ''روزیکروشیئن'' (Rosicrucian) نے بھی حیات مسیح کے بارے میں غلط داستانیں شائع کیں۔فری میسنوں کے اعلیٰ حلقوں اور روزیکروشیئن مکاتب میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے۔روزیکروشیئن نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو مواد اکٹھا کیا ہے، وہ فری میسنوں کے مقتدر حلقوں کے پاس محفوظ بتایا جاتا ہے۔''اسینی برادر ہڈ'' وہ تنظیم ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اس کے پاس قدیم ترین روایات، تعلیمات، قوانین اور مسودات کا خزانہ موجود ہے۔ان کا زمانہ دوسری صدی قبل مسیح سے لے کر دوسری صدی عیسوی کا ہے۔شمالی اور جنوبی امریکہ میں روزیکروشیئن کے سلسلے کے قائد ڈاکٹر لیوس سپنسر نے اپنی کتاب ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صوفیانہ زندگی'' میں آپ کی بارہ سال کی عمر سے لے کر آپ کے گلیل میں مبلغ کے طور پر پیغام دینے کے واقعات اور حالات بیان کیے ہیں۔(ڈاکٹر لیوس سپنسر The Mystical life of Jesus امریکی روزیکروشیئن سیریز سپریم گرانڈ لاج امریکہ) وہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر مرے نہیں تھے بلکہ بے ہوش ہو گئے۔ان کو اس قبر میں رکھا گیا جہاں ہوش میں آئے اور صحت یاب ہو کر وہ خفیہ طور پر گلیل میں ایک محفوظ مقام پر چلے گئے۔وہ جسمانی طور پر آسمانوں پر نہیں گئے بلکہ یہ ایک صوفیانہ اور نفسیاتی تجربہ تھا۔وہ ایک اوتار بن گئے جو عام زندگی سے دور خاموش رہتا ہے۔آپ کوہ کارمل (فلسطین) میں مدفون ہیں۔ آپ کا جسم کئی صدیوں تک ایک قبر میں رہا مگر آخر کار وہاں سے نکال کر اسے ایک خفیہ قبر میں اتار دیا گیا جس کی حفاظت و دیکھ بھال ان کی برادری کے اسینی بھائیوں نے کی۔(دیکھیں ایچ سپنسر The Secret Doctrines of Jesus سپریم گرینڈ لاج آف ایموریک کیلیفورنیا۔امریکہ 1894ء چھٹا ایڈیشن)

''مصلوب کیے جانے کا چشم دید گواہ'' کا حوالہ اکثر قادیانی مصنف اپنی تحریروں میں دیتے ہیں۔اس کتاب کے تعارف اور مقدمے میں لکھا ہے۔

❑ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوبیت کے سات سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے ایک ذاتی دوست کا یروشلم سے ایک ایسین بھائی (ایسین آرڈر کہتا ہے کہ اس کا ترجمہ جس کا جدید ایڈیشن فری میسنری ہے، حضرت عیسیٰ کے وقت فلسطین اور مصر میں وسیع پیمانے پر پھیلا دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ بھی اس کے رکن تھے) کو خط ملا جو کہ اسکندریہ میں تھا۔ یہ اس کی لاطینی کاپی کا انگلش ترجمہ ہے۔ اس کتاب کو جو امریکہ میں 1873ء میں چھپی تھی۔ اشاعت کے فوراً بعد ہی ترسیل سے روک دیا گیا تھا۔ اس کتاب کی تمام پلیٹیں توڑ دی گئیں اور یہ فرض کرلیا گیا کہ بقیہ کتاب کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا ہوگا۔ حقوق مسودہ کے قوانین کے مطابق جو نقول امریکی کانگریس کے لائبریرین کو جمع کروائی گئیں، وہ بھی غائب ہو گئیں۔ خوش قسمتی سے ایک کتاب اس انجام بد سے بچ گئی''۔ (مصلوبیت کا ایک چشم دید گواہ۔ عیسیٰ کی مصلوبیت کے بعد حضرت عیسیٰ کے ایک ذاتی دوست کا یروشلم سے اسکندریہ کے ایک ایسینی بھائی کے نام خط۔ اختتامی ہارمونک سیریز دوسرا ایڈیشن۔ انڈوامریکن بک کمپنی شکاگو امریکہ 1907ء دوسری طباعت نفیس پرنٹرز لاہور 1977ء)

ٹی کے (T-K) جو کہ کتاب ''عظیم کام'' کا مصنف ہے، کتاب کے تعارف میں کہتا ہے کہ ''یہ کتاب امریکی ریاست میساچوسٹس کے ایک اہم فری میسن کی ملکیت تھی جو 1907ء کی گرمیوں میں حادثاتی طور پر اس کی بیٹی کے ہاتھ لگی۔ اس سے پہلے وہ مکمل طور پر محفوظ پڑی رہی۔ اس نے فری میسنوں کے کام میں میری دلچسپی دیکھتے ہوئے یہ نسخہ مزید پڑتال کے لیے مجھے بھیجا۔ میں نے فوراً ہی اس کی اعلیٰ قدر و قیمت، اہمیت اور قابل لحاظ حیثیت کو پہچان لیا''۔ (ایضاً ص 13) پھر ہمیں بتایا گیا کہ یہ کتاب جرمنی میں ماسونی برادری کے پاس موجود لاطینی نسخے سے تقابل کے بعد 1907ء میں دوبارہ چھپی۔ بلاشبہ فری میسنری کے مخالف وحشی افراد کے ہاتھوں سے یہ محفوظ رہے گی۔ (ایضاً ص 14) اس میں زور دے کر کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ماسونی برادری سے تعلق تھا۔ انہیں صلیب سے غشی کی حالت میں اتار لیا گیا تھا اور ایسین بھائی اس کے جسم کو محفوظ جگہ پر لے گئے۔ نکوویمس طبیب نے ایک خاص مرہم لگایا جس سے آپ کے زخم چند دنوں میں ٹھیک ہو گئے۔ بعد میں آپ بھیس بدل کر دارالحکومت سے کوہ زیتون پر واقع ایک سفید لاج میں تشریف

لے گئے۔ خط میں مذکور ہے کہ چھ ماہ بعد تنہائی میں آپ نے فلسطین میں وفات پائی۔

اس یہودی میسن نظریہ میں مزید رنگ آمیزی مرزا غلام احمد قادیانی نے کی۔ انہوں نے نکودیمس کی مرہم کے بجائے ''مرہم عیسیٰؑ'' کا نام استعمال کیا۔ کہا جاتا ہے کہ مسیح کے زخموں کے علاج کے لیے اس مرہم کو ان کے جسم پر لگایا گیا۔ اس مرہم نے مصلوبیت کے دوران لگنے والے تمام زخم جلدی ٹھیک کر دیئے۔ مرہم عیسیٰؑ کو طب یونانی میں مختلف نام دیئے گئے ہیں جو اس کی زخموں کو جلد ٹھیک کرنے والی خصوصیات کی وجہ سے ہیں اور کسی حکیم نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ یہ مرہم صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے تیار کی گئی۔ (مولانا آسی امرتسری ''الکاویہ والغاویہ'' امرتسر ص 83)

مرزا صاحب مزید یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سفر ہندوستان کے دوران ''یوز آسف'' کا نام اختیار کیا۔ یہ بھی اس نظریہ کا ایک دلچسپ پہلو اور یوز آسف کے نام کا عیارانہ استحصال ہے۔ مرزا صاحب جسے ''یوز آسف'' یا ''بود آسف'' کہتے ہیں، وہ گوتم بدھ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں۔ ''للتا داسترا'' کی بدھ روایات کے مطابق جب گوتم بدھ نے مکمل گیان اور علم حاصل کر لیا تو وہ ایک بدھستوا (مکمل گیانی) بن گیا۔ یوز آسف اسی بدھستوا کی بگڑی شکل ہے۔ بدھ کی معجزاتی پیدائش اور اس کے بدھستوا بننے کی کہانی دوسری صدی عیسوی میں ہندوستان سے وسطی ایشیاء میں پہنچی۔ نتیجتاً عباسی خلیفہ المنصور کے زمانے میں المقفع مکتب کے عرب علماء نے سنسکرت اور فارسی علوم کو عربی میں منتقل کیا۔ (بود یا یوز یا یود آسف) بدھا کی کہانی بھی کئی عرب داستانوں میں داخل ہو گئی۔ ابن الندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں تین کتابوں کا حوالہ دیا ہے، جن میں یہ کہانی معمولی ردوبدل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد 1 برلام اور بود آسف۔ ص 1215) کچھ وقت گزرنے کے بعد بدھ کے مکمل گیان حاصل کرنے کی کہانی مختلف شکل میں ہندوستان واپس آ گئی۔ جس میں نام عربی طرز کے ہو گئے اور واقعات بھی تبدیلی کا شکار ہو گئے۔

قادیانی مصنفین نے اپنی داستان کو ثابت کرتے وقت سنسکرت کے ماخذوں کا

بھی سہارا لیا ہے۔ انہوں نے ہندورشی سوتا کی ''بھوشیا مہاپران'' کے ایک حصہ کونقل کیا ہے۔ یہاں یہ بتا دینا چاہیے کہ ہندومت میں پورانوں کی تعداد اٹھارہ ہے جو خالصتاً فرضی داستانوں پر مشتمل ہیں۔ ان میں قصے کہانیاں، ہندومیتھالوجی اور نصائح وغیرہ کی شکل میں ہے۔ سب سے پہلا ''پران'' غالباً چوتھی صدی عیسوی میں مدون کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے ''بھوشیا پران'' 1910ء میں مہاراجہ کشمیر پرتاپ سنگھ کے حکم سے بمبئی میں چھپا تھا۔ اس پر ان میں سا کا قبیلہ کے راجہ شلواہن کی ایک سفید چہرے والے شخص سے ہنوں کی سرزمین ہمالیہ میں کسی جگہ ملاقات کا تذکرہ ہے جہاں شلواہن نے اس سے اس کے مذہبی عقائد کے بارے میں استفسار کیا۔ اس نے جواب دیا۔

❑ ''اے بادشاہ! جنگلیوں کی دیوی (ماسی دیوی) اباماسی نے پریشان لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا اور میں اس کے پاس نہ ماننے والے کی حیثیت سے پہنچا۔ میں نے دیوی ماسیا کا عطا کردہ مرتبہ پالیا۔ اے بادشاہ! اس کے مذہب کے بارے میں سنو۔ جسے میں نہ ماننے والوں کے ذہن نشین کرواتا ہوں۔ ذہن کی صفائی اور گندے جسم کی طہارت اور کتاب نیگما کی دعا کی طرف متوجہ ہوکر انسان ابدیت کی پوجا کرے۔ انصاف، سچائی، ذہن کی یگانگت اور مراقبے کی حالت میں انسان کو سورج کی جنت میں عبادت کرنی چاہیے (یعنی سوریا منڈل جسے سورج کی ٹکیا کہہ سکتے ہیں) وہ آقا جو کہ سورج کی طرح اپنے رستہ سے نہیں ہٹ سکتا، کم ازکم تمام مخلوق کی غلطیوں کو جذب کر لیتا ہے۔ اے بادشاہ! اس پیغام کے ساتھ ماسی دیوی غائب ہوگئی اور آقا کا بابرکت نقش، جو برکات عطا کرتا ہے اور ہمیشہ سے میرے دل میں ہے، میرا نام ''اباماسیا'' تجویز کرتا ہے''۔

(مفتی محمد صادق۔ قبر مسیح۔ قادیان 1936ء ص 53)

یہ الفاظ سن کر بادشاہ نے اس بدعقیدہ پجاری کو نکال دیا اور اسے کافروں کی بے رحم سرزمین میں دھکیل دیا۔ (شیخ عبدالقادر ''مسیح کا سفر کشمیر'' لندن کانفرنس میں پڑھا گیا ایک خط 1979ء)

ٹاٹا تحقیقاتی ادارے کے سنسکرت کے نامور عالم ڈاکٹر ڈی ڈی کوسمبی نے واضح کیا ہے کہ ''ماسی دیوی'' ایک افسانہ ہے اور ہندو مذہبی کتب میں ''نیگما'' کی مقدس کتاب کا کوئی

وجود نہیں ہے۔ یہ ایک کہانی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ بدعقیدہ پجاری نے ''اہاماسیا'' کا رتبہ پایا اور ''ماسی دیوی'' کی پیروی میں ''سورج کی پرستش'' کا پرچار کیا۔ قادیانی مصنفین نے اہاماسیا کو ''عیسیٰ مسیح'' قرار دیا اور ماسی دیوی کو جبرائیل فرشتہ کہا ہے۔ (شیخ عبدالقادر، عیسیٰ ہندوستان سے کشمیر کے اوپر۔ 1979ء میں لندن کانفرنس میں پڑھا گیا مضمون) اس داستان کے تمام تضادات کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا گیا کہ راجہ شلواہن نے عیسیٰؑ سے ملاقات کی، جہاں آخرالذکر نے انڈیا کا دورہ کیا۔ خواجہ نذیر احمد نے اس ''بھوشیاپران'' کے اس اقتباس کو ڈاکٹر شیوناتھ شاستری سے ترجمہ کرایا اور سفید چہرے والے بدعقیدہ پجاری کو ''یوسفات'' کے نام سے پکارا ہے۔

(مسیح جنت میں زمین پر Jesus in Heaven on Earth ص 369)

یہ کہانی خالصتاً ایک فرضی داستان ہے۔ ''ماسیا دیوی'' کا پجاری غالباً بدھستوا ہے۔ یہ ایک سورج پرست پیروکار ہے۔ یوں لگتا ہے کہ پانچویں صدی عیسوی کے دوران اس داستان میں اضافے کیے گئے۔ اس فرضی کہانی اور اس میں بیان کیے گئے کرداروں کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی طرح بھی نہیں بنتا جو کہ پہلی صدی عیسوی میں یروشلم میں مبعوث ہوئے اور خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ مرزا قادیانی اور ان کے پیروکاروں نے فرضی بدھستوا کے ناموں کو بدھوں کی دستاویزات سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر انہیں عیسیٰؑ ثابت کیا ہے۔ ایک بدھ راہب یا بدھستوالی، لی شی لو کو ''مسیحا'' اور بدھ کی ''بگواستیا'' یا سفید چہرے والے بدھستوا کی پیش گوئی کا مطلب حضرت عیسیٰؑ لیا گیا۔ کیونکہ آپ کا چہرہ بھی سفید تھا۔ (ایم آر بنگالی ''مقبرہ مسیح'' ربوہ 1971ء ص 51۔ اس کے علاوہ مرزا غلام احمد ''مسیح ہندوستان میں'' ص 28) سینٹ تھامس کے ہندوستان آنے کے دعویٰ کے بارے میں کوئی ثبوت میسر نہیں ہے۔

پہلی صدی میں یونانی فرمانروا گونڈوفارس کے دورِ حکومت میں سندھ کے علاقوں میں حواری تھامس کی تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں جعلی عیسائی کتب میں کہا گیا ہے۔ (دیکھئے سرجان مارشل۔ راہنمائے ٹیکسلا) مالابار اور مدارس میں تھامس حواری کے نام کا

کلیسا بنا۔ حالانکہ نہ تو تھامس ہندوستان آیا اور نہ ہی اس نے بنیاد رکھی۔ آثار قدیمہ کے تمام شواہد سے ان دعوؤں کی تکذیب ہوتی ہے۔ خواجہ نذیر کے دعوے کو بھی احمقانہ قرار دیا گیا ہے کہ حضرت مریمؑ ہندوستان آئیں اور مری میں فوت ہوئیں۔ جہاں ان کا مقبرہ اب بھی موجود ہے۔ (''مسیح جنت میں زمین پر'' ص353) گوتم بدھ کی حصول معرفت کی کہانی کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جو کہ بدھا کو آسف ثابت کرنے کے لیے عربی اور فارسی ماخذوں میں موجود ہیں۔ (اس کے اردو ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو عبدالغنی۔ کتاب شہزادہ یوز آسف اور حکیم بلوہر۔ مفید عام پریس۔ آگرہ 1696ء) صلابت کے راجہ کی اولاد نہ تھی۔ کچھ عرصے بعد راجہ کے گھر معجزاتی طور پر ایک بچہ پیدا ہوا۔ بادشاہ نے اس کا نام بود آسف (بدھا۔ بدھستوا) رکھا۔ ایک نجومی نے یہ پیش گوئی کی کہ شہزادہ کی عظمت اس دنیا کے لیے نہ ہوگی۔ چنانچہ بادشاہ اسے دنیا کے مصائب سے بے خبر رکھنے کے لیے ایک علیحدہ شہر میں رکھنے لگا، وہاں وہ پرورش پاتا رہا۔ آسف اپنی قید تنہائی میں گھل گھل کر مرتا ہے اور آزادی حاصل کرنے کی خواہش کرتا ہے۔ ایک دن پھرتے ہوئے وہ دو انتہائی کمزور آدمیوں کو دیکھتا ہے اور بعد ازاں ایک ضعیف اور منحنی شخص کو دیکھتا ہے اور انسانی کم مائیگی اور موت کو جان جاتا ہے۔ سرناتھ (سیلون) کا مقدس راہب بلوہر اس پریشانی میں ظاہر ہوتا ہے اور بود آسف کو تمثیلوں میں سمجھاتا ہے۔ وہ اسے انسانی غرور اور زاہدانہ طریق کار کی برتری سمجھا دیتا ہے۔ بلوہر، شہرت، دولت، کھانے پینے میں مشغولیت اور جنسی آسائش اور لذتوں کو ٹھکرا دیتا ہے۔

راجہ جانیسر بلوہر کا مخالف ہو جاتا ہے اور بود آسف کی تبدیلی مذہب کا برا مناتا ہے۔ راکس نجومی اور تارک دنیا بلوہر کی کوششوں سے مذہب کے موضوع پر تنقیدی بحث میں جانیسر قائل ہو جاتا ہے۔ بود آسف اپنی سلطنت شاہی کو ٹھکرا دیتا ہے اور تبلیغی سفروں پر نکل جاتا ہے۔ بہت سی مہموں کے بعد وہ ''کسی نارا'' کشمیر پہنچتا ہے جہاں وہ اپنے چیلے (آنندا) ابا بودھ کو اپنے مذہب کا مستقبل سونپ کر مر جاتا ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص1215)

یہ حوالہ کسی بھی طور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں بلکہ یہ ایک ہندوستان شہزادے بدھ (بود آسف) کے متعلق ہے جنہوں نے کسی نارا (گورکھپور کشن نگر ہندوستان)

میں وفات پائی۔ان کا چیلا ابا بودھ (آنندا) تھا۔ابن بابویہ کی ’’اکمال الدین‘‘ (دسویں صدی عیسوی) اور باقر مجلسی کی ’’عین الحیات‘‘ میں بھی اسی کہانی کا یہ حصہ مذکور ہے۔البتہ اتنا اضافہ ہے کہ بوداآسف نے ایک معبد بدھ سٹوپا تعمیر کیا تھا جس میں اسے دفنایا گیا۔تمام معتبر عرب مآخذوں اور تاریخی کتابوں مثلاً سعودی کی ’’مروج الذہب‘‘ (تاریخ المسعودی۔الطیب‘‘ مصر جلد 2 ص 138) (956ء) ابن الندیم کی الفہرست (988ء) البغدادی کی ’’الفرق بین الفارق‘‘ (1037ء) (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص 1215) اور الخوارزمی کی ’’مفاتیح العلوم‘‘ (الخوارزمی ص 306) میں بدھا کے نام کو عربی میں تبدیل کر کے بوداآسف یا بوداآسب بتایا گیا ہے۔اسے ایک ہندوستانی شہزادہ قرار دیا گیا ہے جسے خدا نے راستی کے پرچار کے لیے بھیجا۔اس کی جائے تدفین ہندوستان میں ’’کشی نگر گورکھپور‘‘ ہے۔لفظ ’’کشی نگر‘‘ کو عربی میں تبدیل کر کے قشمیر یا کشمیر لکھا گیا ہے۔بعد میں آنے والے کشمیری مورخین نے اسے وادی کشمیر کا نام دے دیا۔کشمیر کے مسلمان مورخین (دیکھئے خواجہ محمد اعظم۔تاریخ اعظمی۔صابر الیکٹرانگ پریس لاہور۔ص 87) نے شاید یہ کہانی انہی مآخذوں سے لی ہے تاہم کسی نے بھی ’’بوداآسف‘‘ کو عیسیٰ علیہ السلام کہنے کی جرأت نہیں کی۔تاریخ ہندوستان کے کچھ نیم تاریخی مآخذوں میں جو زیادہ تر سولہویں صدی کے ہیں، یہ کہا گیا ہے کہ بوداآسف کو ماضی بعید میں کشمیر میں مبعوث کیا گیا۔تاہم تاریخ ہندوستان یا کشمیر کا کوئی بھی مستند مآخذ یہ نہیں ثابت کرتا کہ حضرت عیسیٰؑ کشمیر آئے ہوں۔خواجہ نذیر احمد نے ملا نادری کی کتاب ’’تاریخ کشمیر‘‘ سے ایک پیراگراف لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہندوستان آنے کے افسانوی دعوے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔(خواجہ نذیر احمد ص 634) ملا نادری کشمیر کے راجہ زین العابدین (جسے عموماً بڈشاہ کہا جاتا تھا) کے دربار میں مذہبی عالم تھے، کشمیر کی تاریخ میں ان کا ذکر ہے کہ ملا نے تاریخ کشمیر تالیف کی مگر کسی نے اس کی موجودگی کی تصدیق نہیں کی۔یہ ایک معدوم دستاویز ہے۔خواجہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس نے 1946ء میں سری نگر میں یہ کتاب دیکھی تھی اور اس کے انہترویں صفحے کی فوٹو کاپی حاصل کر لی تھی جس میں عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر آمد کا ذکر ہے۔اس نے جی ایم محی الدین

وانچو سے یہ کتاب لی جس کی یہ ملکیت تھی لیکن وہ اسے خرید نہ سکا۔ وہ اسے اچھی قیمت پر فروخت کرنا چاہتا تھا۔ متعدد گزارشات اور دعوؤں کے باوجود قادیانی مصنفین اصل مسودہ دکھانے کے قابل نہیں ہو سکے تاکہ مورخوں کو اس کی اصل حقیقت سے آگاہ کر سکیں۔ یہ محض ایک احمدی دھوکا ہے۔ (ماہنامہ البلاغ کراچی دسمبر 1973ء)

مرزا صاحب کی دریافت سے پہلے ایک اہم کشمیری مورخ حسن شاہ نے لکھا کہ محلّہ خان یار سری نگر میں خواجہ نصیر الدین کے مقبرے سے ملحق ''یوز آسف'' کا مقبرہ ہے جو زین العابدین کے دور حکومت (پندرہویں صدی عیسوی) میں مصر کے سفیر کی حیثیت سے کشمیر آیا۔ (پیرزادہ حسن شاہ ''تاریخ حسن۔ کوہ نور پریس۔ سری نگر 1965ء یہ کتاب 1889ء میں تالیف ہوئی اور اس وقت تک مرزا صاحب نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا) مزید دیکھیں مفتی شاہ سعادت۔ تحقیقات یوز آسف۔ سری نگر اور قاضی ظہور الحسن ناظم نگارستان کشمیر سرینگر 1941ء) وہ فوت ہو گیا اور کشمیر میں دفن ہوا۔ اس کا مقبرہ پندرھویں صدی میں تعمیر کیا گیا۔ آثار قدیمہ اور تاریخی شواہد خصوصاً تخت سلیمان پر کندہ تحریریں اور فارسی رسم الخط (خط ثلث) محلّہ خان یار سری نگر میں واقع اس مقبرے کے بارے میں تمام قادیانی دعوؤں کو مکمل طور پر رد کرتے ہیں۔

یہ جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ''یوز آسف'' اور ''بلوہر'' کی کہانی جب یورپ پہنچی تو اس نے عیسائی فرضی کردار برلام اور یوسفات کے لیے نمونہ کا کام دیا۔ انہیں عیسائی راہبوں کا درجہ دیا گیا اور بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ (کے ایس میکڈونلڈ۔ برلام اور یوسفات کی کہانی۔ تھیکر اینڈ سینک اینڈ کمپنی کلکتہ۔ 1985ء مزید دیکھئے انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اور اتھکس۔ برلام اور یوسفات) برلام کی یاد میں پامرلو (سسلی) کے مقام پر ایک کلیسا بھی تعمیر کیا گیا۔ مرزا صاحب نے بھی اسی گرجا کی تعمیر برلام کی یاد میں تسلیم کی ہے۔ (مرزا غلام احمد۔ تحفہ گولڑویہ۔ قادیان 1900ء ص 14) یہ امر حیران کن ہے کہ یورپ کی ابتدائی ازمنہ وسطیٰ میں برلام اور یوسفات کے افسانوی کردار بار بار یونانی، لاطینی پراونسی، فرانسیسی، اطالوی، ولندیزی، قطلانی، ہسپانوی، انگریزی اور جرمنی زبانوں

میں سامنے آتے ہیں۔ یہ کہانی مشرق وسطیٰ، عیسائی شمالی افریقہ اور روس کے صوبے جارجیا میں زبان زد عام رہی ہے۔اس کے عیسائی پس منظر سے حبشی، آرمینی، کلیسائی، سلووینی اور رومانیائی تراجم کے ساتھ اور غیر عیسائی تراجم عربی اور عبرانی میں بھی تھے۔ کیا وجہ ہے کہ یہ قصہ اور اس کے ادبی تراجم اتنے مقبول ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ناول یا رومانوی تحریر شروع ہی سے ناصحانہ اور تفریحی شعری شکل میں تھی جس نے پنہاں بدیشی مذہب کی تبلیغ کی تھی۔ یہ ایک پرخیال مہم جویانہ کہانی تھی اور تبدیلی مذہب کی داستان جو ہمیشہ کے لیے روحانی استفادے، رنگینی، تجسس، جوش اور دلچسپ قصے کی خصوصیات سے بھرپور ہوتی ہے۔ اس وسیع وعریض بیان کی ساخت ایسی تھی جس میں اضافہ وتفریق، فلسفیانہ مباحثہ، مذہبی پند ونصائح اور شاعرانہ عمدگی، کہاوتی اشعار، تشبیہات اور تماثیل موجود تھیں۔ اس نے قرون وسطیٰ کے تمام طبقات کو چاہے زیادہ پڑھے لکھے ہوں یا کم پڑھے لکھے، برابر طور پر سامان تفریح مہیا کیا۔ برلام اور یوسفات کی کہانی دنیائے ادب کے ایک اعلیٰ نمونے کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔(سیگفر ائڈ اے شلز۔ دو عیسائی اولیاء ہندوستانی بین الاقوامی مرکز سہ ماہی جلد 8 شمارہ 2۔ 1981ء) ڈی ایم لانگ نے اپنی کتاب ''بلوہر کی دانش بدھا کی ایک عیسائی داستان'' میں لکھا ہے کہ بوداآسف کی ساری احمد یہ کہانی کی بنیاد برلام اور یوسفات کے قصے پر مبنی ہے جو عربی ترجمہ سے ماخوذ ہے اور بدھ کی داستان ہے۔(ڈاکٹر ڈیوڈ مارشل لینگ۔ ''بلوہر کی دان'' بدھا کی ایک عیسائی داستان۔ لندن 1957ء ص 127 مزید دیکھیے۔ ریویو آف ریلیجنز۔ ربوہ۔ فروری 1978ء گرٹ برنا کا لکھا مضمون)

قادیانیوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے بلکہ انہیں بے ہوشی کی حالت میں صلیب سے اتار لیا گیا اور ایک لپیٹنے والی چادر ''مقدس کفن'' میں لپیٹ لیا گیا۔ مقدس کفن آج بھی موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر نہیں گئے۔(حسن خان۔ ''مقدس کفن'' ربوہ 1978۔ ممتاز فاروقی۔ صلیب کے ٹکڑے۔ لاہور 1972ء) یہ کفن طورین (اٹلی) میں پایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تمام مبینہ مسودے امریکہ کی ایک فری میسن تنظیم کی ملکیت میں ہیں جن میں کفن کی داستان مذکور

ہے۔ (روزنامہ الفضل ربوہ 10 جولائی 1977ء) اسی طرح کی دلچسپی کی حامل کتاب ''مقدس خون اور مقدس پیالہ'' ہے جسے مائیکل بیگنٹ، رچرڈ لائی اور ہنری لنکن نے مرتب کیا''۔ (بیگنٹ۔الائی اور لنکن ''مقدس فون۔مقدس رسالہ'' ڈیلا کورٹ پریس نیویارک امریکہ 1982ء)

اس کتاب کو بکنے والی کتابوں کی فہرست میں دس پہلی کتب میں جگہ حاصل ہے کیونکہ اس کتاب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق دو ہزار سالہ رازوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ شمالی فرانس کے کوہ پائیرینیر کی ترائی میں رینی لاشاتو کے ایک چھوٹے فرانسیسی گرجا کے قومی خزائن کی تلاش کے دوران ہنری لنکن نے قدیم مخفی پارچات ڈھونڈ نکالے جن میں خفیہ تنظیموں کے خزائن تھے۔ جیسے نائٹ ٹمپلر، قدیم فرانسیسی بادشاہ کی اشیاء اور فری میسنی نوادرات۔ اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی کی اور ان کی اولاد ابھی تک زندہ ہے۔ آپ پینتالیس عیسوی میں زندہ تھے مگر جگہ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا۔ قادیانی بھی اس یہودی ماسونی مطالعہ کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر کیا گیا، حوالہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اس کتاب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے کلیسائی تصورات کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ اسے قادیانیوں کے دعوؤں کی حمایت میں آخری شہادت تصور کیا گیا ہے۔ (The Muslim Herald, London مارچ 1962ء ص 33)

مختصراً عرض ہے کہ مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے دعوؤں میں یہودی تعبیریں پائی جاتی ہیں جن کا مسیح کی آمد ثانی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس دعوے کے ذریعے انہوں نے انیسویں صدی کی یہودی قومیت پسندی کی تحریک میں اہم کردار ادا کیا اور اسلام کو یہودیانے کی کوشش کی۔ انہوں نے صہیونیت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی اور ان کا مرتبہ گھٹانے کے لیے غلیظ زبان استعمال کی اور ان کی ذات کے متعلق یہودیوں کے عائد کردہ الزامات دہرا دیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سفر کشمیر اور کشمیر میں وفات کے افسانے کی تائید یہودی ماسونیوں کی تحریروں سے حاصل کی گئی۔ افسانوی داستانوں کا تانا بانا یہودیوں کی ایک تنظیم نے بنایا۔ تحریک اینگلو، اسرائیلیت کو ابھارنے اور مہمیز دینے کے لیے انیسویں صدی میں یہود کی گمشدگی کا افسانہ گھڑ کر ان کی مظلومیت ثابت کی گئی تا کہ علیحدہ وطن کا

جواز پیش کیا جا سکے۔ قادیانی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بارے میں اب بھی اپنے دعووں کی تائید یہودی مآخذات سے ہی حاصل کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کی یہ تاویل بھی نہایت احمقانہ ہے کہ سکھ مت کے بانی بابا گورنانک سچے مسلمان تھے۔ (مرزا غلام احمد ''ست بچن'' ص 41 تا 53 مندرجہ روحانی خزائن جلد 10 ص 161 تا 173) علماء نے اس نظریے کی تردید کی ہے......

یروشلم پر اتحادیوں کے قبضہ سے ایک ماہ قبل 2 نومبر 1917ء کو برطانوی حکومت نے بدنام زمانہ بالفور اعلان جاری کیا جو برطانوی حکومت کے سیکرٹری خارجہ نے ایک خط کی شکل میں برطانوی یہودی لارڈ روتھس چائلڈ کو لکھا تھا۔ عربوں کو یہودی مملکت کے قیام کے اعلان کا کچھ پتہ نہ تھا۔ برطانوی سامراجی عربوں کے ساتھ دوہرا کھیل، کھیل رہے تھے۔ ایک طرف وہ عربوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپ رہے تھے تو دوسری طرف یہودیوں کو خوش کر رہے تھے۔ انگریزوں نے جنگ میں ترکوں کے خلاف امداد کے عوض عربوں کی آزادی گروی رکھ دی۔ اس کا مزید ثبوت اس خط و کتابت سے مل سکتا ہے جو شریف مکہ کے بطور عرب نمائندہ اور مصر میں برطانوی ہائی کمشنر ہنری میکموہن کے بطور انگریزی حکومت کے نمائندہ کے مابین ہوئی مگر انگریزوں نے صہیونیوں کو مطمئن کرنے کے لیے عربوں کو دھوکا دیا اور عرب دنیا میں ان کے شرمناک منصوبوں کو پورا کیا۔ (سمیع حداوی کڑوی فصل۔ فلسطین۔ 1914ء اور 1979ء کے درمیان، کاروان بکس 1979ء ص 11)

مئی 1916ء میں برطانوی حکومت نے فرانسیسی حکومت اور زار روس کے ساتھ مل کر ایک معاہدہ کو حتمی شکل دی کہ فلسطین کو ترکی سلطنت سے علیحدہ کر دیا جائے اور اسے آزادی دیئے بغیر ایک مخصوص حکومت کے سپرد کر دیا جائے۔ اسے پکوٹ سائیکیز معاہدہ کہا جاتا ہے۔ نومبر 1917ء تک یہ معاہدہ خفیہ رہا۔ جب روس میں اشتراکی حکومت قائم ہوئی تو وزارت خارجہ پیٹروگریڈ کے محافظ خانہ میں انہیں ایک نقل مل گئی جس کو انہوں نے عام کر دیا۔

(ناکھلی اور سمپسن Kinightly and Simpason ص 99)

عرب بغاوت کو روکنے کے لیے ترکی نے سائیکیز پکو خفیہ معاہدے کی وسیع تشہیر

کی۔ سپہ سالار جمال پاشا نے شریف مکہ کے بیٹے فیصل کو ایک خفیہ خط لکھا جس میں اس معاہدہ کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ برطانوی حکام اس پر بڑے پریشان ہوئے۔ مگر وزارت خارجہ نے ونگیٹ (Wingate) کی ہدایت اور برطانوی سیکرٹری خارجہ اے۔ جے بالفور (A.J.Balfour) کی مرضی سے جدہ میں برطانوی نمائندہ کو اختیار دیا گیا کہ وہ حسین (شریف مکہ) کو نہایت حیلہ سازی کے ساتھ حقائق کو توڑ مروڑ کر اور بددیانتی کے ساتھ ایک جواب دے جس سے ثابت ہو کہ سائیکیز پیکو معاہدہ کا کوئی وجود نہیں۔ یہ محض پروپیگنڈا ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ (ناکھلی اور سمپسن Kinightly and Simpason ص 99)

مسلمان دنیا کے خلاف سامراجی سازشیں تاریخ کا المناک باب ہیں۔ تاہم ہمارا معاملہ صرف مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے جانشینوں تک محدود ہے جو فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری اور ترکی سلطنت کے حصے بخرے کرنے کے پرجوش حامی تھے۔

قادیانیوں کا ہمیشہ سے ہی نظریہ رہا ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود کی پیش گوئیوں کے مطابق ایک یہودی ریاست قائم ہوگی۔ مرزا صاحب کی وحی الہامات کی کتاب تذکرہ میں فلسطین میں یہودیوں کے اکٹھے ہونے اور یورپی اقوام کے ان کے بارے میں مثبت رویہ اختیار کرنے کی پیش گوئی موجود ہے۔ ذیل میں ان کے کچھ ''پیغمبرانہ'' بیانات والہامات پیش کیے جاتے ہیں جو ان کے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہیں:

- ''میں نے اسرائیل کو ضرر سے بچالیا ہے۔ فرعون اور ہامان اور ان کی فوجیں غلطی پر تھیں۔ (تذکرہ مجموعہ الہامات یعنی وحی مقدس ص 451، 452 طبع جدید از مرزا قادیانی)

''ریویو آف ریلیجنز'' ان پیش گوئیوں کو نقل کر کے لکھتا ہے:

- ''میں نے اسرائیل کو ضرر سے بچالیا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس مصیبت (جنگ عظیم) کا نتیجہ یہودیوں کے فائدے میں نکلے گا''۔

(ریویو آف ریلیجنز۔ ربوہ، نومبر 1976ء ص 320)

پہلی جنگ عظیم کے دوران یہودی قوم پرست تحریک کی ابتدا کے بارے میں قادیانی جریدہ لکھتا ہے:

❑ ''اس جنگ عظیم کا ایک پہلو اسرائیل کے یہودیوں کے لیے سازگار حالات پیدا کرنا تھا۔ یہ پیش گوئی واضح طور پر پوری ہوگئی۔ ابھی یہ جنگ ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ جنگ کے نتائج کے بارے میں مسٹر بالفور نے یہ اعلان کیا کہ اسرائیلی جو کہ ایک وطن کے بغیر تھے، ان کو ان کی قدیم مادر وطن فلسطین میں آباد کیا جائے گا۔ اتحادی قوتوں نے اسرائیلیوں کے ساتھ ماضی میں ہونے والی زیادتیوں کے ازالے کا وعدہ کیا۔ اسی عہد کی خاطر انہوں نے ترکی سے فلسطین لے کر اسے یہودیوں کا ''قومی وطن'' قرار دیا۔ یہودیوں کا ایک بہت پرانا مطالبہ پورا ہوگیا کہ ان کی قومی وحدت کو پروان چڑھانے والے حالات پیدا کیے جائیں''۔

(ریویو آف ریلیجنز ص 320، 321)

قادیانی جریدہ مزید کہتا ہے کہ اس پیش گوئی کا سب سے دلچسپ پہلو اس کا قرآن میں تذکرہ ہے کہ آخری دنوں میں یہودی فلسطین میں جمع ہو جائیں گے۔

❑ ''آخری دنوں کے وعدے کا تعلق مسیح موعود کے ساتھ ہے۔ چنانچہ اسرائیلیوں کا دوبارہ اجتماع مسیح موعود کے وقت میں ہوگا۔ قرآنی الفاظ ''ہم تمہیں اکٹھا کریں گے'' کا مطلب فلسطین میں یہودیوں کے موجودہ اثر کو ظاہر کرتا ہے۔ مختلف ممالک سے یہودیوں کو سفر اور آباد کاری کی سہولتیں مہیا کی جا رہی ہیں۔ مسیح موعود کی پیش گوئی میں کہا گیا ہے۔ ''میں بنی اسرائیل کی چارہ سازی کروں گا''۔ یہ اس مخالفت کے خاتمہ کو ظاہر کرتی ہے جو یہودیوں کے آزاد وطن کے خلاف اقوام عالم نے طویل عرصہ تک کی ہے''۔ (ایضاً)

قادیانیوں کی یہ پیش گوئی فلسطین میں یہودیوں کے اجتماع کو ظاہر کرتی ہے اور انصاف کے تمام اصولوں کے خلاف یہودی ریاست کی تخلیق کو ظاہر کرتی ہے۔ یہودیوں کو مرزا صاحب کا شکر گزار ہونا چاہیے جنہوں نے اعلان بالفور سے کئی سال قبل بیسویں صدی کے اوائل میں ان کے روشن مستقبل کی پیش گوئی کر دی۔ مرزا قادیانی کے ایک ہم عصر بہاء اللہ نے جو کہ ایک صیہونی یہودی آلہ کار تھا، اپنی الواح یعنی وحی اور الہامات میں یہودیوں کی ایک ریاست کے قیام کی پیش گوئی کی اور ان کی نام نہاد قومی امنگوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔ ان کے بیٹے عبد البہاء نے بھی ایسا ہی کیا۔ (بہائیت، اسرائیل کی خفیہ سیاسی تنظیم از بشیر احمد)

جنگ عظیم کے دوران مرزا محمود یہودی سیکرٹری آف سٹیٹ برائے ہند مانٹیگو (Edwin Montagu) سے ملے۔ انہوں نے ہندوستان کی حکومت خود اختیاری کے بارے میں قادیانی نقطہ نظر کی وضاحت کی (روزنامہ الفضل قادیان۔ 20 نومبر 1917ء) اور ہندوستانی سیاست میں ممکنہ قادیانی کردار پر بحث کی۔ الفضل قادیان اس ملاقات کواحمدیت کی تاریخ میں ایک سنگ میل قرار دیتا ہے۔ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کے بارے میں یہ کہا گیا کہ یہ بہت اہم اورضروری معاملات کے بارے میں تھی۔(ایضاً)

ہندوستان میں مرزا محمود اپنی ہندوستانی حکومت کی عملی ترتیب دے رہے تھے تو مشرق وسطیٰ میں نئی سیاسی تبدیلیوں کی روشنی میں لندن میں احمدیہ مشن کا انچارج قاضی محمد عبداللہ برطانوی پریس میں یہودی وطن کے قیام پر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔اس نے یورپی پریس میں یہودیوں کے حق میں ایک مہم چلا رکھی تھی اور جب یروشلم پر اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا اور برطانوی فوجیں شام میں داخل ہو گئیں تو اس نے برطانوی پریس میں فلسطین کے سقوط پر ایک مضمون شائع کیا۔ اس نے برطانوی حکومت کو اس کی امن، انصاف اور مذہبی رواداری کی حکمت عملی پر شاندار خراج تحسین پیش کیا۔ اس نے اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کے لیے برطانوی راج ہی سب سے بہترین ہے۔ ایلن بائی نے یروشلم کو جو ''آزادی'' دلائی تھی، اسے پہلی جنگوں کے پس منظر میں آخری جہادی کارروائی قرار دیا گیا۔ اس مضمون کی ایک نقل صہیونیوں کے حامی برطانوی وزیراعظم لائڈ جارج کو بھجوائی گئی تا کہ اس کو یہودی وطن کے قیام کے بارے میں قادیانی موقف سے آگاہ کیا جا سکے۔ وزیراعظم کے سیکرٹری اور ایک کٹر یہودی سر فلپ ساسون نے اسے شکریے کا خط لکھا اور لائڈ جارج کی انتہائی پسندیدگی سے آگاہ کیا۔(روزنامہ الفضل قادیان 19 مارچ 1918ء)

اکتوبر 1918ء میں ترکی نے اتحادیوں سے التوائے جنگ کی درخواست کر دی۔ جرمن اعلیٰ قیادت نے ایک ماہ بعد ایسا کیا۔ جنگ اپنے اختتام کو پہنچ گئی۔ مسلمانان ہند ترکی اور سلطان کے متعلق گہری ہمدردی رکھتے تھے۔ انہوں نے ترکی کی شکست و ریخت سے دوچار سلطنت کے کرب کو محسوس کیا جو بعد میں تحریک خلافت میں بدل گیا۔ دوسری

طرف قادیانیوں نے سقوط حجاز، بغداد، شام اور قسطنطنیہ پر خوشیاں منائیں اور اس موقع پر چراغاں کیا۔ انہوں نے زوردار انداز میں برطانوی حکومت کو اپنی بے لوث وفاداری اور اپنی جماعت کی گہری اور پرخلوص مدد کا ہر کڑے وقت میں یقین دلایا۔ (تاریخ احمدیت جلد 5 ص 177 از دوست محمد شاہد) الفضل نے ذیل میں قادیانی مافی الضمیر بیان کیا ہے:

- ""درحقیقت برطانوی حکومت ایک ڈھال ہے جس کی حفاظت میں احمدی فرقہ پروان چڑھتا جارہا ہے۔ اس ڈھال سے دور ہو کر دیکھو کہ کس طرح ہر طرف سے زہریلے تیر تمہیں چھید کر رکھ دیں گے۔ پھر ہم اس حکومت کے شکرگزار کیوں نہ ہوں۔ ہمارے مفادات اس حکومت کے ساتھ اس حد تک منسلک ہیں کہ اس کی تباہی ہماری تباہی ہوگی اور اس کی ترقی ہماری ترقی۔ جہاں کہیں بھی برطانوی حکومت پھلے پھولے گی، ہمیں اپنے مشنوں کے لیے میدان میسر آئے گا''۔ (روزنامہ الفضل قادیان 19 اکتوبر 1915ء)

مرزا قادیانی کا کہنا ہے:

- ""سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کیے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سو انگریزی سلطنت تمہارے لیے ایک رحمت ہے، تمہارے لیے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل وجان سے اس سپر کی قدر کرو۔'' (اشتہار، اپنی تمام جماعت کے لیے ضروری نصیحت نمبر 287 بتاریخ 7 مئی 1907ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 709 طبع جدید، از مرزا قادیانی)

جنگ کے خاتمے پر مسلمانوں نے عمومی طور پر ''امن کے جشن'' منانے سے انکار کر دیا جس کے لیے انہیں برطانوی معاندانہ کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلم لیگ کے امرتسر کے اجلاس میں یہ اعلان کیا گیا کہ مسلمانوں کو ایسی تقریبات سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ مقامات مقدسہ مسلمانوں کی تحویل سے نکل چکے تھے اور ان کا مذہب ایسی تقریبات سے منع کرتا ہے اور جہاں کہیں بھی ان کے مذہب کے احکامات اور افسران کی خواہشات کا

ٹکراؤ ہوا تو انہیں اول الذکر کی پیروی کرنی چاہیے جس کو کوئی بھی ارضی خواہشات نیچا نہیں دکھا سکتیں۔ ایک احتجاجی تحریک چلانے کے عزم کا بھی اظہار کیا گیا جس میں برطانوی فوج کا مقاطعہ بھی شامل تھا۔

قادیانیوں نے اس موقع پر خوشیاں منائیں اور جشن امن کی تقریبات میں بھرپور حصہ لیا۔ قادیانی روزنامہ الفضل نے لکھا:

- ''تیرہ نومبر 1918ء کو جس وقت جرمنی کے شرائط صلح منظور کر لینے اور التوائے جنگ کے کاغذ پر دستخط ہو جانے کی اطلاع قادیان پہنچی تو خوشی اور انبساط کی ایک لہر برقی سرعت کے ساتھ تمام لوگوں کے قلوب میں سرایت کر گئی اور جس نے اس خبر کو سنا، نہایت شاداں و فرحاں ہوا۔ دونوں سکولوں، انجمن ترقی اسلام اور صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں تعطیل کر دی گئی۔ بعد نماز عصر مسجد مبارک میں ایک جلسہ ہوا جس میں محمد سرور شاہ نے تقریر کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی طرف سے گورنمنٹ برطانیہ کی فتح و نصرت پر خوشی کا اظہار کیا اور اس فتح کو جماعت احمدیہ کے اغراض و مقاصد کے لیے نہایت فائدہ بخش بتایا۔

(روزنامہ الفضل 16 نومبر 1918ء)

- ''خلیفۃ المسیح ثانی کی طرف سے مبارکباد کے تار بھیجے گئے اور حضور نے پانچ سو روپیہ اظہار و مسرت کے طور پر ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کی خدمت میں بھجوایا کہ آپ جہاں پسند فرمائیں، خرچ کریں۔ پیشتر ازیں چند روز ہوئے ترکی اور آسٹریا کے ہتھیار ڈالنے کی خوشی میں حضور نے پانچ ہزار روپیہ جنگی اغراض کے لیے ڈپٹی کمشنر صاحب کی خدمت میں بھجوایا۔ فتح کی خوشی میں مولوی عبدالغنی نے بحیثیت سیکرٹری انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ اور جناب شیخ یعقوب علی صاحب نے بلحاظ ایڈیٹر، الحکم ہز آنر لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں مبارکباد کا تار بھیجا۔ (تاریخ احمدیت جلد 5 ص 238 از دوست محمد شاہد)

الفضل نے مزید لکھا کہ ''اس جنگ میں برطانیہ کی فتح مرزا محمود کی دعا کی قبولیت کی وجہ سے ہوئی ہے اور خدا کا ایک بڑا فضل یہ ہوا ہے کہ حکومت برطانیہ کا اقتدار و اثر اور بھی زیادہ بڑھنے سے وہ ممالک بھی احمدیت کی تبلیغ کے لیے کھل گئے ہیں جو اب تک بالکل بند

تھے۔ جہاں بالخصوص احمدیت کی بڑی ضرورت تھی''۔

(روزنامہ الفضل قادیان 23 نومبر 1918ء)

جسٹس منیر رپورٹ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پہلی جنگ عظیم کے دوران 1918ء میں انگریزوں کے ہاتھوں ترکی کی شکست اور سقوط بغداد پر قادیان میں منائے جانے والی خوشیوں نے مسلمانوں کے دلوں میں شدید غم وغصہ پیدا کر دیا اور قادیانیت کو انگریزوں کی لونڈی سمجھا جانے لگا۔ اس بات کی مزید تصدیق مرزا محمود کے خطبات سے ہوتی ہے جو انہوں نے قادیانی جماعت کے ساتھ برطانوی تعلقات کے موضوع پر دیئے۔

❑ ''احمدیہ جماعت کے برطانوی حکومت کے ساتھ تعلقات دوسری جماعتوں کے ساتھ تعلقات کے برعکس ایک بالکل مختلف نوعیت کے ہیں۔ ان کا ایک دوسرے پر انحصار ہے۔ جتنا برطانوی راج وسیع ہوتا جائے گا، ہمیں بھی آگے بڑھنے کے اتنے ہی مواقع میسر آجائیں گے اور اگر خدانخواستہ اس حکومت کو نقصان پہنچتا ہے تو ہم بھی اس کے نتائج سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے''۔ (روزنامہ الفضل قادیان 27 جولائی 1918ء)

قادیانی جماعت کے لاہوری ترجمان نے لکھا کہ جنگ کے دوران قادیان ایک سیاسی مرکز بن گیا تھا اور ہندوستان کے اطراف و جوانب سے لوگ سیاسی معاملات پر راہنمائی کے حصول کے لیے مرزا محمود کو خط بھیج رہے تھے۔ حتیٰ کہ دنیا کے دوسرے علاقوں جیسے افغانستان سے بھی لوگ قادیان آتے اور میاں صاحب نے ایک دیانت دار دلال کی طرح حکومت برطانیہ اور ان کے درمیان معاملات طے کرائے۔ قادیان ایک خالصتاً سیاسی مرکز ہے اور جو میاں صاحب کر رہے تھے، بڑے بڑے سیاسی شاطر نہ کر سکتے تھے۔

(پیغام صلح لاہور 5 دسمبر 1917ء)

لندن کے دفتر نوآبادیات کی ہدایت کی روشنی میں مرزا محمود نے مشرق وسطیٰ کے لیے ایک مذموم منصوبہ تشکیل دیا۔ مرزا محمود اکتوبر 1924ء میں ہندوستان واپسی کے وقت ظفر اللہ خان کے ساتھ گرینڈ ہوٹل (Grand Hotel) پیرس میں ٹھہرے۔ 27 اکتوبر کو وہ ''کیبرے ڈوینوں'' (Cabret Duneont) گئے۔ فرانسیسی کیبرے

(Cabret) ہوٹلوں میں منعقد کیے جاتے تھے جہاں ننگے ڈانس ہوتے تھے۔اس کیبرے میں ''موت و حیات'' نامی کھیل چلایا جا رہا تھا۔ خلیفہ صاحب نے یورپی معاشرے کی عریانیت اور اس کے جنسی پہلو کو بھی دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ وہ ظفر اللہ خان کو لے کر ایک ناچ گھر گئے جہاں انہوں نے فرانس کی فاحشہ لڑکیوں کے قابل اعتراض مناظر بھی ملاحظہ کیے۔ان سب چیزوں کا انہوں نے خود ذکر کیا ہے۔ جب سارا کھیل ختم ہو گیا تب وہ اس ناچ گھر سے باہر آئے۔(روزنامہ الفضل قادیان 7 جولائی 1946ء)

قادیانی خلیفہ مرزا محمود کا کہنا ہے:

- ''جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں۔ مگر قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چودھری ظفر اللہ خان صاحب سے جو میرے ساتھ تھے، کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عریانی سے نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔اوپیرا سینما کو کہتے ہیں۔ چودھری صاحب نے بتایا کہ یہ اعلیٰ سوسائٹی کی جگہ ہے جسے دیکھ کر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہے۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے، اس لیے دور کی چیز اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چودھری صاحب سے کہا، کیا یہ ننگی ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔مگر باوجود اس کے، وہ ننگی معلوم ہوتی تھیں۔تو یہ بھی ایک لباس ہے۔اسی طرح ان لوگوں کے شام کی دعوتوں کے گاؤن ہوتے ہیں۔ نام تو اس کا بھی لباس ہے۔مگر اس میں سے جسم کا ہر حصہ بالکل ننگا نظر آتا ہے۔''

(روزنامہ اخبار الفضل قادیان دارالامان مورخہ 24 جنوری 1934ء)

29 اکتوبر کو وہ پیرس میں برطانوی وزیر لارڈ کریو (Lord Crew) سے ملے اور اس کے ساتھ ہندوستان کی سیاسی صورت حال پر تبادلہ خیال کیا۔ لارڈ کریو نے ان کے موقف کو سراہا۔(روزنامہ الفضل قادیان 13 اپریل 1926ء) مصر میں مختصر قیام کے

دوران مصری مسلمانوں نے مرزا محمود کے استقبال کے لیے کیے گئے انتظامات کو تہہ وبالا کر دیا۔ مرزا محمود کہتے ہیں:

- ''جب میں 1924ء میں ہندوستان کے لیے واپس آ رہا تھا تو مصر کے احمدیوں نے اسکندریہ میں میرے استقبال کے انتظامات کے لیے ایک اجلاس بلایا جہاں لوگوں نے ان پر برطانوی آلہ کار ہونے کے الزامات عائد کرتے ہوئے بے خبری میں حملہ کر دیا جن میں سے کچھ معصوم لوگ مارے گئے جبکہ بعض کا شدید مالی نقصان ہوا''۔

دورے سے حاصل کردہ مقاصد اور لندن میں اعلیٰ برطانوی حکام کی جانب سے دی گئی ہدایات کی روشنی میں مرزا محمود نے اپنا آئندہ کا سیاسی لائحہ عمل ترتیب دیا۔ انہوں نے مشرق وسطیٰ کے معاملات میں خصوصی دلچسپی ظاہر کی جہاں قادیانیت ابھی تک جڑیں نہیں پکڑ سکی تھی۔ لہٰذا انہوں نے سامراجی مقاصد کی خاطر اپنی جماعت کو وہاں بھی داخل کرنے کی کوشش کی۔ عرب ممالک میں اپنی مذموم منصوبہ بندی کی خاطر انہوں نے احمدیہ مشن کے قیام کی تجویز تیار کی۔ اس مقصد کے لیے جون 1925ء میں انہوں نے ولی اللہ شاہ اور جلال الدین شمس کو مشرق وسطیٰ بھیجا۔ (تاریخ احمدیت جلد پنجم ص 493) یہ دونوں سامراجی ایجنٹ شام پہنچے جو ان دنوں فرانس کے زیر تسلط تھا۔ شمس مصر میں ٹھہر گیا جبکہ ولی اللہ کچھ برطانوی آلہ کاروں کو اہم خطوط پہنچانے کے لیے عراق چلا گیا۔ اس نے عراق میں برطانوی ہائی کمشنر پرسی کاکس سے ملاقات کی تا کہ شاہ فیصل کو قائل کیا جا سکے کہ وہ احمدیت پر پابندی کو ہٹا لے جو حکومت نے عراق میں ان کی سرگرمیوں پر عائد کر رکھی تھی۔ نئے برطانوی ہائی کمشنر ہنری ڈاویس (Robert Henry Davies) کی سرگرم کوششوں اور ولی اللہ کے ایک پرانے دوست عراقی وزیر خزانہ رستم بے حیدر (شیخ محمود احمد عرفانی، قادیان۔ عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور 1942ء ص 288) کی بھرپور حمایت سے شاہ فیصل آف عراق قادیانی جماعت پر پابندیاں نرم کرنے پر راضی ہو گئے۔ اپنے ایک خطاب میں مرزا محمود احمد قادیانی جماعت کے لیے اس کی اہمیت اور اثرات پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

- ''میرے نزدیک شاہ صاحب نے اس سفر میں جو بڑا کام کیا ہے، وہ عراق کے

متعلق ہے۔ سیاستاً یہ ایک ایسا کام ہے جو دوررس اثر رکھتا ہے۔ ہم گورنمنٹ آف انڈیا کے ذریعے کوشش کر چکے تھے مگر پھر بھی اجازت نہ حاصل ہوئی تھی۔ وہاں سے ہمارے آدمی اس لیے نکالے جا رہے تھے کہ تبلیغ کر رہے تھے۔ اپنے گھر میں جلسہ کرنا منع تھا۔ یہ کام اس قسم کا ہے کہ سیاسی طور پر اس کے کئی اثرات ہیں۔ اس سے سمجھا جائے گا کہ احمدی قوم حکومتوں کی رائے بدلنے کی قابلیت رکھتی ہے''۔ (تاریخ احمدیت جلد پنجم ص 497)

عراق میں سیاسی مقصد کے حصول کے بعد ولی اللہ دمشق چلا گیا۔ جہاں پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریزوں نے اسے ترکوں کی جاسوسی پر مامور کیا تھا۔ وہ وہاں فرانسیسی ہائی کمشنر جنرل مورس سریال سے ملا اور اسے مصر میں قادیانی مرکز کے ذمہ لگائے جانے والے سیاسی کردار کی وضاحت کی۔ 1925ء تک شام میں فرانسیسی راج کی بنیادیں ہل گئیں جب سات روزہ بغاوت کا آغاز ہوا۔ انہوں نے دمشق میں قوم پرستوں کے ساتھ اتحاد قائم کر لیا۔ فرانسیسی سامراجیوں نے اس بغاوت کو کچلنے کے لیے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ آخر کار ایک معاہدہ طے ہو گیا۔ عبدالرحمان شاہ نے شام کے لیے ایک انقلابی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ (پیٹر مینسفیلڈ ص 238) اس ابتری کے دور میں شمس نے قادیانی عقائد کی خفیہ تبلیغ جاری رکھی۔ اس نے قادیانیت کے تعارف کے لیے ایک رسالہ ''الحقائق الاحمدیہ'' شائع کیا اور مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب کشتی نوح کا عربی میں ترجمہ کر ڈالا۔ (تاریخ احمدیت جلد پنجم ص 497) اس کی جہاد مخالف اور برطانوی حمایت میں تحریروں نے شامی مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ اس کی سرگرمیوں کے خلاف حکومت سے احتجاج کریں اور اس کے شام سے نکالے جانے کا مطالبہ کریں۔

شمس نے قادیان (مرکز) کو شام مشن کی سرگرمیوں کی رپورٹ ارسال کی اور تبلیغ کے دوران پیش آنے والی مشکلات کو بیان کیا۔ اس نے شام میں سیاسی بے چینی کے بارے میں اشارہ کیا اور انگریزوں کی بیرون ملک سفارتکاروں کے ذریعے بحال کی گئی امداد اور احمدی مبلغین کے ساتھ تعاون اور ان کی حفاظت پر زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ (روزنامہ الفضل قادیان 6 اگست 1926ء)۔ دسمبر 1927ء میں اس کی نام نہاد تبلیغی سرگرمیوں

سے مشتعل ہو کر کچھ شامی قوم پرستوں نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا جس میں وہ بمشکل بچا۔ (تاریخ احمدیت جلد پنجم ص 497) مرزا محمود نے اس حملے کا گہرا اثر قبول کیا اور برطانوی اور فرانسیسی حکام خصوصاً شام میں فرانسیسی ہائی کمشنر ہنری پانسو کو خطوط لکھے۔ دوسری طرف شامی مسلمانوں نے اس کے اخراج اور مذہبی اور سیاسی بنیادوں پر شام میں قادیانی مرکز کی بندش پر مسلسل دباؤ ڈالے رکھا۔ (دیکھئے خالد احمدیت۔ جلال الدین شمس کی مختصر سوانح جلد اول۔ ربوہ 1968ء ص173 تا 192) 1928ء میں مارشل لاء اٹھا لیا گیا اور تاج الدین الحسنی کو کابینہ بنانے کی دعوت دی گئی۔ دس مارچ 1928ء کو انتخابات کرانے کا اعلان کیا گیا اور اس سے ایک روز قبل جلال الدین شمس کو چوبیس گھنٹے کے اندر ملک چھوڑنے کا حکم دے دیا گیا۔ مرزا محمود کی ہدایات پر وہ فلسطین چلا گیا اور اس کی جگہ ایک شامی احمدی کو امیر مقرر کر دیا گیا۔

مارچ 1928ء میں شمس فلسطین پہنچا۔ اللہ دتہ قادیانی کے الفاظ میں اس نے کوہ کارمل پر مقدس صحائف کی پیش گوئیوں کے مطابق احمدیہ مرکز قائم کیا۔ (روزنامہ الفضل قادیان 29 فروری 1944ء) فلسطین ان دنوں برطانوی انتداب کے ماتحت تھا۔ فلسطین میں مرزا غلام احمد کے دور سے ہی قادیانی سرگرم عمل تھے۔ انہوں نے فری میسنری، خفیہ یہودی مجالس اور سامراجی حمایت یافتہ قوم پرست تنظیموں کے ساتھ تعلقات قائم کیے ہوئے تھے۔ تاریخ احمدیت کے مؤلف دوست محمد شاہد کے مطابق طرابلس کا محمد المغربی پچھلے تیئس برسوں سے (1905ء) سے احمدیہ عقائد کی تبلیغ میں مصروف تھا۔ مرزا قادیانی نے بذات خود عرب دنیا میں جہاد مخالف اور برطانیہ کی حمایت میں لٹریچر کی تقسیم جاری رکھی تھی۔ (تاریخ احمدیت جلد پنجم ص 499) (بہائیت کے موجودہ مرکز) حیفا کے قریب عکہ میں شاذلیہ صوفی سلسلے کا ایک رکن شیخ ابراہیم قادیانی آلہ کار تھا۔ 1930ء تک چند خاندانوں نے قادیانی مذہب اختیار کر لیا۔ جن میں کبابیر کے صالح عبدالقادر عودہ نمایاں تھے۔ چنانچہ شمس کو اس کی آمد پر فلسطین میں بنی بنائی حمایت مل گئی۔ شمس فلسطین کے ہائی کمشنر سر ہربرٹ پلومر سے ملا اور دوسرے برطانوی حکام کے ساتھ غیر رسمی ملاقاتیں کیں۔ مرزا محمود نے انڈیا آفس،

وائسرائے ہندلارڈ اروِن (Lord Irwin) اورلندن کے محکمہ نوآبادیات کومطلع کیا اور فلسطین میں قادیانی مشن کے مستقبل کے سیاسی کردار کے سلسلے میں ہدایات حاصل کیں۔

فلسطین میں احمدی مشن کے رسمی قیام پر یہودی حلقوں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ یہ مشن جلد ہی پورے مشرق وسطیٰ کے لیے ہیڈکوارٹر میں تبدیل ہو گیا۔ اپنی سیاسی اور مذہبی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لیے مصر، شام، عراق اور خلیج کے قادیانی مبلغین فلسطین مشن سے ہی راہنمائی حاصل کرتے تھے۔ (الفرقان۔ ربوہ فروری 1956ء ص18) فلسطینی مشن کا سربراہ اکثر مشرق وسطیٰ کے دورے پر جاتا اور اپنی خفیہ اطلاعات قادیان کوارسال کرتا۔

فلسطینی مرکز نے صہیونیت کے سیاسی مقاصد کی تکمیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ عجیب مضحکہ خیز بات ہے کہ یہودی، قادیانیت قبول کر لیں جو کہ انگریز کا لگایا ہوا پودا تھا۔ یہودیوں نے حقیقی مسیح علیہ السلام کو معاف نہیں کیا تھا، وہ قادیان کے ایک جھوٹے مسیحا کو کیسے قبول کر لیتے؟ جو آدمی یہودی ذہن کو سمجھتا ہے، وہ بڑی آسانی سے جان لے گا کہ یہودی صہیونی ریاست کے بنیادی نظریے کے خلاف سرگرم عمل کسی بھی مشن کو فلسطین میں قائم کرنے کی کبھی بھی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ انہوں نے ارض موعود میں یہود مخالف مذہبی تنظیموں کو پھلنے پھولنے کی اجازت نہیں دی۔ قادیانی اور بہائی مراکز اس سے مستثنیٰ تھے۔ قادیانی مرکز فلسطینی مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کے خلاف بہت خطرناک ثابت ہوا۔ اس کا مقصد ان کی تحاریک آزادی کو تباہ کرنا اور مسلمانوں کے درمیان رجعت پسند پریشر گروپ کو مستحکم کرنا تھا جس کے لیے مقامی مبلغوں کو قادیانی بنانے کی ضرورت تھی۔ اس مشن نے سامراجی تائید میں قائم ان سیاسی تحریکوں کو جو عرب ممالک میں چل رہی تھیں، مزید مستحکم کیا اور مشرق وسطیٰ کے ممالک میں جاسوسوں کی کھیپ روانہ کرنے کے لیے مرکزی کردار ادا کیا۔ فلسطین مشن کو سامراجی سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے یہودی تنظیموں سے امداد ملتی تھی۔ یہودیوں کو قادیانیت کے لبادے میں ایک مسخ شدہ اسلام یعنی جدید یہودیت کے پرچار پر بظاہر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔

شمس نے آہستہ آہستہ اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ عرب مزاحمتی تحریکوں کو

سبوتاژ کرنے کے لیے اس نے جہاد مخالف لٹریچر تقسیم کیا اور ''الجہاد الاسلامی'' کے عنوان سے ایک رسالہ تالیف کیا جس میں یہ ثابت کیا کہ مسیح موعود یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کی آمد کے بعد جہاد ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو چکا ہے۔ یہ فلسطینی تحریک آزادی کی قوت محرکہ کو پامال کرنے کے مترادف تھا اور مرزا قادیانی کے کتابچے ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' کا چربہ تھا۔ ان دنوں فلسطین شدید ہنگاموں کی لپیٹ میں تھا۔ یہودی تنظیموں نے ایسے لٹریچر کی وسیع پیمانے پر تقسیم میں خصوصی دلچسپی ظاہر کی۔ یروشلم میں دیوار گریہ کے مقام پر مذہبی رسومات کی بجا آوری سے متعلق ایک جھگڑے کے بعد فلسطین میں بدامنی شروع ہوئی جس نے بڑی تیزی سے ایک یہود مخالف تحریک کا رخ اختیار کر لیا۔ صہیونی دہشت گردوں کے خلاف تحریک جہاد منظّم کرنے میں مفتی امین الحسینی نے عظیم کردار ادا کیا۔ قادیانیوں کی مذموم پروپیگنڈا مہم کے جواب میں ''**المجلس اسلامی اعلیٰ**'' اور ''**جمعیت الشبان المسلمین**'' نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ (دیکھئے تاریخ احمدیت جلد پنجم ص **590**)

ایک دفعہ شمس پر عرب مجاہدین نے قاتلانہ حملہ کیا لیکن وہ نزدیکی یہودی آبادی میں بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ فلسطین کے برطانوی انتدابی علاقے میں دوسری دہائی کے وسط کے لگ بھگ یہودیوں کے پروردہ قادیانی عناصر اور فلسطینیوں کے مابین مستقل چپقلش جاری رہی۔ اپریل **1931**ء میں شمس نے صہیونی امداد کے ساتھ کبابیر میں اپنی عبادت گاہ بنالی اور اپنی سرگرمیوں کے دائرہ کو خلیجی ریاستوں تک وسیع کر دیا۔

1924ء میں دیوار گریہ (مسجد اقصیٰ کا وہ مقام جہاں معراج کی رات حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق کو باندھا تھا) کے ہنگاموں کے بعد لیگ آف نیشنز نے معاملہ کے تصفیہ کے لیے ایک کمیشن روانہ کیا۔ کمیشن نے رپورٹ دی کہ فلسطینی زمینوں پر حق ملکیت مسلمانوں کو حاصل ہے۔ یہودیوں نے مسلمانوں پر حملے جاری رکھے۔ مفتی اعظم فلسطین نے یہودی چالوں کے مقابلے اور مسلمانان عالم کی توجہ حاصل کرنے کی غرض سے **7** تا **16** دسمبر **1931**ء کو ''ورلڈ مسلم کانگریس'' کا اجلاس بلالیا۔

کانگریس کا انعقاد ''روضۃ المعارف'' یروشلم میں ہوا۔ مسلمانان ہند کی نمائندگی

علامہ اقبال اور مولانا شوکت علی نے کی۔ علامہ اقبال یکم دسمبر 1931ء کو گول میز کانفرنس لندن سے واپسی پر قاہرہ پہنچے۔ شبان المسلمون کے نمائندوں، جمعیۃ رابطہ الہندیہ (جس میں غالب اکثریت قادیانیوں کی تھی) ڈاکٹر عبدالحمید، سعید بے (ممبران پارلیمنٹ)، علامہ محمد رشید رضا مصری، (مدیر المنار) ماسٹر امام دین سیالکوٹی، خورشید عالم، شیخ محمود حسین اور شیخ محمود احمد عرفانی (قادیانی) نے ان کا استقبال کیا۔ (محمد حمزہ فاروقی۔ سفرنامہ اقبال کراچی ص 137) عرفانی نے عربی زبان میں ایک اخبار کی ادارت سنبھال رکھی تھی جس کا نام ''العالم الاسلامی'' تھا اور جس میں سیاسی معاملات پر سامراجی نکتہ نظر کی ترجمانی کی جاتی تھی۔ اس اخبار نے عرب دنیا میں تصادم کی بنیاد رکھی اور بداعتمادی کے بیج بوئے۔ وہ رابطہ ہندیہ کا ایک سرگرم رکن تھا۔

2 دسمبر کو شمس قاہرہ پہنچا۔ وہ مسلمان راہنماؤں سے ملا اور ان کے ساتھ فلسطینی معاملات پر تبادلہ خیال کیا۔ اگلے روز مسلمان مندوبین دمشق کے لیے روانہ ہوئے اور 25 دسمبر کو کانگریس میں شرکت کے لیے یروشلم پہنچ گئے۔ حضرت مفتی محمد امین الحسینی اور دوسرے ورلڈ مسلم کانگریس کے زعماء نے یروشلم ریلوے اسٹیشن پر ان کا استقبال کیا۔ قادیانیوں اور یہودیوں نے بھی اپنا اثر ڈالنے کے لیے کانگریس میں شرکت کا فیصلہ کرلیا۔ فلسطین کے برطانوی ہائی کمشنر سر واچوپ (Sir Arthur Wachaupe) نے مسلمان نمائندگان سے کانگریس میں داخلے کی اجازت چاہی مگر قادیانیوں اور یہودیوں کو کانگرس کے اجلاسوں میں شرکت کی اجازت نہ دی گئی۔ پہلے دن کے اجلاس کے علاوہ صحافیوں کو کانگریس میں داخلے کی اجازت مل گئی مگر کسی قادیانی یا یہودی صحافی کے کانگریس کے اندر جانے پر پابندی تھی۔ ایک عیسائی رسالے نے ایک یہودی کو اپنے نمائندہ کے طور پر اندر بھجوانا چاہا مگر اس کو نہ جانے دیا گیا اور مدیر کو کہہ دیا گیا کہ وہ کسی عیسائی یا مسلمان کو اس کی جگہ بھجوائے۔ (دی مسلم ورلڈ اکتوبر دسمبر 1931ء)

تاریخ احمدیت کا یہ دعویٰ ہے کہ مرزا محمود کو بھی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی مگر انہوں نے اپنی نمائندگی کے لیے شمس کو بھجوا دیا۔ (تاریخ احمدیت۔ جلد 5 ص 501) یہ ایک مکمل طور پر بے بنیاد اور مضحکہ خیز دعویٰ ہے کیونکہ مسلمان مندوبین نے

احمدیوں اور یہودیوں پر گہری نگاہ رکھی ہوئی تھی۔ لہٰذا شمس کو کانفرنس میں داخلہ کی اجازت نہ ملی۔ مؤلف تاریخ احمدیت تسلیم کرتا ہے کہ

❑ ''اگرچہ شمس کو اجازت نہ دی گئی لیکن اس سے احمدیہ جماعت کی بین الاقوامی حیثیت مسلم ہوگئی''۔ (ایضاً)

''ورلڈ مسلم کانگریس'' کامیاب رہی۔ عالم اسلام کی مشہور مذہبی وسیاسی شخصیات نے اس میں شرکت کی۔ عبدالعزیز (تیونس)، موسیٰ جاراللہ (چین)، رضا توفیق (ترکی)، سعید الجزائری (الجزائر)، رشید رضا (مصر)، ضیاء الدین طباطبائی (سابق وزیر اعظم ایران)، شیخ سعید شامل (حضرت امام شامل رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے) اور بلقان، یوگوسلاویہ، افریقہ، جاوا، سری لنکا، کے نمائندگان نے افتتاحی اجلاس میں شرکت کی جو مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوا۔ ایک سو تینتیس مندوبین کے علاوہ یروشلم اور فلسطین کے دیگر حصوں سے ایک کثیر تعداد میں حریت پسندوں نے شرکت کی۔ (سیارہ ڈائجسٹ لاہور، نومبر 1974ء)

قادیانی آلہ کاروں نے یہودیوں کی اعانت سے حضرت مفتی اعظم کے خلاف ایک شرمناک مہم شروع کر رکھی تھی کہ مفتی صاحب تمام معاملات اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں اور اس طرح ان کے اثر میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ مفتی صاحب کے خلاف مہم میں نشاشابی خاندان کے مخالفین بھی شامل تھے جو اپنا اثر ورسوخ بڑھا رہے تھے۔ (قادیان سے اسرائیل تک از ابو مدثرہ ص 198) مخالفین نے بیرونی دنیا کو کانگریس کے اصل مقاصد کی جگہ بڑی گھمبیر تصویر بنا کر پیش کی۔ یہ افواہیں بھی پھیلائی گئیں کہ حضرت مفتی اعظم چند دنوں بعد اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیں گے۔ اس متحدہ مسلم فرنٹ کے قیام سے صہیونی خاصے پریشان ہوئے جبکہ مسلمانان عالم کو اپنے فلسطینی بھائیوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں سے آگاہی حاصل ہوئی۔ حضرت مفتی اعظم تمام مندوبین کو یہ قائل کرانے میں کامیاب ہوگئے کہ صہیونی براق شریف (دیوارگریہ) کو یہودیت کے لیے حاصل کر کے اسے پوری مسجد اقصیٰ تک لے جانے کی نیت رکھتے ہیں۔ کانفرنس کی قراردادوں میں ''تنظیم نوجوانان مسلمانان کے قیام، یروشلم میں مسلم یونیورسٹی اور فلسطین میں عرب کسانوں کی امداد'' شامل تھیں۔

دسمبر کے آخری ہفتے میں ایک نیا مبلغ ہندوستان سے فلسطین روانہ ہوا۔ نئے مبلغ اللہ دتہ جالندھری کے فلسطین پہنچنے کے بعد جلال الدین شمس کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں اورلوگوں کے علاوہ چند عیسائیوں اور یہودیوں نے بھی شرکت کی۔ انہوں نے شمس کی تعریف کی اورا سے شاندار خراج تحسین پیش کیا۔

(الفرقان۔ ربوہ شمس نمبر۔ جنوری 1988ء)

ستمبر 1931ء سے لے کر جنوری 1936ء تک اللہ دتہ فلسطین میں احمدی مبلغ کے طور پر کام کرتا رہا۔ اس نے اپنے صہیونی آقاؤں کی پالیسیوں کو کامیاب بنایا اور قادیان کے ان سیاسی نظریات کی خوب ترویج کی جن کا منبع جہاد کی تنسیخ اور برطانوی سامراج سے تعاون تھا۔ اس نے فلسطینی قوم پرستوں کی سرگرمیوں کو کچلنے کے لیے ایک نیم عسکری تنظیم قائم کی جس میں مصر، شام اور فلسطین کے بدنام زمانہ دہشت گرد شامل تھے۔ علی الطفراق، احمد مصری، سلیم ربانی، عبدالرحمٰن برجاوی، صالح عودی، خضر آفندی اور درجنوں دوسرے بدنام دہشت گرد عرب ممالک میں سرگرم عمل تھے۔ ایک یہودی تنظیم کے ایماء پر انہوں نے قادیانیت کے ساتھ مل کر فلسطینی عربوں کی تنظیموں کی سرگرمیوں کو بری طرح متاثر کیا۔

(ابومدثرہ۔ ص118)

1933ء میں اللہ دتہ مصر چلا گیا۔ وہاں اس نے قاہرہ خفیہ محکمہ کے بدنام آلہ کار سعید بخت ولی سے ملاقاتیں کی۔ اس نے مصری علماء کی عیسائی مبلغین کے خلاف چلائی گئی تحریک کو سبوتاژ کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس نے فلسطینی مشن کے لیے خدمات سرانجام دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ واپسی پر اللہ دتہ نے برطانوی حکومت سے استدعا کی کہ بخت ولی کو فلسطین میں داخلے کی اجازت دی جائے۔ پہلے پہل حکومت متردد تھی مگر بعد میں رضامندی ظاہر کر دی۔ بخت ولی ایک قادیانی سکول میں استاد کے لبادے میں فلسطین میں قیام پذیر ہو گیا۔ اللہ دتہ کہتا ہے:

❑ ''فلسطین حکومت کے ساتھ آٹھ ماہ کی طویل خط و کتابت کے بعد ہمارے دوست سعید بخت ولی کو فلسطین آمد کی اجازت ملی۔ وہ الازہر میں بھی زیر تعلیم رہا تھا۔ یکم اپریل

1934ء کو اسے احمدیہ سکول میں معلم مقرر کیا گیا''۔(روزنامہ الفضل قادیان۔24 مئی 1934ء)

اسی سال فرانسیسی حکومت نے شام سے قادیانی مبلغ کو نامعلوم وجوہات کی بناء پر نکال دیا۔ مؤلف تاریخ احمدیت رقمطراز ہے:

❑ ''اس سال (1934ء) میں شام میں (قادیانی) مبلغ منیر الحصنی کو فرانسیسی حکومت نے نکال دیا اور وہ حیفا (فلسطین) پہنچ گیا''۔(تاریخ احمدیت۔جلد 5 ص 502)

فلسطین میں اپنے قیام کے دوران اللہ دتہ نے کبابیر میں احمدیہ مسجد مکمل کی اور وہاں ایک دارالکتب اور ایک مطبع قائم کیا۔ اپنے طباعتی مرکز کے کردار کے بارے میں وہ لکھتا ہے۔

❑ ''اگرچہ ہم اقلیت میں ہیں مگر ہمارے مخالفین ہم سے خوفزدہ ہیں۔ عراق، شامی اور مصری پریس ہماری مخالفت اور ہمارے خلاف نفرت پیدا کرنے کو اپنی اولین ذمہ داری سمجھتا ہے۔ احمدیت کے تعارف اور مخالفانہ پروپیگنڈا کے سدباب کے لیے پریس ہماری اولین ضرورت ہے''۔

فلسطین کے مذہبی وسیاسی حالات پر روشنی ڈالنے کے لیے اور احمدی موقف کے اظہار کے لیے ایک عربی رسالہ ''البشریٰ'' جاری کیا گیا۔ مرزا محمود نے اللہ دتہ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

❑ ''مولوی اللہ دتہ صاحب شام اور مصر میں اچھا کام کر رہے ہیں۔ وہاں احمدیت کی شدید مخالفت ہو رہی ہے۔ بعض احمدیوں کو پیٹا بھی گیا ہے۔ حکومت بھی مخالف ہے۔ حیفا میں ایک بہت بڑی جماعت قائم ہے جس کی بہت سے افراد مولوی جلال الدین شمس کے وقت سے ہیں مگر اللہ دتہ صاحب کام کو خوب پھیلا رہے ہیں''۔(ابو مدثرہ۔ص 121)

گول میز کانفرنسوں کے حوالے سے سر ظفر اللہ خان مئی 1933ء میں لندن میں مقیم تھے۔ وہ مرزا محمود کو کانفرنس کی کارروائی، مسلمانوں کے سیاسی مسائل اور برطانوی ردعمل سے آگاہ کرنے کے لیے متواتر خط لکھتے رہتے تھے۔ 26 مئی 1933ء کو لکھے گئے خط میں وہ کہتے ہیں:

❑ ''میں فلسطینی معاملات پر تبادلہ خیال کے لیے سیکرٹری نوآبادیات سے ملا ہوں۔

سر فضل حسین نے مجھے کہا ہے کہ میں برطانوی حکومت کو مطلع کروں کہ وہ عربوں کے سلسلہ میں ایک ہمدردانہ حکمت عملی اپنائیں کیونکہ اس مسئلہ پر ہندوستان میں ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ فلسطین کے معاملات کی تازہ ترین صورتحال سے حکومت ہندوستان کو بھی مطلع کیا جانا چاہیے۔ میں نے اس معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر ان سے تبادلہ خیال کیا ہے اور ان کے علاوہ مجھے فلسطینی ہائی کمشنر سے بھی تبادلہ خیال کا موقع ملا ہے جو ان دنوں لندن میں ہیں''۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 ص 258، 259 از دوست محمد شاہد)

اپنے خط میں ظفر اللہ نے لندن سے واپسی پر قسطنطنیہ اور فلسطین جانے کے لیے مرزا محمود سے اجازت طلب کی۔ انہوں نے اپنے مجوزہ دورے میں بعض معاملات میں ان کی ہدایات بھی طلب کیں کیونکہ فلسطین میں ہائی کمشنر نے انہیں ان ضروری اطلاعات کی فراہمی کا خصوصی وعدہ کیا تھا جس سے انہیں حکومت کی حکمت عملی اور اس کے نفاذ کے طریقہ کار کے متعلق جاننے کی اہلیت ہوسکتی تھی۔ (تاریخ احمدیت۔ جلد 5 ص 259) سر ظفر اللہ نے اپنی آپ بیتی میں یہ افشاء کیا ہے کہ 1934ء میں انہوں نے لندن میں سیکرٹری آف سٹیٹ برائے ہند سر سیموئیل ہور (Sir Sumuel Hoare) سے ملاقات کی اور اسے چند تجاویز بھی پیش کیں۔ سیکرٹری آف سٹیٹ نے یہ تجاویز سر پی کے لسٹر (Sir, P.K. Lister) سیکرٹری نو آبادیات کو پہنچا دیں۔ برطانوی ہائی کمشنر برائے فلسطین سر واچوپ (Sir Arthur Wachaupe) بھی ان دنوں لندن میں تھا۔ اس نے عربوں کی طرف سے یہودیوں کو زمینوں کی فروخت کے اطلاق کے بارے میں مطلع کیا۔ اگرچہ سر سیموئیل کی سفارش پر فلپ لسٹر ظفر اللہ کو ملنے کے لیے راضی ہو گیا مگر اس نے عربوں کے لیے برائے نام ہمدردی کا اظہار کیا۔ (تحدیث نعمت از ظفر اللہ خاں ص 486)

1931ء اور 1935ء کے درمیان فلسطین میں یہودی آباد کاروں کا سیلاب امڈ آیا۔ سب سے پہلے فلسطین میں یہودی آباد کاری مالی اور معاشی لالچ کی بناء پر شروع ہوئی حالانکہ بقیہ تمام دنیا اس وقت معاشی کساد بازاری کا شکار تھی۔ احمدیہ تبلیغ کے نام پر فلسطین کے قادیانی آلہ کاروں نے مسلح دستے تیار کر لیے اور فلسطین کے تمام حصوں میں وسیع پیمانے

پر جہاد مخالف اور برطانوی حمایت پر مبنی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ قادیان کو اللہ دتہ کی ارسال کردہ ایک اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے کہ فلسطینی یہودی ہنگاموں کے دوران قادیانی عناصر پوری طرح سرگرم عمل تھے۔ انہوں نے فلسطین میں برطانوی حکمت عملی کی حمایت کی جس کا مقصد عربوں کو دبانا تھا۔ اللہ دتہ نے اپنی ایک رپورٹ میں تسلیم کیا ہے کہ ''یوم تبلیغ'' پر اس نے دس وفدوں پر مشتمل 35 مبلغین کو موٹر سائیکلوں پر فلسطین کے دور دراز کے علاقوں میں خصوصی طور پر تیار کیے گئے لٹریچر کی تقسیم کے لیے بھیجا۔ (روزنامہ الفضل قادیان۔ 13 ستمبر 1935ء)

1935ء کی آخری سہ ماہی میں فلسطین میں عرب سیاسی جماعتیں اس قابل ہو چکی تھیں کہ وہ صہیونیت کے خلاف کامیاب تحریک چلا سکیں۔ مرزا محمود نے لندن میں دفتر نوآبادیات سے رابطہ کیا اور لندن میں مقیم ایک قادیانی مبلغ مولوی یار محمد کو حیفا روانہ کیا کہ وہ فلسطینی معاملات پر ایک مفصل رپورٹ تیار کرے۔ مولوی یار محمد نے فلسطین پہنچ کر اپنی رپورٹ کی تیاری کے لیے صہیونی تنظیم کے اراکین اور فلسطین میں برطانوی ہائی کمشنر واپخوپ سے ملاقاتیں کیں۔

1936ء میں قادیان سے ایک نیا قادیانی مبلغ فلسطین بھجوایا گیا۔ فلسطین میں اپنے پانچ سالہ قیام کے دوران اللہ دتہ نے فلسطینی مجاہدین حریت کے خلاف مزاحمت کو منظّم کیا۔ وسیع پیمانے پر اسلام مخالف لٹریچر تقسیم کیا گیا اور سیاسی سطح پر برطانوی، صہیونی طبقوں کو زیادہ سے زیادہ مدد فراہم کی گئی۔ مشرق وسطیٰ میں مسلمانوں کے تمام طبقے قادیانی رسالے ''البشریٰ'' کے مضامین کو ناپسند کرتے تھے۔ الازہر یونیورسٹی کے سربراہ نے وزیر داخلہ سے مصر میں قادیانی لٹریچر کی تقسیم کے خلاف پرزور احتجاج کیا اور اس پر مکمل پابندی کا مطالبہ کیا۔ (روزنامہ الفضل قادیان۔ 26 فروری 1936ء) فلسطینی مشن نے قادیانیوں کے خزانے میں بھاری رقومات چندے کے طور پر جمع کرائیں۔ اس وقت (1936ء) فلسطین میں قیام پذیر قادیانیوں کی کل تعداد پانچ سو بتائی گئی مگر ان کے چندوں کی مالیت ہزاروں پونڈ تک جا پہنچی۔ اللہ دتہ کا اپنا اقرار نیچے بیان کیا جاتا ہے:

- ''فلسطین کی جماعت نہایت مخلص جماعت ہے۔ وہ ہزارہا روپے سالانہ چندہ

دے رہے ہیں"۔(روزنامہ الفضل قادیان۔29 فروری1944ء)

یہ بات ہر خاص و عام کی سمجھ میں بآسانی آ جاتی ہے کہ صہیونیوں نے اپنے قادیانی آلہ کاروں کے استعمال کے لیے بھاری رقومات رکھ دی تھیں تا کہ انہیں فلسطین کے اندر اور باہر اپنی تخریب کارانہ سرگرمیاں جاری رکھنے میں مدد مل سکے کیونکہ عرب ممالک میں حریت پسندوں کی طرف سے قادیانی آلہ کاروں کو حملے اور تشدد کے لاتعداد واقعات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

1933ء میں عراق میں فیصل کی وفات کے بعد غازی برسر اقتدار آیا۔مخالف سیاسی دھڑوں نے قبائلی عصبیت کو فروغ دیا جس کے نتیجے میں تواتر کے ساتھ کابینہ بنتی اور ٹوٹتی رہیں۔ 1936ء میں جنرل بکر صدقی نے اقتدار حاصل کر لیا۔عراقی ہائی کمشنر سر فرانسس ہمفرے کے ایماء پر قادیانی آلہ کار عرق میں سرگرم عمل تھے۔ ہندوستان میں خفیہ محکمہ کا سابق مہتمم حاجی عبداللہ، معراج دین اور شیخ احمد فرقانی عراق میں برطانیہ کے تیل کے مفادات کی نگرانی کر رہے تھے۔1935ء میں عراقی مجاہدین آزادی نے شیخ احمد فرقانی کو قتل کر دیا۔اسے عراقی مسلمانوں کی جانب سے دس سالہ مقاطعہ کا سامنا کرنا پڑا تھا۔وہ 1924ء میں مرزا محمود کے سفرلندن کے دوران بغداد میں ان کے ساتھ قیام پذیر رہا تھا۔

(تاریخ احمدیت، جلد ہشتم ص156 از دوست محمد شاہد)

فروری1936ء میں اللہ دتہ قادیان روانہ ہوا۔مرزا محمود نے اس کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔فلسطین میں اس کی خدمات کو سراہا گیا۔فلسطینی مرکز کا نیا سربراہ محمد سلیم بنا جس نے فلسطین میں آنے کے بعد یہودی تنظیم کے صہیونی ارکان کے ساتھ متواتر روابط رکھے تا کہ مستقبل کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔1936ء میں فلسطین میں آمد کے دو ماہ بعد حضرت سید امین الحسینی کی قیادت میں عرب سیاسی جماعتوں نے "عرب ہائیر کمیٹی" (Arab Higher Committee) تشکیل دی۔فلسطین میں یہودیوں کی تعداد کے بڑھتے ہوئے خطرے اور اس خوفناک خبر کے ردعمل میں کہ یہودی فلسطین میں خفیہ طور پر اسلحہ اکٹھا کر رہے تھے، اس مجلس اعلیٰ نے ہڑتال کی اپیل کی جو شامی اور عراقی رضا کاروں کی

مدد سے ایک عوامی تحریک میں بدل گئی۔ (پیئر مینسفیلڈ۔ص250) ایک پیشہ ور خفیہ آلہ کار کیپٹن اوروون گیٹ جو مہدی سوڈانی کے جانشین کے قتل کا ذمہ دار بھی تھا اور قاہرہ کے فوجی خفیہ محکمہ کے ساتھ بھی منسلک رہ چکا تھا، اس نے یہودیوں کی نیم عسکری دہشت پسند تنظیموں کی قیادت کی، ان کو منظّم کیا اور انہیں پیشہ ور تعزیری دستوں میں تبدیل کر دیا۔ (پارکس۔ تاریخ فلسطین لندن 1949ء ص323) ان یہودی دستوں کی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ تھی کہ وہ عربوں کو زبردستی ان کی آبائی سرزمین سے بے دخل کر دیں۔ بن گوریان کے مشیر، اسرائیل بیر نے ان صہیونی تادیبی دستوں کی کارروائیوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ جنہیں ونگیٹ نے ترتیب دی تھی:

❑ ''دوسری فوجوں کی نسبت ان خصوصی تادیبی دستوں نے زیادہ کام یہ کیا کہ وہ رات کو شب خون مارتے، عربوں کو دبانے کے علاوہ انہوں نے انگریزی انتظامیہ کو بھی مفلوج کر دیا۔ جیسا کہ فلسطین کے شاہی کمیشن نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ونگیٹ کے خصوصی دستے صرف گوریلا جنگ کو دبانے کے لیے قائم نہ کیے گئے تھے بلکہ خصوصی طور پر زیادہ قابل قدر مقصد کے تحفظ یعنی عراقی تیل کے پائپ لائن کا تحفظ ان کے پیش نظر تھا جو حیفا تک پھیلی ہوئی تھی''۔ (یوری ایوانوف۔محتاط صہیونیت۔ص78)

چونکہ قادیانی ان تخریبی کارروائیوں میں پوری طرح ملوث تھے۔ چنانچہ انہیں سرکاری طور پر اجازت حاصل تھی کہ وہ اپنے پاس بندوقیں رکھ سکتے تھے۔ قادیانی گماشتوں کی عرب مجاہدین آزادی کے ساتھ کئی باقاعدہ جھڑپیں ہوئیں۔ قادیان کو ارسال کردہ ایک رپورٹ میں مولوی سلیم لکھتا ہے:

❑ ''جماعت احمد کبابیر کے ایک نہایت ہی مخلص احمدی سید محمد صالح کے مکان پر چھ ماہ کے اندر اندر بعض بدقماش فتنہ پرداز (مفتی اعظم کے حریت پسندوں کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔مؤلف) رات کے وقت دو دفعہ مسلح حملہ کر چکے تھے اور گو ہر دو دفعہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام و نامراد کیا۔ تاہم ہمارے لیے بہت ضروری ہو گیا تھا کہ بہ حد امکان اپنی حفاظت کا انتظام کریں۔ چنانچہ ہم نے ڈپٹی کمشنر ناردرن ڈسٹرکٹ حیفا کی

خدمت میں ایک مفصل چٹھی لکھی اور اسلحہ رکھنے کی اجازت چاہی مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے متعلقہ پولیس کو ہدایت کر دی ہے کہ ہفتہ میں کم از کم دو دفعہ کبابیر کو اپنی گشت میں شامل کرے۔ حادثہ کے متعلق تحقیقات ہو رہی ہیں۔ یہ جواب غیر تسلی بخش تھا۔ اس پر دوسرا حادثہ مستزاد ہمیں زیادہ تنگ و دو سے کام لینا پڑا۔ اسسٹنٹ کمشنر حیفا سے ملاقات کر کے حالات بیان کیے گئے اور احمدیت کی مختصر تاریخ سے انہیں آگاہ کیا گیا۔ وہ مذہباً مسلمان تھے، اس لیے توجہ سے ہمارا پیغام سنتے رہے۔ بالآخر آپ نے ہمیں اسلحہ رکھنے کی اجازت دے دی۔

قائم مقام اسسٹنٹ کمشنر دائرہ المہاجر حیفا مذہبی یہودی ہیں۔ ان سے ملاقات کر کے احمدیہ نقطہ نظر سے فلسطین کی موجودہ سیاسی شورش پر تبصرہ کیا گیا کہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو امن وسلامتی کا حقیقی علمبردار ہے اور جس نے ہر حالت میں ہر قسم کے جانی دشمنوں کے حق میں بھی عدل وانصاف اور رحم سے کام لینے کی تعلیم دی ہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں انہوں نے وعدہ کیا کہ سلسلہ کا لٹریچر انہیں دیا گیا تو ضرور مطالعہ کریں گے۔

اللہ دتہ نے مختلف دیہات میں دورے کیے اور تبلیغی لٹریچر تقسیم کیا۔ بجیرہ، حیفا، منشیہ، عکہ اور کھلی فضا میں عربوں کے خیموں میں پہنچ کر احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ انصار اللہ میں سے سید محمد صالح، سید عبدالقادر صالح، سید محمود صالح، سید عبدالمالک، شیخ حسین علی، شیخ عبدالرحمٰن برجاوی کی مساعی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان سب دوستوں نے کم از کم دوسو پچاس ٹریکٹ و اشتہارات تقسیم کیے۔ ان دوروں کے نتیجے میں مختلف دیہات سے بعض لوگ بغرض تحقیق مرکز میں آئے اور اچھی طرح تبلیغ کی گئی اور لٹریچر برائے مطالعہ دیا گیا''۔

(روزنامہ الفضل قادیان۔ 22 جولائی 1937ء)

فلسطین میں یہودی مسئلے کے حل کے لیے بہت سے کمیشن مقرر ہوئے۔ 1936ء کے وسط میں برطانیہ نے فلسطین میں اپنی فوجوں کی تعداد 10 ہزار سے 30 ہزار کر دی۔ بدامنی اس حد تک پھیل گئی کہ نئے رائل کمیشن کو ڈبلیو، آر۔ پیل کی سربراہی میں فلسطین آنا

پڑا۔ کمیشن نے فلسطین کی تقسیم، یہودی ریاست کے قیام، یروشلم اور بیت اللحم کے قریبی علاقے کی غیر جانبدار حیثیت اور بقیہ علاقوں کی اردن میں تشکیل کی سفارش کر دی۔ اس خیال کو عرب اور یہودیوں دونوں نے مسترد کر دیا اور اگلے سال ووڈ ہیڈ کمیشن نے ان سفارشات کو نا قابل عمل قرار دے دیا۔ (پیٹر مینسفیلڈ ص 250) عرب اور ہندوستانی پریس نے رائل کمیشن کے منصوبے کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ پنجاب اور صوبہ جات متحدہ کی اسمبلیوں میں تحاریک التواء پیش کی گئیں جن کی حکومت نے مخالفت کی۔ 27 جولائی 1937ء کو علامہ اقبال نے تقسیم فلسطین کی مذمت میں بیان جاری کر دیا جو پنجاب کی صوبائی مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک اجلاس میں پڑھ کر سنایا گیا۔

1932ء میں جب حضرت مفتی امین الحسینیؒ نے برصغیر کا دورہ کیا تھا اور مسلمان راہنماؤں کو فلسطینی مسلمانوں کی حالت زار سے آگاہ کیا۔ ہندوستان کی مسلمان تنظیمیں خصوصاً مسلم لیگ، فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام پر مبنی برطانوی حکمت عملی کی مذمت کرتی آئی تھی۔ اپریل 1934ء میں منعقدہ مسلم لیگ کونسل کے پہلے ہی اپنے اجلاس میں جو کہ قائداعظم کی زیر صدارت ہوا، یہ تجویز منظور کر چکی تھی کہ ایک مضبوط اور موثر وفد وائسرائے سے ملے اور اس کے سامنے درست حقائق رکھے کہ کس طرح اعلان بالفور نے دنیا کے یہود کو فلسطین میں زمینیں خریدنے اور وہاں آباد ہونے میں مدد دی ہے جس سے وہاں کے اصل عرب باشندوں، مسلمانوں اور عیسائیوں کو ان کے حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے تاکہ ارض مقدس حاصل کی جاسکے۔ (سید شریف الدین پیرزادہ۔ پاکستان کی بنیادیں۔ص 332) 1937ء میں لکھنؤ میں ہونے والے اجلاس میں قائداعظم نے اپنے صدارتی خطاب میں رائل کمیشن کی سفارشات پر تنقید کی۔ (ایضاً) قائداعظم کی ہدایات پر 26 اگست 1938ء کو ''یوم فلسطین'' منایا گیا اور برطانوی سامراجیوں کی طرف سے فلسطین میں غیر منصفانہ، ظالمانہ اور غیر انسانی حکمت عملی پر عمل پیرا ہونے کے خلاف اجلاس منعقد کیے گئے۔ اپنے عرب بھائیوں کی باوقار اور منصفانہ جدوجہد کی مکمل کامیابی کے لیے خصوصی دعائیں مانگی گئیں۔

قادیانی اخبارات نے فلسطینی کانفرنس کے انعقاد اور ہندوستان میں ''یوم فلسطین''

منائے جانے پر شدید تنقید کی۔ انہوں نے فلسطین کے لیے چندے جمع کرنے قراردادیں منظور کرنے، فلسطین میں جاری برطانوی حکمت عملی کی مذمت اور ہندوستانی مسلمانوں کے جذبات کی عکاسی کے لیے بیرون ملک وفدوں کے روانہ کرنے جیسے معاملات کو ایک بیکار اور بے سود سلسلہ قرار دیا گیا جس کا مقصد ہندوستانی مسلمانوں کی غیر ثمر آور معاملوں میں توانائیوں کا ضیاع اور اپنے ذاتی اغراض کے لیے دولت کا حصول تھا۔

(روزنامہ الفضل قادیان 30 ستمبر 1937ء)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے 1937ء کی آخری سہ ماہی میں فلسطین میں عظیم یورش ہوئی۔ عرب ہائیر کمیٹی نے فلسطین میں یہودی آبادکاری کے دباؤ کو بڑھانے کی برطانوی حکمت عملی کے خلاف احتجاج جاری رکھا۔ عربوں نے شدید یہود مخالف مظاہرے کیے۔ عربوں کے خطرے سے نپٹنے کے لیے قادیانیوں نے فلسطین میں موجود اپنے آلہ کاروں کو مزید سرگرم کر دیا۔ مئی 1937ء میں محمد صادق مجاہد تحریک جدید کے منصوبے کے تحت مولوی سلیم کو اس کے کام میں مدد بہم پہنچانے، فلسطین پہنچا۔ (روزنامہ الفضل قادیان۔ 14 ستمبر 1937ء) اس سے پہلے وہ سیاسی نوعیت کے دوروں پر مصر اور شام جا چکا تھا۔

8 ستمبر کو بلودان (شام) میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں فلسطین سمیت دنیائے عرب کے چار سو مندوبین نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کی صدارت سابق عراقی صدر توفیق السعودی نے کی۔ کانگریس میں متفقہ طور پر قراردادیں منظور کی گئیں اور اعلیٰ عرب مجالس کو اس نے عرب اتحاد کی راہیں سجھائیں۔ اس کے بڑے مطالبات میں اعلان بالفور کی واپسی، برطانوی انتداب کی مذمت اور فلسطین کے عرب سرزمین کا ایک اٹوٹ انگ ہونے کا اعلان شامل تھے۔

مولوی سلیم اور اس کے قادیانی رفقاء کار نے بڑے محتاط انداز سے کانگریس کی کارروائی کو دیکھا۔ شام میں قادیانی مبلغ منیر الحسینی نے عرب مندوبین کے ساتھ رابطہ کر کے یہودیوں کے لیے حمایت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اسے فرانسیسی ہائی کمشنر دامئین دے مارتل (Dumien de Martel) کی پشت پناہی حاصل تھی کیونکہ فرانس اپنے

انتدابی علاقوں میں ایسی کانگریسوں کے انعقاد کا مخالف تھا۔(ابو مدثرہ۔ص 134)

یکم اکتوبر 1937ء کو عرب ہائیر کمیشن کے اراکین کو فلسطین میں گرفتار کر لیا گیا۔ پریس پر سنگین سنسر شپ لاگو کر دی گئی۔ عرب راہنماؤں میں سے زیادہ تر یا تو گرفتار کر لیے گئے یا سیشلی کی طرف جلاوطن کر دیئے گئے۔ حضرت مفتی اعظم بچ کر لبنان پہنچ گئے جہاں انہوں نے اپنی جلاوطنی کے دوران عرب گوریلوں کو ہدایات دینی جاری رکھیں۔ اس دوران فلسطین کا ہائی کمشنر سر واچوپ مستعفی ہو گیا اور اس کی جگہ ہیرالڈ میگمائل (Sir Harold MacMichael) فلسطین کا ہائی کمشنر بنا۔

1938ء میں عرب راہنماؤں نے فلسطین میں اپنی جدوجہد دوبارہ شروع کی۔ انگریزوں اور صہیونی دہشت گردوں نے حریت پسندوں کو دبایا۔ صہیونی تنظیم ہگانہ (Haganah) اس سلسلے میں پیش پیش تھی۔ ہگانہ کے ایک تشدد پسند دستے نے ارغون (Irgun) (قومی فوجی تنظیم) بنالی جو جلد ہی ایک مسلح دہشت گرد قوت بن گئی۔ 1936ء میں مصر میں کچھ نئی سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ وفد پارٹی نے برطانیہ کے سلسلے میں اپنا رویہ نرم کر لیا۔ اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ برطانیہ اور شاہی محل دونوں کی مخالفت کر کے زیادہ دیر اقتدار میں نہیں رہ سکتی۔ دوسری طرف برطانیہ نے ان سیاست دانوں سے سودے بازی کا فائدہ اٹھایا جن کی عوامی مقبولیت کافی تھی۔ اس نے افریقہ پر مسولینی کے تسلط کا ہوا کھڑا کر کے مصر کے ساتھ ایک دفاعی معاہدے اینگلو، مصری معاہدہ پر دستخط کروا لیے۔ (پیٹر منیسفیلڈ ص 246)

جون 1938ء میں مرزا محمود نے اپنے بیٹے مرزا مبارک احمد کو بظاہر عربی زبان سیکھنے اور مصری کپاس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے مصر بھیجا۔ مصر روانگی سے قبل مرزا محمود نے اسے مصر، فلسطین اور شام میں مقیم احمدیوں سے ملنے کی تلقین کی کیونکہ ان علاقوں میں احمدیت اتنی زیادہ مضبوط نہ تھی۔ انہوں نے اسے نئے اراکین کی شمولیت کے ساتھ ان تنظیموں کی مضبوطی کے لیے کام کرنے کی ہدایت کی۔ (تاریخ احمدیت جلد 8 ص 484) مرزا ناصر احمد جو بعد میں جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ بنے، انہوں نے اس

زمانہ میں آکسفورڈ سے اپنی تعلیم مکمل کی تھی۔ انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ مصر میں مرزا مبارک احمد کے ساتھ جاملیں۔ ناصر احمد کو لندن ایئرپورٹ پر سر ظفر اللہ خان نے الوداع کیا۔

ستمبر 1938ء میں مرزا محمود نے چوہدری محمد شریف کو فلسطین میں نیا مبلغ بنا کر بھیجا۔ اگرچہ عدن اور فلسطین میں غیر ملکیوں کے داخلے پر حکومت پہلے ہی بہت سخت پابندیاں لگا چکی تھی لیکن شریف کو پھر بھی اجازت مل گئی۔ مرزا محمود نے اسے عرب اقوام کے کردار کے مطالعہ کی ہدایت کی۔ (تحریک جدید ربوہ۔ جنوری 1974ء) قادیانی برادران مصر میں فلسطینی مسئلہ پر ہونے والی کانفرنس میں دلچسپی رکھے ہوئے تھے۔ اکتوبر 1938ء میں مجوزہ فلسطینی مسئلہ کے سلسلہ میں ہونے والی کانفرنس میں مصر کے محمد علی آلوبہ پاشا نے ہندوستان سے مسلمان نمائندگان کو شرکت کی دعوت دی۔ مسلم لیگ اور خلافت کمیٹی نے کانفرنس میں چار مندوبین رحمان صدیقی، مولانا حسرت موہانی، مولانا عرفان اور چوہدری خلیق الزمان کو نامزد کیا۔ کانفرنس نے مختلف ملکوں کے عرب نمائندگان پر مشتمل ایک وفد لندن بھجوانے کا فیصلہ کیا تاکہ حکومت برطانیہ کو فلسطینی مسلمانوں کے موقف سے مطلع کیا جا سکے۔ ہندوستان مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے رحمان صدیقی اور چوہدری خلیق الزمان کے نام تجویز ہوئے۔ (چوہدری خلیق الزمان۔ شاہراہ پاکستان پر۔ کراچی ص 581)

مرزا برادران کے لیے دوسرا دائرہ عمل مصر میں بیسویں صدی کی تیسری دہائی سے پروان چڑھنے والی قادیانی مخالف مہم کا مقابلہ کرنا تھا۔ مرزا ناصر احمد نے برطانوی مدد سے قاہرہ میں قادیانیوں کی ہمدردلابی تشکیل دینے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ وہ قادیانی عقائد کی وضاحت کے لیے شیخ الازہر سے بھی ملے مگر انہیں قائل کرنے میں ناکام رہے۔ مصر میں اپنے تین ماہ کے قیام کے بعد دونوں بھائی ناکام و نامراد واپس ہندوستان آ گئے۔ بعض سیاسی وجوہات کی بناء پر وہ فلسطین نہ جا سکے تھے۔

اس بات کی کوئی شہادت میسر نہیں کہ مرزا برادران نے عربی زبان سیکھی یا کپاس کے متعلق معلومات حاصل کی ہوں، عوام کی طرف سے قادیانی مبلغین کو کبھی پذیرائی نہ مل سکی۔ بون (Bonn) یونیورسٹی جرمنی کے پروفیسر علامہ تقی الدین ہلالی نے الفتح قاہرہ میں

یہ ثابت کرنے کے لیے بڑے متاثر کن مضامین لکھے کہ قادیانیت ایک ارتدادی تحریک ہے جسے عالم اسلام پر اپنے قبضہ کو دوام بخشنے کے لیے دشمنان اسلام کی حمایت حاصل ہے۔ 1939ء میں قادیانی مخالف مہم کو ایک تازہ مہمیز اس وقت ملی جب قادیانیوں کے لاہوری گروہ کے دو البانوی نژاد طلباء کو الازہر میں داخلہ مل گیا۔ انہوں نے قادیانی عقائد پر دو کتابچے لکھے اور شیخ الازہر محمد مصطفیٰ المراغی کے ساتھ نزاعی مسائل مثلاً حضرت عیسیٰ کی وفات وغیرہ کو چھیڑ دیا۔ یہ معاملہ مشہور کتاب قادیانی مذہب کے مؤلف اور عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے پروفیسر محمد الیاس برنی کے علم میں آ گیا۔ انہوں نے شیخ اور حلقہ اساتذہ کو قادیانی لٹریچر کا وافر ذخیرہ بھجوا دیا۔ (تاریخ احمدیت۔ جلد 8 ص 625 اور قادیانی مذہب از پروفیسر محمد الیاس برنی ص 126) شیخ نے ایک مجلس قائم کر دی جس کی سفارشات کے نتیجے میں البانوی طلبہ کو یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ سید محبّ الدین خطیب مدیر الفتح نے قادیانیت کے سیاسی و مذہبی کردار کو آشکارا کرنے میں قابل قدر کام کیا۔ (1957ء میں محکمہ تعلیم حکومت مصر نے ایک کتاب الفکر والخو الاشائع کی۔ یہ مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہوری جماعت کی کتاب کا عربی ترجمہ تھا۔ سید محبّ الدین خطیب نے فروری 1957ء کے مجلۃ الازہر کے شمارے میں حکومت مصر پر شدید تنقید کی کہ اس کی طباعت کیوں ہوئی۔ دیکھئے ماہنامہ فاران کراچی۔ مئی 1958ء) لاہوری جماعت کے مصر میں مبلغ حامدی اسماعیل نے قادیانی مذہب سے توبہ کر لی۔ مصری پریس نے قادیانی تحریک کی مخالفت میں قابل قدر مضامین لکھے اور عالم اسلام کو قادیانیوں کے ارتدادی ہتھکنڈوں سے آگاہ کیا۔

فلسطین میں چوہدری محمد شریف کو فلسطینی مجاہدین آزادی اور علماء کی طرف سے سامراجی مقاصد کے حصول میں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ تاریخ احمدیت میں ہے۔

❑ ”فلسطین میں چوہدری محمد شریف کا دور بدترین حالات میں گزرا، عرب یہودی دشمنی اپنی خطرناک حدوں کو چھو رہی تھی۔ اس کے قتل کا ایک منصوبہ بھی تیار کیا گیا جو ناکام ہو گیا“۔ (تاریخ احمدیت جلد 5 ص 504 از دوست محمد شاہد)

1939ء میں مسئلہ فلسطین کو طے کرنے کے لیے لندن میں برطانیہ نے ایک

گول میز کانفرنس بلا لی۔ اس میں مصر، عراق، سعودی عرب، اردن اور یمن کو مدعو کیا گیا۔ کانفرنس نے دنیائے عرب کے فلسطین میں مفادات کو تسلیم کر لیا مگر یہ ناکامی کا شکار ہوگئی۔ فلسطینی عربوں کے منصفانہ مطالبات اور صہیونیوں کے ''ارض اسرائیل'' کو یہودی وطن میں بدلنے کے اصرار کے باعث کوئی بھی قابل قبول تصفیہ ممکن نہ ہو سکا۔ حضرت مفتی اعظم کو کانفرنس میں شرکت کی اجازت نہ دی گئی۔ ان کی جگہ ان کے چچا زاد بھائی جمال حسینی شریک ہوئے۔ تاہم فلسطین کے وفد نے دنیائے عرب کے لیے آئندہ لائحہ عمل کا خاکہ وضع کیا۔ (سائیکو۔ اسرائیل چوراہے پر۔ ص 202)

لندن میں قادیانی مبلغ جلال الدین شمس نے یہودی مقاصد کے لیے کام کیا۔ 31 جنوری 1939ء کو عیدالاضحیٰ کے دن اس نے لندن مسجد کے احاطہ میں ایک اجتماع منعقد کیا جس کی صدارت سر فرانسس ینگ ہسبینڈ (Sir Francis Younghusband) نے کی۔ بریگیڈیئر جنرل سر پرسی سائیکس (Sir Percy sykes) نے اس میں تقریر کی۔ اس نے فلسطینی مسئلے کو پیچیدہ قرار دیا کیونکہ جرمنی اور اٹلی سے نکالے گئے یہودی وہاں جا رہے تھے حتیٰ کہ ویلز کے رقبہ جتنا ملک بھی ان کے لیے ناکافی تھا۔ اس نے اس توقع کا اظہار کیا کہ کانفرنس کے شرکاء اس مسئلہ کا کوئی حل تلاش کر لیں گے۔ لندن مسجد کی اس کانفرنس کے شرکاء میں برطانوی امراء، کلیسائے انگلستان کے اراکین، فوجی افسران، اراکین پارلیمنٹ، سر عبدالقادر، مجلس برائے ہند کے رکن اور فلسطین کے سابق ہائی کمشنر سر واچوپ شامل تھے۔ اختتامی کلمات میں جلال دین شمس نے یہ انکشاف کیا کہ مرزا محمود احمد نے برطانوی وزیراعظم کو اس کی امن کے قیام کے لیے مخلصانہ کوششوں پر ایک برقی تار کے ذریعے مبارکباد ارسال کی اور اس توقع کا اظہار کیا کہ جس طرح یورپ میں امن کے لیے کوششیں کی گئی ہیں، اسی طرح ہندوستان اور فلسطین میں بھی پائیدار امن کے لیے کوششیں کی جائیں گی۔ اس نے کانگریس کی کامیابی کی خواہش کا اظہار کیا۔ (فار ایسٹرن سٹار لندن 3 فروری 1934ء اور تاریخ احمدیت جلد 5 ص 556) کانفرنس کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ہی ناکام ہوگئی۔ سیکرٹری خارجہ لارڈ ہیلی فیکس (Lord Halifax) نے دوسری حکومتوں

کے دباؤ کے تحت فلسطین میں انتقال اقتدار کے لیے پانچ سال سے لے کر دس سال کا عرصہ مقرر کیا۔ یہ تجویز عربوں کے لیے نا قابل قبول تھی۔ ابتدائی طور پر اس نے یہ اعلان کیا تھا کہ فوری انتقال اقتدار بعد میں ایک مکمل حکومت میں تبدیل ہو جائے گا۔............

فلسطینی عربوں نے کئی مواقع پر قادیانی آلہ کاروں کے خلاف اپنے حملے جاری رکھے۔ علماء کی طرف سے ایک فتویٰ جاری کیا گیا کہ جو قادیانی مرتد، سامراج اور یہودی مسلح تنظیموں کے آلہ کار کے طور پر کام کر رہے ہیں، ان پر کڑی نظر رکھی جائے اور ان قادیانیوں کو صہیونی مدد سے مسلمان راہنماؤں کو قتل کرنے کا ذمہ دار بھی ٹھہرایا گیا۔ یہ نفرت اس وقت اور بھی بڑھ گئی جب ایک نامور مسلمان راہنما کو قتل کر دیا گیا۔

(دیکھیئے تاریخ احمدیت جلد 3 ص 625 از دوست محمد شاہد)

مئی 1942ء میں امریکی صہیونی تنظیم نے بالٹی مور لائحہ عمل کا اعلان کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ فلسطین میں یہودیوں کی کھلے عام آبادی، فلسطین کی ایک یہودی ریاست میں تبدیلی اور ایک یہودی فوج کے قیام پر کام کیا جائے۔ سر ظفر اللہ خاں قادیانی کا کہنا ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران اسے لارڈ لٹن (Lord Lyton) سے ملنے کا موقع ملا۔ اس نے رائل انسٹیٹیوٹ آف انٹرنیشنل آفیئرز کے زیر اہتمام چیتھم ہاؤس (Chetham House) لندن میں مسئلہ فلسطین پر تقریر کی۔ اس نے امید ظاہر کی کہ صہیونیوں اور عربوں کے درمیان ایک سمجھوتہ طے پا سکتا ہے جس کا اس نے خاکہ بھی پیش کیا۔ جب اس کی تقریر ختم ہوئی تو ظفر اللہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے بائبل کے ان کلمات کو قدرے تبدیل کر کے یوں پیش کیا کہ: ”جن کو خدا نے اکٹھا کیا ہے، انسانوں کو انہیں جدا نہیں کرنا چاہیے“۔ کو اس طرح کہا کہ ”جن کو خدا نے جدا کیا ہے، انسان انہیں نہ ملائیں“۔ اس طرح اس نے مسئلہ فلسطین پر سنجیدہ بحث کے مواقع کو ختم کر دیا۔ (تحدیث نعمت از ظفر اللہ خاں، ص 470)

قادیانی رضا کاروں نے فلسطین میں یہودی دہشت گرد تنظیموں کے ساتھ مل کر وارداتیں شروع کر دیں۔ انہوں نے برطانوی اور اتحادیوں کے حق میں لٹریچر کی وسیع پیمانے پر تقسیم کی اور اپنی سرگرمیوں کو ایک نئے جذبے سے شروع کر دیا۔ فلسطین میں قادیانی

مبلغ چوہدری شریف نے اپنی رپورٹ میں لکھا۔

❑ ''ماہ مئی میں حسب ہدایت نظامت دعوۃ وتبلیغ غیر مسلموں میں یوم تبلیغ منایا گیا۔ اس روز احباب کبابیر و حیفا کے حسب سابق وفود بنائے گئے اور فلسطین کے مندرجہ ذیل مشہور مقامات ناصرہ، یافا، تل ابیب، بیت المقدس، بیت اللحم، خلیل، حیفا، لصیہ، کفر کنا میں اسلام کا پیغام پہنچایا اور اس موقع پر سات ہزار کے قریب مختلف اشتہارات و کتب تقسیم کیں......جبل زیتون پر بھی وفات مسیحؑ کے متعلق ایک اجتماع میں گفتگو کی گئی......اگرچہ ایک غنڈے (حریت پسند فلسطینی، مؤلف) نے وہاں شرارت کرنی چاہی مگر الحمدللہ کہ وہ اپنے مکر میں کامیاب نہ ہوسکا۔......آتے وقت خاکسار نے نابلس میں بھی قیام کیا اور دعوت حق پہنچائی۔ وہاں پر حال ہی میں دو نوجوانوں نے بیعت کی ہے۔ انہوں نے خاکسار کی دعوت اور اپنے دیگر اعزہ کو پیغام حق پہنچایا۔ اہالیان نابلس کی ذہنیت عجیب واقعہ ہوئی ہے۔ صرعہ (Sara) میں فتنہ پردازی کا مرکزی نقطہ یہی شہر اور اس کے نواحی دیہات تھے۔ خاکسار کے آنے جانے کے بعد وہاں کے علماء کی طرف سے احمدی احباب کو قتل وغیرہ کی دھمکیاں دی گئیں اور اب بھی ان کی مخالفت زوروں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے احمدی احباب کا حافظ و ناصر ہو اور ان کو ہر قسم کے مکروہات سے محفوظ رکھے۔ الغرض یہ سفر خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر لحاظ سے بہتر رہا''۔(ورلڈ ہسٹری زیر لفظ سیکنڈ ورلڈ وار، تحریک احمدیہ جلد 9 ص 392)

دوسری جنگ عظیم کے دوران قادیانیوں کو مشرق وسطیٰ میں ان کی سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر قابل مذمت قرار دیا گیا۔ مرزا محمود نے ستمبر 1937ء میں محمد صادق امرتسری کو وہاں کے قادیانی مبلغ کی امداد کے لیے بھیجا۔ وہ اکثر دمشق، قاہرہ، بغداد اور لبنان جاتا تھا۔ کئی مواقع پر اسے پاسپورٹ کے حصول میں بڑی دشواری پیش آئی۔ اسے بغداد سے اس وقت نکال دیا گیا جب وہ دیگر قادیانیوں کے ہمراہ برطانیہ کے ہسپانوی فضائی مرکز میں قیام پذیر تھا۔ (محمد صادق امرتسری، روح پرور یادیں لاہور 1931ء ص 185)

صادق امرتسری اپنی یادداشتوں میں تحریر کرتا ہے۔

❑ ''ستمبر 1938ء میں وہ تیسری دفعہ دمشق گیا۔ تقریباً تین ہفتوں کے قیام کے

بعد وزارت خارجہ دمشق نے اسے ایک ہفتے کے اندر اندر شام چھوڑنے کا حکم دیا۔ جماعت احمدیہ شام نے اپنی پوری کوشش کی کہ اسے فلسطین یا لبنان جانے کی اجازت مل جائے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ (ایضاً) عراقی سفارتخانے نے اسے سیاحتی اجازت دینے سے بھی انکار کردیا کیونکہ وہ اسے ایک سیاسی جاسوس سمجھتے تھے۔ تاہم وہ عراقی سفیر سے اس کی رہائش گاہ پر ملا اور ہندوستان جانے کے لیے ایک یوم کا سیاحتی اجازت نامہ حاصل کرلیا''۔

دوسری جنگ عظیم کے ابتدائی دور میں مرزا محمود نے اسے لندن جانے کا حکم دیا، جہاں سے اس کی تعیناتی سیرالیون میں کردی گئی۔ بہت سے شامی اور لبنانی عرب، مغربی افریقہ میں قیام پذیر تھے۔ جنگ کے دوران ایک لبنانی مسلمان شامی سیاسی راہنما استاد موسیٰ الزابن ضرارا سیرالیون میں ایک پناہ گزین بن کر آئے۔ وہ فرانسیسی سامراج کے خلاف لبنانیوں کو اٹھ کھڑے ہونے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بیک وقت قادیانیت کے خلاف بھی تحریک شروع کردی۔ حکومت سیرالیون نے ان کے خروج کے حکم جاری کردیئے۔ قادیانی ارتداد سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے انہوں نے عربی زبان میں ایک طویل نظم لکھی جس میں انہوں نے قادیانی جماعت پر شدید تنقید کی اور قادیانیوں کو برطانوی جاسوس اور یہود نواز عناصر قرار دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو اس جماعت کی قیادت سے خبردار کیا جو اچھائی کے بھیس میں برائی کے بدترین نتائج کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس جماعت کو یہودیوں نے قائم نہیں کیا تو پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ یہودی نواز اقوام ان کی پشت پر ضرور ہیں''۔

(محمد صادق امرتسری، روح پرور یادیں لاہور 1981ء ص 185)

دوسری جنگ عظیم کے اختتامی سالوں کے دوران ظفر اللہ خاں فلسطین گیا۔ جنگ کا پانسہ اتحادیوں کے حق میں پلٹ چکا تھا اور صہیونیوں نے ایک آزاد اسرائیل کی ریاست کے قیام کا بڑے زور و شور سے مطالبہ کردیا تھا۔ واپسی پر وہ دمشق رکا تا کہ بدنام زمانہ قادیانی جاسوس شیخ عبدالقادر المغربی کے ساتھ چند سیاسی معاملات پر گفتگو کر سکے۔ اکتوبر 1945ء کے اوائل میں وہ صہیونی راہنماؤں سے فلسطین میں ملا اور یہودی تنظیم کے صدر

ڈاکٹر کوہن کے ساتھ طویل تبادلہ خیال کیا۔ وہ یروشلم کے ایڈن ہوٹل میں ٹھہرا۔ شام میں قادیانی مبلغ محی الدین حسنی نے کئی عرب راہنماؤں کو اکٹھا کیا اور انہیں لے کر ہوٹل میں ملاقات کے لیے آیا۔ چونکہ یہ جگہ غیر محفوظ متصور کی گئی تھی، لہٰذا وہ فلسطین کے مسئلہ پر کھلی اور آزاد بحث کے لیے ''دلا روز میری ہوٹل'' چلے گئے جو عربوں کی ملکیت تھا۔ فلسطین کے ایک سرکردہ قانون دان ہنری قطان نے اسے عربوں کے نکتہ نگاہ سے آگاہ کیا۔ (ہنری قطان یروشلم کے مکتب قانون میں استاد تھا۔ انہوں نے فلسطینی مسئلے پر کئی کتابیں لکھیں۔ ان کی کتاب ''یروشلم'' لندن 1981ء بڑی دلچسپی کی حامل ہے۔)

سر ظفر اللہ خاں کہتا ہے:

❑ ''اسرائیلی سرگرمیوں کو دیکھ کر میرا تاثر یہ تھا کہ جس سرعت سے یہ لوگ اپنا پاؤں جما رہے ہیں، اس کا نتیجہ عربوں کی پسپائی ہوگا۔ (تحدیث نعمت از ظفر اللہ خاں ص 485)

فلسطین سے واپسی پر اس نے مسئلہ فلسطین پر ینگ مین کرسچیئن ہال (YMCA Hall) لاہور میں ایک تقریر کی۔ 27 جنوری 1946ء کو اس تقریب کا اہتمام احمدیہ بین الکلیاتی تنظیم نے کیا تھا جس کی صدارت ایف سی کالج لاہور کے وائس پرنسپل ڈاکٹر ای۔ ڈی۔ لوکاس (Dr. E.D Lucas) نے کی۔ ظفر اللہ نے جو کہ ان دنوں ہندوستان کی وفاقی عدالت کا جج بھی تھا، مسئلہ فلسطین کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی جس میں پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانیہ کے عربوں کو کیے گئے وعدے، بالفور (Balfour) کا اعلان یہودی آبادکاریاں اور قرطاس ابیض کی صہیونی مخالفت وغیرہ شامل تھے اور اس بات پر زور دیا کہ یہودی فلسطین میں اپنی ریاست کے قیام پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ اس مقصد کے لیے ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں کیونکہ یہودیوں نے ان ملکوں میں کافی سیاسی رسوخ اور ان کی معیشت پر قابو حاصل کر لیا ہے۔ ایک سیکرٹری آف سٹیٹ اور دو کابینہ کے وزراء کے علاوہ برطانوی دارالعوام کے پچیس ارکان یہودی ہیں۔ اس نے یہ دلیل بھی دی کہ اگر فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری روک بھی دی جائے تو بھی عربوں کو یہودیوں کی طرف سے سیاسی و معاشی خطرات لاحق رہیں گے۔ (روزنامہ الفضل قادیان، 27 جنوری 1946ء)

سرظفر اللہ نے اس خطاب میں عربوں کے بارے برطانوی یا امریکی پالیسی پر تنقید نہیں کی اور نہ ہی اس نے صہیونی خطرے کے مقابلے میں اس الجھے ہوئے مسئلہ کا کوئی حل پیش کیا۔اس نے فلسطین میں صہیونیوں کے قدم جم جانے کی صورت میں اپنی جماعت کے روشن مستقبل کی نوید دی۔

ہم البانیہ اور بلغراد مشن کے سلسلے میں محمد دین قادیانی کے تبلیغی اور سیاسی کارناموں پر نظر ڈال چکے ہیں۔اسے بلغراد سے نکالا گیا تو وہ ملک شریف کی مدد سے اطالیہ (اٹلی) میں قیام پذیر ہو گیا۔وہاں سے وہ مکہ کے لیے روانہ ہوا اور ایک مکان کرایہ پر لے کر برطانوی قونصل خانے کی ہدایت پر اپنا کام شروع کر دیا۔اس نے اپنی اصلیت ظاہر نہ کی اور کسی نہ کسی طرح شاہ سعود کا ہندی ترجمان بننے میں کامیاب ہو گیا۔(تاریخ احمدیت جلد 8، ص 313) اس نے قادیان (قادیانی مرکز) کو کئی راز فراہم کیے۔یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ قادیانی بڑی مدت سے سعودی حکومت کے خلاف پروپیگنڈا مہم چلائے ہوئے تھے کیونکہ شاہ سعود نے اپنے بیٹے شاہ فیصل (شہیدؒ) کو لندن مسجد کے افتتاح سے روک دیا تھا۔(روزنامہ الفضل قادیان 23 مارچ 1935ء) سعودی حکومت نے ہمیشہ قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی اور ان کی پوشیدہ عملی کارستانیوں کو پنپنے نہ دیا۔1929ء میں ایک سیاسی منصوبے کی تکمیل کے لیے مرزا محمود نے مولوی رحمت علی قادیانی کے ہمراہ پاڈانگ (ساٹرا) کے قادیانی جاسوس وامنگ واتو کو مکہ روانہ کیا۔انہیں ارتداد کی تبلیغ اور سلطنت کے استحکام کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ لینے کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا۔(روزنامہ الفضل قادیان 16 دسمبر 1937ء) اس واقعہ کے بعد سعودی حکومت اور بھی چوکس ہو گئی۔

محمد دین، شاہ سعود کے نزدیک تر ہونے کی کوششوں میں مصروف تھا لیکن ایک برطانوی جاسوس کے طور پر سعودی پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔تاریخ احمدیت میں مذکور ہے:

''ایک روز کسی نے پولیس کو یہ اطلاع دے دی کہ ہندی اور عرب لوگ اکثر اس ہندی مولوی کے پاس آتے ہیں۔یہ انگریزوں کا جاسوس معلوم ہوتا ہے، پھر کیا تھا پولیس نے فوراً مولوی صاحب کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔یہ جیل حیوانوں کے لیے بھی موزوں نہ

تھی چہ جائیکہ اس میں انسانوں کی بسر اوقات ہوتی تھی......ایک ہفتہ بعد ہندوستانی قونصل صاحب مقیم جدہ کی کوششوں سے رہائی حاصل ہوئی''۔(تاریخ احمدیت جلد 8، ص 313)

قادیان واپسی پر اسے کسی دیگر مقصد کے لیے ڈربن (جنوبی افریقہ) بھیجا گیا۔وہ ایک نیوی کے جاسوس جہاز میں جا رہا تھا کہ اسے جرمنی کی ایک تارپیڈو کشتی نے تباہ کر دیا۔

اقوام متحدہ کے سامنے مسئلہ فلسطین آنے سے ایک ماہ قبل پاکستان اقوام متحدہ کا رکن بنا۔ظفر اللہ نے اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کی قیادت کی۔ہم یہاں ''یہودیوں کی قومی جدوجہد'' کے آخری مرحلے کے دوران ظفر اللہ اور قادیان کے کردار پر بحث کریں گے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران ظفر اللہ نے صہیونی تحریک کے لیے سرگرمی دکھائی۔وہ فلسطین گیا۔ڈاکٹر کوہن (Dr. Cohen) سے ملا جو یہودی تنظیم کا سربراہ تھا اور بعد میں اس نے اعلان کیا کہ ''یہودی آبادکاری'' کے نتیجے میں فلسطینی عربوں کو پسپائی ہوگی۔

(تحدیث نعمت از ظفر اللہ خاں صفحہ 488)

اگست 1945ء میں امریکی صدر ٹرومین (Truman) نے صہیونی مطالبے کی حمایت کر دی اور فلسطین میں فوری طور پر ایک لاکھ یہودیوں کو بسانے کا مطالبہ کر دیا۔اسی وقت امریکی کانگریس نے یہ مطالبہ بھی پیش کر دیا کہ فلسطین کی استطاعت کے مطابق یہودیوں کو غیر محدود آبادکاری کی اجازت دے دی جائے۔نومبر 1945ء میں فلسطین میں یہودی داخلے کے مسئلہ کی دیکھ بھال کے لیے ایک برطانوی، امریکی کمیٹی قائم کر دی گئی۔ اس میں چھ امریکی اور چھ برطانوی ارکان تھے۔قبل اس کے کہ یہ کمیٹی فلسطین میں اپنا کام شروع کرتی، مرزا محمود نے شیخ نور احمد منیر کو اکتوبر 1945ء میں فلسطین بھیجا تاکہ چوہدری شریف کے کام میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ (تاریخ احمدیت۔ جلد 5 صفحہ 504) جو کہ برطانوی ہائی کمشنر فلسطین ہیرالڈ میگمائل کا گماشتہ تھا۔

قادیانی، یہودی مسئلہ میں براہ راست فریق نہ تھے مگر قادیانی مبلغ چوہدری شریف نے امریکی، برطانوی کمیٹی کو ایک یادداشت پیش کی۔شاید وہ انہیں مسئلہ فلسطین پر قادیانی نکتہ نظر سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔اس کمیٹی کے دو ارکان رچرڈ کراس مین (Richard Crossman)

جو کہ لیبر گورنمنٹ کا ممبر پارلیمان تھا اور ولیم فلپ (William Phillip) جو کہ اطالیہ میں امریکی سفیر رہ چکا تھا۔ قادیانیوں سے قدیمی شناسائی رکھتے تھے۔ قادیان کو ارسال کردہ رپورٹ میں چوہدری شریف بیان کرتا ہے کہ وہ صدر کمیٹی سے ملا اور 12 جنوری 1945ء کے مرزا محمود کے خطبے کی ایک نقل اسے پیش کی۔ اس میں برطانیہ اور ہندوستان کے درمیان صلح کی ضرورت پر زور دیا گیا تھا۔ (روزنامہ الفضل قادیان 11 جون 1946ء)
قادیانیوں کے نکتہ نظر کی مزید وضاحت کے لیے ان ارکان کو ایک کتابچہ دیا گیا جس میں جنگ عظیم میں محوری قوتوں کی شکست اور اتحادیوں کی فتح کے بارے میں مرزا محمود کے الہامات، رؤیا اور خوابوں کا تذکرہ درج تھا۔ کمیٹی کو احمدیہ جماعت کی قدیم خدمات اور وفاداری کے ثبوت میں قادیانی مبلغ نے مرزا محمود کی مشہور کتاب ''تحفہ شہزادہ ویلز'' 1921ء کے نسخے بھی پیش کیے۔ اس کو عرب ممالک میں بھی مفت تقسیم کیا گیا۔ اس میں قادیانیوں کے سیاسی نظریات اور ان کی برطانوی راج کے لیے بے لوث وفاداری کا یقین دلایا گیا تھا۔ چاہے وہ ہندوستان میں ہو یا فلسطین میں۔

قادیانیوں نے ان کڑے ایام میں اپنی ارتدادی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ''ایام تبلیغ'' منانے کی آڑ میں وہ فلسطین کے تمام حصوں میں پہنچے۔ قادیان کو بھجوائی گئی رپورٹ میں چوہدری محمد شریف یوں رقمطراز ہے۔

❑ ''بوجہ ہڑتال عام یہاں 27 اپریل کو یوم التبلیغ منایا گیا۔ اس روز ہمارے احمدی احباب نے بصورت وفود فلسطین کے مندرجہ ذیل شہروں حیفا، ناصرہ، عکہ، طبریا، بیسان، شفاعمرو، صفد، یافا، بیت اللحم، بیت المقدس، تل ابیب اور ترشحا میں تبلیغ اسلام کی اور پانچ ہزار کے قریب اشتہارات و کتب تقسیم کیے۔ اس دفعہ خدا تعالیٰ کے فضل سے کوئی خاص ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا''۔

اواخر دسمبر میں خاکسار (چوہدری محمد شریف) اور برادرم شیخ نور احمد صاحب بیت المقدس گئے تھے۔ چار پانچ روز تک برادرم موصوف کا بیت المقدس کے احباب سے تعارف کرا کر ضروری کاموں کی وجہ سے واپس آ گیا۔ برادر عزیز وہاں ایک ہفتہ اور مقیم رہے

اور بیت المقدس اور خلیل کے بڑے بڑے عمائد کو سلسلہ کا پیغام پہنچایا جن میں محمد علی العجری پریذیڈنٹ خلیل میونسپلٹی، شیخ عبداللہ طھوب مفتی خلیل اور جملہ مشائخ صخرہ و مسجد اقصیٰ بیت المقدس اور مسٹر سی ایل سکینگ پروفیسر جیوش یونیورسٹی (جس نے کوئی مزعومہ کتبہ متعلقہ صلیب مسیح دریافت کیا ہے) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ خلیل میں ایک دوست السید عبدالرزاق المحتسب باللہ نے آپ کے ذریعہ بیعت بھی کی۔

دوسرا سفر آپ کا عکہ کا تھا جہاں آپ کو ایک ضروری کام کے لیے بھیجا گیا۔ وہاں کے اوباش لوگوں (یعنی مجاہدین آزادی اور مفتی اعظم کے جانبازوں۔ مؤلف) نے آپ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر الحمدللہ آپ بخیریت حیفا پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو عکہ کے شر پسندوں سے محفوظ رکھا۔ (روزنامہ الفضل قادیان۔ 14 جون 1946ء)

ان دنوں جب یہودی فلسطین میں اپنی ریاست کے قیام کی ہر ممکن کوششیں کر رہے تھے تو جلال الدین شمس قادیانی مبلغ کا مشرق وسطیٰ مشن کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل تھا۔ اس نے ان جگہوں کا دورہ کیا جہاں صہیونی نیم فوجی تنظیمیں عربوں پر مسلسل حملے کر کے انہیں خوفزدہ کر رہی تھیں۔ اس نے یروشلم میں عرب راہنماؤں کے ساتھ مسئلہ فلسطین پر گفتگو کی۔ فلسطین سے قادیان بھجوائی گئی اطلاعات میں سے ایک میں شیخ نور محمد یوں رقمطراز ہے:

❑ ''مکرم مولوی شمس صاحب 31 اگست کو قاہرہ سے حیفا تشریف لائے۔ مقامی حالات کے مطابق جماعت حیفا اور کبابیر نے استقبال کیا۔ 3 ستمبر کو مکرم شمس صاحب، مکرم چوہدری محمد شریف فاضل اور خاکسار (شیخ نور احمد منیر) بیت المقدس ایک اہم مقصد کے پیش نظر روانہ ہوئے۔ اس سے قبل عاجز (نور احمد) ایک مہینہ بیت المقدس میں گزار کر اس اہم مقصد کے حالات اور تفصیلات معلوم کر چکا تھا۔ القدس میں مکرم الحاج علم دین صاحب سیالکوٹی نے ہماری راہنمائی کی جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ مولوی صاحب نے یہاں السید عوفی عبدالہادی بے سے بھی ملاقات کی اور قضیہ فلسطین کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ان کو بعض مشورے دیئے۔ (روزنامہ الفضل قادیان 23 ستمبر 1946ء)

قادیانی مبلغ شیخ نور احمد آگے لکھتے ہیں کہ حیفا سے شمس صاحب شام گئے۔ وزیر

خارجہ شام سے ملاقات کی۔ عراق کے ایک سابق وزیر اعظم سید سدیدی سے بغداد میں گفتگو کی اور قادیانی تنظیم الجمیعۃ الہندیہ کے افراد سے بعض امور پر تبادلہ خیالات کیا۔ ان واقعات کو مبلغ مذکور کے قلم سے ملاحظہ کریں۔

❑ ''7 اکتوبر کو صبح کے وقت مکرم شمس صاحب السید امیر الحسنی صاحب اور خاکسار دمشق کے لیے روانہ ہوئے۔ حکومت کی وزارت خارجہ نے مجھے (نور احمد) تین مہینے کی تحقیق کے بعد صرف ایک ماہ کے لیے شام میں ٹھہرنے کی اجازت دی۔ چونکہ اہل شام کو حال ہی میں آزادی ملی ہے اور یہاں کے مقامی سیاسی حالات دگرگوں ہیں۔ اس لیے اجنبی آدمی پر خاص نگرانی کی جاتی ہے...... یہاں کئی ایک سیاسی پارٹیاں ہیں جو اپنا کام کر رہی ہیں۔ حال ہی میں تیس جاسوسوں کو گرفتار بھی کیا گیا ہے۔ مکرم شمس صاحب نے مختصر قیام میں وزیر اعظم شام اور وزیر خارجہ سے ملاقات کی۔ (ایضاً)

بغداد کی آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ مکرم شمس صاحب کو سید توفیق سدیدی سابق وزیر اعظم عراق سے ملاقات کا موقع ملا اور ریجنٹ سموالا میں عبداللہ سے بھی آپ نے ملاقات کی۔ الجمیعۃ الہندیہ نے آپ کے اعزاز میں ٹی پارٹی دی''۔

16 اکتوبر کو شام کے قادیانی مبلغ امیر الحسنی کو ساتھ لے کر شمس قادیان کے لیے روانہ ہوا تاکہ مرزا محمود احمد سے تازہ ہدایات حاصل کر سکیں۔ سر ظفر اللہ کے دورے کی روشنی میں قادیان میں ایک لائحہ عمل زیر غور تھا جسے ان قادیانیوں کی آمد کے بعد حتمی صورت دی گئی اور اس کی تکمیل کے لیے امیر الحسنی کو واپس شام روانہ کیا گیا۔

ایسا نظر آتا ہے کہ قادیانی عربوں کو فلسطین کے مسئلے پر ایک وفاقی منصوبہ فروخت کرنے کی تگ ودو میں مصروف تھے جسے ایک امریکی سفیر ہنری گارڈی (Henry Grady) اور برطانوی لارڈ آف پریذیڈنٹ آف کونسل لارڈ تھیوڈور موریسن (Theodor Morrison) نے پیش کیا تھا۔ (روزنامہ الفضل قادیان۔ 25 اکتوبر 1946ء) مرزا محمود نے تھیوڈور موریسن کے ساتھ اس وقت بڑے قریبی تعلقات وضع کر لیے تھے جب 1924ء میں وہ جلسہ مذاہب عالم میں تقریر کرنے کے لیے لندن گئے تھے۔ موریسن نے سامعین

سے ان کا تعارف کرایا تھا۔ (روزنامہ الفضل 21 اکتوبر 1924ء، دوسری جنگ عظیم کے دوران اپنے ایک الہام میں مرزا محمود نے موریسن کا نام لیا) اس منصوبے کے تحت فلسطین کو تین حصوں میں تقسیم کرنا تھا۔ بڑے حصے پر عربوں کی حکومت 'نیگیو' بیرشیبا سے نیچے براہ راست انگلستان کے زیر تسلط اور پندرہ سو مربع کلو میٹر کا علاقہ یہودی وطن کے لیے علیحدہ کر دیا جانا تھا۔ عالمی صہیونی تنظیم نے اسے مسترد کر دیا۔ الفتووہ اور النجادہ، صہیونی بربریت کے خلاف مزاحمت کر رہی تھیں۔ عراق، شام اور لبنان فلسطین کے مستقبل کے بارے میں اپنے خدشات کا اظہار کر رہے تھے۔

16 اکتوبر کو شامی قادیانی مبلغ امیر الحسنی کے ہمراہ شمس قادیان روانہ ہوا۔ حسنی قادیان میں چند روز ہی رہا اور نئی ہدایات لے کر پھر واپس شام چلا گیا۔

''لاہور پہنچنے پر ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نامہ نگار نے شمس صاحب سے ملاقات کی اور فلسطین کے مسئلہ پر آپ کے تاثرات معلوم کیے۔ آپ نے بتایا کہ اس مسئلے کا حل کنفیڈریشن کے قیام میں مضمر ہے۔ واضح رہے یہ منصوبہ اس سے قبل یہودی لارڈ پریذیڈنٹ آف کونسل مسٹر ماریسن (Morrision) پیش کر چکے تھے لیکن صہیونی تنظیم نے اسے مسترد کر دیا تھا۔ شمس قادیانی نے یہ گمراہ کن تاثر بھی دیا کہ بقول ان کے ''انگریز مسئلہ فلسطین کے بارے میں مسلمانوں کے حق میں نظر آتے ہیں''۔ (روزنامہ الفضل قادیانی 10 اکتوبر 1946ء) یہ دعویٰ حقائق کے منہ پر طمانچہ رسید کرنے کے مترادف تھا۔ یہود کی کھلی جارحیت اور سامراج کی شرمناک چیرہ دستیوں کے باوصف ایسا بیان ایک فریب کار کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔

شمس اور منیر الحصنی سے ملاقات کے بعد مرزا محمود نے فوراً ایک نئے قادیانی مبلغ رشید احمد چغتائی کو فلسطین روانہ کیا تاکہ صہیونی سازش کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہ رہے''۔

مشرقی یورپ کے یہودی، عالمی صہیونی تنظیمیں اور خود روس میں اعلیٰ عہدوں پر فائز یہودی افسر، روسی سربراہ مارشل سٹالن اور کمیونسٹ پارٹی پر مسلسل دباؤ ڈال رہے تھے کہ وہ فلسطین میں آزاد یہودی ریاست کے قیام کے مطالبے کی حمایت کا واضح اعلان کرے۔

مارشل سٹالن بذات خود یہودی تھا اور اس امر کا غالب امکان تھا کہ وہ یہودی مفاد کے خلاف قدم نہیں اٹھائے گا۔

مئی 1947ء میں مرزا محمود نے ایک دلچسپ سیاسی رؤیا شائع کیا جس میں یہود کو متوقع روسی امداد کا یقین دلایا گیا تھا۔ اس میں انہوں نے یہ اشارہ دیا کہ روس اور برطانیہ میں اتفاق رائے ہو جائے گا جس سے عرب ممالک میں تشویش بڑھ جائے گی۔ برطانوی صہیونی سامراج کے سیاسی کاہن مرزا غلام احمد قادیانی کے پسر مرزا محمود احمد کہتے ہیں۔

❑ ''پرسوں یا ترسوں رات کے وقت جب میری آنکھ کھلی تو بڑے زور کے ساتھ میرے قلب پر یہ مضمون نازل ہو رہا تھا کہ برطانیہ اور روس کے درمیان ایک ماڈیفائیڈ ٹریٹی (Modified Treaty) ہوگئی ہے جس کی وجہ سے مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک میں بڑی بے چینی اور تشویش پھیل گئی ہے۔ ماڈیفائیڈ کے معنی ہوتے ہیں سمویا ہوا وسطی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ غالباً بیرونی دباؤ اور بعض خطرات کی وجہ سے برطانیہ مخفی طور پر روس کے ساتھ کوئی ایسا سمجھوتہ کرلے گا جس کی وجہ سے روسی دباؤ مشرق وسطیٰ پر بڑھ جائے گا۔ اس وقت میرے ذہن میں عراق، فلسطین اور شام کے ممالک آتے ہیں۔ یعنی ان ممالک کے اندر روس اور برطانیہ کے سمجھوتہ کر لینے کی وجہ سے گھبراہٹ اور تشویش پیدا ہوگئی کہ انگریز جو سختی کے ساتھ روس کی مخالفت کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ سمجھوتہ اس سے کس بناء پر کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ اور امریکہ جو ہمیشہ روس کے مفاد کے راستے میں حائل رہتے تھے، اب بعض سیاسی حالات یا اغراض کے ماتحت اس کی مخالفت کو چھوڑ دیں گے اور ادھر روس بھی جو بعض باتوں میں برطانیہ اور امریکہ سے چپقلش رکھتا تھا، اب ان کی مخالفت کو ترک کر دے گا''۔

(روزنامہ الفضل قادیان 30 مئی 1947ء ص 1، رؤیا و کشوف مرزا محمود 1898 تا 1960ء صفحہ 384)

اگرچہ مرزا محمود قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے تھے اور انہیں پاکستان میں اپنا مرکز قائم کرنے میں سخت دشواریوں کا سامنا تھا۔ پھر بھی انہوں نے فلسطینی مسئلہ سے نظر نہیں ہٹائی۔ جب معاملہ اقوام متحدہ میں زیر بحث تھا تو انہوں نے نائیجیریا کے قادیانی مبلغ حکیم فضل رحمٰن کو

ہدایت کی کہ وہ فوری طور پر فلسطین جائے۔ ولی اللہ شاہ کو مشرق وسطیٰ اور جلال الدین قمر کو مشرقی افریقہ بھجوایا کہ وہ انہیں معاونت فراہم کریں۔ حکیم فضل رحمٰن **31** اکتوبر **1947**ء کو بیروت پہنچا۔ فلسطین میں قادیانی مبلغ شیخ نور احمد لکھتا ہے:

❑ ’’حکیم صاحب یکدم بیروت پہنچے اور مجھے ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ میں وزیر اعظم لبنان جمیل بیک کے عم زاد سے ملنے لبنان گیا ہوا تھا۔ لبنان سے واپسی پر میں حکیم صاحب سے ملا۔ چونکہ انہیں پاکستان پہنچنا تھا۔ اس لیے وہ جلد از جلد فلسطین جانا چاہتے تھے۔ تاہم وہ **4** نومبر کو فلسطین چلے گئے۔ جماعت کبابیر نے انہیں خوش آمدید کہا۔ حکیم صاحب نے یروشلم، ناصرۃ اور عکہ کے شہروں کا دورہ کیا۔ وہ عرب لیگ کمیٹی کے ممبران سے ملنا چاہتے تھے مگر وقت کی کمی کی وجہ سے ان سے نہ مل سکے۔ وہ دس دن فلسطین میں رہے اور پھر دمشق چلے گئے‘‘۔ (روزنامہ الفضل لاہور **12** نومبر **1947**ء)

نور احمد مزید بیان کرتا ہے کہ وہ ایک بہت ہی اہم کام کے سلسلے میں بیروت گیا۔ دمشق سے اس کی غیر حاضری کے دوران حکیم صاحب نے فوجی افسران کے علاوہ کئی بیرسٹروں اور وکلاء سے ملاقاتیں کیں۔ **22** نومبر **1947**ء کو حکیم صاحب کراچی کے لیے روانہ ہو گئے۔ (روزنامہ الفضل لاہور۔ **12** نومبر **1947**ء)

اقوام متحدہ میں فلسطین کا مسئلہ زیر بحث تھا اور فلسطین میں عرب مظلوموں کا قتل عام جاری تھا۔ لاہور میں مرزا محمود احمد اپنی مجلس علم و عرفان (**28** اکتوبر **1947**ء) میں مرزا غلام احمد کے اس الہام کی تفسیر میں جو فلسطین میں قادیانی مسجد محمود کے محراب پر کندہ ہے...... **یدعون لک ابدال**...... شام کے ابدال تیرے لیے دعا کرتے ہیں۔ بڑے درد بھرے انداز میں اپنے مریدوں کو بتا رہے تھے کہ اس الہام کی رو سے جماعت احمدیہ کے ایک حصہ کو شام جانا پڑے گا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے الہام اور مرزا محمود کی تفسیر کے تحت قادیانی کسی وقت جبکہ پاکستان میں حالات سازگار نہ رہیں، اسرائیل چلے جائیں گے۔

الفضل لاہور لکھتا ہے:

❑ ’’حضور (مرزا محمود) نے حضرت مسیح موعود کے الہام **یدعون لک ابدال**

شام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ایک دوست نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ حضرت مسیح موعود کے ابتلاؤں والے الہامات کے ساتھ اس الہام کا بھی ذکر ہے۔حضور نے فرمایا: یہ الہام پہلے ہی میرے مدنظر ہے۔ یہاں (پاکستان) کے حالات مخدوش ہیں۔ممکن ہے کسی وقت ہم میں سے ایک حصہ کوشام جانا ہی پڑے۔اس الہام کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ ابدال شام ہمارے لیے خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔دوسرا یہ بھی مفہوم ہوسکتا ہے کہ ابدال شام ہمیں بلاتے ہیں''۔(روزنامہ الفضل لاہور 30 اکتوبر 1947ء)

سر ظفر اللہ نے اقوام متحدہ میں پاکستان کے مسئلہ فلسطین پر موقف کی مطابقت میں منصوبہ تقسیم کی مخالفت کی۔یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ قائداعظم نے ہمیشہ خصوصاً 1937ء سے 1948ء تک فلسطین کے مسئلہ پر ملکی کانفرنسوں انٹرویو، اخباری بیانات کے ذریعے اور مسلم لیگ کے سالانہ اجلاسوں، کونسلوں اور مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں قراردادوں کے ذریعے حمایت کی۔پاکستان کا نقطہ نظر بڑا واضح تھا۔

(قائداعظم اور عالم اسلام از عتیق ظفر شیخ اور محمد ریاض ملک۔صفحات 125،150)

یہ ایک حیران کن امر ہے کہ جب اقوام متحدہ میں منصوبہ تقسیم پر بحث جاری تھی، ظفر اللہ قادیانی نے اس میں ترامیم پیش کرنی شروع کر دیں۔اس کا کہنا تھا کہ انہوں نے سیکنڈے نیوین ممالک کے نمائندوں کے ایماء پر ایسا کیا تا کہ تقسیم کے منصوبہ کو لنگڑا لولا کر دیا جائے۔سر ظفر اللہ کہتے ہیں کہ انہوں نے محض اراکین کمیٹی کا ردعمل معلوم کرنے کے لیے ترمیم کی تجویز پیش کی تھی۔ جو ترامیم ہم سب نے پیش کیں، ان کو رائے شماری کے بعد فوراً قبول کر لیا گیا۔فلسطینی وفد کے سربراہ سید جمال الحسینی نے بڑی عجلت میں اس سے رابطہ کر کے اس سے پوچھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ظفر اللہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ان کے سامنے حقیقت حال واضح کی اور ڈنمارک کے نمائندے کی چال سے مطلع کیا۔(تحدیث نعمت از ظفر اللہ خاں صفحہ 522) جمال الحسینی نے حد درجہ حیرانگی سے پوچھا کہ اگر اس کی مجوزہ تمام ترامیم منظور ہو جائیں تو کیا تم بھی منصوبہ تقسیم کی حمایت میں رائے دو گے؟

ظفر اللہ: ہرگز نہیں ہم پھر بھی پرزور مخالفت کریں گے لیکن اتنا تو ہوگا کہ تقسیم کے منصوبے کمزور

ہو جائیں گے۔ اگر منصوبہ منظور ہو بھی گیا تو اتنا برا نہیں ہو گا جتنا اس وقت ہے۔

جمال الحسینی: ہمارے لیے تو بڑی مشکل ہو گی۔

ظفر اللہ: آپ عرب ریاستوں کے نمائندوں کو کہہ دیں کہ بے شک ترمیم کے حق میں رائے نہ دیں غیر جانبدار رہیں۔

جمال الحسینی: مشکل تو پھر بھی حل نہیں ہوئی۔

ظفر اللہ: کیا مشکل ہے؟

جمال الحسینی: مشکل یہ ہے کہ اگر تقسیم ہمارے حقوق کو واضح طور پر غصب کرنے والی نہ ہو تو ہمارے لوگ اس کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے اور ہمیں سخت نقصان پہنچے گا۔ تم مہربانی کر کے اور کوئی ترمیم پیش نہ کرو۔

ظفر اللہ: میں خاموش ہو گیا۔

ظفر اللہ کی اصل نیت کیا تھی؟ کیا وہ ایک متحدہ فلسطین کے لیے ایک وحدانی طرز حکومت کے بجائے ایک ترمیمی منصوبہ تقسیم کی حمایت کر کے مسئلہ فلسطین کو تباہ کرنے کے درپے تھا؟ مسئلہ فلسطین پر پاکستانی موقف کو اس نے کس حد تک اجاگر کیا؟ یہ سوال ایک مناسب جواب کا متقاضی ہے۔

ظفر اللہ نے اپنی تقریر میں یورپ میں یہودیوں کی کسمپرسی پر ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔ اس نے یہ وکالت کی کہ ان کے مسئلے کا درست حل یہ تھا کہ جن ملکوں میں وہ بستے تھے، ان میں ان کا دوبارہ انجذاب ہو جائے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو انہیں نئے وسیع ممالک میں بسنے کے مواقع مہیا کیے جائیں جو چھوٹے سے فلسطین کے بجائے بہت زیادہ رقبہ اور وسائل کے حامل ہیں۔ (کے سرور۔ صفحہ **170**)

منصوبہ تقسیم کے حامی اس منصوبہ کی کامیابی کو ہر قیمت پر دیکھنا چاہتے تھے۔ **26** نومبر **1947**ء کو ہونے والے اجلاس عام میں رائے شماری ہونا تھی۔ مگر ظفر اللہ کے مطابق اگر اس دن اسے رائے شماری کے لیے پیش کر دیا جاتا تو تقسیم کے منصوبہ کی کامیابی ممکن نہ تھی۔ مگر اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے کہا کہ (**28** نومبر کو) یوم تشکر پر اقوام متحدہ

کا عملہ کام نہیں کرے گا۔ (دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے دن کو یوم تشکر کے طور پر منایا جاتا ہے) لہٰذا معاملے کو موخر کر دیا جائے۔ جب التواء کے بعد معاملہ اصل رائے شماری کے لیے پیش ہوا تو کچھ ریاستوں نے جن کے نمائندے تجویز تقسیم کے مخالف تھے، امریکہ کے دباؤ کے باعث اس کے حق میں ہو گئے اور 29 نومبر کو جنرل اسمبلی نے تقسیم کی قرارداد کی منظوری دے دی۔ منصوبہ تقسیم کے لیے مطلوبہ دو تہائی اکثریت حاصل کر لی گئی جسے امریکہ اور سوویت یونین دونوں کی حمایت حاصل تھی۔ (ایضاً۔ مزید دیکھئے۔ تاریخ احمدیت۔ جلد 12 صفحہ 267) سر ظفر اللہ اس بات کا قائل ہے کہ یہ تمام تبدیلیاں صدر ٹرومین کی ذاتی مداخلت پر وقوع پذیر ہوئیں۔ (برق۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی۔ لندن 1973ء صفحہ 138) اظہار تشکر کے وقفے کے دوران جب امریکہ منصوبہ تقسیم کی کامیابی کے لیے مطلوبہ اکثریت کے حصول کی خاطر وقت لے رہا تھا تو ایک نامہ نگار نے ظفر اللہ سے سوال کیا۔ ''عربوں اور یہودیوں کے مابین کامیاب گفت وشنید کی بنیاد کیا ہو سکتی ہے؟'' اس نے جواب دیا۔ ''اگر دونوں مجھے ثالث تسلیم کر لیں۔ اس معاملے کو صحیح طریق پر حل کر سکتا ہوں''۔ (روزنامہ الفضل لاہور 30 نومبر 1947ء) یہ واضح نہیں ہو سکا کہ کیوں اور کس حیثیت میں اس نے ثالثی کے لیے اپنی خدمات پیش کیں اور فلسطین کے مسئلے پر پاکستان کے واضح موقف سے اس کی کتنی مطابقت ہے؟

اسرائیل کی تخلیق پر قادیانی ردعمل کیا تھا۔ الفضل لاہور نے یہودی ریاست کی تخلیق اور تقسیم کی غیر منصفانہ قرارداد پر ایک چھوٹا سا کالم لکھا۔ اسے عربوں کے لیے ایک عظیم شکست قرار دیا گیا۔ (روزنامہ الفضل لاہور 3 دسمبر 1947ء) قادیانی اخبار نے تقسیم فلسطین کی نہ تو کبھی مذمت کی نہ ہی کسی بھی طریقے سے سامراجی وصیہونی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ اس کے برعکس مرزا محمود نے ''قیام اسرائیل'' کو اس پیش گوئی کا مصداق قرار دیا جو پہلے سے قرآن، احادیث اور انجیل مقدس میں موجود تھی۔ (روزنامہ الفضل لاہور۔ 11 دسمبر 1947ء) قادیانی اکابر اس بات پر بھی زور دیتے رہے کہ مرزا محمود نے ایک خواب میں یہ سب دیکھا ہے جو اقوام متحدہ میں ہوا۔ انہوں نے ''ترمیم شدہ معاہدے'' کی پہلے

سے پیش گوئی کر دی تھی اور واضح طور پر یہودی ریاست کے لیے سوویت حمایت کو ثابت کر دیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا کہ اسرائیل کی تخلیق کے بعد ان کی اس پیش گوئی کی شاندار تکمیل ہوئی ہے۔(روزنامہ الفضل لاہور 12 دسمبر 1947ء)

پاکستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے اقوام متحدہ میں ظفر اللہ قادیانی کے لیے لازمی تھا کہ وہ مسئلہ فلسطین پر پاکستانی موقف کو پیش کرے۔ .... دراصل ظفر اللہ پاکستان کا مندوب تھا، قادیان کا ترجمان نہیں تھا مگر یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جب کبھی ''یہودی عزائم'' کی حمایت میں قادیانی کردار کو بے نقاب کیا جاتا ہے تو وہ پاکستانی پریس کے تبصروں کا حوالہ دیتے ہیں۔ یہ تبصرے ظفر اللہ کی اقوام متحدہ میں تقریر پر کیے گئے تھے۔ اس طرح وہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ مسئلہ فلسطین پر پاکستان اور قادیانیوں کا موقف ایک ہی تھا۔ یہ سب کچھ محض اصل حقائق کو چھپانے کے مترادف ہے۔اصل حقیقت یہ ہے کہ اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کے بعد ظفر اللہ نے پاکستان کے موقف کو عرب ممالک کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اسے قادیانیت کی ترویج کے لیے استعمال کیا۔اقوام متحدہ سے واپسی پر وہ دانستہ شام میں قادیانی جماعت کے پاس کچھ وقت گزارنے کے لیے ٹھہرا۔ (ظفر اللہ کہتا ہے کہ مسٹر فارس خوری جو کہ اقوام متحدہ میں شام کے مندوب تھے، انہوں نے واپسی پر دمشق رکنے کے لیے کہا تھا تا کہ وہ 6 عرب ممالک کے وزرائے خارجہ، اقوام متحدہ کے اراکین کو وہ سب کچھ بتا سکے جو پس پردہ مسئلہ فلسطین پر طے پا چکا تھا۔(سرونٹ آف گاڈ۔صفحہ 144) دمشق کے ہوائی اڈے پر شامی زعماء کے علاوہ قادیانی مبلغ نور احمد منیر اور دیگر افراد اس کے استقبال کے لیے موجود تھے۔

سر ظفر اللہ نے اس موقع پر قادیانی جماعت کے وقار کو بلند کرنے کے لیے ان سے بے تکلفانہ گفتگو کی اور شامی اکابر کے مقابلے میں قادیانیوں سے زیادہ گرم جوشی سے ملا۔شامی وزراء چونکے اور متحیر ہو گئے۔ ہوائی اڈے پر اس کا پاکستانی نمائندے کی حیثیت سے استقبال کرنے والوں میں شامی صدر السید شکری القوتلی کے ذاتی نمائندے سید سہیل العثی، شامی وزراء کی طرف سے استاذ عارف حمزہ، السید غالب میوزوبیک جنرل

سپرنٹنڈنٹ پولیس، عرب لیگ کی طرف سے استاذ معین بک الماضی اورعزت بک دروزہ شامل تھے۔ سرظفر اللہ نے ہوائی اڈے پر اتر کر شامی راہنماؤں اور استقبال کرنے والوں سے سرسری مصافحہ کیا اور قادیانی جماعت سے بڑی گرم جوشی سے ملا اور بھرپور بے تکلفی اور اپنائیت کا اظہار کیا۔ مصافحے اور معانقے کیے۔

قادیانی مبلغ نور احمد اپنی رپورٹ میں تحریر کرتا ہے:

❑ ''اس موقع پر عرب لیگ کے نمائندے نے پولیس افسر سے کہا۔''**من هولا**'' یہ کون لوگ ہیں۔ مگر ان کو یہ علم نہ تھا کہ مکرم چوہدری صاحب ہماری خواہش کے مطابق یہاں تشریف لا رہے ہیں اور آپ کی آمد ہمارے لیے سرور کا موجب ہے اور انہی جذبات و احساسات کے پیش نظر ہر چھوٹا بڑا جماعت کا دوست آپ سے معانقہ کر رہا تھا اور اس نظارہ نے تمام حاضرین کو حیران کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ مکرم چوہدری صاحب ایک اجنبی کی حیثیت سے یہاں تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ دمشقی اخبارات نے یہاں اس موقع پر یہ ذکر کیا کہ آپ کا سرکاری طور پر استقبال کیا گیا، وہاں جماعت کے استقبال کا بھی نمایاں طور پر ذکر کیا گیا اور اہالیان دمشق کو جماعت کے علمی اور سیاسی مقام کا علم ہوا''۔

فخامتہ الرئیس شکری القوتلی (شام کے صدر۔ مؤلف) نے کہا کہ انہیں (سر ظفر اللہ کو) دعوت دی کہ مورخہ 13.12.1947 کو دوپہر کا کھانا تناول فرمائیں اور ساتھ ہی عاجز کو بھی کہا۔ نیز آپ حکومت کے مہمان ہیں اور آپ کے لیے ہوٹل میں کمرہ کا خاص انتظام کیا گیا ہے۔ مکرم چوہدری صاحب نے اس عاجز (قادیانی مبلغ نور احمد......مؤلف) کو کہا کہ میری طرف سے پریذیڈنٹ کو ان الفاظ میں عرض کر دیں۔

''میری درخواست ہے کہ مجھے اپنے احمدی بھائیوں کے پاس قیام کی اجازت دی جائے مگر آپ کی خواہش کے احترام میں آج کی رات ہوٹل میں گزاروں گا''۔

عاجز (قادیانی مبلغ......مؤلف) نے اس فقرے کا معنوی ترجمہ کر دیا۔ اس پر السید شکری القوتلی نے بڑی حیرانی اور تعجب سے دریافت کیا کہ کن کے پاس آپ کا قیام ہوگا؟ اس پر عاجز نے ان کو تفصیل سے بتایا کہ ہم نے چوہدری صاحب کا انتظام کیا ہوا ہے؟

''پریذیڈنٹ کے دفتر سے فارغ ہونے کے بعد ہم دمشق کے بڑے خوبصورت ہوٹل اورینٹل پیلس میں آ گئے جہاں مکرم چوہدری صاحب کے لیے حکومت کی طرف سے انتظام کیا گیا تھا۔شام کے کھانے پر پریذیڈنٹ کے خاص نمائندے نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا۔کھانے کے بعد آپ جماعت کے دوستوں سے گفتگو کرتے رہے اور جو دوست نہ آ سکے،ان کی خیر و عافیت کے متعلق بھی دریافت کرتے رہے۔دوسرے دن صبح ساڑھے نو بجے پروگرام کے مطابق آپ مکرم الحاج بدرالدین الحصنی (قادیانی) کے مکان پر تشریف لے آئے''۔(روزنامہ الفضل لاہور **21** دسمبر **1947**ء)

لبنان میں ظفر اللہ قادیانی، مفتی اعظم فلسطین سے ملا اور وہاں اعلیٰ حکام کے ساتھ مسئلہ فلسطین پر تبادلہ خیال کیا۔وزیر اعظم لبنان جمیل بیک **(Jamil Bek)** کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا جس میں چند دیگر قادیانی بھی موجود تھے۔صدر کے ساتھ ملاقات کے دوران چند اہم سیاسی مسائل زیر غور آئے۔ بیروت میں لبنانی پارلیمان کے صدر شیخ محمد جسار کی بیوہ ام جازم سیاسی سرگرمیوں میں مشغول تھی۔اس نے اور اس کے شوہر نے سیاسی وجوہات کی بناء پر قادیانیت قبول کر لی تھی۔ظفر اللہ نے واپسی پر مرزا محمود کو تجویز پیش کی کہ عرب ریاستوں میں نئے مشن قائم کیے جائیں تاکہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچے۔ چنانچہ آنے والے سالوں میں اپنے منصوبے کی تکمیل کے لیے انہوں نے مشرق وسطیٰ میں اپنے مبلغین روانہ کیے۔

صہیونی ریاست اسرائیل کے قیام کے فوراً بعد فلسطین کے باشندوں نے صہیونیوں کے خلاف مکمل اعلان جنگ کر دیا۔فلسطین کے عربوں کی حمایت میں شام، لبنان، اردن اور مصر کے عرب ممالک کھل کر میدان میں آ گئے۔سعودی عرب اور یمن نے جنگ میں اپنی شمولیت کا اعلان عرب ممالک کی حمایت کر کے کیا۔عرب ریاستوں کے بہت سے علاقوں کو مسلح تصادم کے بعد اسرائیلی ریاست میں شامل کر دیا گیا۔**29** نومبر **1947**ء کا اقوام متحدہ کا ایک عرب ریاست کے قیام کا فیصلہ نامکمل ہو کر رہ گیا۔اسرائیل نے فلسطین کا تقریباً **4/5** حصہ زبردستی قابو کر لیا۔چوہدری محمد شریف نے اسرائیل کی اس جارحیت کو ''فتوحات'' کا نام دیا۔

صہیونی تنظیموں نے عرب دیہاتوں کی تباہی اور وحشیانہ قتل و غارت گری کر کے بدلہ لیا۔ بچوں اور ضعیفوں کو بے رحمانہ طریقے سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ یہودی دہشت پسند تنظیموں نے پورے گاؤں دیر یاسین کی آبادی کو بے رحم طریقے سے قتل کر دیا۔ نہتے فلسطینی انتہائی دہشت اور ناامیدی کے عالم میں اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہی ایام میں احمدی مبلغوں کو فلسطینی پناہ گزینوں کی زبوں حالی سے فائدہ اٹھانے کا زبردست موقع مل گیا۔ وہ پناہ گزینوں کی بستیوں کا دورہ کرتے اور انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دیتے۔ وہ ساتھ ساتھ صہیونیوں کے لیے جاسوسی کرتے اور انہیں فلسطینیوں کی مزاحمتی کارروائیوں سے آگاہ کرتے۔

اگست تا اکتوبر 1948ء کے دوران کی اسرائیل سے پاکستان کو بھجوائی گئی اطلاع میں رشید احمد چغتائی کہتا ہے:

- ''فلسطین کے شہر صور اپنے حیفا کے احمدی بھائیوں تک پہنچنے کے سلسلے میں گیا جہاں فلسطینی پناہ گزینوں میں تبلیغ کی۔ احمدی بھائیوں کی خواہش پر دو یوم یہاں قیام کیا۔ تبلیغ کے علاوہ ان کی تربیت کے لیے بھی وقت صرف کیا۔ یہاں انتیس آدمیوں کو تبلیغ کی۔ ایک شخص سے خاص طور پر تبادلہ خیالات دو روز تک چار سے چھ گھنٹے تک ہوتا رہا۔ انہیں بعض کتب بھی مطالعہ کے لیے دی گئیں۔ (روزنامہ الفضل قادیان۔ لاہور 12 مارچ 1949ء)

قادیانیوں نے خیموں اور کھلے آسمان تلے رہنے والے بے بس پناہ گزینوں کی کسمپرسی کو پس پشت ڈالتے ہوئے یہ شرمناک حرکات جاری رکھیں۔ چوہدری شریف نے اسرائیل سے پاکستان میں 15 اگست 1948ء سے لے کر جون 1949ء تک کے عرصے کی رپورٹ ارسال کی۔ وہ لکھتا ہے:

- ''ہماری آنکھوں کے سامنے شہر گر گئے، آبادیاں ویران ہو گئیں۔ ان ایام میں جب چاروں طرف گولیاں برستی تھیں اور ہر رات معلوم ہوتا تھا کہ صبح ہم پر طلوع ہو گی یا نہیں۔ دعوت احمدیت کا کام باوجود محصور ہونے کے جاری رکھا''۔

(تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 121 از دوست محمد شاہد)

16 مئی 1948ء کو فلسطین سے برطانوی فوجوں کے انخلاء کے وقت مرزا محمود نے مسئلہ فلسطین پر اردو میں ایک پمفلٹ لکھا۔ مشرق وسطیٰ میں اس کی وسیع پیمانے پر تشہیر کے لیے اس کا عربی ترجمہ عراق سے شائع کرایا گیا۔ یہ پمفلٹ نہ تو اسرائیل کی مذمت میں ہے اور نہ ہی عربوں کے خلاف وحشیانہ پالیسیوں سے متعلق ہے۔ ایک فیصد جائیداد کے جمع کرانے کی تجویز نہ صرف ناقابل عمل ہے بلکہ مضحکہ خیز بھی۔ تقسیم ہند کے وقت مسلمان مہاجرین کے پاس نہ تو کوئی جائیدادیں تھیں، نہ ہی کوئی سر چھپانے کی جگہ۔ قادیانی خلیفہ اسرائیلی جارحیت کی مذمت کیے بغیر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ وہ عربوں کے مفاد میں آواز اٹھا رہے ہیں۔ ان کا ایک مقصد مستقبل میں استعماری اڈے قائم کرنے کے لیے عرب ممالک میں قدم جمانا تھا۔ احمدی اپنے آپ کو ہمیشہ ''متقی'' اور ''منتخب'' افراد شمار کرتے تھے جو کہ آخر کار اسرائیل میں آباد ہوں گے۔ (روزنامہ الفضل قادیان۔ 7 نومبر 1921ء)
مسیح موعود کی پیش گوئیوں پر پکا ایمان رکھنے والے قادیانیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی وحی ''میں نے اسرائیل کو ضرر سے بچالیا''۔ ''فرعون اور ہامان، دونوں کی فوجیں غلط راستے پر ہیں''، عربوں کے لیے مفید راستہ، اپنے وطن سے سفر پر نکل پڑے۔'' کا تعلق ''فلسطین میں یہودیوں کی بحالی'' سے جوڑ دیا۔ ''ریویو آف ریلیجنز ربوہ'' وضاحت کرتا ہے۔

- ''اس پیش گوئی کا مصداق بڑے واضح انداز سے تکمیل پذیر ہو چکا ہے۔ جنگ عظیم (1914ء) ابھی ختم نہیں ہوئی تھی جب مسٹر بالفور نے جنگ کے نتیجے کے طور پر یہ اعلان کیا کہ اسرائیل کے لوگ جو کہ ''بے وطن'' ہیں، ان کے آبائی وطن ''فلسطین'' میں بسایا جائے گا۔ اتحادی قوتوں نے اسرائیلی لوگوں سے وعدہ کیا کہ ماضی میں ان کے ساتھ ہونے والی بے انصافیوں کا ازالہ کیا جائے گا۔ ان اعلانات کی مطابقت میں فلسطین کو ترکی سے لے کر اسے یہودیوں کا وطن قرار دیا گیا۔ فلسطین کی انتظامی شکل اس طرح تبدیل کی گئی کہ اسے یہودیوں کا وطن بنانے میں آسانی رہے۔ یہودیوں کا قدیم مطالبہ کہ ''ان کی قومی یکجہتی کو مضبوط کرنے والے حالات پیدا کیے جائیں'' پورا کر دیا گیا''۔

قادیانی رسالہ مزید لکھتا ہے:

- ’’مسیح موعود کی وحی یہ بھی کہتی ہے۔’’میں بنی اسرائیل کو آسائش دوں گا‘‘۔اس چیز نے بھی یہودیوں کی حالت میں عظیم تبدیلی کر دی۔اس نے یہودیوں کے آزاد وطن کے لیے اقوام عالم کی اب تک کی مخالفت کے خاتمہ کا بھی عندیہ دے دیا‘‘۔

(ریویو آف **ریلیجنز**۔ربوہ۔نومبر **1976**ء)

احمدیہ جماعت کے تیسرے سربراہ مرزا ناصر احمد **1980**ء میں یورپی دورے پر تھے۔ پکاڈلی ہوٹل **(Piccadilly Hotel)** لندن کے کیفے رائل میں ایک پریس کانفرنس کے دوران ایک سوال کے جواب میں کہ آیا:

- ’’وہ اسرائیل کو تسلیم کرتے ہیں‘‘؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ’’میں تاریخ کی اس حقیقت کہ اسرائیل قائم ہے، کو قبول کرنے سے انکار نہیں کرتا‘‘۔

(ریویو آف **ریلیجنز**۔لندن۔فروری **1984**ء صفحہ **40**)

اوران کی وفات کے بعد ربوہ کی’’گدی‘‘ پر مرزا طاہر احمد بیٹھے۔انہوں نے کمال ہوشیاری سے اس مسئلے پر اپنے نکتہ نظر کا اظہار کیا۔اس موضوع پر ان کا کتابچہ’’ربوہ سے تل ابیب تک‘‘ خاصی دلچسپی کا حامل ہے۔

خلیجی جنگ (**1991**ء) کے دوران انہوں نے کئی چونکا دینے والے خطابات کے علاوہ مشرق وسطیٰ کے سیاسی ابتلاء میں بڑی طاقتوں کے کردار کا تجزیہ بھی کیا۔انہوں نے اسرائیل کے ماضی میں یورپی اقوام کے ساتھ قریبی تعلقات کا بطور خاص ذکر کیا۔(خلیج کا بحران۔مرزا طاہر کے خطابات۔ **1991**ء) یہ ایک احمدیہ مخالف پروپیگنڈا مہم کو تحلیل کرنے کے لیے کوشش ناتمام تھی یا بے وقت کی راگنی کے سوا کچھ نہ تھا۔انہیں ہمیشہ یہودی لابی اور مغربی ممالک کی متواتر حمایت وتائید حاصل رہی۔ان کے خطابات سے یہ حقیقت چھپ نہ سکی کہ احمدیت کے یہود سے رابطے ہیں اور مغربی دنیا ان کی پشت پناہ ہے۔

ظفر اللہ کو یہ یقین تھا کہ اسرائیل کی صہیونی ریاست ایک حقیقت ہے اور یہ وجود میں آ چکی ہے، چاہے ہم اس کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ پاکستان ٹائمز میں ایک دلچسپ خط شائع ہوا۔(کراچی میں ایک سوال کے جواب میں پاکستان کے وزیر خارجہ محمد ظفر اللہ خاں

نے کہا کہ ایک حقیقت پسند کے طور پر اسے یہ بات ماننا پڑے گی، چاہے کسی کا اس مسئلے پر کوئی نکتہ نظر ہو کہ حقیقت میں اسرائیل کی ریاست وجود میں آ چکی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظفر اللہ ''تسلیم شدہ حقیقت کو جانتا ہے۔ وزیر موصوف کی اس منطق سے عیاں ہے کہ اگر مسلمانوں سے کوئی علاقہ زبردستی چھین لیا جائے تو اس پر خاموش ہو جانا چاہیے۔ پاکستان ٹائمز، 30 جون 1949ء سید غلام سرور (گجرات) کا خط)

اقوام متحدہ کے ایوانوں میں اسرائیلی مندوبین کے ساتھ ظفر اللہ کو مختلف سیاسی مسائل پر بحث کا موقع ملا۔ ہندوستان کے صہیونی بمبئی سے ایک ماہنامہ رسالہ ''ہندوستان اور اسرائیل'' نکالتے تھے۔ اس کا مدیر ''ایف ڈبلیو پولاک (F.W.Pollack)'' اور نائب مدیر ایچ ای شیبلم (H.E.Schablim) تھے۔ پولاک مہاتما گاندھی کا قریبی دوست تھا۔ وہ ہندوستان اور جنوب مشرقی ایشیا کے لیے اسرائیل کا ٹریڈ کمشنر بھی تھا۔ اس اخبار کا مقصد ہندوستان اور اسرائیل کے مابین دوستانہ تعلقات کو فروغ دینا تھا۔ اس نے ظفر اللہ کا اے ابان (A.Aban) کے ساتھ فوٹو شائع کیا جو کہ اقوام متحدہ میں اسرائیل کا مستقل مندوب تھا۔ ظفر اللہ کو اس میں دوستانہ ماحول میں بات چیت کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا، ان تصاویر کے نیچے اخبار نے مندرجہ ذیل سطور چھاپیں۔

- ''اگرچہ پاکستان اور اسرائیل کے درمیان ابھی تک سفارتی تعلقات قائم نہیں ہوئے ہیں لیکن اقوام متحدہ نے دونوں ممالک کے سفارتکاروں کو ایک خیر سگالی پلیٹ فارم فراہم کیا ہے جس پر یہ دونوں ممالک پر اثر انداز میں ایشیائی مسائل پر تبادلہ خیال کر سکتے ہیں''۔ (ہندوستان اور اسرائیل، بمبئی جون 1958ء)

مشرق وسطیٰ کے بارے میں مرتب شدہ نئی حکمت عملی کی روشنی میں مرزا محمود نے جلال الدین قمر کو پاکستان سے اسرائیل بھیجا تا کہ وہ وہاں جا کر اپنے عہدہ کی ذمہ داریاں سنبھالے۔ چوہدری محمد شریف جو کہ 1938ء سے اسرائیل میں تھا، پاکستان کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس سے قبل 1951ء میں شیخ نور احمد اور رشید چغتائی اپنے مکروہ منصوبوں پر کام کرنے کے بعد اسرائیل سے پاکستان واپس آ چکے تھے۔ یہ تمام کے تمام مبلغ ربوہ میں

رہتے تھے۔ جلال الدین قمر جب اسرائیل میں تھا تو اس کا کنبہ ربوہ ہی میں قیام پذیر تھا۔
(ابو مدثرہ، ص 203)

جب چوہدری محمد شریف پاکستان کے لیے روانہ ہونے لگا تو اسرائیلی وزیر اعظم بن زیوی (Benzevi) نے اسے ایک خصوصی پیغام بھجوایا کہ وہ پاکستان روانگی سے قبل اس سے مل کر جائے۔ اس کا احمدی مبلغ سے ملنے کا اشتیاق اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ صہیونیوں اور قادیانیوں کے درمیان قریبی تعلقات اور کس قدر خفیہ مفاہمت پائی جاتی تھی۔ 28 نومبر 1955ء کو شریف اسرائیلی وزیر اعظم سے ملا۔ جمعے کے ایک خطبے میں مرزا محمود نے اپنی جماعت کو بڑے فخریہ انداز میں بتایا کہ اسرائیلی وزیر اعظم قادیانی مبلغ سے ملنے کا بڑا شائق تھا۔ (تاریخ احمدیت جلد 5 ص 507 از دوست محمد شاہد)

چوہدری شریف کی اسرائیل سے پاکستان آمد کے بعد الفرقان ربوہ نے "فلسطین میں تبلیغ اسلام" کے عنوان سے خصوصی ایڈیشن شائع کیا۔ اس کا مدیر اللہ دتہ لکھتا ہے۔

- "محمد شریف فلسطین مشن کے انچارج ہوئے۔ آپ نے 1938ء سے لے کر 1955ء تک اس مشن میں فریضہ تبلیغ انجام دیا۔ ابھی حال میں واپس آئے ہیں۔ آپ مع اہل و عیال واپس آئے ہیں اور ان کی جگہ اس مشن کے انچارج مولانا جلال الدین قمر مقرر ہیں۔ (الفرقان ربوہ فروری 1956ء)

مسلح صہیونی تنظیمیں اپنی "ارض موعود" میں عیسائی مبلغین کی سرگرمیوں پر ہمیشہ سخت ردعمل ظاہر کرتی تھیں۔ اپنی نظریاتی ریاست میں وہ "مسیح کے پیغام" کی اشاعت کو کبھی برداشت نہیں کرتی تھیں۔ اسرائیل میں عیسائیوں کے تبلیغی کاموں پر تنازعہ رہا، مسلح یہودی مذہبی گروہوں نے ان کو برداشت نہ کیا اور کئی بار بدمزگی پیدا کی۔ اسرائیل میں عیسائی مرکز کی اطلاع میں یہ کہا گیا ہے کہ:

"تبلیغی مراکز پر حملے کیے گئے اور کتابوں کی دکانوں پر حملہ کر کے "عہد نامہ جدید" کے نسخوں کو آگ لگانے کی کوشش کی گئیں"۔ (مارننگ نیوز، کراچی 26 ستمبر 1973ء)

مگر قادیانی مشن کے ساتھ اسرائیل میں کبھی ایسا سلوک نہ ہوا، حالانکہ وہ

اسرائیل میں ''اسلام'' کی تبلیغ کے دعویدار تھے۔ احمدیوں اور اسرائیل کے یہودیوں کے مابین تعلقات ہمیشہ خوشگوار اور برادرانہ رہے۔

مرزا مبارک احمد قادیانی کی کتاب Our Foreign Missions سے حاصل کیے گئے اس اقتباس سے اسرائیلی قادیانی یگانگت کی ایک جھلک ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ مرزا مبارک احمد، مرزا غلام احمد قادیانی کا پوتا ہے۔

❑ ''احمدیہ مشن اسرائیل میں حیفا (ماؤنٹ کرمل) کے مقام پر واقع ہے اور وہاں ہماری ایک مسجد، ایک مشن ہاؤس، ایک لائبریری، ایک بکڈ پو اور ایک سکول موجود ہے۔ ہمارے مشن کی طرف سے ''البشریٰ'' کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ جاری ہے جو تیس مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بہت سی تحریریں اس مشن نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔ فلسطین کے تقسیم ہونے سے یہ مشن کافی متاثر ہوا۔ چند مسلمان جو اس وقت اسرائیل میں موجود ہیں، ہمارا مشن ان کی ہر ممکن خدمت کر رہا ہے اور مشن کی موجودگی سے ان کے حوصلے بلند ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ہمارے مشنری کے لوگ حیفا کے میئر سے ملے اور اُن سے گفت وشنید کی۔ میئر نے وعدہ کیا کہ احمدیہ جماعت کے لیے کبابیر میں حیفا کے قریب وہ ایک سکول بنانے کی اجازت دے دیں گے۔ یہ علاقہ ہماری جماعت کا مرکز اور گڑھ ہے۔ کچھ عرصہ بعد میئر صاحب ہماری مشنری دیکھنے کے لیے تشریف لائے۔ حیفا کے چار معززین بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اُن کا پر وقار استقبال کیا گیا۔ جس میں جماعت کے سرکردہ ممبر اور سکول کے طالب علم بھی موجود تھے۔ اُن کی آمد کے اعزاز میں ایک جلسہ بھی منعقد ہوا، جس میں انہیں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ واپسی سے پہلے میئر صاحب نے اپنے تأثرات مہمانوں کے رجسٹر میں بھی تحریر کیے۔ ہماری جماعت کے مؤثر ہونے کا ثبوت ایک چھوٹے سے مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ 1956ء میں جب ہمارے مبلغ چودھری محمد شریف صاحب ربوہ پاکستان واپس تشریف لا رہے تھے، اُس وقت اسرائیل کے صدر نے ہماری مشنری کو پیغام بھیجا کہ چودھری صاحب روانگی سے پہلے صدر صاحب سے ملیں۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر چودھری صاحب نے ایک قرآن حکیم کا نسخہ جو جرمن زبان میں تھا،

صدر محترم کو پیش کیا جس کو خلوص دل سے قبول کیا گیا۔ چودھری صاحب کا صدر صاحب سے انٹرویو اسرائیل کے ریڈیو پر نشر کیا گیا اور ان کی ملاقات کا احوال اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع کیا گیا۔

(OUR FOREIGN MISSIONS by Mirza Mubarak Ahmad)

جب مرزا محمود اپنی یورپ یاترا سے واپس لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ کئی باثر قادیانی جن میں مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشین اور ''احمدیوں کے نفس ناطقہ'' حکیم نور الدین کے دو بیٹے بھی شامل تھے، ان کی ربوہ میں چیرہ دستیوں اور آمریت کے خلاف مہم چلا رہے تھے۔ اس بات سے مرزا محمود کو بڑی جھنجھلاہٹ اور خفت اٹھانا پڑی کیونکہ حکیم نور الدین کے بیٹوں عبدالمنان عمر اور عبدالوہاب کو قادیانی حلقوں میں ان کی ''علمیت وتقویٰ'' اور ان کی مرزا قادیانی کی خاندانی وذاتی قربت کی وجہ سے بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ (روزنامہ الفضل ربوہ، 5 ستمبر 1956ء) وہ دونوں ان کے برادر نسبتی بھی تھے۔

قادیانی تحریک کی تاریخ کا یہ ایک دلچسپ باب ہے کہ مرزا محمود کے کئی قریبی رفقاء کار نہ صرف ان کے مخالف ہو گئے بلکہ انہوں نے ان کی ذات پر کئی قسم کے سنگین الزامات بھی عائد کیے۔ قادیانی منحرفین نے جو کہ اپنے آپ کو حقیقت پسند کہلواتے تھے۔ ربوہ کے ''علیل اور نیم پاگل خلیفہ'' کی کئی کمزوریوں کا پردہ چاک کیا۔ مرزا محمود پر جو متعدد الزامات عائد کیے گئے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

(1) مرزا محمود نے انجمن احمدیہ کی پونجی اپنے ذاتی استعمال میں خرچ کی اور اشاعت اسلام کے نام پر اکٹھی کی جانے والی رقم کو فضول خرچی میں اڑا دیا۔ (راحت ملک ''دور حاضر کا مذہبی آمر'' البلاغ پریس لاہور 1956ء ص 64)

(2) انہوں نے بے تحاشہ سرمایہ کاریاں کیں۔ پاکستان کے مختلف حصوں میں جائیدادیں خریدیں۔ اپنے رشتہ داروں کے لیے سرکردہ صنعتی اداروں کے حصص خریدے اور اپنے لیے ایک عظیم الشان مالی سلطنت تعمیر کر لی۔ ان کے اور ان کے وسیع خاندان کے مختلف افراد کے پاس غیر ملکی سرمایہ کاری کے زیادہ تر حصص

تھے۔ وہ قانونی طور پر بھی ربوہ میں مقیم اپنی ساری جماعت کی جائیدادوں کے مالک ہیں۔ (مرزا محمود کی مالی بداعتدالیاں ''حقیقت پسند پارٹی'' البلاغ پریس، لاہور ص 8)

(3) مرزا محمود جنسی بے راہ روی میں ملوث تھے اور انہوں نے اخلاقی بے ضابطگی کے کئی جرائم کیے۔ ان کے تنخواہ دار ایجنٹ انہیں نوجوان اور خوبصورت لڑکیاں جنسی تسکین کے لیے مہیا کرتے تھے۔ قادیانی لڑکیوں کی طرف سے متواتر عائد کیے جانے والے الزامات نے انہیں مجرم ثابت کر دیا تھا۔ بعض نے اپنی شناخت ظاہر نہ کی مگر ایک کثیر تعداد نے جوان کے مبینہ جنسی حملوں کا شکار ہو چکی تھی، اپنے مکمل نام اور پتے ظاہر کیے۔ ان لڑکیوں نے قرآن پاک کی قسمیں اٹھا کر انہیں مباہلے کے لیے للکارا کہ اگر وہ ان پر غلط الزام لگا رہی ہوں تو ان پر خدا کا قہر و غضب نازل ہو۔

(تاریخ محمودیت کے چند اہم مگر پوشیدہ اوراق ''حقیقت پسند پارٹی'' گیلانی پریس، لاہور)

لیکن پھر بھی مرزا محمود ایک ''معصوم عن الخطاء'' ہونے کے دعویدار ہو کر اس بات پر مصر تھے کہ وہ کسی کو جوابدہ نہیں۔

(4) یہ کہ مرزا محمود کے آلہ کار خلیفہ کے مخالفین پر حملہ آور ہوتے رہے۔ ان پر حملے کیے گئے۔ بدسلوکی کی گئی اور بعض اوقات تو انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا جیسا کہ فخر الدین ملتانی کے ساتھ ہوا۔ مقاطعہ، جلاوطنی، ذہنی اذیت اور قریبی اقارب کے خلاف افواہیں پھیلا کر ذلیل کرنے کے ہتھکنڈے وغیرہ ان لوگوں پر آزمائے جاتے تاکہ وہ ''محمودی آمریت'' کے آگے گھٹنے ٹیک دیں۔ خواتین کو بدترین ممکنہ طریقوں سے ذلیل کیا جاتا۔ ''خدام احمدیہ'' کے ارکان عورتوں کی تذلیل کرتے اور آگے سے سر اٹھانے والوں کو ان سرکش نوجوانوں کے قاتلانہ حملوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ قادیانی بربریت کے سب سے بڑے شکار (حکیم نور الدین کے بیٹے) عبدالمنان اور عبدالوہاب تھے۔ (قادیانی نقطہ نظر کے لیے دیکھئے، مرزا عبدالحق ''مولوی عبدالمنان کے کیس کی اجمالی تفصیلات'' ربوہ 25 نومبر 1956ء، اس کے علاوہ ''خلافت احمدیہ کے مخالفین کی تحریک'' از دوست محمد شاہد، ربوہ 1956ء)

ملک عزیز الرحمٰن، پروفیسر فیض الرحمان فیضی، راجہ بشیر احمد رازی، چوہدری غلام رسول، چوہدری عبدالحمید (ڈاڈا)، محمد یونس ملتانی، راحت ملک، عبداللطیف، عبدالرب برہم، چوہدری صلاح الدین ناصر، ایم مجید، مرزا حیات تاثیر، یوسف نازاور علی محمد اجمیری کو منافقین اور مردود قرار دے کر جماعت احمدیہ سے خارج کر دیا گیا۔ ان میں سے کئی اپنی مرضی سے ربوہ بھی چھوڑ گئے۔

(حقیقت پسند پارٹی، ربوہ راج کے محمودی منصوبے، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور)

(5) یہ کہ مرزا محمود نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ان کی اہلیت کے بغیر کلیدی آسامیوں پر تعینات کیا۔ ایک دیانتدار شخص اقربا پروری اور ذاتیات میں نہیں الجھتا۔ (راحت ملک، ص 111)

(6) یہ کہ مرزا محمود خفیہ وعیاں طریقوں سے مرزا ناصر احمد کی آمریت کے لیے راہیں ہموار کر رہے تھے۔ (ایضاً، مزید سنگین الزامات کے لیے کتابچہ، ''مرزا محمود ہوش میں آؤ'' ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جسے ربوہ میں خفیہ طور پر تقسیم کیا گیا اور بعد میں حقیقت پسند پارٹی نے اسے چھپوایا۔)

یہ الزام 1965ء میں ان کی وفات کے بعد سچ ثابت ہوا۔ مرزا ناصر جماعت کے سربراہ بنے۔

(7) یہ کہ مرزا محمود ایک خلیفہ اور خدا کی طرف سے مصلح موعود ہونے کے دعویدار ہیں جو کہ مکمل طور پر ایک بے بنیاد دعویٰ ہے۔ وہ یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ ان پر الہام اور وحی آتی ہے۔ چونکہ انہوں نے جھوٹے دعوے کیے ہیں۔ لہٰذا خدائی عذاب ان پر نازل ہوا اور وہ فالج اور دیگر کئی امراض کا شکار ہو گئے۔ (سبط نور ''چند قابل غور حقائق'' لاہور 1961ء) مزید دیکھیے (عبدالرب برہم، ''بلائے دمشق اور خلافت اسلامیہ'' روزنامہ بزنس پریس، لائل پور، [فیصل آباد])

(8) یہ کہ مرزا محمود نے 1953ء کے تحقیقاتی کمیشن کے سامنے عدالت کو دھوکا دیا اور عوامی رائے کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر اپنی اصل نیت اور عقائد کو

چھپایا۔ وہ اپنے وقت کے عظیم موقع پرست تھے۔ (صالح نور ''خلیفہ ربوہ کے دو مذہب'' پرواز پریس، لائل پور [فیصل آباد]، اور ''احمدیت سے محمودیت تک'' حقیقت پسند پارٹی لاہور اور ''احمدیت کا دم واپسیں'' حقیقت پسند پارٹی لاہور)

وہ ابھرتی ہوئی سیاسی قوت سے اتحاد قائم کرنے کا موقع کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

مرزا محمود نے اپنے اختیار کو قائم رکھنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔ ان کے پیروکار منحرفین کے منصوبوں کو آشکارا کرنے کے لیے ان کی جاسوسی کرتے۔ ان نام نہاد شرارتی اور منافق عناصر کی سرگرمیوں پر غم وغصہ کے اظہار کے لیے قادیانی تنظیموں کے ارکان نے درجنوں قراردادیں منظور کیں۔ ان افراد کے بارے میں یہ کہا گیا کہ انہیں احمدیہ جماعت لاہور کی حمایت حاصل تھی۔

(مرزا محمود ''نظام اسلام کی مخالفت'' خطبہ بتاریخ 27 دسمبر 1956ء ضیاء الاسلام پریس، ربوہ)

یہ الزام بھی عائد کیا گیا کہ منحرفین نے مرزا محمود کو قتل کرانے کے لیے ایک سابق قادیانی درویش اللہ رکھا کو تیار کیا ہے۔ اس دعوے میں کوئی صداقت نہیں تھی مگر مرزا محمود نے اس الزام کی رٹ لگائے رکھی۔ شاید وہ اس وقت مبینہ طور پر مالیخولیا میں مبتلا ہو چکے تھے۔ قادیانی جماعتوں نے اللہ رکھا کے خلاف بھی قراردادیں منظور کیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ، 3 تا 29 جولائی 1956ء) مزید دیکھئے (الفرقان، ربوہ یکم ستمبر 1956ء)

قادیانی مبلغوں اور خلافت کے آلہ کاروں نے مرزا محمود کو ایک ایسی خدائی مذہبی شخصیت جو تقریباً نبی رسول کے قریب قریب تھی، تک پہنچا دیا اور حقیقت پسندوں کے خلاف اجلاس منعقد کیے تاکہ داخلی خلفشار کو روکا جاسکے۔ حقیقت پسند پارٹی کا پہلا صدر راجہ رازی تھا جو دفتر احمدیہ میں اہلکار آبادی علی محمد کا بیٹا تھا۔ پارٹی نے قادیانی گروؤں کے اصل کردار اور سچے اسلام کے دعویداروں کی اخلاقی حیثیت کو آشکار کرنے کے لیے بہت سا مواد شائع کیا۔ اصل حقائق اس قدر تلخ ہیں کہ یہاں بیان نہیں کیے جاسکتے۔ تحریک احمدیت کا کوئی بھی سنجیدہ طالب علم قادیانیت کے اس پہلو کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اسے حقائق بیان کرنا ہی ہوں

گے،اگر چہ وہ کتنے ہی تلخ کیوں نہ ہوں اور معتقدین کو کتنے ہی ناگوار کیوں نہ گزریں۔
(مزید دیکھئے ''فتنہ انکارختم نبوت'' ازمرزامحمد حسین لاہور،1976ء)

یحییٰ کے دور حکومت میں قادیانیوں کو بے پناہ مراعات میسر رہیں۔ایم ایم احمد قادیانی ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن،صدر یحییٰ کا مشیر برائے اقتصادیات مقرر ہوگیا اور اس کی اندرونی کابینہ کے ایک اہم رکن کے طور پر کام کرتا رہا۔ظفراللہ قادیانی نے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ امریکہ اور صدر یحییٰ کے اہل کاروں کے درمیان رابطے کا کام جاری رکھا۔ قادیانی بیوروکریٹس نے ملک کے مستقبل کے سیاسی ڈھانچے میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے نئی حکومت سے تعلقات استوار کر لیے۔ یہودیوں کی قائم کردہ فورڈ فاؤنڈیشن جس کا مرکز اسلام آباد میں تھا،اس کے مشیروں کے ساتھ ایم ایم احمد کے قریبی تعلقات قائم تھے۔ ان نام نہاد مشیروں نے یحییٰ حکومت کے ابتدائی سالوں میں ہی پاکستان چھوڑ دیا جب ان کی سرگرمیوں پر قومی پریس نے خوب تنقید کی۔مغربی ومشرقی پاکستان کے درمیان معاشی عدم مساوات اور علاقائی عدم توازن پیدا کرنے میں امریکی کردار پر وسیع پیانے پر بحث ہو چکی تھی۔رابرٹ لاپورٹے پاکستان میں مقیم امریکی اہلکاروں کے ملک میں صوبائی وعلاقائی عدم توازن پیدا کرنے کے شرمناک کردار پر بڑے مناسب انداز میں قلم اٹھایا۔پورٹے نے پاکستان میں مقیم امریکی اہلکاروں کی لاہور اور ڈھاکہ میں جغرافیائی تقسیم کے حوالے سے یہ ظاہر کیا ہے کہ امریکی مشرقی پاکستان کے بارے میں بڑے واضح طور پر تعصب کا شکار تھے۔ ڈھاکہ میں نسبتاً کم اہلکار کام کرتے تھے۔مشرقی پاکستان میں ترقی کے بارے میں ان کا رویہ مکمل طور پر عدم التفات پر مبنی تھا۔وہ امریکہ میں ہمیشہ سے موجود طاقتور صہیونی لابی کی انگلیوں پر ناچتے تھے۔یہ لوگ جو بے حد طاقتور اور بے تحاشہ دولت مند تھے،اسرائیل کے ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر کام کرتے تھے۔امریکہ کے بڑے بڑے اخبارات نے مشرقی پاکستان میں علیحدگی پسندی کی تحریکوں کی حمایت کی اور وہ دنیائے اسلام کی سب سے بڑی مملکت کے ٹوٹنے کے امکانات پر بڑے مسرت بھرے انداز میں پرامید تھے۔صہیونی، ہندوستانی لابی کی معاونت میں کام کر رہے تھے۔

یحییٰ حکومت کے ابتدائی سال میں نام نہاد امریکی اقتصادی مشیروں کو مجبوراً ملک چھوڑنا پڑا کیونکہ ان کے کرتوت عوام کی نظروں میں آ چکے تھے۔ ہماری تاریخ کے اس افسوسناک دور کی تفصیلات کو ہفت روزہ ''آؤٹ لک'' کراچی کے الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

''پاکستان کے ٹوٹنے میں ان فاؤنڈیشنوں خصوصاً فورڈ فاؤنڈیشن نے جو کردار ادا کیا ہے اس کی ایک جھلک اس طرح ملتی ہے۔ ایک خفیہ رپورٹ بعنوان ''مشرقی پاکستان میں کشمکش''، پس منظر اور پیش منظر'' حال ہی میں (1972ء) میں ایک کتاب ''بنگلہ دیش کا چیلنج'' میں چھپی۔ یہ رپورٹ اپریل 1971ء میں لکھی گئی تھی اور ان میں بین الاقوامی رابطوں پر دلچسپ روشنی ڈالتی ہے جو مشرقی پاکستان کے بحران اور پاکستان کے ٹوٹنے میں بڑی طاقتوں کے مفادات کے پس منظر میں ابھرے۔ یہ رپورٹ تین امریکی دانشوروں ایڈورڈ ایس میسن (Edward S.Mason) (یہ شخص 1954ء تا 1955ء پاکستان میں موجود تھا اور پہلے پانچ سالہ منصوبہ تیار کرنے والے 8 رکنی گروہ کا سربراہ تھا۔) رابرٹ ڈرفمین (Robert Durfam) اور سٹیفن اے مینگلن (Stephen A.Manglin) نے لکھی تھی۔ (مینگلن ہارورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر تھا اور صدر کینڈی سے ایوب خان نے اس کے لیے خصوصی درخواست کی تھی کہ وہ سیم وتھور کے مسائل پر خصوصی مشاورت مہیا کرے) کم ازکم ان میں سے دو تو وہ ہیں جنہوں نے فورڈ فاؤنڈیشن کی طرف سے لگائی گئی ذمہ داریوں کی خاطر پاکستان میں دو دو سال گزارے تھے۔ اس رپورٹ میں پاکستان کے ممکنہ ٹوٹنے کے بین الاقوامی تعلقات پر متوقع اثرات بیان کیے گئے تھے۔ یہ ایسی واحد رپورٹ نہ تھی جو امریکہ میں تالیف ہوئی۔ یہ بھی پتہ چلا تھا کہ اس قسم کی تحقیق فلاڈیلفیا (Philadelphia) کی یونیورسٹی میں بھی کی گئی جس کی سرپرستی امریکی حکومت اور نجی فاؤنڈیشنوں نے کی تھی۔ بہت سے پہلے انہی خطوط پر رانا کارپوریشن نے بھی ایک مطالعے کی اجازت حاصل کی تھی۔ ان تحقیقاتی اطلاعات کے نتائج نے امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ بنگلہ دیش کے ایک آزاد قوم کے طور پر قیام کی مدد کرے''۔

(آؤٹ لک، کراچی 22 جولائی 1972ء)

پاکستان کے ابتدائی سالوں میں فورڈ فاؤنڈیشن نے ایک آٹھ رکنی مشاورتی گروپ پر سرمایہ کاری کی جس نے حقیقت میں ملک کا پہلا پانچ سالہ منصوبہ مرتب کیا تھا۔ سی بی مارشل کی شکل میں سابقہ وزیراعظم سہروردی کو ایک امریکی سیاسی مشیر میسر آ گیا تھا۔ ایوب خان کے دنوں میں امریکہ کے فوجی امدادی گروپ کو جی ایچ کیو کے ہر کونے تک رسائی حاصل ہوگئی تھی۔ حتیٰ کہ ایک امریکی لیفٹیننٹ کرنل، صدر اور کمانڈر انچیف تک آسانی سے پہنچ جاتا تھا۔ جہاز یو2(U2) کی جاسوسی پروازیں پشاور سے بظاہر حکومت پاکستان کی رضامندی یا علم کے بغیر ہی اڑائی جا رہی تھیں۔ معاشی مشیروں کا یہ آٹھ رکنی گروپ **1970**ء کے وسط میں آخر کار ملک چھوڑ گیا۔

ایم ایم احمد کے ان اسرائیلی اہلکاروں کے ساتھ بڑے قریبی روابط تھے۔ اس کے ڈپٹی چیئرمین ہونے کے دور میں دوسرے، تیسرے اور چوتھے پانچ سالہ منصوبے تیار کیے گئے۔ معاشی منصوبہ بندی کی میکانیت کے ذریعے اس نے استحکام پاکستان کو کھوکھلا کرنے کے امریکی اور یہودی منصوبے کے حصے کے طور پر مشرقی اور مغربی حصوں اور مختلف طبقات کے درمیان آمدنی کی عدم مساوات کی حوصلہ افزائی کی۔

بنگال سٹوڈنٹس لیگ کے صدر المجاہدی نے منصوبہ بندی کمیشن کی ڈپٹی چیئرمین شپ سے ایم ایم احمد کی فوری برطرف کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ ایم ایم احمد نے ہمیشہ مشرقی پاکستان کو نظر انداز کیا ہے اور اپنی اقتصادی حکمت عملی سے مشرقی و مغربی اقتصادی عدم مساوات کو پیدا کیا ہے۔ (جنگ کراچی، **11** اپریل **1970**ء) سید مودودی نے بھی ایم ایم احمد کی برطرفی کا مطالبہ کر دیا اور مشرقی پاکستان سے ایک اقتصادی منصوبہ ساز کی تقرری کا مطالبہ کیا۔ اقتصادی ترقی کے پروگرام سے مشرقی پاکستان کے لوگ مطمئن نہیں تھے۔ اس صوبے کے لیے مختص کیے گئے فنڈ مناسب طور پر استعمال نہیں ہو رہے تھے بلکہ مرکزی انتظامی مشینری کی عدم دلچسپی کی بناء پر تقریباً نصف سے بھی کم رقم استعمال نہیں ہو رہی تھی۔ انہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ قومی اقتصادی منصوبہ بندی کسی ایسے اہلکار کے سپرد کی جائے جسے اپنے فرائض کی لگن ہو۔ (امروز لاہور **27** جون **1970**ء)

4 اپریل 1970ء کو مرزا ناصر احمد مغربی افریقی ممالک کے دورے پر روانہ ہوئے۔ یہ ایک سیاسی دورہ تھا جسے بڑی چالا کی سے احمدیت کی ارتدادی تبلیغی مہم کا نام دیا گیا۔ 13 اپریل کو وہ نائیجیریا کے صدر یعقوب گوون سے ملے اور اس کے ساتھ افریقہ میں اپنی جماعت کو پیش آنے والے سماجی و معاشی مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ مغربی افریقہ کے ممالک نائیجیریا، گھانا آئیوری کوسٹ، لائبیریا، گیمبیا اور سیرالیون کے دورے کے بعد وہ 17 مئی 1970ء کو براستہ ہالینڈ لندن پہنچے۔ ہوائی اڈے پر ظفر اللہ اور دیگر قادیانی افراد نے ان کا استقبال کیا۔ لندن میں انہوں نے بیس دن قیام کیا۔ (جنگ کراچی 4 مارچ 1970ء)

پاکستان میں آئندہ ہونے والے انتخابات کے بارے میں پروگرام ترتیب دینے کے لیے لندن میں قادیانی اکابر، سی آئی اے کے آلہ کار اور صہیونی تنظیموں کے ارکان کا ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ احمدیہ جماعت کے ذریعے پاکستان میں سرگرم عمل اپنے آلہ کاروں کو سامراجی اور صہیونی تنظیمیں مالی اور اخلاقی امداد مہیا کریں گی۔ مغربی قوتوں کی حمایت میں انتخابی نتائج حاصل کرنے کی غرض سے احمدیہ مشن لندن کی صوابدید پر ایک کثیر رقم رکھ دی گئی۔

دسمبر 1970ء اور جنوری 1971ء میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے بعد تمام سرکردہ مذہبی و سیاسی راہنماؤں نے پاکستانی سیاست میں قادیانی اور صہیونی دخل اندازی کی مذمت کی۔ جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا مفتی محمود نے پاکستانی سیاست میں قادیانی دخل اندازی پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ امریکی سامراجیت کی شہ پر ہو رہی ہے۔ (روزنامہ مشرق لاہور، 3 جنوری 1971ء) جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی نے پاکستاان کے خلاف قادیانی سازشوں کی مذمت کی اور الزام عائد کیا کہ وہ صدر پاکستان کے مشیر اقتصادیات ایم ایم احمد کے ذریعے اسرائیل سے رقومات حاصل کرتے رہے ہیں۔ ان کے اس بیان پر روزنامہ جسارت کراچی نے اپنی شہ سرخی میں یہ تبصرہ کیا۔

- ❏ ''مولانا نورانی نے کہا کہ اشتراکی، یہودی، فری میسن اور قادیانی پاکستان کی

سالمیت اور استحکام کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ پاکستان کے اصل دشمنوں کو بے نقاب کرنے پر وہ اتھاہ گہرائیوں سے شکریے کے مستحق ہیں۔ یہ کوئی راز کی بات نہیں ہے کہ پاکستان کی سیاست میں ایک خفیہ یہودی تحریک فری میسنری کے تعاون سے قادیانی گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں۔فری میسنوں نے ایک بین الاقوامی نظام ترتیب دیا ہے تا کہ دولت اکٹھی کی جا سکے۔انہوں نے بڑے بڑے کاروباری اشخاص، بڑی کاروباری کمپنیوں کے ڈائریکٹروں مختلف پیشہ وارانہ گروہوں کے سرکردہ لوگوں اور اعلیٰ سطح کے افسران کو مختلف لالچ دے کر اپنے زیر اثر کر لیا ہے۔انہوں نے قادیانیوں کے ساتھ ان کے اسرائیلی مشن کے ذریعے مضبوط تعلقات قائم کر لیے ہیں۔دراصل فری میسنوں نے اپنے خفیہ ہتھکنڈوں سے پاکستان میں ایک متوازی حکومت قائم کر لی ہے۔(**1970**ء کے) عمومی انتخابات کے دوران قادیانیوں کے اشتراک کے ساتھ انتخابی نتائج پر اثر انداز ہونے کا مکروہ کھیل کھیلا گیا ہے''۔(جسارت کراچی **6** فروری **1971**ء)

امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد نے پیپلز پارٹی کے قادیانیوں کے ساتھ اشتراک پر اپنے گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے اسے پاکستان کو توڑنے کی ایک سازش قرار دیا۔(ہفت روزہ ایشیا، لاہور **21** مارچ **1971**ء)

جمعیت علماء اسلام کے ایک سرکردہ رسالے نے لکھا:

❑ ''ایم ایم احمد نے پاکستان میں اپنی پیشہ وارانہ زندگی کے دوران مختلف عہدوں پر کام کیا ہے۔اس کی حرکتوں اور خفیہ منصوبوں پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔وہ اور اس کی طرز کے دوسرے بیوروکریٹ اب مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے علیحدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تا کہ مغربی پاکستان میں مرزائی ریاست قائم کی جا سکے،جس کی انہیں طویل عرصہ سے خواہش ہے''۔(ترجمان اسلام، لاہور، **20** مارچ **1971**ء)

جماعت اسلامی کے ہفت روزہ ''ایشیاء'' لاہور نے لکھا۔

❑ ''ڈھاکہ کی مصالحتی گفت وشنید میں ایم ایم احمد کی موجودگی اور ملوث ہونے سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ پاکستان میں ایک حقیقی جمہوری حکومت اور اسلامی آئین کے مسودے

کی تیاری کی کوششوں کو تہہ و بالا کر دیا جائے۔ ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن کے طور پر اس پر مشرقی پاکستان کی پس ماندگی اور اقتصادی محرومی کی ذمہ داری کا الزام لگایا جاتا ہے، جس کے باعث مشرقی پاکستان علیحدگی کا نعرہ لگانے پر مجبور ہوا۔ ڈھاکہ مذاکرات میں اس کی گہری دلچسپی یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ اپنے ذمہ لگائے گئے کام میں کس دلچسپی سے سرگرم ہے۔ ان مذاکرات کے ''بھیانک'' انجام نے اس کی اپنے مشن میں کامیابی پر کافی روشنی ڈال دی ہے''۔ (ہفت روزہ ایشیا لاہور 28 مارچ 1971ء)

مشرقی پاکستان کے سقوط پر رابطہ عالم اسلامی مکہ نے ایک بیان میں انکشاف کیا کہ پاکستان اشتراکیوں اور صہیونیوں کی تیار کردہ سازش کا شکار ہو گیا ہے۔

❑ ''دی جیوش کرانیکل'' لندن نے یہ انکشاف کیا کہ میجر جنرل جیکب (Maj.Gen.Jacob) جو مشرقی پاکستان میں ہندوستانی افواج کا سیکنڈ ان کمانڈ تھا، وہ ایک یہودی تھا۔ وہ برطانوی صہیونی وفاق کے چیئرمین آنجہانی ڈاکٹر آئی ایس فوکس (Dr. I.S.Fox) کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اخبار نے یہ بھی لکھا کہ ہندوستانی مسلح افواج میں بڑی تعداد میں یہودی افسر تھے جن میں زیادہ مشہور ریئر ایڈمرل بنجمن ابراہیم سیمسن (Benjamin Abrahem Samson) اور نیوی کے جج ایڈووکیٹ ایلز تھیراڈ (Elliz Thirad) تھے۔ (امپکٹ لندن 24 دسمبر تا 13 جنوری 1972ء)

فلسطین بیروت نے لکھا ''عرب دنیا کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس تازہ ترین سازش کو جان لے جو کئی عناصر، وجوہات اور نشانوں پر مشتمل ہے جو دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور مسلمان ریاست کی قوت، استحکام اور وحدت کو ختم کرنے کے لیے تیار کی گئی تھی۔ عالمی صہیونیت نے اس جال کو بننے اور اس منصوبے کو عمل میں لانے کے لیے اس میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ چونکہ پاکستان نے کئی مواقع پر فلسطین کے مسائل کے متعلق بڑا اہم کردار ادا کیا ہے اور عرب دنیا سے پاکستان کے مضبوط برادرانہ تعلقات ہیں۔ یہ پالیسی عرب ممالک میں صہیونی توسیع پسندی کی راہ میں حائل ہے۔ پاکستان نے سچی اور متواتر مدد کی ہے۔

ہم یہ کوئی بے معنی بات نہیں کر رہے بلکہ ہم تو اس مواد کی بنیاد پر یہ بات کر رہے

ہیں جو یہودیوں نے اس کے متعلق کہا اور لکھا ہے اور جو حقیقی وجوہات پر روشنی ڈالتا ہے۔ پاکستان کے خلاف ہندوستان نے تازہ ترین جارحیت کا دوبارہ ارتکاب کیا ہے۔عرب دنیا کو اس جارحیت کے بارے میں وضاحت حاصل ہو جائے اور ہندوستانی وصہیونی غلط بیانیاں اس بارے میں گمراہی نہ پھیلا سکیں''۔

برطانوی ہفت روزہ جریدے ''جیوش کرانیکل'' (Jewish Chronicle) لندن نے جو صہیونی تنظیم کا رسالہ ہے، اپنے 9 اگست 1967ء کے شمارے میں 1967ء کی جنگ کے بعد پیرس میں سوربورن (Sorbone) یونیورسٹی میں بن گوریان (Bin Gurion) کے دیئے گئے لیکچر کا مندرجہ ذیل اقتباس نقل کرتا ہے۔

- ''عالمی صہیونی تحریک کو پاکستان کی طرف سے لاحق خطرات سے بے خبر نہیں ہونا چاہیے اور اب پاکستان کو اس کا پہلا نشانہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ نظریاتی ریاست ہمارے وجود کے لیے ایک خطرہ ہے اور یہ کہ پاکستان کے سب لوگ یہودیوں سے نفرت اور عربوں سے محبت کرتے ہیں۔عربوں سے یہ محبت ہمارے لیے بذات خود عربوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔اس مقصد کے لیے عالمی صہیونیت کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف فوری اقدامات کرے۔جبکہ جزائر ہند کے لوگ ہندو ہیں جن کے دل پوری تاریخ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان، مسلمانوں کے خلاف کام کرنے کے لیے ہمارے لیے اہم ترین پڑاؤ ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اس مرکز سے کام لیں اور پاکستانیوں کو کچل دیں، جو یہودیوں اور صہیونیوں کے دشمن ہیں۔اس کے لیے تمام خفیہ وظاہر منصوبے اپنائے جائیں''۔

(دی فلسطین، بیروت نمبر 120، جلد XL (چالیس) جنوری 1972ء)

ایک امریکی یہودی عسکری ماہر پروفیسر ہرٹز (Hertz) لکھتا ہے:

''پاکستان کے فوجیوں کے اندر حضرت محمد ﷺ کے لیے بے پناہ محبت وعقیدت موجود ہے اور یہی وہ چیز ہے جو پاکستان اور عربوں کے درمیان تعلق کو مضبوط کرتی ہے اور حقیقت میں یہ عالمی صہیونیت کے لیے ایک سنگین خطرہ اور اسرائیل کی توسیع پسندی میں

سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ چنانچہ یہودیوں پر یہ لازم ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ سے اس محبت وعقیدت کو ہر طریقے سے ختم کر دیں"۔

(دی فلسطین، بیروت نمبر 120 جلد XL (40) جنوری 1972ء)

بھٹو نے بذات خود ایک صحافی کے سوال کے جواب میں یہ انکشاف کیا کہ پاکستان کو ایک سازش کے تحت توڑا گیا ہے۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ آیا صہیونیت نے تقسیم پاکستان میں کوئی کردار ادا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ

"کئی قوتیں مل گئی تھیں اور ایک بین الاقوامی سازش ہوئی تھی"۔

(پاکستان ٹائمز، راولپنڈی 27 جنوری 1972ء)

قادیانی ارتداد پر مسلمانوں کا ردعمل ترمیم کے بعد کے دور میں بھی ٹھنڈا نہیں پڑا۔ 1976ء میں غم وغصہ کی ایک نئی لہر چل پڑی، جب ایک بزرگ مسلم لیگی راہنما مولانا ظفر احمد انصاری نے ایک یہودی پروفیسر آئی ٹی نومانی کی کتاب (Israel A Profile) سے ایک حوالہ نقل کیا کہ اسرائیل میں رہنے والے تقریباً چھ سو قادیانی اسرائیلی فوج میں شامل ہو گئے ہیں۔

یہ کھلی حقیقت ہے کہ جلال دین قمر جو کہ ربوہ کا احمدی مبلغ تھا، 1956ء سے اسرائیل میں کام کر رہا تھا جب چوہدری شریف کو اسرائیل سے واپس پاکستان بلایا گیا۔ تمام قادیانی مبلغین جو 1928ء سے اسرائیل مشن میں تعینات تھے مثلاً جلال دین شمس، اللہ دتہ جالندھری، رشید احمد چغتائی، نور احمد اور چوہدری شریف اسرائیل میں کام کرنے کے بعد ربوہ میں مقیم تھے۔ جب وہ بیرون ملک تھے تو ان کے خاندانوں کے ان سے پراسرار ذرائع سے روابط موجود تھے۔ جماعت کے مجموعی تبلیغی ڈھانچے کا ایک حصہ اسرائیل میں قادیانی مشن کی صورت میں موجود تھا۔ خلیفہ اس جماعت کا سب سے بڑا سرخیل تھا۔ تمام مشنوں کے معاملات جن میں اسرائیلی مشن بھی شامل ہے، خلیفہ کے تحت تھے اور وہ ان کے معاملات کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ اسرائیل میں قادیانی امیر ان کی ہدایات اور احکامات کے تحت کام کرتا تھا۔

مولانا انصاری نے اخبار نویسوں کو ایک پریس کانفرنس میں کتاب "Israel A Profile" دکھائی۔ اسے پالمال لندن نے شائع کیا تھا۔ کتاب کے متعلقہ صفحات پریس میں تقسیم کر دیئے گئے۔ کتاب میں یہ واضح طور پر درج تھا کہ عرب نہ تو اسرائیلی فوج میں شمولیت اختیار کر سکتے ہیں نہ ہی سرحدی دیہاتوں میں رہ سکتے ہیں بلکہ صرف قادیانی اسرائیل کی فوج میں بھرتی ہو سکتے ہیں۔ متعلقہ اقتباس حسب ذیل ہے:

❑ کوہ کارمل کی ڈھلوانوں پر حیفا کے اردگرد تقریباً بیس گاؤں میں تقریباً 35 ہزار وروز اسرائیل میں رہتے ہیں انہیں ایک خودمختار مذہبی جماعت کا درجہ دیا گیا ہے اور اپنی مقامی کونسلوں میں انہیں انتظامی اختیارات حاصل ہیں اور عرب مسلمانوں کے برعکس ریاست کے ابتدائی دنوں میں وہ فوج میں بھی بھرتی ہو سکتے تھے۔ دو اور چھوٹے غیر عرب گروپ سرکاش جو انیسویں صدی میں روس سے آئے تھے اور اب تقریباً دو ہزار نفوس پر مشتمل ہیں اور قادیانی گروہ کے تقریباً چھ سولوگ جو پاکستان سے آئے تھے وہ بھی فوج میں بھرتی ہو سکتے ہیں۔ ملک کے تمام شہریوں کی طرح دروز سرکاش اور قادیانی پارلیمنٹ کے قومی انتخابات میں ووٹ بھی ڈال سکتے ہیں اور نمائندگی بھی کر سکتے ہیں۔ کئی دروزیوں نے کینسٹ (اسرائیلی پارلیمنٹ) میں نشستیں حاصل کی ہیں۔ دوسرے عربوں کی طرح 1969ء میں ایک دروز کو پارلیمنٹ کا ڈپٹی سپیکر منتخب کیا گیا۔ (ہفت روزہ طاہر لاہور، دسمبر 1975ء)

اسرائیل میں قادیانی موجودگی اور اکٹھے حق رائے دہی کا مسئلہ اتنا اہم نظر نہیں آتا کیونکہ ساری قادیانی جماعت صہیونی فوج کا ایک باقاعدہ ڈویژن ہے جو بڑے نفیس ہتھیاروں کے ساتھ پوری دنیا میں تمام غیر یہودی آبادی پر یہودیوں کی بالادستی کے لیے لڑ رہا ہے۔ قادیانی تیسرے دوست ملک سے ویزہ کے لیے اسرائیل جاتے رہے اور وہاں تمام حقوق اور استحقاق سے مستفید ہو رہے ہیں۔ جن میں یہودی ایجنسی کے انتہائی وفادار سپاہی ہونے کی حیثیت سے وہ اسرائیل کی فوج میں بھی بھرتی ہو سکتے ہیں۔

قادیانی اسرائیلی گٹھ جوڑ کا مسئلہ پاکستانی پریس میں فروری 1977ء میں ایک بار پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ جب ایک اردو ہفت روزہ نے (اسلامی جمہوریہ۔ لاہور 2۔8 جنوری

1977ء)۔ 19 اکتوبر 1976ء کے دی یروشلم پوسٹ (The Jerusalem Post) کے شمارے میں چھپی ہوئی ایک تصویر شائع کردی جو کہ ایک اسرائیلی تقریب کے دوران لی گئی تھی۔ ایک قادیانی وفد نے اسرائیلی صدر سے ملاقات کی اور اس کے ساتھ تصاویر بنوائیں۔ تصویر میں اسرائیلی صدر کے علاوہ مشیر اقلیتی امور منصور کمال اور ایک فلسطین احمدی موسیٰ عودا اور اسرائیل میں قادیانی مبلغ جلال الدین قمر نمایاں تھے۔

(ہفت روزہ لاہور 14 فروری 1977ء)

اس سے ثابت ہوگیا کہ دیگر مذاہب اور اقلیتی نسلی گروپوں کے برعکس قادیانیوں کے حکومت اسرائیل کے ساتھ گہرے مراسم تھے اور اس کی انہیں مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ الفرقان ربوہ نے یہ دعویٰ کیا کہ اس تصویر میں کوئی چیز بھی قابل اعتراض نہیں تھی۔ اسرائیل نے اپنی عدالتوں میں تقریباً دوسو فلسطینی قاضی اور ججوں کی تعیناتی کر رکھی ہے اور انہیں اسرائیلی خزانے سے تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ فلسطینی قادیانیوں کو حکومت اسرائیل کے ساتھ اس کے وفادار شہریوں کے طور پر رہنا ہے اور اپنے تعلقات کو فروغ دینا ہے۔ (الفرقان ربوہ فروری 1977ء) الفضل نے یہ بات زور دے کر کہی کہ اس طریقہ سے چند عناصر بدامنی پیدا کر رہے تھے اور ان کا اصل مقصد حکومت کو بدنام کرنا تھا۔ (روزنامہ الفضل ربوہ۔ 3 فروری 1977ء) تاہم لوگوں کو اسرائیل اور ربوہ کے مابین تعلقات کا احساس ہو گیا اور حیفا اور کوہ کارمل میں موجود قادیانی مشن کی موجودگی پر سوال اٹھائے گئے۔ مشن کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ عربوں کی جاسوسی کی جائے اور مشرق وسطیٰ میں ایک خفیہ سیاسی جارحیت جاری رکھی جاسکے۔

پندرہ روزہ ''آتش فشاں'' کو انٹرویو دیتے ہوئے ظفر اللہ نے کہا کہ 1967ء میں سعودی عرب کے شاہ فیصل نے اسے حج کرنے کی اجازت دی تھی مگر بعدازاں حکومت نے قادیانی جماعت پر حج کرنے کی پابندیاں عائد کر دیں۔ انہوں نے شاہ فیصل کو اس بارے میں لکھا جس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ قادیانی عقائد اسلام کے بنیادی معتقدات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ ظفر اللہ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ شاہ فیصل کو یہ بتایا گیا تھا کہ

قادیانی اسرائیل کے جاسوس ہیں۔عرب اور خصوصاً سعودی اس معاملے میں بہت حساس تھے چونکہ اس وقت ان کے شاہ فیصل سے تعلقات نہیں تھے ورنہ وہ ان سے بات کرتا۔

ظفر اللہ نے ایک سوال میں کہ احمدی اسرائیل کے بدنام جاسوس تھے اور انہوں نے اپنا مرکز وہاں قائم کیا ہوا ہے۔ یہ کہا کہ اسرائیل میں احمدی مرکز 1928ء سے یعنی اس کے قیام سے بھی پہلے کام کر رہا ہے۔ 1948ء میں اسرائیل کے قیام کے وقت سے بھی پہلے کام کر رہا ہے۔ 1948ء میں اسرائیل کے قیام کے وقت کچھ احمدی علاقہ چھوڑ گئے جبکہ کچھ نے وہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔اس نے زور دے کر کہا کہ اسرائیلی حکومت ان کی راہ میں روڑے نہیں اٹکاتی۔اگرچہ اس سلسلہ میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی کہ یہودی احمدی ہو گئے ہوں۔پھر بھی کئی فلسطینی عربوں نے احمدیت قبول کر لی۔(آتش فشاں لاہور مئی 1981ء)

اوائل 1967ء میں اسرائیلی قادیانی گٹھ جوڑ روزمرہ بات چیت کا موضوع تھا۔ ہر ایک کو یقین تھا کہ ربوہ کے تل ابیب کے ساتھ خفیہ تعلقات ہیں۔مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے اس موضوع پر ایک رسالہ تحریر کیا۔(ربوہ سے تل ابیب تک۔کراچی 1976ء) جس نے لوگوں کے ذہن میں کئی سوالات پیدا کر دیئے۔ربوہ کے قصر خلافت میں بہت سے خطوط موصول ہوئے جن میں مرزا ناصر احمد سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ اسرائیل اور صہیونیت کے ساتھ جماعت کے تعلقات کی وضاحت کریں۔قادیانی انٹیلی جنس نے ربوہ کو خفیہ اطلاعات بھجوائیں جن میں ان پیروکاروں کے درمیان پائی جانے والی بے چینی اور تشویش سے آگاہ کیا گیا تھا جو انہیں اپنے عقائد کی تبلیغ کے دوران پیش آ رہی تھی۔

مرزا ناصر نے اللہ دتہ جالندھری کو ہدایت کی کہ وہ اس مسئلے کو اپنے ماہنامہ رسالے ''الفرقان'' میں اٹھائے اور اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے معاملہ پر جماعت کی پوزیشن واضح کرے۔آنجہانی مرزا طاہر احمد نے جو کہ قادیانی جماعت کے سربراہ تھے۔اس کے خصوصی شمارے میں ایک طویل مضمون لکھا۔(الفرقان مارچ 10 اپریل 1976ء جماعت احمدیہ اور اسرائیل نمبر) اس مضمون کو بعد ازاں ایک کتابچے کی شکل دے دی گئی جس کو ربوہ سے تل ابیب کا نام دیا گیا۔(مرزا طاہر احمد۔ربوہ سے تل ابیب لاہور۔

1976ء) اس کا جامع جواب اکوڑہ خٹک سے ''قادیان سے اسرائیل تک'' کے زیر عنوان ایک کتابچے کی شکل میں آیا۔ یہ کتاب مایہ ناز عالم دین مولانا عبدالحقؒ کی ہدایت پر تالیف کی گئی تھی۔ اس میں راقم نے اسرائیلی قادیانی گٹھ جوڑ کو اس کے تاریخی تناظر میں آشکارا کیا تھا۔ اس کتاب میں درج شدہ حقائق کو جھٹلانے کی کبھی کسی قادیانی نے جرأت نہیں کی۔ ایک بہت دلچسپ حقیقت یہ ابھر کر سامنے آئی کہ فلسطین میں برطانوی انتداب کے دوران جماعت احمدیہ فلسطین نے قادیانی خزانے میں ہزاروں روپے جمع کرائے۔ یہ بات کسی دوسرے شخص نے نہیں بتائی تھی بلکہ اللہ دتہ نے بذات خود مرزا محمود کے خود ساختہ مصلح موعود کے دعوے کے موقع پر ایک تقریر کے دوران بیان کی۔ (ابو مدثرہ قادیان سے اسرائیل تک لاہور 1979ء مزید دیکھیے روزنامہ الفضل قادیان 29 فروری 1944ء)

صاحبزادہ طارق محمود

قادیانیوں کے یہودیوں سے روابط اور تعلقات کا تجزیہ

مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت برائے تنسیخ جہاد کے فرزند مرزا بشیر الدین محمود (میاں محمود احمد) نے اپنے آنجہانی باپ کے بعد احمدیہ تحریک کو برطانوی وفاداری بشرط استواری کے اصول کے تحت منظّم و مستحکم کیا اور اسے ایک ایسی سازشی تحریک کے قالب میں ڈھالا، جو خالصتاً تاج برطانیہ کی اطاعت اور خدمت گزاری پر مامور رہی۔ مرزا بشیر الدین محمود نے برطانوی امپریلزم کی خدمت شعاری میں قادیانی جماعت کو بین الاقوامی خطوط پر ہموار کیا تا کہ ہندوستان کے علاوہ عالم اسلام کے جن ممالک میں انگریزی سامراج اپنے قدم جما رہا ہے، وہاں اس کے مخصوص مفادات کے تحفظ کے لیے، اس کے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیے جا سکیں۔ عالم اسلام کو نو آبادیاتی نظام میں جکڑنے کے لیے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا محمود نے لندن میں اپنی جماعت کا دفتر قائم کیا تا کہ جاسوسی اداروں کو منظّم کر کے صہیونی سازشوں کو پروان چڑھایا جا سکے اور عربوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپ کر انگریزوں کے قدم اور یہودیوں کے ہاتھ مضبوط کیے جائیں۔

25 نومبر 1917ء کو مرزا محمود یہودی وزیر ہند مسٹر مانٹیگو سے خصوصی ملاقات کر کے اپنا عندیہ ظاہر کر چکے تھے کہ ہندوستان میں حکومت خود اختیاری کی اجازت نہ دی جائے۔ قبل ازیں نو قادیانی ممبروں پر مشتمل ایک وفد نے 15 نومبر 1917ء کو دہلی میں وزیر ہند اور وائسرائے ہند کو ایک ایڈریس بھی پیش کیا تھا اور استدعا کی گئی کہ آزاد حکومت (Self Government) قلیل التعداد جماعتوں کے لیے ہلاکت خیز ہے، لہٰذا یہ پروگرام موقوف کیا جائے۔

مؤلف تاریخ احمدیت، مرزا محمود احمد (قادیانی خلیفہ) کے دورۂ فلسطین

(جولائی، اگست 1922ء) کے واقعات کو قلمبند کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

❑ ''حضور فرماتے ہیں وہاں کے بڑے بڑے مسلمانوں سے ملا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ وہ مطمئن ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہودیوں کو نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے مگر میرے نزدیک ان کی رائے غلط ہے۔ یہودی قوم اپنے آبائی ملک پر قبضہ کرنے پر تلی ہوئی ہے......قرآن شریف کی پیش گوئیوں اور حضرت مسیح موعود کے بعض الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ضرور اس ملک فلسطین میں آباد ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے''۔ حاشیے میں مندرج ہے۔ ''بعد کے واقعات نے حضور کے الفاظ کی لفظاً لفظاً تصدیق کر دی''۔

(تاریخ احمدیت از دوست محمد شاہد جلد پنجم، ص 411)

یہ بیان خلاف توقع یا حیرت انگیز نہ تھا۔ قادیانی طائفہ کے یہودیوں سے ہمیشہ گہرے روابط رہے۔ قادیانی آرگن ''الفضل'' اس سے بھی تین سال پہلے لکھ چکا تھا:

❑ ''اگر یہودی اس لیے بیت المقدس کی تولیت کے مستحق نہیں کہ وہ جناب مسیح اور حضرت نبی کریم ﷺ کی رسالت ونبوت کے منکر ہیں اور عیسائی اس لیے غیر مستحق ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین کی رسالت ونبوت کا انکار کر دیا ہے تو یقیناً یقیناً غیر احمدی (مسلمان) بھی مستحق تولیت بیت المقدس نہیں کیونکہ یہ بھی اس زمانہ میں مبعوث ہونے والے خدا کے اولوالعزم نبی (مرزا غلام احمد قادیانی) کے منکر اور مخالف ہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہیں تو سوال ہوگا، کن کے نزدیک؟ اگر جواب یہ ہو کہ نہ ماننے والوں کے نزدیک، تو اسی طرح یہود کے نزدیک مسیحؑ اور آنحضرت ﷺ کی اور مسیحیوں کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی نبوت ورسالت بھی ثابت نہیں۔ اگر منکرین کے فیصلہ سے ایک نبی، غیر نبی ٹھہر جاتا ہے تو کروڑوں عیسائیوں اور یہودیوں کا اجماع ہے کہ نعوذ باللہ آنخضرت ﷺ منجانب اللہ، نبی اور رسول نہ تھے۔ پس اگر ہمارے غیر احمدی بھائیوں کا یہ اصول درست ہے کہ بیت المقدس کی تولیت کے مستحق تمام نبیوں کے ماننے والے ہی ہو سکتے ہیں تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ احمدیوں کے سوا، خدا کے تمام نبیوں کا مومن اور کوئی نہیں''۔

(''روزنامہ الفضل'' قادیان، جلد 9، شمارہ 36، 7 نومبر 1921ء)

فلسطین میں خفیہ بات چیت، سیاسی سازباز اور یہودی وطن کے قیام میں گہری دلچسپی کی نوعیت خود مرزا محمود کے بقول:

❑ ''فلسطین کے گورنر ہائی کمشنر کہلاتے ہیں، اصل ہائی کمشنر آج کل ولایت گئے ہوئے ہیں، ان کی جگہ سر گلبرٹ کلیٹن کام کر رہے ہیں۔ میں ان سے ملا تھا۔ ایک گھنٹہ تک ان سے مکمل معاملات کے متعلق گفتگو ہوتی رہی...... سر کلیٹن صاحب کو پہلی ملاقات میں ہمارے سلسلے (مرزائیت) سے بہت ہی دلچسپی ہوگئی اور گو ہم نے دوسرے دن روانہ ہونا تھا مگر انہوں نے اصرار کیا کہ ڈیڑھ بجے ہم ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ چنانچہ ڈیڑھ گھنٹہ تک دوسرے دن بھی ان کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی اور فلسطین کی حالت کے متعلق بہت سی معلومات مجھے ان سے حاصل ہوئیں''۔ (''تاریخ احمدیت'' جلد نمبر 5، ص 411)

یاد رہے یہ وہی گلبرٹ کلیٹن ہے جو مصر میں برٹش ملٹری انٹیلی جنس کا سربراہ تھا۔ فلسطین پر قبضہ جمانے میں جنرل ایلن بی کا مشیر خاص اور لارنس آف عریبیہ کا معتمد و معاون بھی رہا...... اصل ہائی کمشنر فلسطین سر ہربرٹ سیموئیل (1870ء...... 1963ء) تھا۔ بعد میں اس کی شہرت وائی کونٹ سیموئیل کے نام سے ہوئی۔ یہ یہود برادری کا ایک ممتاز فرد اور تحریک احیائے یہودیت کا روح رواں تھا۔ (قادیان سے اسرائیل تک از ابو مدثرہ، ص 99)

ریکارڈ گواہ ہے کہ جیوش ایجنسی کے سربراہ بن گوریان اور ایجنسی کی خارجہ سیاست کے شعبہ کے صدر ڈاکٹر آرلوسوروف نے بھی ان کے دورۂ فلسطین اور سرگرمیوں میں واضح دلچسپی کا اظہار کیا اور مراسلت ہوئی۔ مرزا محمود معہ اپنے حواریوں کے لندن یاترا کے بعد اور دمشق روانگی سے قبل، یہودی اکابرین کو ان کی ریاست کے قیام کا مژدہ سنا چکے تھے...... ظفر اللہ خان اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں:

❑ ''...... کبابیر سے ہم یروشلم گئے۔ ایڈن ہوٹل میں قیام ہوا۔ السید محی الدین الحصنی اور دو تین عرب زعما مجھ سے ملنے کے لیے ایڈن ہوٹل آئے۔ ان حضرات نے مشورہ دیا کہ میں اپنا قیام دلا روز میری میں، جو ایک عرب ہوٹل ہے، منتقل کرلوں۔ کہا ایڈن ہوٹل میں آزادی سے بات چیت نہ ہوسکے گی اور دلا روز میری میں ہمارے لوگ بلا تکلف تمہیں

مل سکیں گے اور آزادی سے بات چیت کر سکیں گے۔ چنانچہ میں دلا روز میری میں منتقل ہو گیا۔ تین دن وہاں ٹھہرا۔ اس طرح زعماء سے ملاقاتیں ہوئیں اور مسئلہ فلسطین کے مختلف پہلوؤں کے متعلق عرب نقطہ نگاہ سے واقفیت ہوئی۔ عرب اداروں کے دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ عرب نقطہ نگاہ کو تفصیلی اور واضح طور پر مسٹر ہنری کپتان نے بیان کیا جو فلسطین کے وکلاء میں بہت ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ بعد میں بھی بیروت اور دمشق میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ کیا بیر سے یروشلم آتے ہوئے راستے میں کچھ یہودی بستیاں پڑتی تھیں۔ ان کو بھی دیکھا۔ یروشلم میں یہودی ادارے بھی دیکھے...... یہودی ایجنسی کے ڈاکٹر کوہن سے بھی ملاقات اور تبادلہ خیالات ہوا۔ اسرائیلی سرگرمیوں کو دیکھ کر میرا تاثر یہ تھا کہ جس سرعت سے یہ لوگ اپنے پاؤں جما رہے ہیں، اس کا نتیجہ عربوں کی پسپائی ہوگا''۔

(تحدیث نعمت از سر ظفر اللہ خان، مطبوعہ لاہور، ص 488)

- ''مارچ 1928ء میں جب فلسطین برطانوی انقلاب میں تھا، ایک قادیانی مبلغ جلال الدین شمس وہاں پہنچے...... 1930ء میں فلسطین کے علاقہ بیر کے صالح عبدالقادر عودہ اور ان کا خاندان قادیانیت کی آغوش میں چلا گیا۔ شام کے بعض سرکردہ قادیانی بھی فلسطین آ گئے۔ اس طرح شمس کو پہلے سے بنی بنائی ایک جماعت مل گئی۔ شمس نے فلسطین پہنچ کر یہودی ہائی کمشنر فیلڈ مارشل ہربرٹ پلومر سے ملاقات کر کے ہدایات لیں۔ مرزا محمود اس اہم مشن کے قیام کے متعلق انڈیا آفس، وائسرائے ہند لارڈ ارون، دفتر نوآبادیات لندن وغیرہ میں اطلاعات روانہ کر چکے تھے...... صہیونی یہود کے مفادات کی نگران جیوش ایجنسی نے قادیانی مشن کے قیام پر اطمینان کا اظہار کیا۔ مرزا محمود نے جلد ہی فلسطین مشن کو مشرق وسطیٰ کے ہیڈ کوارٹر کا درجہ دے دیا...... فلسطین میں جلال الدین شمس نے گوناگوں سازشیں کیں۔ نئے یہودی ہائی کمشنر سر جان چانسلر کے مظالم کے خلاف فلسطین کے مسلمان مفتی اعظم فلسطین کی قیادت میں اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے زبردست تحریک کا آغاز کر چکے تھے۔ اس تحریک کو جہاد قرار دیا جاتا تھا۔ شمس نے شرمناک قادیانی عقائد کے پرچار کے علاوہ ایک رسالہ ''الجہاد الاسلامی'' تالیف کیا جو آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کے

رسالے ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' کا چربہ تھا۔ اس میں انہوں نے جہاد کو حرام قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اس تباہ کن پروپیگنڈے سے عیاں ہوتا ہے کہ فلسطین کے مظلوم مسلمان مذہبی اور سیاسی دونوں لحاظ سے قادیانی مشن کی استحصالی زد میں تھے''۔

(''قادیان سے اسرائیل تک'' ص115، از ابو مدثرہ)

جب غیور فلسطینی مسلمان برطانوی سامراج سے برسرپیکار اور یہودی ریاست کے قیام میں مزاحم ہوئے تو قادیانی شرپسند اس سعی مزعومہ میں سرگرم عمل تھے کہ یہاں مذہبی مناظرہ بازی کو ہوا دے کر تحریک جہاد کا رخ قادیانی مسلمان تنازع کی طرف موڑیں۔ بقول مؤلف تاریخ احمدیت:

❑ ''ان دنوں (1934ء) اس مشن کے انچارج مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری تھے جنہوں نے عرب ممالک میں تبلیغ اسلام واحمدیت کی کوششیں اس سال پہلے سے زیادہ تیز کر دیں اور مناظروں اور مباحثوں کے ذریعے خاص طور پر احمدیت کا سکہ بٹھا دیا''۔

(''تاریخ احمدیت'' جلد نمبر 7، ص144)

فلسطینی مسلمانوں کے جائز مطالبات کی حمایت میں 3 ستمبر 1937ء کو مجلس عمل آف انڈیا فلسطین کانفرنس نے بڑے زور وشور اور جرأت ایمانی کے ساتھ یوم فلسطین منایا۔ جلوس نکالنے اور کانفرنسیں منعقد کرنے کا مقصد یہ تھا کہ برطانوی گورنمنٹ کو اس مسئلے کی اہمیت ونزاکت کا احساس دلایا جائے اور مسلمانان ہند کے اس بارے میں جذبات واحساسات سامراجی قوتوں تک پہنچیں اور یہ کہ ہمارے فلسطینی بھائی ہمیں اپنے دکھ درد میں برابر کا شریک سمجھیں مگر قادیانی اخبار نے اسے بھی نشانہ تنقید واستہزا بنایا اور کلکتہ میں منعقد ہونے والی فلسطین کانفرنس اور اس کی قراردادوں پر خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:

❑ ''اب ان قراردادوں کو عملی جامہ پہنانے کے نام سے چندہ طلب کیا جائے گا اور پھر اگر وہ اسی مقصد کے لیے صرف کیا جائے تو بھی یہ بے نتیجہ کام ہوگا۔ نہ لیگ آف نیشن میں شنوائی ہوگی، نہ یورپین ممالک ہندوستانی مسلمانوں کے وفد کے پہنچنے پر فلسطین کو برطانیہ کے انقلاب سے آزاد کرانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے، نہ برطانیہ اپنی پالیسی بدلنے کے

لیے تیار ہوگا، پھر اس ضیاع حال و اوقات سے کیا فائدہ؟ اور اس طرح اپنی بے توقیری کرانے کی کیا ضرورت؟ مگر کوئی نہ کوئی شاخسانہ اس قسم کا کھڑا ہی رہتا ہے اور مسلمانان ہند ناکامیوں اور نامرادیوں کے کچھ ایسے عادی ہو چکے ہیں کہ انہیں ناکامی کا کچھ احساس نہیں ہوتا اور اس طرح روز بروز ان کی قوت عمل سلب ہوتی جا رہی ہے۔ کاش وہ لوگ جو مسلمانوں کے لیڈر بنے ہوئے ہیں، اس طرف توجہ کریں اور بے نتیجہ باتوں میں مسلمانوں کو الجھانے اور ان کا مالی اور جانی نقصان کرانے کے بجائے ان کے اندرونی اصلاح وترقی کے لیے کوشش کریں۔ ان کی تعلیم اور اتحاد کو مضبوط بنائیں تا کہ مسلمان زندہ قوم کہلائیں اور ان کی کسی بات کا کسی پر اثر بھی ہو"۔ (روزنامہ الفضل قادیان 30 ستمبر 1937ء)

آزادی فلسطین کے لیے مجاہدین کی تحریک جہاد، قادیانی اکابرین کے نزدیک غنڈہ گردی کا درجہ رکھتی ہے۔ بالفاظ دیگر پیروکاران مرزائیت، قیام اسرائیل کے خواہشمند تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے حتی المقدور کوشش بھی کی۔ مندرجہ ذیل اقتباس پر توجہ مبذول کیجیے۔

- "فلسطین میں قتل وغارت اور دہشت انگیزی پھیلانے والے لوگوں کی جماعت اکثر شام کی سرحد کو عبور کر کے فلسطین میں داخل ہوتی تھی اور مقامی دہشت پسندوں سے اتحاد و تعاون کر کے امن کو تباہ کرتی تھی لیکن حکومت نے سرحدات پر کڑی نگرانی بٹھا دی ہے اور فرانسیسی حکومت کا تعاون حاصل کیا جا رہا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو سرحد فلسطین میں آنے سے روکے"۔ (روزنامہ الفضل قادیان 6 اکتوبر 1937ء)

- "31 جنوری 1939ء کو عید قربان تھی۔ جلال الدین شمس (قادیانی مبلغ) نے لندن مسجد احمدیہ میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ جس کی صدارت کے فرائض کرنسل سر فرانسس ینگ ہسبنڈ نے انجام دیے۔ شمس نے اپنی تقریر کے دوران قیام امن کی کوششوں کے لیے برطانوی وزیر اعظم کو خراج تحسین ادا کیا اور اجلاس کے نمائندگان اور حکومت کو اخلاص اور غیر جانبدارانہ رنگ میں مسئلہ فلسطین کا حل تلاش کرنے کا مشورہ دیا۔ خاص بات یہ ہے کہ اس جلسہ میں صہیونی نمائندے کے طور پر سابق یہودی ہائی کمشنر فلسطین آرتھر ولوکوپ نے بھی شرکت کی"۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 8، ص 556)

❑ ''15 جولائی 1946ء کو رائٹر کی اطلاع کے مطابق شمس کی جگہ لندن میں چوہدری مشتاق احمد باجوہ کو مبلغ مقرر کیا گیا۔ 20 جولائی کو شمس کو الوداعی پارٹی دی گئی جس کی صدارت کے فرائض سر ظفر اللہ خان نے ادا کیے۔ پارٹی میں برطانوی سول سروس کے سابق افسر اور بعض صہیونیت نواز مدبروں نے شرکت کی۔ جن میں سر ایڈورڈ میکلیگن (سابق لیفٹیننٹ گورنر پنجاب) سر فرینگ بیون، آنریبل ہف لائینز، ڈیڈ ممبر پارلیمنٹ، لارڈ زٹیلنیڈ، لیڈی وائسن، مسٹر فلپی اور روٹری کلب کے چار یہودی ممبر شامل تھے''۔

(الفرقان ربوہ، شمس نمبر 1968ء)

ایک دفعہ لاہور میں ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نامہ نگار نے جلال الدین شمس سے انٹرویو کیا۔ ان سے فلسطین کے مسئلہ پر تاثرات معلوم کیے گئے تھے۔ مبلغ مذکور نے بتایا کہ میرے نزدیک اس کا موزوں حل کنفیڈریشن کے قیام میں مضمر ہے۔ یاد رہے کہ تباہ کن منصوبے پر مبنی یہ تجویز قبل ازیں یہودی لارڈ پریذیڈنٹ آف کونسل مسٹر مارلیسن پیش کر چکا تھا۔

(جارج لیسی رووداسکی۔ دی مڈل ایسٹ ان ورلڈ آفیسرز نیویارک، ص 385 بحوالہ قادیان سے اسرائیل تک)

مئی 1947ء میں امت مرزائیہ کے خلیفہ ثانی مرزا محمود کا ایک دلچسپ رؤیا شائع ہوا۔ عالمی سامراج کے سیاسی کاہن کا زاویہ نگاہ شریک جرم ہونے کی غمازی کھاتا ہے۔ مندرج ہوا:

❑ ''پرسوں یا ترسوں رات کے وقت جب میری آنکھ کھلی تو بڑے زور کے ساتھ میرے قلب پر یہ مضمون نازل ہو رہا تھا کہ برطانیہ اور روس کے درمیان ایک ماڈیفائیڈ ٹریٹی (Modified Treaty) ہو گئی ہے جس کی وجہ سے مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک میں بڑی بے چینی اور تشویش پھیل گئی ہے۔ ماڈیفائیڈ کے معنی ہوتے ہیں سمویا ہوا وسطی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ غالباً بیرونی دباؤ اور بعض خطرات کی وجہ سے برطانیہ مخفی طور پر روس کے ساتھ کوئی ایسا سمجھوتہ کرلے گا جس کی وجہ سے روسی دباؤ مشرق وسطیٰ پر بڑھ جائے گا۔ اس وقت میرے ذہن میں عراق، فلسطین اور شام کے ممالک آتے ہیں۔ یعنی ان ممالک کے اندر روس اور برطانیہ کے سمجھوتہ کر لینے کی وجہ

سے گھبراہٹ اور تشویش پیدا ہوگئی کہ انگریز جو سختی کے ساتھ روس کی مخالفت کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ سمجھوتہ اس سے کس بناء پر کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ اور امریکہ جو ہمیشہ روس کے مفاد کے راستے میں حائل رہتے تھے، اب بعض سیاسی حالات یا اغراض کے ماتحت اس کی مخالفت کو چھوڑ دیں گے اور ادھر روس بھی جو بعض باتوں میں برطانیہ اور امریکہ سے چپقلش رکھتا تھا، اب ان کی مخالفت کو ترک کر دے گا''۔

(روزنامہ الفضل قادیان 30 مئی 1947ء ص 1، رؤیا و کشوف مرزا محمود 1898 تا 1960ء صفحہ 384)

یاد رہے کہ 1948ء میں اسرائیل کے غاصبانہ قیام کے موقع پر قادیانی اخبار ''الفضل'' نے اس رؤیا کو مرزا محمود کے خدائی مامور اور سچے ملہم ہونے کے ثبوت میں پیش کیا تھا۔

فلسطین کو قادیانیوں کا ہیڈ کوارٹر بنانے کے لیے مرزا بشیر الدین محمود 1922ء میں بہ نفس نفیس فلسطین گئے۔ وہاں برطانیہ کی جاسوسی کے محکمہ کا افسر اعلیٰ ایک یہودی کو بنایا گیا۔ اس موقع پر قادیانی جماعت کے سربراہ نے اعلان کیا کہ یہودی اس خطے کے مالک ہو جائیں گے۔ مرزا بشیر الدین محمود کے دور میں قادیانی جماعت کے ریشہ دوانیوں اور سازشوں کو بے نقاب کرتے ہوئے آغا شورش کاشمیری رقم طراز ہیں:

- ''مرزا محمود نے برطانوی مقاصد بر آری کے لیے جنگ عظیم اول سے پہلے افریقہ میں مشن قائم کیے اور عرب ملکوں میں سکاٹ لینڈ یارڈ کے ماتحت اپنے معتمدین بھجوائے، جو اس کے حسب ہدایت کام کرتے، چنانچہ اسلامی ملکوں میں کام کرنے کے لیے برطانیہ کے محکمہ جاسوسی کی تجویز پر مرزائی امت کا دفتر لندن میں قائم کیا گیا تا کہ براہ راست کنٹرول ہو سکے۔ اس غرض سے خواجہ کمال الدین دسمبر 1912ء کو انگلستان روانہ ہوگئے۔ انہوں نے وہاں بات چیت کے بعد خلیفہ اول حکیم نور الدین کو لکھا، تو حکیم صاحب نے چودھری فتح محمد ایم۔ اے کو پہلا احمدی مبلغ مقرر کیا اور وہ 28 جون 1913ء کو لندن روانہ ہو گیا۔ دوسرا مشن سکاٹ لینڈ یارڈ کے حسب ہدایت افریقہ کے جزیرہ مارشیش میں قائم کیا گیا۔ اس کا انچارج صوفی غلام محمد بی۔ اے کو بنایا گیا جو فروری 1915ء میں روانہ ہو گیا اور پہلی جنگ عظیم کے دوران سکاٹ لینڈ یارڈ کے حسب ہدایات خدمات انجام دیتا رہا۔ پہلی

جنگ عظیم 1914۔1918ء میں عرب ریاستوں کے احوال وآثار اور اسرار ووقائع چوری کرنے کے لیے مرزا محمود نے اپنے پیروؤں کی ایک کھیپ مہیا کی۔ ہندوستانی فوج کی ہم کمپنی کے ساتھ جاسوسی کے فرائض انجام دینے کے لیے ایک یا دو قادیانی منسلک کیے گئے۔ کئی ایک معتمد تر کی بھیجے گئے، جنہوں نے مقامی ملازمت کے پردے میں سکاٹ لینڈ یارڈ کی حسب ہدایت کام کیا''۔(تحریک ختم نبوت ص 27، از شورش کاشمیری)

عربوں کی وحدت کو نقصان پہنچانے اور فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کے سلسلہ میں قادیانیوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ فلسطین کے محاذ پر قادیانی جماعت کی غیر معمولی دلچسپی تاریخی حقائق سے ثابت ہوتی ہے۔ قادیانی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر احمد فلسطین کی سرزمین میں پہلے قادیانی مرکز کے قیام کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

❑ ''اصل واقعہ یہ ہے کہ شام کے دارالخلافہ دمشق میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے مولانا جلال الدین صاحب شمس اواخر 1924ء سے فرائض تبلیغ سرانجام دے رہے تھے۔ اس وقت شام پر فرانسیسی حکومت مسلط تھی۔ چنانچہ دمشق کے مشائخ وعلماء فرانسیسی حکومت کے رئیس الوزراء کے پیش ہوئے اور درخواست کی کہ اس احمدی مبلغ کو یہاں سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ ان کی اس درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے حکومت نے 9 مارچ 1928ء کو آپ کو حکم دیا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر شام سے نکل جائیں۔ جناب مولانا شمس صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کو بذریعہ تار اس واقعہ سے مطلع کر کے راہنمائی چاہی تو آپ کو حیفا جانے کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ آپ دمشق میں ایک مقامی احمدی مسلمان جناب السید منیر الحسینی صاحب کو اپنا قائم مقام بنا کر 17 مارچ کو حیفا تشریف لے گئے اور اس طرح پہلی مرتبہ فلسطین میں جماعت احمدیہ کا تبلیغی مرکز قائم ہوا''۔

(''ربوہ سے تل ابیب تک'' پر مختصر تبصرہ، از مرزا طاہر احمد، ص 61)

فلسطین میں یہودی ریاست (اسرائیل) کے معرض وجود میں آنے سے پہلے اور بعد میں یہ خطہ قادیانیوں کی خصوصی دلچسپی کا مرکز بنا رہا۔ جب فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کو ان کے صدیوں پرانے وطن سے نکال کر مغربی استعمار یہودی ریاست کے قیام کے

منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچا رہے تھے، قادیانی جماعت سامراجی عزائم ومقاصد اوران کی خواہشات کے لیے عملاً اس کی راہیں ہموار کر رہی تھی۔ خطہ فلسطین میں قادیانی جماعت کی گہری دلچسپی کا اندازہ ایک قادیانی مبلغ کی تحریر سے لگایا جاسکتا ہے:

❑ ''بیت المقدس کے داخلہ پر اس ملک (انگلستان) میں بہت خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ میں نے ایک یہاں کے اخبار میں اس پر ایک آرٹیکل دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وعدے کی زمین ہے جو یہودیوں کو عطا کی گئی تھی۔ مگر نبیوں کے انکار اور بالآخر مسیح کی عداوت نے یہود کو ہمیشہ کے واسطے وہاں کی حکومت سے محروم کر دیا اور یہودیوں کو سزا کے طور پر حکومت رومیوں کو دے دی گئی جو بت پرست قوم تھی۔ بعد میں عیسائیوں کو ملی، پھر مسلمانوں کو، جن کے پاس ایک لمبے عرصہ تک رہی۔ اب اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے وہ زمین نکلی ہے تو پھر اس کا سبب تلاش کرنا چاہیے۔ کیا مسلمانوں نے بھی کسی نبی کا انکار تو نہیں کیا؟ کیا اُن کے درمیان بھی کوئی مسیح تو نہیں آیا جس کے قتل کے وہ درپے ہوئے۔ مسلمانوں کے واسطے قابل غور ہے، انگریزی زبان میں ایک مثل ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ وہی پہلے سے حالات پھر پیدا ہوتے ہیں اِس واسطے قرآن شریف میں پہلے لوگوں کے حالات اور اُن کے انجام کا بہت تذکرہ ہے۔ سلطنت برطانیہ کے انصاف اور امن اور آزادی مذہب کو ہم دیکھ چکے ہیں، آزما چکے ہیں اور آرام پا رہے ہیں۔ اس سے بہتر کوئی حکومت مسلمانوں کے لیے نہیں ہے............ بیت المقدس کے متعلق جو میرا مضمون یہاں (انگلستان) کے اخبار میں شائع ہوا ہے، اس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اس کے متعلق وزیر اعظم برطانیہ کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے شکریہ کا خط لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسٹر لائڈ جارج (David Lloyd George) اس مضمون کی بہت قدر کرتے ہیں۔ انگریزی میں الفاظ ہیں مچ اپریسیٹیڈ (Much Appreciated) ''۔

(''روزنامہ الفضل'' قادیان، جلد 5، نمبر 75 مورخہ 19 مارچ 1918ء)

قادیانی جماعت کی اہم تصنیف تاریخ احمدیت کے حوالے سے موتمر المصنفین دارالعلوم اکوڑہ خٹک پشاور نے مسئلہ فلسطین اور اسرائیل کے قیام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

❑ ''1947ء تک قادیانی سرگرمیاں فلسطین میں پھلتی پھولتی رہیں۔ مولوی اللہ دتہ جالندھری، محمد سلیم چوہدری، محمد شریف، نور احمد، مسز رشید احمد چغتائی جیسے معروف قادیانی مبلغ تبلیغ کے نام پر عربوں کو محکوم بنانے کی مذموم سازشیں کرتے رہے۔ 1934ء میں مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان نے اپنے استعماری صہیونی مقاصد کی تکمیل کے لیے تحریک جدید کے نام سے ایک تحریک کی بنیاد رکھی اور جماعت سے سیاسی مقاصد کے لیے اس تحریک کے لیے بڑی رقم کا مطالبہ کیا۔ تو بیرون ہند قادیانی جماعتوں میں سب سے زیادہ حصہ فلسطین کی جماعت نے لیا اور تاریخ احمدیت کے مطابق فلسطین کے جماعت حیفا اور مدرسہ احمدیہ بیر نے قربانی اور اخلاص کا نمونہ پیش کیا، اور مرزا محمود نے اس کی تعریف کی۔ بالآخر جب برطانوی وزیر خارجہ مسٹر بالفور کے 1917ء کے اعلان کے مطابق 1948ء میں بڑی ہوشیاری سے اسرائیل کا قیام عمل میں آیا تو چن چن کر فلسطین کے اصل باشندوں کو نکال دیا گیا، مگر یہ سعادت صرف قادیانیوں کو نصیب ہوئی کہ وہ بلا خوف و جھجک وہاں رہیں اور انہیں کوئی تعرض نہ کیا جائے''۔

(''قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف'' ص155 موتمر المصنفین، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور)

قادیانی اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے کہ قادیانی جماعت نے عرب ممالک میں چوری چھپے، جبکہ یورپی، افریقی ممالک کے علاوہ اسرائیل میں اپنے جاسوسی کے اڈے قائم کیے۔

❑ ''عرب ممالک میں بے شک اس قسم کی اہمیت حاصل نہیں، جیسی ان یورپی اور افریقی ممالک میں ہے۔ پھر بھی ایک طرح کی اہمیت ہمیں حاصل ہو گئی ہے اور وہ یہ کہ فلسطین کے عین مرکز میں اگر مسلمان رہے تو وہ صرف احمدی ہیں''۔

(روزنامہ ''الفضل'' 30 اگست 1950ء)

عربوں کے قلب میں اسرائیل کا وجود ایک ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔ عربوں سمیت عالم اسلام کی تمام مسلمان ریاستوں نے اسرائیل کا بائیکاٹ کر رکھا ہے، سوائے قادیانی مشن کے کسی مسلمان ملک یا ریاست کا کوئی مشن وہاں موجود نہیں۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کے بارے میں قادیانی جماعت کا موقف یہ ہے کہ ان کا مشن اسرائیل میں

اسلام کی تبلیغ اور فلسطین کے محکوم مسلمانوں کی مدد اور اعانت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

قادیانی جماعت کے سرکردہ راہنما اور پاکستان کے سابق وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان نے آتش فشاں لاہور کو ایک تفصیلی انٹرویو دیا۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کے بارے میں ان سے چند سوال کیے گئے۔

''س: لیکن یہ بات عام ہے کہ آپ لوگ اسرائیل کے جاسوس ہیں؟

ج: ہاں ہے ہمارا وہاں مشن، لیکن وہ اسرائیل کے قائم ہونے سے مدتوں پہلے سے ہے۔ اسرائیل کی ریاست کے قیام کے وقت اسرائیل کی حدود کے اندر ایک خاص تعداد مسلمان اور عیسائی عربوں کی تھی۔ جن میں بعض تو اپنا وطن ترک کر کے ساتھ کے عرب ممالک میں منتقل ہو گئے اور بعض وہیں مقیم رہے۔ ہماری جماعت میں سے بعض اسرائیل کی حدود سے باہر چلے گئے اور بعض وہیں مقیم رہے''۔ (''آتش فشاں'' لاہور، ص 27 جلد 9 شمارہ 9، یکم مئی 1981ء)

اسی رسالہ کے صفحہ نمبر 29 پر ظفر اللہ خان ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

- ''حالانکہ یہ واضح بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں سب سے زیادہ کامیابی اب تک مسلمانوں میں سے ہوئی ہے اور مسلمانوں میں سے ہوگی''۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر قادیانی جماعت کو کامیابی مسلمانوں میں سے ہوئی ہے، تو پھر اسرائیل میں ان کے مشن کا کیا جواز ہے؟ اسرائیل میں مسلمان نہیں، یہودی بستے ہیں۔ قادیانیوں کے بارے میں عربوں کا عمومی تاثر یہی ہے کہ وہ ان کے خلاف اسرائیل کی جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

اسرائیل میں قادیانی جماعت کے تبلیغی مشن کے قیام کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ قادیانی یہودیوں میں تو اسلام کی تبلیغ کر نہیں سکتے، کیا قادیانی جماعت کے راہنما بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مشن کی معرفت اب تک کتنے اسرائیلی یہودیوں کو مسلمان بنایا ہے؟ مسلمانوں کو مسلمان بنانے کے لیے تبلیغی مشن کا قیام بھی عقل سے ماورا ہے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسرائیل میں قادیانیوں کا تبلیغی مشن کن مقاصد کے تحت کام کر رہا ہے؟ اور اس کے قیام کا کیا پس منظر ہے؟ دنیا جاننا چاہتی ہے کہ فلسطینی مسلمانوں کے حق میں اسرائیل

کے قادیانی مشن نے کیا خدمات سرانجام دی ہیں؟ فلسطینی مسلمان جہاد پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ یہودیوں کے خلاف جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر برسر پیکار ہیں جبکہ قادیانی جماعت کا جہاد کے عقیدہ پر قطعی ایمان ہی نہیں ہے۔ اس صورت حال میں قادیانی محکوم و مظلوم فلسطینی مسلمانوں کی کیا مدد اور خدمت کر سکتے ہیں؟

پاکستان عربوں کا غیر متزلزل حمایتی ملک ہے۔ پاکستان نے بے شمار نازک مواقع پر عربوں کی ہر ممکن امداد اور اعانت کی ہے۔ پاکستان اسلامی برادری کا وہ واحد ملک ہے جو اسرائیل کے خلاف عربوں کی حمایت میں ان کے موقف کا بھرپور اور مضبوط ترجمان رہا ہے۔ قادیانیوں کی اسلام اور وطن دشمنی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نہ تو وہ عالم اسلام کی صف ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ پاکستان کی روایتی عرب دوستی میں شامل ہیں۔ پاکستان نے دیگر عرب و اسلامی ممالک کی طرح اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا۔ اسرائیل کے قیام کے بعد وہاں کی حکومت نے تمام بیرونی مشن خصوصاً مذہبی اداروں کو نہ صرف سختی سے بند کر دیا بلکہ غیر ملکی مشنوں کو اسرائیل سے نکال باہر کیا۔ اسرائیل میں غیر ملکی مشنوں کے خاتمہ اور پابندی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہاں پر عیسائی مشنریوں پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ اسرائیل کے سب سے بڑے ربی شوگورین نے آرچ بشپ آف کنٹر بری ڈاکٹر ریمزے اور کارڈنیل پادری ہی نان سے خصوصی ملاقات کر کے ان پر زور دیا کہ اسرائیل میں عیسائی مشنریوں پر پابندی عائد کریں۔ (''مارننگ نیوز'' کراچی، 26 ستمبر 1972ء)

اسرائیل میں یہودیوں نے غیر ملکی مشنریوں کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار کیا، یہاں تک کہ اسرائیل میں عیسائی مشنوں کے خلاف منظّم تحریک چلی۔ عیسائی مشنری مراکز پر حملے ہوئے، بائبل کے نسخوں کو نذر آتش کیا گیا۔ لیکن یہودیوں کی نوازش اور کرم نوازی صرف قادیانیوں کے حصے میں آئی۔ 1928ء سے لے کر اب تک مسلسل ان کا مشن اسرائیل میں موجود ہے اور اسے کسی قسم کا معمولی سا گزند بھی نہیں پہنچایا گیا۔ دنیا کے نقشے پر ابھرنے والا ملک اسرائیل نظریاتی بنیاد پر معرض وجود میں آیا ہے۔ کسی نظریاتی مملکت میں اس کے نظریہ کے خلاف پرچار برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اسرائیل کے یہودی، فلسطین میں

اسلام اور مسلمانوں کے وجود کو اپنے ہاں برداشت کرنے سے قاصر ہیں، تو وہ بھلا کیونکر اسلام کی تبلیغ کو برداشت کر سکتے ہیں؟ اسرائیل میں سرعام یا چوری چھپے اسلام کی تبلیغ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی نہ تو مسلم ہیں اور نہ ہی اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اگر قادیانی حقیقی مسلمان ہوتے تو اسرائیل جیسے اسلام دشمن ملک سے ان کے تبلیغی مشن کو پنپنے کا موقع ہی نہ دیا جاتا اور نہ ہی اسرائیل حکومتی سطح پر قادیانی مشن کی سرپرستی کرتا۔ اسرائیل میں قادیانی مشن درحقیقت تبلیغ اسلام کی آڑ میں استعماری جاسوسی کا مضبوط اور محفوظ اڈہ ہے۔ جہاں سے عالم اسلام کے خلاف سازشوں کے تانے بانے بُنے جاتے ہیں۔

اسرائیل پاکستان کی عرب دوستی، اسلامی اخوت اور عربوں سے روایتی عقیدت اور ناقابل تسخیر تعلقات کو بخوبی جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیل نے ابھی تک پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا ہے، بلکہ اسرائیل پاکستان کی وحدت اور سالمیت کے خلاف ریشہ دوانیوں اور سازشوں میں سرگرم عمل رہتا ہے کیونکہ وہ پاکستان کو اپنا ازلی اور ابدی حریف تصور کرتا ہے۔ اس بات کی تائید اسرائیل کے بانی ڈیوڈ بن گوریان (David Ben-Gurion) کی اگست 1967ء میں سوربون (Sorbonne) یونیورسٹی پیرس میں کی گئی تقریر سے ہوتی ہے جس میں موصوف نے پاکستان کو اسرائیل کے لیے آئیڈیالوجیکل چیلنج قرار دیا۔

- ”عالمی صہیونی تحریک کو پاکستان کی طرف سے لاحق خطرات سے بے خبر نہیں ہونا چاہیے اور اب پاکستان کو اس کا پہلا نشانہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ نظریاتی ریاست ہمارے وجود کے لیے ایک خطرہ ہے اور یہ کہ پاکستان کے سب لوگ یہودیوں سے نفرت اور عربوں سے محبت کرتے ہیں۔ عربوں سے یہ محبت ہمارے لیے بذات خود عربوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس مقصد کے لیے عالمی صہیونیت کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف فوری اقدامات کرے۔ جبکہ جزائر ہند کے لوگ ہندو ہیں جن کے دل پوری تاریخ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان، مسلمانوں کے خلاف کام کرنے کے لیے ہمارے لیے اہم ترین پڑاؤ ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اس مرکز سے کام

لیں اور پاکستانیوں کو کچل دیں، جو یہودیوں اور صہیونیوں کے دشمن ہیں۔اس کے لیے تمام خفیہ وظاہر منصوبے اپنائے جائیں''۔

(دی فلسطین، بیروت نمبر 120، جلد XL (چالیس) جنوری 1972ء، ''یروشلم پوسٹ'' 9 اگست 1967ء روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور،ص 1، مورخہ 22 مئی 1972ء)

ایسے حالات میں اسرائیل اپنے روایتی اور آئیڈیل حریف پاکستان کی اقلیتی قادیانی جماعت کو کیونکر اپنے دامن میں پناہ دے سکتا ہے؟ اسرائیل میں قادیانی مشن پنجابی محاورہ کے مطابق ''ماں دی سوکن دھی دی سہیلی'' (ماں کی سوکن بیٹی کی سہیلی) والا معاملہ ہے۔

بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے ایٹمی پروگرام میں سب سے زیادہ دلچسپی اسرائیل کو ہے کیونکہ اپنے تئیں وہ سمجھتا ہے کہ پاکستان عربوں کا سچا خیر خواہ ہے اور پکا ہمدرد ہے۔اسرائیل کو اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام اس کے لیے ایک مستقل خطرے کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسرائیل اور قادیانیوں کے تعلقات اور روابط نے پاکستان کی وحدت اور سالمیت کو کس قدر نقصان پہنچایا، اس کا اندازہ مصر کے معروف صحافی جناب محمد حسین ہیکل کے ایک انٹرویو سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم سے کیا تھا۔

- ''مصر کے عظیم صحافی جناب محمد حسین ہیکل کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے صدر مملکت جناب بھٹو نے یہ انکشاف فرمایا ہے کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا منصوبہ تل ابیب میں تیار کیا گیا تھا''۔(روزنامہ ''المنبر'' لائل پور، ص 13 جلد 18 شمارہ 27، 20 جولائی 1973ء)

- ''اہل وطن کے لیے یہ خبر حیران کن اور تشویشناک ہوگی کہ 1971ء میں اندرونی سازش اور بیرونی جارحیت کے نتیجہ میں پاکستان دولخت ہوا اور جب ڈھاکہ (Fall) ہوا تو ہندو مسلح افواج کا ڈپٹی کمانڈر ایک یہودی تھا''۔

(ہفت روزہ ''طاہر'' لاہور 22 تا 28 دسمبر 1975ء)

بن گوریان نے پاکستان کے جس فکری سرمایہ اور جنگی قوت کا ذکر کیا ہے، وہ کون سی چیز ہے۔اس کا جواب ہمیں مشہور یہودی فوجی ماہر پروفیسر ہرٹز سے مل جاتا ہے۔وہ کہتے ہیں:

ایک امریکی یہودی عسکری ماہر پروفیسر ہرٹز (Hertz) لکھتا ہے:

''پاکستان کے فوجیوں کے اندر حضرت محمد ﷺ کے لیے بے پناہ محبت وعقیدت موجود ہے اور یہی وہ چیز ہے جو پاکستان اور عربوں کے درمیان تعلق کو مضبوط کرتی ہے اور حقیقت میں یہ عالمی صہیونیت کے لیے ایک سنگین خطرہ اور اسرائیل کی توسیع پسندی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ چنانچہ یہودیوں پر یہ لازم ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ سے اس محبت وعقیدت کو ہر طریقے سے ختم کردیں''۔

(دی فلسطین، بیروت نمبر 120 جلد XL (40) جنوری 1972ء، ''نوائے وقت'' ص 6، 22 مئی 1972ء نیز جزائر برطانیہ میں صہیونی تنظیموں کا آرگن، جیوش کرانیکل' 9 اگست 1967ء)

ڈیوڈ بن گوریان اور پروفیسر ہرٹز کے بیانات کی روشنی میں اسرائیل میں قادیانی مشن کی موجودگی کے کردار اور اسرار و رموز کا عقدہ حل ہوجاتا ہے۔ یہ ایک منطقی بات ہے کہ اسرائیل اپنے حقیقی حریف پاکستان کی اقلیتی جماعت قادیانی مشن کو اپنے ملک میں پناہ دیے ہوئے ہے، تو لامحالہ اس کے ساتھ اسرائیل کے مخصوص مفادات وابستہ ہیں۔ کیونکہ قادیانیوں کا آبائی مرکز قادیان (بھارت) میں واقع ہے۔ جبکہ ان کا ہیڈ کوارٹر ربوہ (پاکستان) میں ہے۔ اسرائیل پاکستان کو بھارت سے رابطہ کیے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ جغرافیائی محل و وقوع کے اعتبار سے عرب ممالک کے بعد ایران اور افغانستان دو اسلامی ریاستیں اس کی ڈھال ہیں جبکہ عقب میں بھارت ہی ایسا ملک ہے جو پاکستان کی وحدت و سالمیت پر شب خون مار سکتا ہے۔ اسرائیل کو ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو بھارت اور اسرائیل کے درمیان رابطے کا کام دے۔ اسرائیل اور بھارت دونوں پاکستان کے دشمن ہیں۔ پاکستان کے ان مشترکہ دشمنوں میں بااعتماد رابطہ کا کام صرف قادیانی جماعت ہی بخوبی سرانجام دے سکتی ہے، کیونکہ قادیانی بھی پاکستان کے نظریاتی دشمن ہیں۔

قادیانی مشن اسرائیل میں موجود ہے تو اسرائیل کی مرضی ومنشا کے بغیر اس کا وجود ممکن نہیں۔ قادیانیوں کا اسرائیل میں تبلیغ کے نام پر مشن برقرار رکھنا محض ایک ڈھونگ ہے۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کا قیام بلاشبہ یہود و ہنود کے مشترکہ مقاصد اور عزائم کی آماجگاہ

ہے......بن گوریان کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے ابومدثرہ لکھتے ہیں:

❑ ''بن گوریان کے بیان کے پس منظر میں یہ بات تعجب خیز ہو جاتی ہے کہ پاکستان سے اس شدت سے نفرت کرنے والے اسرائیل نے ایسی جماعت کو سینے سے کیوں لگائے رکھا جن کا ہیڈ کوارٹر یعنی پاکستان ہی ان کے لیے نظریاتی چیلنج ہے۔ظاہر ہے پاکستانی فوج کی فکری اساس، رسول عربی ﷺ سے غیر معمولی محبت وعقیدت، جنگی قوت کا راز اور جذبہ جہاد، ختم کرنے کے لیے جو جماعت نظریہ افکار ختم نبوت اور ممانعت جہاد کی علمبردار بن کر اٹھی تھی وہی پورے عالم اسلام اور پاکستان میں ان کی منظور نظر بن سکتی تھی۔ واضح رہے کہ بہت جلد جب سامراجی طاقتوں اور صہیونیوں کو مشرقی پاکستان کی شکل میں اپنے جذبات عناد نکالنے کا موقعہ ہاتھ آیا تو اسرائیلی وزیر خارجہ ابا ایبان (Abba Eban) نے نہ صرف اس تحریک علیحدگی کو سراہا بلکہ بروقت ضروری ہتھیار بھی فراہم کرنے کی پیشکش کی''۔

(ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک جلد 7، شمارہ 9، صفحہ 8، بحوالہ ماہنامہ فلسطین بیروت)

❑ ''اس تاثر کو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے اس بیان سے اور زیادہ تقویت ملتی ہے جس میں انہوں نے انکشاف کیا کہ پاکستان کے عام انتخابات 1970ء میں اسرائیلی روپیہ پاکستان آیا اور انتخابی مہم میں اس کا استعمال ہوا۔آخر وہ روپیہ مرزائیوں کے ذریعے نہیں تو کس ذریعے سے آیا اور پاکستان کے وجود کے خلاف تل ابیب میں تیار کی گئی سازش جس کا انکشاف بھٹو صاحب نے الاہرام مصر کے ایڈیٹر محمد حسین ہیکل کو انٹرویو دیتے کیا، کیسے پروان چڑھی جبکہ پاکستان کے اسرائیل کے ساتھ سوائے قادیانی مشنوں کے اور کوئی رابطہ نہیں تھا۔

اگر قادیانی جماعت بین الاقوامی صہیونیت کی آلہ کار نہ ہوتی اور عالم اسلام اور پاکستان کے خلاف اس کا کردار نہایت گھناؤنا نہ ہوتا تو کبھی بھی اسرائیل کے دروازے ان پر نہ کھل سکتے۔ قادیانی اس بارہ میں ہزار مرتبہ تبلیغ و دعوت اسلام کے پردہ میں پناہ لینا چاہیں مگر یہ سوال اپنی جگہ قائم رہے گا کہ اسرائیل میں کیا یہ تبلیغ ان یہودیوں پر کی جارہی ہے، جنہوں نے صہیونیت کی خاطر اپنے اوطان کو خیرباد کہا اور تمام عصبیتوں کے تحت اسرائیل میں اکٹھے ہوئے یا ان بچے کھچے مسلمان عربوں پر مشق تبلیغ کی جارہی ہے جو پہلے

سے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلقہ بگوش ہیں اور صیہونیت کے مظالم سہ رہے ہیں‘‘۔

(’’قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف‘‘ ص163 موتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور)

پاکستان کا کوئی شہری یا جماعت اسرائیل کا ویزا حاصل نہیں کرسکتی، چونکہ پاکستان کے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات مفقود ہیں، ان حالات میں قادیانیوں کی اسرائیل میں موجودگی اور ان کے مشن کا قیام کسی معمہ سے کم نہیں ہے۔

غالباً 1975ء کے اواخر میں قادیانی جماعت کے راہنما اور سابق وزیر خارجہ پاکستان چوہدری سر ظفر اللہ خان نے اچانک چین کا دورہ کیا۔ چینی لیڈروں کے علاوہ چوہدری صاحب نے چین کے وزیر اعظم آنجہانی چواین لائی سے بھی ملاقات کی اور ان سے درخواست کی کہ وہ انہیں چین میں اپنا تبلیغی مشن قائم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ چواین لائی نے جواب میں کہا تھا کہ آپ سامراجیوں کے آلہ کار ہیں، اسرائیل عالم اسلام کا دشمن ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسرائیل میں آپ کا مشن موجود ہے؟ اسرائیل اور آپ کی جماعت میں دوستانہ تعلقات ہیں۔

اسرائیل میں قادیانیوں کا مشن درحقیقت عرب ریاستوں کی جاسوسی، فوجی رازوں کو اسرائیل تک پہنچانے اور فلسطینی مسلمانوں کو محکوم اور غلام بنانے کا بدترین صہیونی اڈہ ہے، جہاں سے عالم اسلام اور بالخصوص عربوں کے خلاف سازشیں جنم لیتی ہیں اور پروان چڑھتی ہیں۔

اسرائیل مشن کے بارے میں قادیانیوں کا موقف رہا ہے کہ یہ مشن قادیان (بھارت) کے ماتحت ہیں۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ ربوہ (پاکستان) قادیانیوں کا ہیڈکوارٹر ہے اور قادیانی جماعت کی تمام تنظیمیں اسی مرکز سے وابستہ ہیں اور اسی کے زیر انتظام چلتی ہیں۔ قادیانی اپنے نام نہاد اور جعلی نبی کی طرح جھوٹ بولنے میں ماہر ہیں۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کی موجودگی اور قادیانیوں کے اسرائیل کی حکومت کے ساتھ سفارتی تعلقات اور روابط کی قلعی تاریخی دستاویزات اور حقائق سے کھل جاتی ہے۔

ربوہ کی تحریک جدید کے سالانہ بجٹ 1966ء۔ 1967ء سے ثابت ہوتا ہے کہ اسرائیل میں قادیانی جماعت کا مشن کس کے زیر اہتمام چل رہا ہے؟ اس بجٹ کے صفحہ 25

کا فوٹوسٹیٹ ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ قادیانی اپنے موقف میں سچے ہیں یا جھوٹے۔

۲۵

تفصیلی آمد خرچ مشنہائے بیرون

حیفا

(۱۲)

(اسرائیلی پونڈ)
[illegible]

خرچ

عملہ

شمار	نام مدات	اصل اعداد ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	مرکزی مبلغین ۱	۹۷۲	۹۷۲	۹۷۲
۲				
	میزان عملہ	۹۷۲	۹۷۲	۹۷۲

سائر

شمار	نام مدات	اصل اعداد ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	اشاعت لٹریچر	۱،۰۵۵	۴۰	۴۰
۲	تبلیغی مجالس وعیدین		۶۰	۶۰
۳	،، دورے وسفر خرچ		۴۰	۴۰
۴	مہمان نوازی		۵۰	۵۰
۵	کرایہ مکان فرنیچر			
۶	بجلی۔ پانی۔ گیس وغیرہ		-	-
۷	سٹیشنری		۱۵	۱۵
۸	ڈاک تار و ٹیلیفون		۵۰	۵۰
۹	کتب اخبارات		۵۰	۵۰
۱۰	متفرق		۵۰	۵۰
۱۱	اخراجات رسالہ البشریٰ		۷۰۰	۷۰۰
	میزان سائر	۱،۰۵۵	۱،۰۵۵	۱،۰۵۵
	کل خرچ عملہ وسائر	۲،۰۲۷	۲،۰۲۷	۲،۰۲۷
	ریزرو مرکزی	۱،۳۷۳	۱،۳۷۳	۱،۳۷۳
	کل میزان	۳،۴۰۰	۳،۴۰۰	۳،۴۰۰

آمد

شمار	نام مدات	اصل اعداد ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	چندہ تحریک جدید	۳،۴۰۰	۱،۳۵۰	۱،۳۵۰
۲	،، عام وحصہ آمد		۱،۶۰۰	۱،۶۰۰
۳	زکوٰۃ		۱۰۰	۱۰۰
۴	عید فنڈ		۱۲۵	۱۲۵
۵	فطرانہ			
۶	متفرق		۱۲۵	۱۲۵
	میزان آمد	۳،۴۰۰	۳،۴۰۰	۳،۴۰۰

خلاصہ

آمد	۳،۴۰۰
خرچ	۳،۴۰۰
خالص	-

احمدیہ تحریک جدید کے سالانہ بجٹ ۶۷-۱۹۶۶ء کے صفحہ ۲۵ کا عکس۔

اسرائیل میں نام نہاد مذہبی جماعت (قادیانی جماعت) کی موجودگی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قادیانی مذہبی نہیں بلکہ ایک خالص پولیٹیکل جماعت ہے۔ یہودی دوسرا بنیا ہے جو کبھی خسارے کا سودا نہیں کرتا۔ اسرائیل نے قادیانیوں کو اپنے نظریاتی ملک میں جو مذہبی آزادی دے رکھی ہے وہ اس کے اصول اور قواعد و ضوابط کے صریحاً خلاف ہے۔ قادیانی جماعت یہودی ٹکڑوں پر پلنے والا استعماری پٹھو ہے۔ قادیانیوں اور اسرائیل کے باہمی تعلقات اور روابط کا اندازہ قومی اخبارات میں 22 فروری 1985ء کے ''یروشلم پوسٹ'' کے حوالے سے چھپنے والی اس تصویر سے لگایا جاسکتا ہے جس میں دو قادیانی مبلغوں کو اسرائیلی صدر (Chaim Herzog) کے ساتھ نہایت مودب انداز میں ملاقات کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اس تصویر میں اسرائیل میں سبکدوش ہونے والے قادیانی سربراہ شیخ شریف احمد امینی (درمیان) نئے سربراہ شیخ محمد حمید کاپر کا اسرائیل کے صدر سے تعارف کروا رہے ہیں۔ اس موقع پر شیخ شریف نے قادیانیوں کو اسرائیل میں مکمل مذہبی آزادی دینے پر اسرائیلی حکومت کی تعریف کی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ یہ تصویر قادیانیوں کی اسلام دشمنی اور یہود دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

Friday, November 22, 1985 The Jerusalem Post

Sheikh Sharif Ahmed Amini (centre), the outgoing head of the Ahmediya, an Indian Moslem sect locally based in Haifa, introduces his successor, Sheikh Mohammed Hamid Kawpar, to President Chaim Herzog yesterday at Beit Hanassi. The new leader of the sect, which has 1,200 followers in Israel, brought numerous documents as evidence that the sect is persecuted in Pakistan. The outgoing sheikh, who is returning to India, praised Israel for allowing his sect to enjoy complete religious freedom. (Rahamim Israeli)

''یروشلم پوسٹ'' کے حوالہ سے شائع ہونے والی تصویر میں اصل عبارت سے قادیانیوں کے اسرائیل کے ساتھ باہمی روابط کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ترجمہ: شیخ شریف احمد امینی (درمیان والے) بھارتی احمدیہ فرقہ کے سبکدوش ہونے والے مبلغ حیفا میں ایک ہندی مسلمان مقامی فرقے کی حیثیت سے کامیابی کے ساتھ متعارف ہوئے۔ شیخ محمد حمید کاپرنے کل پریذیڈنٹ چیم ہرزگ سے ملاقات کی۔ فرقے کا نیا لیڈر، جو 1200 ساتھی اسرائیل میں رکھتا ہے، وہ کئی اختیارات ایک خاص راہنما کی صورت ہی میں پاکستان لایا۔ سبکدوش ہونے والا شیخ جو کہ ہندوستان سے آیا تھا، اس نے اسرائیل کی تعریف کی کہ اس کے فرقے کو مکمل مذہبی آزادی کی اجازت ملی۔

صدر ایوب خان مرحوم کے دور میں قومی اسمبلی میں میاں عبدالخالق مرحوم رکن قومی اسمبلی نے سوال اٹھایا کہ آیا اسرائیل میں قادیانی مشن موجود ہے؟ اس پر اس وقت کے وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے کہا کہ اگر کوئی صاحب اس سلسلہ میں ٹھوس معلومات فراہم کریں تو حکومت پاکستان ان کی مشکور ہوگی۔ اس موقع پر بھٹو صاحب نے یہ بھی بتایا کہ پاکستانی شہری اسرائیل نہیں جاسکتے اور نہ ہی پاکستان سے اسرائیل رقم بھیجی جاسکتی ہے۔ کیونکہ پاکستان کے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات نہیں ہیں۔ چنانچہ میرے والد مولانا تاج محمود مرحوم نے ربوہ لائبریری سے چنیوٹ کے ایک طالب علم پرویز کی معرفت قادیانی جماعت کے بیرونی مشنوں کے متعلق کتابیں منگوائیں۔ ایک کتاب (Our Foreign Missions) آور فارن مشنز جو قادیانی جماعت کے زیر اہتمام ربوہ میں چھپی تھی، اس کے صفحہ 54 پر قادیانی جماعت کے اسرائیل میں حیفا کے مقام پر قادیانی مشن کی تفصیلات کا ذکر موجود ہے۔ میرے والد گرامی نے وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو بذریعہ ٹیلی گرام یہ دستاویزی ثبوت بہم پہنچائے۔ بعدازاں آغا شورش کاشمیری نے اپنے جریدہ ہفت روزہ چٹان لاہور میں اس کتاب کی تحریر کے فوٹو شائع کیے۔ اس طرح پہلی مرتبہ یہ بات منظر عام پر آئی۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کی بابت تفصیلات کا عکس ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کتاب مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے مرزا مبارک احمد کی تصنیف کردہ ہے۔

ISRAEL MISSION

The Ahmadiyya Mission in Israel is situated in Haifa at Mount Karmal. We have a mosque there, a Mission House a library, a book depot and a school. The mission also brings out a monthly, entitled Al-Bushra which is sent out to thirty different countries accessible through the medium of Arabic. Many works of the Promised Massiah have been translated into Arabic through this mission.

In many ways this Ahmadiyya Mission has been deeply affected by the Partition of what formerly was called Palestine. The small number of Muslims left in Israel derived a great deal of strength from the presence of our mission which never misses a chance of being of service to them. Recently, our missionary had an interview with the Mayor of Haifa, when during the discussion on many points, he offered to build for us a school at Kababeer, a village near Haifa, where we have a strong and well-established Ahmadiyya community of Palestinian Arabs. He also promised that he would come to see our missionary at Kababeer, which he did later accompanied by four notables from Haifa. He was duly received by members of the community, and by the students of our school, a meeting having been held to welcome the guests. Before his return he entered his impressions in the Visitors' Book.

Another small incident, which world give readers some idea of the position our mission in Israel occupies, is that in 1956 when our missionary Choudhry Muhammad Sharif, returned to the Headquarters of the movement in Pakistan, the President of Israel sent word that he (our missionary) should see him before embarking on the journey back. Choudhry Muhammad Sharif utilized the opportunity to present a copy of the German translation of the Holy Quran to the President. Which he gladly accepted. This interview and what transpired at it was widely reported in the Israeli

Press and a brief account was also broadcast on the radio.
(OUR FOREIGN MISSIONS by Mirza Mubarak Ahmad)

''احمدیہ مشن اسرائیل میں حیفا (ماؤنٹ کرمل) کے مقام پر واقع ہے اور وہاں ہماری ایک مسجد، ایک مشن ہاؤس، ایک لائبریری، ایک بکڈپو اور ایک سکول موجود ہے۔ ہمارے مشن کی طرف سے ''البشریٰ'' کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ جاری ہے جو تیس مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بہت سی تحریریں اس مشن نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔ فلسطین کے تقسیم ہونے سے یہ مشن کافی متاثر ہوا۔ چند مسلمان جو اس وقت اسرائیل میں موجود ہیں، ہمارا مشن ان کی ہر ممکن خدمت کر رہا ہے اور مشن کی موجودگی سے ان کے حوصلے بلند ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ہمارے مشنری کے لوگ حیفا کے میئر سے ملے اور اُن سے گفت وشنید کی۔ میئر نے وعدہ کیا کہ احمدیہ جماعت کے لیے کبابیر میں حیفا کے قریب وہ ایک سکول بنانے کی اجازت دے دیں گے۔ یہ علاقہ ہماری جماعت کا مرکز اور گڑھ ہے۔ کچھ عرصہ بعد میئر صاحب ہماری مشنری دیکھنے کے لیے تشریف لائے۔ حیفا کے چار معززین بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اُن کا پروقار استقبال کیا گیا۔ جس میں جماعت کے سرکردہ ممبر اور سکول کے طالب علم بھی موجود تھے۔ اُن کی آمد کے اعزاز میں ایک جلسہ بھی منعقد ہوا، جس میں انہیں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ واپسی سے پہلے میئر صاحب نے اپنے تأثرات مہمانوں کے رجسٹر میں بھی تحریر کیے۔ ہماری جماعت کے مؤثر ہونے کا ثبوت ایک چھوٹے سے مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ **1956**ء میں جب ہمارے مبلغ چودھری محمد شریف صاحب ربوہ پاکستان واپس تشریف لا رہے تھے، اُس وقت اسرائیل کے صدر نے ہماری مشنری کو پیغام بھیجا کہ چودھری صاحب روانگی سے پہلے صدر صاحب سے ملیں۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر چودھری صاحب نے ایک قرآن حکیم کا نسخہ جو جرمن زبان میں تھا، صدر محترم کو پیش کیا جس کو خلوص دل سے قبول کیا گیا۔ چودھری صاحب کا صدر صاحب سے انٹرویو اسرائیل کے ریڈیو پر نشر کیا گیا اور ان کی ملاقات کا احوال اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع کیا گیا''۔

وطن عزیز کے ایک موقر جریدہ میں چند سال قبل ایک سنسنی خیز خبر شائع ہوئی تھی۔

یہ اطلاع اس قدر اندوہناک تھی کہ بالخصوص پاکستانی مسلمان دل تھام کر رہ گئے اور ملک کے دانشور طبقہ نے تحریراً اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا۔ اخبار میں مندرج تھا:

''لندن سے شائع ہونے والی کتاب ''اسرائیل اے پروفائل'' (Israel A Profile) میں انکشاف کیا گیا ہے کہ حکومت اسرائیل نے اپنی فوج میں پاکستانی قادیانیوں کو بھرتی ہونے کی اجازت دے دی ہے۔ یہ کتاب پولیٹیکل سائنس کے ایک یہودی پروفیسر آئی ٹی نومانی (Israel T.Naamani) نے لکھی ہے اور اسے ادارہ پالمال، لندن سے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ''1972ء تک اسرائیلی فوج میں چھ سو پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے ہیں''۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور صفحہ 5، 29 دسمبر 1975ء)

مندرجہ بالا کرب انگیز انکشاف پر اہل فکر تشویش کا اظہار کر رہے تھے کہ قومی اسمبلی کے فاضل رکن ظفر احمد انصاری صاحب نے ایک ہفت روزہ کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ وہ آئندہ اجلاس میں اس مسئلے کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں...... اس سوال کے جواب میں کہ اسرائیلی فوج میں احمدیوں کی موجودگی ایک خوفناک انکشاف ہے، یہودیوں اور احمدیوں میں اس تعاون کی کیا تفصیل ہے اور آپ اسے پاکستان کی قومی اسمبلی میں کیوں زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔

- ''پاکستان مسلم مملکت ہے اور یہودی ہر مسلم مملکت کو نیست و نابود کرنے کا عہد کر چکے ہیں۔ وہ اس کے لیے ہر ذریعے اور ہر واسطے کو استعمال میں لا رہے ہیں۔ ان کے آلہ کار بننے والوں میں یہ مرزائی یا قادیانی بھی شامل ہیں جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ اسرائیل یہودی صہیونیت کا ہتھیار ہے جس کے ذریعے یہودی عالم اسلام کو زیر کرنا چاہتے ہیں۔ 1972ء تک اسرائیل میں موجود ''احمدیوں'' کی تعداد چھ سو تھی جن پر اسرائیلی فوج میں ''خدمت'' کے دروازے کھول دیے گئے تھے۔ یہ تفصیل پولیٹیکل سائنس کے یہودی پروفیسر آئی ٹی نومانی کی کتاب (Israel A Profile) کے صفحہ 75 پر موجود ہے۔ یہ کتاب پالمال لندن 1972ء میں چھپی ہے۔ دلچسپ چیز یہ ہے کہ اس کتاب کے صفحہ 54 پر

صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ عربوں پر یہ پابندی اب بھی قائم ہے کہ وہ کسی سرسبز گاؤں میں نہیں رہ سکتے اور اسرائیلی فوج میں بھرتی بھی نہیں ہو سکتے۔ اس کتاب کے صفحہ 75 پر یہ بھی موجود ہے کہ یہ "احمدی" پاکستان سے ہیں اور مسلمان بالخصوص پاکستانی مسلمان کے لیے یہ بات یوں بھی انتہائی افسوس کا موجب ہے کہ ان احمدیوں کو پاکستانی قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے بھی یہ تحریک التوا کے ذریعہ اسے پاکستان کے مقتدر ترین ایوان میں زیر بحث لانا چاہتے ہیں"۔

اب اسرائیل سے احمدیوں کے گٹھ جوڑ کی مصدقہ کہانی خود ان کے رسائل و جرائد سے حاضر ہے۔ ان شرمناک سرگرمیوں اور استحصالی ہتھکنڈوں کا سلسلہ تو بہت پرانا اور طویل ہے۔ تاہم چند واقعات ملاحظہ کریں۔ تحریک جدید کے مبلغ فلسطین رشید احمد چغتائی اسرائیل سے پاکستان ارسال کردہ ماہ اگست تا اکتوبر 1948ء اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

❑ "فلسطین کے شہر صور اپنے حیفا کے احمدی بھائیوں تک پہنچنے کے سلسلہ میں گیا۔ جہاں فلسطینی پناہ گزینوں میں تبلیغ کی۔ احمدی بھائیوں کی خواہش پر دو یوم قیام رہا۔ تبلیغ کے علاوہ ان کی تربیت کے لیے بھی وقت صرف کیا۔ یہاں 29 کس کو تبلیغ کی۔ ایک شخص سے خاص طور پر تبادلہ خیالات دو روز تک چار سے چھ گھنٹے تک ہوتا رہا۔ انہیں بعض کتب بھی مطالعہ کے لیے دی گئیں"۔ (اخبار "الفضل" 12 مارچ 1949ء)

چوہدری محمد شریف 15 اگست 1948ء سے جون 1949ء کے عرصہ کی اسرائیل سے پاکستان روانہ کی گئی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

❑ "ہماری آنکھوں کے سامنے شہر گر گئے۔ آبادیاں ویران ہو گئیں، ان ایام میں جبکہ چاروں طرف گولیاں برستی تھیں اور ہر رات معلوم ہوتا تھا کہ صبح ہم پر طلوع ہو گی یا نہیں۔ دعوت احمدیت کا کام باوجود محصور ہونے کے جاری رکھا"۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 13، ص 131)

❑ "نومبر 1955ء میں چوہدری شریف کی جگہ جلال الدین قمر کو اسرائیل میں نیا مبلغ مقرر کیا گیا۔ چوہدری صاحب 1938ء سے اسرائیل میں مصروف عمل تھے۔ شیخ نور احمد اور رشید چغتائی اسرائیل سے پاکستان آنے تک (1951ء) ان کے ساتھ کام کرتے رہے تھے۔ چوہدری صاحب بھی اسرائیل سے پاکستان آئے۔ یہ تینوں مبلغ تادم تحریر (جنوری 1978ء)

ربوہ میں موجود ہیں اور جلال الدین قمر جو 1955ء سے اسرائیل مشن کے انچارج ہیں، ان کا سارا خاندان ربوہ میں ہے۔ بہر حال چوہدری شریف اسرائیل سے پاکستان آنے لگے تو اسرائیلی صدر بن زیوی نے ان کو خصوصی پیغام ارسال کیا کہ وہ وطن جانے سے پہلے ان سے ضرور ملیں۔ اسرائیلی صدر کا یہ اشتیاق بعض اہم حقائق کا عکاس ہے۔ 28 نومبر کو چوہدری صاحب نے ان سے ملاقات کی۔ مرزا محمود نے خطبہ جمعہ مورخہ 5 ستمبر 1958ء میں اس ملاقات کا ذکر بڑے فخر و مباہات سے کیا ہے''۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 5، ص 507)

مرزا مبارک احمد نے اس واقعہ کی بابت لکھا:

- ''قارئین ایک چھوٹے سے واقعہ سے ہمارے مشن کی پوزیشن کا اندازہ لگا سکیں گے، جو اسے اسرائیل میں حاصل ہے۔ 1956ء میں جب ہمارے مشنری چوہدری محمد شریف تحریک کے ہیڈ کوارٹر پاکستان آنے لگے تو اسرائیل کے صدر نے انہیں پیغام ارسال کیا کہ وہ جانے سے قبل انہیں ملیں۔ چوہدری محمد شریف نے موقع سے فائدہ اٹھا کر (قادیانی) قرآن حکیم کے جرمن ترجمے کی ایک کاپی آپ کو پیش کی جو آپ نے بخوشی قبول کی۔ یہ انٹرویو اور اس کے احوال اسرائیلی پریس اور اسرائیلی ریڈیو نے نشر کیے''۔

(''تاریخ احمدیت'' جلد 5، ص 507)

''قادیانی جماعت کی ربوہ سے شائع شدہ کتاب (Our Foreign Missions) کے صفحہ نمبر 54 پر ملاحظہ فرمائیں۔

''1956ء میں جب ہمارے مبلغ چوہدری محمد شریف صاحب ربوہ پاکستان واپس تشریف لا رہے تھے۔ اس وقت کے اسرائیل کے صدر نے ہماری مشینری کو پیغام بھیجا کہ چوہدری صاحب روانگی سے پہلے صدر صاحب سے ملیں''۔

1957ء میں سالانہ جلسے کی تقریب میں رائل فیملی کے ایک فرد نے اسرائیلی حکومت اور قادیانی مشن کے مابین تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

- ''اس وقت فلسطین میں جو چند مسلمان باقی ہیں ان کی تسلی اور ڈھارس صرف ہمارے مشن کے ذریعے ہی ہے، جو مسلمانوں کی بہبود اور ترقی کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ گزشتہ

دنوں ہمارے مبلغ نے حیفا کے میئر سے ملاقات کی اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کیا۔ چنانچہ ہماری تعلیمی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر انہوں نے کہا کہ وہ کبابیر میں مدرسہ کی عمارت بنا کر دینے کے لیے تیار ہیں اور کہا کہ میں کبابیر ملنے کے لیے آؤں گا۔ چنانچہ بعد میں وہ مقررہ تاریخ پر چار دیگر معزز آدمیوں سمیت آئے، جن میں مہندس البلاد بھی تھا۔ اس موقع پر جماعت کے دوستوں اور مدرسہ احمدیہ کے طلباء نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا اور ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی گئی۔ واپسی سے قبل میئر صاحب نے مشن کے رجسٹر میں عمدہ تاثرات کا اظہار کیا۔ ہمارے دارالتبلیغ میں ایک صحافیہ ملنے کے لیے آئی، جس نے تبادلہ خیالات کیا اور بعد میں ہمارے مبلغ مسجد اور مشن ہاؤس کی تصاویر ایک اخبار میں شائع کروائیں اور جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کیا''۔ (''اشاعت اسلام اور ہماری ذمہ داریاں'' از مرزا مبارک احمد، ص 71 مطبوعہ ربوہ)

ایک یہودی مصنف نے اپنی کتاب ''اسرائیل میں عرب'' میں انکشاف کیا ہے کہ 31 دسمبر 1965ء کو اسرائیل میں غیر یہود افراد کی تعداد تین لاکھ ستائیس تھی، جو تمام عرب تھے اور ایران سے آنے والے چند سو احمدی یہاں موجود تھے۔

(Jalob-M-Landau جیلب ایم لانڈ دی عربز، ان اسرائیل اے پولیٹیکل سٹڈی آکسفورڈ یونیورسٹی، پریس لندن 1949ء ''بحوالہ قادیان سے اسرائیل تک'')

1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کی پسپائی پر علاقہ کبابیر، اسرائیل کے قادیانیوں نے جشن مسرت منایا اور چراغاں کیا''۔ (مرزائیل، از شورش کاشمیری)

ان پیچیدہ کڑیوں کو عقل و فہم کے میزان میں تولنے سے ہی حقیقت حال عیاں ہو سکتی ہے۔ یہودی اپنے نظریات میں کس قدر ہٹ دھرم اور مستقل مزاج ہیں، اس کا ذرا سا اندازہ پادریوں کے اس مطالبہ کے تناظر میں لگایا جا سکتا ہے۔

- ''عیسائی مشنریوں نے بہت سے مواقع پر مطالبہ کیا ہے کہ اسرائیلی انہیں تبلیغ کی اجازت نہیں دیتے''۔ (روزنامہ ''مارننگ نیوز'' کراچی 26 ستمبر 1973ء)

عیسائی، یہودیوں کے محسن و مربی ہیں۔ وہ اس امر سے محروم رہیں لیکن پاکستانی قادیانیوں کو اس کی اجازت مل جائے، تعجب ہے۔

ابومدثرہ لکھتے ہیں:

''جولائی 1976ء میں امریکہ، فرانس اور مغربی جرمنی کے سات یہودیوں کا ایک گروپ پاکستان میں سیاحوں کے بھیس میں وارد ہوا۔ انہوں نے پہلے ایک مقامی ہوٹل میں قیام کیا، پھر راولپنڈی کے ایک علاقے ڈھوک پراچہ نزد سیٹلائٹ ٹاؤن میں اپنا مرکز قائم کیا اور اپنی تنظیم ''چلڈرن آف گاڈ'' کا پرچار کرنے لگے۔ انہوں نے جدید یہودیت کا پرچار شروع کیا۔ عوام نے جب مقامی قادیانی جماعت کے مربی دین محمد شاہد اور کئی دوسرے قادیانیوں کو شہر کے مختلف مقامات میں ان کے ساتھ گھومتے پھرتے دیکھا تو وہ چوکنے ہو گئے''۔ (''قادیان سے اسرائیل تک'' ص223 از ابومدثرہ)

ہوا یوں کہ اس خبر کے گردش کرتے ہی بعض رسائل واخبارات کے چالاک نمائندے ان کے مابین گٹھ جوڑ کی ٹوہ لگانے پر مامور ہو گئے۔ آخرکار وفاقی حکومت نے چھان بین کرنے کے بعد 7 اگست 1976ء کو ''چلڈرن آف گاڈ'' نامی اس یہودی تحریک کو خلاف قانون قرار دیا اور اعلان کیا کہ اسے اسرائیل کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اس تنظیم کے تین ارکان امریکی یہودیوں رونالڈ کٹیلر اور کارول کٹیلر اور سسٹر ڈونا، دو برطانوی یہود مسٹر رابرٹ فلوائڈ اور مسٹر یسلی فورڈر، مغربی جرمنی کے مسٹر پوٹر ساسی اور فرانس کی مس سیکہ کو بلیک لسٹ قرار دے کر انہیں پاکستان سے نکال دیا گیا۔ (روزنامہ ''ڈان'' کراچی 8 اگست 1976ء)

1974ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران برطانوی پارلیمنٹ کے بعض یہودی اراکین نے بھی قادیانیوں کے حق میں بیانات دیے۔ قادیانی مشن لندن نے اس تحریک کے دوران عالمی پریس کے ردعمل کو کتابی صورت میں مدون کیا (اس میں پروجیوش پریس کے تبصرے لائق مطالعہ ہیں)۔ (بی۔ اے رفیق، فرام دی ورلڈ پریس لندن)

سقوط ڈھاکہ سے چندروز قبل سعودی عرب کے ایک موقر جریدہ نے اپنے نمائندہ خصوصی کے حوالہ سے اڈیٹوریل میں لکھا تھا۔ ''محمود قاسم نامی مجیب الرحمٰن کے ایک قریبی ساتھی نے اسرائیل کا دورہ کیا ہے۔ اسرائیل نے اسے باقاعدہ وفد کے ساتھ دوبارہ اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور جوش وخروش سے بنگلہ دیش کے موقف کو سراہا اور بیت المقدس

میں اس کے لیے پریس کانفرنس کا انتظام کروایا گیا۔

(البلاد السعو دیہ العربیہ 17 ستمبر بحوالہ ''قادیان سے اسرائیل تک'' ص 218)

آخرش یہ بھی دیکھتے چلیں کہ لاہوری مرزائی این اے فاروقی اور ایم ایم احمد کا کردار کتنا گھناؤنا رہا۔ حقیقتاً وہ سامراج کے مہرے اور تل ابیب کے آلہ کار تھے۔ مشرقی پاکستان کے معروف لیڈر مولانا فرید احمد مرحوم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "The Sun Behind the Clouds" ''سورج بادلوں کی اوٹ میں'' میں تحریر فرماتے ہیں:

❑ ''موتمر عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل جناب عنایت اللہ نے انہیں کراچی میں بتایا تھا کہ یہودی، ایم ایم احمد کی معرفت اپنی مذموم کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ انہیں تل ابیب سے ہدایات ملتی ہیں۔ قادیانیوں اور یہودیوں کی ساز باز اتنی عیاں ہے کہ نظر انداز نہیں کی جاسکتی''۔ ("The Sun Behind the Clouds" ڈھاکہ 1970ء ص 98 از مولوی فرید احمد)

مشرق وسطیٰ میں جمال عبدالناصر مرحوم سابق صدر متحدہ عرب جمہوریہ پہلی شخصیت تھے، جنہوں نے قادیانیت اور صیہونیت کے فتنوں کی ریشہ دوانیوں اور ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر ان کے انسداد کے لیے موثر کارروائی کی تھی۔ چنانچہ مصر میں قادیانیت اور صیہونیت دونوں کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ بعدازاں قادیانیوں نے اپنا دفتر تل ابیب (اسرائیل) میں قائم کر لیا اور صرف قادیانیت واحد تنظیم ایسی ہے کہ پاکستان کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کے باوجود اس ملک کی ایک جماعت کا دفتر ربوہ اور اسرائیل دونوں جگہ قائم ہے اور دونوں مقامات کے لوگوں کی آزادانہ آمد و رفت کا سلسلہ بھی قائم ہے۔

ایسی ناگفتنی صورتوں کی موجودگی میں بھی اگر پاکستانی ارباب اقتدار، یہاں کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں خصوصاً ''حزب اختلاف'' سے تعلق رکھنے والے راہنما اگر اس موضوع پر اظہار خیال کو غیر موزوں قرار دیں، قوم کو ان فتنوں سے آگاہ نہ کریں اور اپنے ذاتی اقتدار کے لیے اپنا پورا زور صرف کریں تو ہمیں ایسے راہنماؤں سے کوئی ہمدردی ہے اور نہ ان کے ذاتی پروگرام سے دلچسپی۔ ہم تو صرف ان راہنماؤں کے مداح، ان کے موید اور ان کے مخلص خادم ہیں جو حضور خاتم الانبیا ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور

قادیانیت وصہیونیت کے فتنوں کو اسلامی وحدت اور ملی یگانگت کے خلاف خطرناک سازش قرار دیتے ہوئے ان فتنوں کی سرکوبی کے لیے سرگرم عمل ہیں''۔

(ہفت روزہ ''خدام الدین'' ص3، 13 جولائی 1973ء)

نبوت کا جو معیار یہودیوں کے ہاں موجود ہے وہی معیار قادیانیت نے اپنے ہاں ملحوظ رکھا ہے۔ سیدنا مسیح ابن مریم علیہ السلام سے دشمنی اور ان پر الزمات یعنی جس طرح اور جو جو الزامات یہود نے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر عائد کیے ہیں، وہی الزامات مرزا قادیانی نے ان پر لگائے۔ قادیانی مسلمانوں سے دلی دشمنی رکھتے ہیں، ٹھیک اسی طرح جس طرح یہود کو قرآن سے ''**اشد الناس عداوة** (المائدہ:82)'' قرار دیا۔ اس کے بالمقابل قادیانیوں کا دلی تعلق کفار سے ہے، کفار سے عقیدت، محبت ان کی سرپرستی قبول کرنے اور ان کا قرب حاصل کرنے کے پیہم سعی، اس جماعت کی 70 سالہ تاریخ کا صحیح عنوان ہے۔ مسلمانوں کی جاسوسی، مسلمانوں اور کفار کی جنگ میں، مسلمانوں کے خلاف کفار سے تعاون اور ان کی امداد، مسلم ممالک کے خلاف سازشیں اور مسلم ممالک پر کفار کے غلبہ پر اظہار مسرت قادیانیت کی سرگزشت میں شامل ہے۔

میاں عبدالخالق نے 2 جون 1966ء کو نیشنل اسمبلی میں یہ سوال کیا کہ اس امر میں کہاں تک صداقت ہے کہ اسرائیل میں کوئی احمدیہ مشن قائم ہے۔ جواب اثبات میں ہے تو اس مشن کے مالی وسائل کیا ہیں؟

وزیر خارجہ نے تحریری جواب میں کہا کہ حکومت کو نام نہاد مملکت اسرائیل میں احمدیہ مشن کے قیام کا قطعاً علم نہیں۔ کسی شخص یا کسی گوشے نے ایسی کوئی اطلاع حکومت کو مہیا نہیں کی۔ اگر اس کے متعلق ٹھوس معلومات حکومت کو مہیا کی جائیں تو وہ خوش ہوگی۔

تعجب ہے کہ حکومت پاکستان کی وزارت خارجہ کو اسرائیل میں احمدیہ مشن کے وجود کا علم نہیں؟ کیا حکومت کی معلومات کے ذرائع ناقص ہیں یا اس نے جواب دینے میں مصلحت اختیار کی ہے، یا حکومت کے نزدیک قادیانی جماعت کا وجود اتنا غیر اہم ہے کہ وہ اس کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھنا ضروری نہیں سمجھتی؟ مرزائیوں کے تقریباً 31 مشن مختلف عالمی

ممالک میں کام کررہے ہیں۔ بالخصوص ان ملکوں میں جہاں انگریزوں کی عملداری رہی ہے یا مغربی طاقتوں کا ہاتھ کام کررہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

1- اسرائیل میں قادیانی مشن کی اجازت کیسے ہوئی؟

2- متن سے ظاہر ہے کہ یہ مشن ربوہ کے ہیڈکوارٹر کی نگرانی میں ہے۔ ربوہ کو یہ حوصلہ کیونکر ہوا کہ جس ملک کے ساتھ پاکستان کے سفارتی تعلقات نہیں ہیں اور وہ اس کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا، اس میں احمدیہ مشن قائم کرے۔

3- یہ قادیانی مشن کس غرض سے وہاں ہے؟ کیا ان یہودیوں میں تبلیغ اسلام مقصود ہے جو اسلام کا دل چیر کر عربوں کے قلب میں خنجر کی طرح ترازو ہو گئے ہیں، یا ان عرب مسلمانوں کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے منحرف کر کے مرزا قادیانی کا متبع بنانا مطلوب ہے، جو بے قابو حالات کی بدولت اسرائیل میں رہ گئے ہیں۔

4- قادیانیوں نے پہلی جنگ عظیم میں برطانیہ کی فتح پر چراغاں کیا۔ بالخصوص بغداد کے سقوط پر جشن رچایا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے جانشین مرزا بشیر الدین محمود کی تحریروں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ کیا یہ مشن اسی ذہن کے ساتھ کام نہیں کررہا؟ ان کے نزدیک وہ تمام مسلمان کافر ہیں جو مرزا قادیانی پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس مشن کا مقصد برطانوی سراغرسانی کی فصل کا حصہ تو نہیں؟ کیا اس کے سپرد اسرائیل کو اسلامی ملکوں سے سیاسی معلومات بہم پہنچاتا ہے؟ آخر ایک پاکستانی مشن کو ایک مخصوص ماضی کے ساتھ ایک ایسی مملکت میں کام کرنے کی اجازت کیوں حاصل ہے جس کا وجود قلب اسلام میں ایک پھوڑا ہے۔

5- کیا اس مشن کے قیام اور قادیانی جماعت کے وجود سے عرب ملکوں میں ہمارے خلاف بدگمانی پیدا ہونے کا امکان نہیں؟

یقین ہے کہ ان معلومات کے بعد حکومت کو خوشی نہیں بلکہ رنج ہوگا۔

روزنامہ 'سعادت' لائل پور نے اپنے اداریہ میں لکھا:

❑ ''پاکستان کی کامیاب خارجہ پالیسی کے پیش نظر پاکستان کے تعلقات تمام ممالک

سے قائم ہیں جو پاکستان کے دوست یا عالمی برادری میں انصاف کے علمبردار ہیں۔ پاکستان کے اگر کسی ملک کے ساتھ تعلقات قائم نہیں ہیں، یا نہیں ہو سکے تو اس کا مطلب صاف ہے کہ ایسے ممالک پاکستان کے دشمن یا جانبدار پالیسی کے حامل ہیں۔ ان ممالک میں اسرائیل سرفہرست ہے جس کے متعلق ہمارے وزیر خارجہ جناب بھٹو نے صاف طور پر کہا ہے کہ:

- ❑ ''پاکستان اسرائیل کو تسلیم نہیں کرتا اس لیے ہمارے کسی نوعیت کے سرکاری یا غیر سرکاری تعلقات اسرائیل سے نہیں ہیں۔............ پاکستانی شہری اسرائیل نہیں جا سکتا اور نہ ہی پاکستان سے کوئی رقم اسرائیل کو بھیجی جا سکتی ہے''۔

عرب ممالک سے پاکستان کے تعلقات نہ صرف برادرانہ بلکہ اسلامی جذبہ یگانگت کے تحت بڑے گہرے ہیں اور وہ عرب ممالک کے جذبات واحساسات کا پورا پورا احترام کرتا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ پاکستان کے تعلقات قائم نہ ہونا اسی جذبہ اخوت کا مظہر ہے کیونکہ اسرائیل عرب ممالک کے لیے ایک عظیم خطرہ ہے۔ ان حالات میں کسی پاکستانی کا اسرائیل کے ساتھ تعلق رکھنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ پاکستان کا دشمن ہے۔ ہمارے لیے یہ انکشاف انتہائی طور پر تشویشناک ہے کہ اسرائیل میں قادیانی مشن موجود ہے''۔ معاصر عزیز ہفت روزہ ''لولاک'' لائل پور نے اس کا ثبوت اپنے حالیہ شمارہ میں بہم پہنچایا ہے اور اس سلسلہ میں قادیانیوں کی اپنی شائع کردہ کتاب **"Our Foreign Missions"** (آور فارن مشنز) کے صفحہ **54** کا حوالہ دیا ہے جس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ اسرائیل میں قادیانی مشن موجود ہے اور اس کی اسرائیل سے سرپرستی حاصل کر لی ہے۔ اب وہ قادیانی مشن کے تحت سکول معرض وجود میں آنے والا ہے، اس کے لیے اسرائیل ریڈیو سے قادیانی سربراہ کا انٹرویو بھی نشر ہو چکا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پاکستان کے وزیر خارجہ جناب بھٹو نے **3** جون کو قومی اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ اگر کوئی شخص اسرائیل میں قادیانی مشن کی موجودگی کے متعلق ہمیں ٹھوس معلومات بہم پہنچائے تو ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ انکشاف یقیناً ٹھوس معلومات کا حامل ہے، اور اگر اس میں شک کی گنجائش ہے تو پھر حکومت کو چاہیے کہ وہ اس

شک کو دور کرے اور اس معاملہ کی حقیقت تک پہنچے اور اگر اسرائیل میں قادیانی مشن موجود ہے تو پھر وہ سوچے اور اس کے متعلق اپنی عظیم خارجہ پالیسی کے مطابق فوری اقدام کرے۔

اسرائیل میں اگر قادیانی مشن موجود ہے تو پھر یہ مشن پاکستان کے خلاف وہاں ایک باقاعدہ سازشی اڈہ کی حیثیت رکھتا ہے، جو نہ صرف پاکستان کے مسلمانوں اور پاکستانی حکومت کے خلاف بلکہ پورے عرب اور اسلامی ممالک کے لیے ایک چیلنج ہے۔ ہم نے اس سے قبل ''قادیانی مذہبی سرگرمیوں'' کا شدت کے ساتھ کبھی محاسبہ نہیں کیا، لیکن ہم قادیانی مشن کی ان سیاسی سرگرمیوں کو کبھی نظرانداز نہیں کر سکتے۔

اسرائیل میں قادیانی مشن کا قیام پاکستان کے خلاف کھلی دشمنی ہے، جس سے قادیانی مذہبی سرگرمیوں کا بھی بھرم کھل جاتا ہے اور یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ گروہ سیاست اور مذہب کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے یکساں طور پر دشمنی کر رہا ہے۔

ہم یہاں اس انکشاف پر مزید تبصرہ اس وقت تک کے لیے محفوظ رکھتے ہیں جب تک کہ اس کے متعلق ہماری حکومت کی طرف سے کوئی اقدام نہیں ہو جاتا۔ ہمیں یقین ہے کہ حکومت پاکستان اس انکشاف کو صدا بصحرا تصور نہیں کرے گی اور نہ ہی اسے کسی مجذوب کی بڑ خیال کرے گی بلکہ اسے باقاعدہ انتباہ خیال کرتے ہوئے، اس کے پس منظر اور پیش منظر کا پورا پورا پتہ چلائے گی، اس کے اسباب و علل پر غور کرے گی اور پھر تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد اس سے متعلق کوئی اہم اقدام کرے گی۔ ہمیں یہاں حکومت کے ارباب کو متوقع خطرات سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ارباب حکومت اس بات کو بہتر جانتے ہیں کہ پاکستان کے دشمن ملک میں اس قسم کے مشن کا قیام پاکستان کے لیے کتنا سودمند یا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہماری حکومت اس طرف بغیر کسی تاخیر کے فوری توجہ دے گی، اور پھر اس ناسور کے خاتمہ کے لیے کوئی مؤثر تدبیر کرے گی''۔ (روزنامہ ''سعادت'' 15 جون 1966ء)

جہاں تک احمدیہ مشن کی سرگرمیوں کا تعلق ہے، اس کے متعلق پاکستان بننے کے بعد سے لے کر آج تک حکومت کو مطلع کیا جاتا رہا ہے کہ مرزائی گروہ پاکستان کا وفادار نہیں

ہے، اس کی ساری سرگرمیاں تخریبی ہیں، تعمیری نہیں۔ بھارت کی طرح انہوں نے بھی آج تک پاکستان کے قیام کو تسلیم نہیں کیا۔ یہ تقسیم ملک کے ہی مخالف تھے اور تقسیم ملک کے بعد ان کی تمام کوششیں پاکستان کو ہندوستان میں مدغم کرنے کے لیے ہیں۔ چنانچہ 1953ء میں منیر انکوائری کمیٹی نے بھی صاف الفاظ میں اس کو تسلیم کیا:

❑ ''ان کی بعض تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ (مرزائی) تقسیم ملک کے مخالف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ملک تقسیم بھی ہو گیا تو وہ اسے دوبارہ متحد کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کی وجہ واضح طور پر یہ تھی کہ احمدیت کے مرکز قادیان کا مستقبل غیر یقینی نظر آتا تھا۔ جس کے متعلق مرزا صاحب بہت سی پیش گوئیاں کر چکے تھے''۔ (تحقیقاتی رپورٹ، ص 209)

اس چیز کی تصدیق خود مرزا بشیر الدین کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جس میں اس نے کہا ہے:

❑ ''میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے لیکن اگر قوموں کی غیر معمولی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے تو یہ اور بات ہے۔ بسا اوقات عضو ماؤف کو ڈاکٹر کاٹ دینے کا بھی مشورہ دیتے ہیں مگر یہ خوشی سے نہیں ہوتا بلکہ مجبوری اور معزوری کے عالم میں اور صرف اُسی وقت جب اس کے بغیر چارہ نہ ہو اور اگر پھر یہ معلوم ہو جائے کہ اس ماؤف عضو کی جگہ نیا لگ سکتا ہے تو کوئی جاہل انسان اس کے لیے کوششیں نہیں کرے گا۔ اس طرح ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضامند ہوئے ہیں تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ یہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں''۔ (روزنامہ ''الفضل'' قادیان 16 مئی 1947ء)

یہ دونوں تحریریں ہمارے اس بیان کی تصدیق کرتی ہیں کہ مرزائیوں نے ابھی تک ملک کی تقسیم کو خوشی سے تسلیم نہیں کیا اور ان کے خلیفہ نے جو یہ کہا تھا کہ پھر ''یہ کوششیں کریں گے کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں'' وہ اس بات کے لیے برابر کوشش کر رہے ہیں۔ حکومت کو مختلف مواقع پر ہم نے ان کی ملک دشمن پالیسیوں سے متنبہ کیا، لیکن ارباب اقتدار نے کوئی نوٹس نہ لیا۔

چودھری ظفر اللہ نے اپنی وزارت خارجہ کے عہد میں بیرون ملک مرزائیت کی تبلیغ کے جو اڈے اپنے اس عہدے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قائم کیے اور وزارت خارجہ کے بیرونی دفاتر کو اس غرض کے لیے مرزائیوں سے بھر دیا۔ علماء نے اس کے متعلق بھی 1953ء میں اپنی کئی ملاقاتوں میں اس وقت کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین مرحوم کو مطلع کیا۔ لیکن حکومت نے چودھری ظفر اللہ اور امت مرزائیہ کے خلاف کوئی ایکشن نہ لیا۔ علماء نے یہ بھی بتایا کہ گورداسپور کے ضلع کی تقسیم چودھری ظفر اللہ نے مرزا بشیر الدین کے اشارے پر کروائی تھی، (جس کا اعتراف بعد میں جسٹس منیر نے بھی اپنے ایک مقالہ میں کیا) لیکن حکومت کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

پھر 1948ء میں مرزائیوں کی ''فرقان بٹالین'' نے کشمیر کے جہاد کو جو نقصان پہنچایا، اس کی تفصیلات آزاد کشمیر کی مسلم کانفرنس کے صدر جناب اللہ رکھا ساغر نے اپنے ایک بیان میں بتائیں جس پر جنرل گریسی کے کہنے پر ''فرقان بٹالین'' کو توڑ دیا گیا کیونکہ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس بیان سے ''فرقان بٹالین'' کی حقیقت طشت از بام ہو جائے گی لیکن کئی حقائق پھر بھی فاش ہو گئے۔ ان سب واقعات پر حکومت کے چہرہ پر ایک بھی شکن نہ پڑی اور وہ نہایت اطمینان سے یہ سب کچھ دیکھتی رہی۔

پھر گورنر پنجاب سر فرانسس مودی نے چند سو روپوں میں ربوہ کی کئی ہزار ایکڑ زمین مرزائیوں کو دے دی لیکن اس پر بھی حکومت کا ماتھا نہ ٹھنکا۔ 1953ء میں مرزائیوں کو مسلمانوں سے الگ اقلیت قرار دینے پر ایک تحریک چلی جس کے دبانے کے لیے حکومت کو لاہور میں مارشل لاء تک لگانا پڑا، لیکن حکومت نے پھر بھی مرزائیوں کی سرگرمیوں پر کوئی بندش عائد نہ کی بلکہ اور زیادہ مراعات سے ان کو نوازتی رہی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد کی نبوت کی تبلیغ ایک ایسی حکومت میں علی الاعلان ہو رہی ہے جو حضور خاتم النبیین ﷺ کے نام کے طفیل وجود میں آئی۔ ام المومنینؓ، صحابہ کرامؓ ایسے القابات جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہراتؓ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے لیے مخصوص تھے، ان کو مرزا غلام احمد قادیانی کی بیویوں اور اس

کے ساتھیوں کے لیے برملا استعمال کیا جا رہا ہے لیکن حکومت کی طرف سے ان پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاتی۔ لہٰذا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ ثابت کر بھی دیا جائے کہ اسرائیل میں احمدیہ مشن قائم ہے اور وہ غلط ذرائع سے وہاں روپیہ بھی پہنچا رہے ہیں تو حکومت ان کے خلاف کیا ایکشن لے گی؟

ہم ارباب اقتدار کو باخبر کرنا چاہتے ہیں کہ مرزائیوں کے معاملہ میں ان کی یہ مراعات ملک وملت دونوں کے لیے غیر مفید ثابت ہوں گی، کیونکہ مسلمان کسی بھی صورت میں یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہم وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو اور دیگر ارباب اقتدار سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ مرزائیوں کو دی گئی ناجائز مراعات کو فوراً واپس لے اور ان کے ملک وملت کے خلاف سرگرمیوں پر بندش عائد کرے۔ نیز مرزائی افسران کی کڑی نگرانی کرے تاکہ وہ اپنے عہدے کو مرزائیت کی تبلیغ میں استعمال نہ کر سکیں اور ربوہ کے اتنے بڑے وقف کو اپنی تحویل میں لے۔ امید ہے کہ ارباب اقتدار ہمارے اس مطالبہ پر غور فرمائیں گے اور اس بارہ میں کوئی ضروری کارروائی کریں گے''۔

(ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' لاہور، ص3، 10 جون 1966ء)

ہفت روزہ ''المنبر'' میں ایک مضمون نگار نے مرزائی راہنماؤں کے اس جھوٹ پر کہ اسرائیلی مشن کا جماعت احمدیہ پاکستان سے کوئی تعلق نہیں۔ اس جھوٹ پر موصوف نے دس خوبصورت سوال کیے۔ ''الفضل'' ربوہ نے اپنی جماعت کے مشہور مبلغ ومناظر ابوالعطاء اللہ دتہ جالندھری مدیر ''الفرقان'' کی ایک پریس کانفرنس کے ضمن میں یہ اعلان کیا کہ اسرائیل میں قادیانی مشن کا تعلق ربوہ سے نہیں قادیان سے ہے۔

اس صریح کذب بیانی کے خلاف، حقائق کا اظہار ہم ''المنبر'' کی گزشتہ اشاعت میں کر چکے، اور خود ربوہ کی ''تحریک جدید'' کے بجٹ کے ایک صفحے کے عکس سے یہ ثابت کر چکے کہ اسرائیل میں جو مشن قادیانیوں کا قائم ہے وہ ربوہ کی ایک شاخ ہے، قادیان کی نہیں۔ اس سلسلے میں ہم چند اہم سوالات قادیانی امت کے اکابرین سے کر رہے ہیں اور متوقع ہیں کہ وہ ان کے غیر مبہم جوابات دے کر اپنی پوزیشن صاف کریں گے۔

-1 کیا یہ درست ہے کہ اسرائیل میں ایک گاؤں ایسا بھی ہے جس کے تمام باشندے قادیانی ہیں اور یہ قادیانیت کی اشاعت کے لیے سرگرم عمل بھی رہتے ہیں۔

-2 کیا یہ بھی واقعہ ہے کہ یہودی حکومت نے اقتدار حاصل کرنے کے فوراً بعد دس لاکھ کے قریب عرب مسلمانوں کو ان کی آبائی مکانات اور جائیدادوں سے بے دخل کر دیا اور وہ آج تک کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں؟

-3 اگر یہ دونوں باتیں مبنی برحقیقت ہیں تو براہ کرام واضح فرمایئے کہ یہ قادیانی گاؤں جوں کا توں کیسے آباد رہا اور یہودیوں نے اس گاؤں کو جب کہ اس کے باشندے قادیانیت کے فروغ کے لیے گرم جوشی کا مظاہرہ بھی کرتے رہتے ہیں، کیسے برداشت کیا اور اس گاؤں میں سے ایک قادیانی کو بھی انہوں نے عرب مسلمانوں کی طرح پریشان نہیں کیا؟

-4 کیا یہ بات صحیح ہے کہ یہودیوں نے قادیانی مشن کے مبلغین کو ازخود یہ دعوت دی کہ وہ یہودی یونیورسٹی میں اپنے دین کی اشاعت کریں، چنانچہ قادیانی مبلغ نے یہ دعوت قبول کی اور یہودی یونیورسٹی میں تقریر کی جس میں انہوں نے قادیانیت کو یہودی اساتذہ اور طلباء ہی کے سامنے نہیں بلکہ بطور خاص بلائے ہوئے بعض یہودی مستشرقین کے سامنے بھی قادیانیت کو پیش کیا...... اس کی وجہ کیا ہے کہ یہودی مسلمانوں کا تو وجود برداشت نہیں کرتے اور قادیانی مبلغین کو اپنی یونیورسٹی میں تقریر کی دعوت دیتے ہیں اور ان کی تقریر کے لیے یونیورسٹی کے پروفیسروں اور طلباء کے علاوہ باہر سے مستشرقین کو بلاتے ہیں؟

-5 کیا یہ درست نہیں کہ یہودی ریاست کے دارالسلطنت حیفا کے میئر نے ازخود قادیانیوں کو یہ پیشکش کی کہ وہ ''کبابیر'' کے مقام پر قادیانی سکول تعمیر کریں، اس خصوصی پیشکش کا محرک کیا تھا؟

-6 کیا یہ درست ہے کہ تقسیم پاک و ہند سے قبل جو قادیانی مبلغ فلسطین میں کام کر رہے تھے، وہی یہودی ریاست میں قادیانی مشن کے سربراہ رہے۔ اور یہ قادیانی

مبلغ پاکستانی تھے اور ربوہ کی جماعت کے ممبر بھی تھے اور اس کے ماتحت بھی اور یہیں سے انہیں باقاعدہ ہدایات جاتی رہیں۔ وہ اسی ربوہ کی جماعت کے حکم کے مطابق وہاں رہے اور اسی کے حکم کے مطابق پاکستان واپس لوٹے؟

-7 کیا یہ درست ہے کہ سویز پر یہودی ریاست کے حملہ سے چند ماہ قبل قادیانی مبلغ ربوہ آنے کی تیاریوں میں مصروف تھے، تو یہودی ریاست کے صدر نے اس قادیانی مبلغ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اپنے ملک کو روانہ ہونے سے پہلے مجھ سے ضرور مل لیں۔ چنانچہ یہ مبلغ صدر اسرائیل سے ملا اور اس ملاقات کو یہودیوں اور قادیانیوں، دونوں نے بے حد اہم ملاقات قرار دیا۔

-8 کیا یہ درست ہے کہ اس اہم ملاقات کے بعد جب قادیانی مبلغ پاکستان آئے تو انہوں نے پاکستان کے متعدد شہروں میں تقاریر کیں اور ان تقاریر میں بطور خاص بیان کیا کہ:

”اسرائیل حکومت دنیا میں مقبول ہو رہی ہے اور اسے پچاس سے زائد ملکوں نے تسلیم کر لیا ہے......مزید یہ کہ یہودی ریاست ایک جمہوری حکومت ہے، وہاں دس سے زائد سیاسی پارٹیاں ہیں اور تمام پارٹیوں کو عدل و انصاف سے حکومت میں شرکت کے مواقع میسر ہیں“۔

کیا بتایا جا سکتا ہے کہ اس قادیانی مبلغ کا یوں پاکستان میں یہودی ریاست کے حق میں پروپیگنڈا کس مقصد کے تحت تھا اور یہودی ریاست کے صدر سے ملاقات میں اس سلسلے میں کیا تفاصیل طے ہوئی تھیں؟

-9 کیا یہ واقع نہیں کہ صدر اسرائیل اور قادیانی مبلغ کی اس ملاقات کو، جسے اسرائیلی ریڈیو، اخبارات اور قادیانی جماعت سبھی نے بے حد اہم قرار دیا۔ اس ملاقات کے بعد یہ قادیانی مبلغ ربوہ آ گئے......اور یہاں آنے کے بعد قادیانیوں نے ایسے وسائل اختیار کیے جو بالآخر وزیر اعظم پاکستان سہروردی مرحوم کے اس اقدام پر منتج ہوئے کہ انہوں نے اسرائیل کے بارے میں غلط موقف اختیار کیا اور اسی کی وجہ سے مصر اور پاکستان کے تعلقات کشیدہ ہو گئے اور صدر ایوب کی بے پناہ مخلصانہ کوششوں کے باوجود اب سے چند ہفتے قبل تک یہ تعلقات درست نہ ہوئے؟

-10 کیا یہ درست ہے کہ حالیہ عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل قادیانی مشن، اسرائیل کی حمایت کرتا رہا ہے اور اس جنگ کے آغاز سے اب تک یہ مشن بدستور کام کر رہا ہے اور اس کے سیاسی طرز عمل کے نتیجے میں اسے یہودی ریاست کی جانب سے تمام مراعات حاصل ہیں؟

ہم ان سوالات کے جوابات کے منتظر ہیں اور متوقع ہیں کہ قادیانی امت کے اکابرین خود ہی ان سوالات کے جوابات دے کر حقیقت حال کی وضاحت کریں گے!

(ہفت روزہ ''المنبر'' لائل پور، ص 7، جلد 12، شمارہ 10، 4 اگست 1967ء)

اسرائیل میں قادیانی مشن کی موجودگی اور یہودیوں سے قادیانیوں کے تعلقات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ وہ اسرائیل کے لیے سیاسی اور فوجی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قادیانی اسرائیل کے مختلف محکموں میں اسرائیل کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ 1972ء تک اسرائیل میں چھ سو کی تعداد میں قادیانی موجود تھے۔ ظاہر ہے یہ تعداد اب پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہوگی۔ یہ تفصیل پولیٹیکل سائنس کے یہودی پروفیسر آئی ٹی نومانی کی کتاب (Israel A Profile) اسرائیل اے پروفائل کے صفحہ 75 پر موجود ہے۔ یہ کتاب پالمال لندن سے 1972ء میں شائع ہوئی تھی۔

1984ء میں صدر مملکت جنرل محمد ضیا الحق شہید نے جب امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کا تاریخی اعلان کیا تو ساری دنیا کی مختلف تنظیموں نے اس یادگار فیصلہ کو سراہا۔ مقبوضہ فلسطین کے مسلمانوں نے بھی اس فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے صدر محمد ضیاء الحق شہید کو مبارک باد کا ٹیلی گرام دیتے ہوئے انکشاف کیا کہ اسرائیل کے فوجی اداروں میں 500 قادیانی کام کر رہے ہیں۔ اسرائیلی پارلیمنٹ میں قادیانی فرقے اور بہائی فرقے کے سربراہوں کی تصویریں آویزاں ہیں۔

قادیانیوں کے بارے میں صدارتی آرڈیننس کے نفاذ پر مقبوضہ فلسطین کے مسلمانوں کے برقیہ کا پریس ریلیز 26 مئی 1984ء کو معاصر روزنامہ نوائے وقت لاہور میں شائع ہوا۔

۞......۞......۞

ابو مدثرہ

حقائق بولتے ہیں!

انیسویں صدی کے آخری سالوں میں برطانوی سامراج کے زیرِ تسلط ہندوستان کے علاقے مشرقی پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں قادیان سے مرزا غلام احمد نامی ایک شخص نے مذہبی اصلاح کے نام پر ایک تحریک کی نیو اٹھائی جسے اُس نے بعد میں 'احمدیت' کا نام دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک کی ابتدا، اس کے مزاج اور اس کی حقیقی غرض وغایت سے شناسائی حاصل کرنے کے لیے ہمیں ایک تو برطانوی سامراج کی سیاسی پالیسی پر نظر رکھنی ہوگی، دوسرے یہودی تحریک قومیت، صیہونیت 1897ء کے راہنماؤں اور انگریز کے بڑھتے ہوئے روابط کا جائزہ لینا ہوگا۔ اس پس منظر میں قادیانی تحریک کے کردار کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی سول سروس کے یہودی افسر اس تحریک کی کامیابی کے لیے ہر سطح پر کوشاں تھے۔ دراصل وہ ہر ایسی تحریک کے قیام اور اس کی سرپرستی کے لیے بے تاب تھے جو برطانوی سامراج کے توسیع پسندانہ اغراض اور صیہونیت کے سیاسی عزائم کے دوہرے مقاصد کو پورا کرنے کی اہل ہو۔ ان دونوں طاقتوں کا بڑا نشانہ ترکی کی عظیم سلطنت تھی جس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہی علاقائی توسیع پسندی اور فلسطین میں یہودی ریاست کے خواب کو پورا کیا جاسکتا تھا۔

اخبار الفضل قادیان رقمطراز ہے:

❑ ''اگر یہودی اس لیے بیت المقدس کی تولیت کے مستحق نہیں کہ وہ جناب مسیح اور حضرت نبی کریم ﷺ کی رسالت ونبوت کے منکر ہیں اور عیسائی اس لیے غیر مستحق ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین کی رسالت ونبوت کا انکار کردیا ہے تو یقیناً یقیناً غیر احمدی (مسلمان) بھی مستحق تولیت بیت المقدس نہیں کیونکہ یہ بھی اس زمانہ میں مبعوث ہونے والے خدا کے

اولوالعزم نبی (مرزا غلام احمد قادیانی) کے منکر اور مخالف ہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہیں تو سوال ہوگا، کن کے نزدیک؟ اگر جواب یہ ہو کہ نہ ماننے والوں کے نزدیک، تو اسی طرح یہود کے نزدیک مسیحؑ اور آنحضرت ﷺ کی اور مسیحیوں کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت بھی ثابت نہیں۔ اگر منکرین کے فیصلہ سے ایک نبی، غیر نبی ٹھہر جاتا ہے تو کروڑوں عیسائیوں اور یہودیوں کا اجماع ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ منجانب اللہ، نبی اور رسول نہ تھے۔ پس اگر ہمارے غیر احمدی بھائیوں کا یہ اصول درست ہے کہ بیت المقدس کی تولیت کے مستحق تمام نبیوں کے ماننے والے ہی ہو سکتے ہیں تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ احمدیوں کے سوا، خدا کے تمام نبیوں کا مومن اور کوئی نہیں''۔

(''روزنامہ الفضل'' قادیان، جلد 9، شمارہ 36، 7 نومبر 1921ء)

صرف یہی نہیں کہ جب فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کو ان کے صدیوں پرانے وطن سے نکال کر عربوں کے سینے میں مغربی سامراجیوں کے ہاتھوں اسرائیل کی شکل میں خنجر بھونسا جا رہا تھا تو قادیانی امت ایک پورے منصوبہ سے اس کام میں صہیونیت اور مغربی سامراجیت کے لیے فضا بنانے میں مصروف تھی۔ ایک قادیانی مبلغ لکھتا ہے:

❑ ''بیت المقدس کے داخلہ پر اس ملک (انگلستان) میں بہت خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ میں نے ایک یہاں کے اخبار میں اس پر ایک آرٹیکل دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وعدے کی زمین ہے جو یہودیوں کو عطا کی گئی تھی۔ مگر نبیوں کے انکار اور بالآخر مسیح کی عداوت نے یہود کو ہمیشہ کے واسطے وہاں کی حکومت سے محروم کر دیا اور یہودیوں کو سزا کے طور پر حکومت رومیوں کو دے دی گئی جو بت پرست قوم تھی۔ بعد میں عیسائیوں کو ملی، پھر مسلمانوں کو، جن کے پاس ایک لمبے عرصہ تک رہی۔ اب اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے وہ زمین نکلی ہے تو پھر اس کا سبب تلاش کرنا چاہیے۔ کیا مسلمانوں نے بھی کسی نبی کا انکار تو نہیں کیا؟ کیا اُن کے درمیان بھی کوئی مسیح تو نہیں آیا جس کے قتل کے وہ درپے ہوئے۔ مسلمانوں کے واسطے قابل غور ہے، انگریزی زبان میں ایک مثل ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ وہی پہلے سے حالات پھر پیدا ہوتے ہیں اِس واسطے قرآن شریف میں پہلے

لوگوں کے حالات اور اُن کے انجام کا بہت تذکرہ ہے۔ سلطنت برطانیہ کے انصاف اور امن اور آزادی مذہب کو ہم دیکھ چکے ہیں، آزما چکے ہیں اور آرام پا رہے ہیں۔ اس سے بہتر کوئی حکومت مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔.......... بیت المقدس کے متعلق جو میرا مضمون یہاں (انگلستان) کے اخبار میں شائع ہوا ہے، اس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اس کے متعلق وزیراعظم برطانیہ کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے شکریہ کا خط لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسٹر لائڈ جارج (David Lloyd George) اس مضمون کی بہت قدر کرتے ہیں۔ انگریزی میں الفاظ ہیں مچ اپریسیٹیڈ (Much Appreciated) ''۔

(''روزنامہ الفضل'' قادیان، جلد 5، نمبر 75 مورخہ 19 مارچ 1918ء)

اسرائیل کے قیام میں مرزائیوں کی عملی کوششوں کے ضمن میں مولوی جلال الدین شمس اور خود مرزا بشیر الدین محمود کی سرگرمیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ غالباً 1926ء میں مولوی جلال الدین شمس مرزائی مبلغ کو شام بھیجا گیا۔ وہاں کے حریت پسندوں کو پتہ چلا تو قاتلانہ حملہ کیا، آخر تاج الدین الحسن کی کابینہ نے اُسے شام بدر کر دیا۔ جلال الدین شمس فلسطین چلا آیا اور 1928ء میں قادیانی مشن قائم کیا۔ 1931ء تک برطانوی انقلاب کی حفاظت میں عالمی استعمار کی خدمت بجالاتا رہا۔ تاریخ احمدیت مؤلفہ دوست محمد شاہد قادیانی سے ثابت ہوتا ہے کہ 1917ء میں قیام فلسطین کے برطانوی منصوبے کے اعلان کے بعد مرزا بشیر الدین محمود نے 1924ء میں فلسطین میں قیام کیا اور فلسطین کے ایکٹنگ گورنر سر کلیٹن سے ساز باز کر کے ایک لائحہ عمل مرتب کیا اور جلال الدین شمس قادیانی کو دمشق میں یہودی مفادات کا نگران مقرر کیا گیا۔

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک جلد 9 نمبر 3 بحوالہ تاریخ احمدیت مؤلفہ دوست محمد شاہد)

1947ء تک قادیانی سرگرمیاں فلسطین میں پھلتی پھولتی رہیں۔ مولوی اللہ دتہ جالندھری، جلال الدین شمس، جلال الدین قمر، محمد سلیم چودھری، محمد شریف، نور احمد، رشید احمد چغتائی جیسے معروف قادیانی مبلغین تبلیغ کے نام پر عربوں کو محکوم بنانے کی مذموم سازشیں کرتے رہے۔ 1934ء میں مرزا محمود خلیفہ قادیان نے اپنے استعماری صہیونی مقاصد کی

تکمیل کے لیے تحریک جدید کے نام سے ایک تحریک کی بنیاد رکھی اور جماعت سے سیاسی مقاصد کے لیے اس تحریک کے لیے بڑی رقم کا مطالبہ کیا تو بیرون ہند قادیانی جماعتوں میں سب سے زیادہ حصہ فلسطین کی جماعت نے لیا۔ اور تاریخ احمدیت کے مطابق فلسطین کی جماعت حیفا اور مدرسہ احمدیہ کبابیر نے قربانی اور اخلاص کا نمونہ پیش کیا، اور مرزا محمود نے اس کی تعریف کی۔ بالآخر جب برطانوی وزیر خارجہ مسٹر بالفور کے 1917ء کے اعلان کے مطابق 1948ء میں بڑی ہوشیاری سے اسرائیل کا قیام عمل میں آیا، تو چن چن کر فلسطین کے اصل باشندوں کو نکال دیا گیا۔ مگر یہ سعادت صرف قادیانیوں کو نصیب ہوئی کہ وہ بلا خوف جھجک وہاں رہیں اور انہیں کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ خود مرزا بشیر الدین محمود نہایت فخریہ انداز میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے:

❑ ''عرب ممالک میں بے شک ہمیں اس قسم کی اہمیت حاصل نہیں جیسی اِن (یورپی اور افریقی) ممالک میں ہے پھر بھی ایک طرح کی اہمیت ہمیں حاصل ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ فلسطین کے عین مرکز میں اگر مسلمان رہے، تو وہ صرف احمدی ہیں۔

(روزنامہ الفضل لاہور صفحہ 5، 30 اگست 1950ء)

مرزا محمود کی جماعت کو اس طرح کی اہمیت کیوں نہ ملتی، جبکہ اس نے فلسطین میں یہودی ریاست اسرائیل کے قیام واستحکام میں صہیونیوں سے بھرپور تعاون کیا''۔

(ماہنامہ الحق جلد 9 شمارہ 2، بحوالہ تاریخ احمدیت از دوست محمد شاہد قادیانی)

جب عربوں کے قلب کا یہ رستا ہوا ناسور اسرائیل قائم ہوا تو تمام مسلمان ریاستوں نے اس وقت سے اب تک اس کا مقاطعہ کیا۔ پاکستان کا کوئی سفارتی یا غیر سفارتی مشن وہاں نہیں، اس لیے کہ اسرائیل کا وجود بھی پاکستان کے نزدیک غلط ہے۔ کوہ کرمل، کبابیر وغیرہ میں ان کے استعماری اور جاسوسی سرگرمیوں کے اڈے قادیانی مشنریوں کے پردے میں قائم ہوئے۔ یہ تعجب اور حیرت کی بات نہیں تو کیا ہے۔ کافی عرصہ تک جس اسرائیل میں کوئی عیسائی مشن قائم نہ ہوسکا اور بعد میں کچھ عیسائی مشنز قائم ہوئے تو اسرائیل کے سب سے بڑے ربی شلوگورین نے آرچ بشپ آف کنٹربری، ڈاکٹر ریمزے اور کارڈینل پادری ہی نان سے

خصوصی ملاقات کر کے ان پر زور دیا کہ اسرائیل میں عیسائی مشنریوں پر پابندی عائد کریں۔

عیسائی مشنوں کے خلاف اسرائیل میں منظّم تحریک چلی، عیسائی مراکز پر حملے ہوئے، دکانوں اور بائبلوں کے نسخوں کو جلانا معمول بن گیا۔ مگر 1928ء سے لے کر اب تک 96 سال (یعنی 1928ء سے اب 2024ء تقریباً ایک صدی تک) میں یہودیوں نے قادیانیوں کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی، نہ اُن کے لٹریچر کو روکا، نہ کوئی معمولی رکاوٹ ڈالی جو اس کا واضح ثبوت ہے کہ وہ مرزائیوں کو اپنے مفادات کی خاطر تحفظ دے رہے ہیں۔

اسلام کی تبلیغ کے نام پر مسلمانوں اور پاکستان کے سب سے بڑے دشمن اسرائیل میں قادیانیوں کا مشن ایک لمحہ فکریہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اس لمحہ فکریہ کا عربوں کے لیے مختلف وقفوں سے بے چینی اور اضطراب اور پاکستان سے سوءِ ظن کا باعث بن جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ مشن عرب ریاستوں کی جاسوسی، فوجی راز معلوم کرنے، عالم اسلام کے معاشی، اخلاقی حالات اور دینی جذبات معلوم کرنے، عرب گوریلوں کے خلاف کارروائیاں کرنے اور عالمی استعمار اور یہودی استحصال کے لیے راہیں تلاش کرنے میں سرگرم رہتے ہیں۔

قیامِ اسرائیل سے لے کر اب تک سر ظفر اللہ خاں قادیانی کی اس سلسلہ میں تگ ودو کسی سے مخفی نہیں۔ لیکن جب وہ وزیرِ خارجہ تھا تو کسی نے ربوہ کے ماتحت اسرائیلی مشن کے بارہ میں سوال کیا تو اس نے روایتی عیاری سے کام لے کر کہا کہ حکومت پاکستان کو تو اس کا علم نہیں۔

الاماں از حرف پہلو دار تو

لیکن جب اخبارات میں اسرائیل کے قادیانی مشن کا چرچا ہوا تو بڑی ہوشیاری سے کہا گیا کہ ایسا مشن ہے مگر وہ قادیان (بھارت) کے ماتحت ہے۔ یہ ایک ایسا جھوٹ تھا کہ خود ربوہ کی تحریک جدید کے سالانہ بجٹ 1966ء۔1967ء سے اس کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اس بجٹ کے صفحہ 25 پر مشنہائے بیرون کے ضمن میں اسرائیل میں واقع حیفا کے قادیانی مشن کی تفصیل دی گئی۔ جس کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجیے۔

ہم یہاں اسرائیل میں قادیانی مشن کا ایک اور ثبوت مع اصل عبارت پیش کرتے ہیں۔ یہ اقتباس قادیانیوں ہی کی شائع کردہ کتاب ''اَوَر فارَن مشنز'' (Our Foreign Missions) مؤلفہ مرزا مبارک احمد صفحہ 54 شائع کردہ احمدیہ فارن مشنز ربوہ سے لیا گیا ہے، مؤلف کتاب مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے ہیں۔

❑ ''احمدیہ مشن اسرائیل میں حیفا (ماؤنٹ کرمل) کے مقام پر واقع ہے اور وہاں ہماری ایک مسجد، ایک مشن ہاؤس، ایک لائبریری، ایک بکڈ پو اور ایک سکول موجود ہے۔ ہمارے مشن کی طرف سے ''البشریٰ'' کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ جاری ہے جو تیس مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بہت سی تحریریں اس مشن نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔ فلسطین کے تقسیم ہونے سے یہ مشن کافی متاثر ہوا۔ چند مسلمان جو اس وقت اسرائیل میں موجود ہیں، ہمارا مشن ان کی ہر ممکن خدمت کر رہا ہے اور مشن کی موجودگی سے ان کے حوصلے بلند ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ہمارے مشنری کے لوگ حیفا کے میئر سے ملے اور اُن سے گفت وشنید کی۔ میئر نے وعدہ کیا کہ احمدیہ جماعت کے لیے کبابیر میں حیفا کے قریب وہ ایک سکول بنانے کی اجازت دے دیں گے۔ یہ علاقہ ہماری جماعت کا مرکز اور گڑھ ہے۔ کچھ عرصہ بعد میئر صاحب ہماری مشنری دیکھنے کے لیے تشریف لائے۔ حیفا کے چار معززین بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اُن کا پروقار استقبال کیا گیا۔ جس میں جماعت کے سرکردہ ممبر اور سکول کے طالب علم بھی موجود تھے۔ اُن کی آمد کے اعزاز میں ایک جلسہ بھی منعقد ہوا، جس میں انہیں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ واپسی سے پہلے میئر صاحب نے اپنے تأثرات مہمانوں کے رجسٹر میں بھی تحریر کیے۔ ہماری جماعت کے مؤثر ہونے کا ثبوت ایک چھوٹے سے مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ 1956ء میں جب ہمارے مبلغ چودھری محمد شریف صاحب ربوہ پاکستان واپس تشریف لا رہے تھے، اُس وقت اسرائیل کے صدر نے ہماری مشنری کو پیغام بھیجا کہ چودھری صاحب روانگی سے پہلے صدر صاحب سے ملیں۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر چودھری صاحب نے ایک قرآن حکیم کا نسخہ جو جرمن زبان میں تھا، صدر محترم کو پیش کیا جس کو خلوص دل سے قبول کیا گیا۔ چودھری صاحب کا صدر صاحب

سے انٹرویو اسرائیل کے ریڈیو پر نشر کیا گیا اور ان کی ملاقات کا احوال اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع کیا گیا"۔

ISRAEL MISSION

The Ahmadiyya Mission in Israel is situated in Haifa at Mount Karmal. We have a mosque there, a Mission House, a library, a book depot and a school. The mission also brings out a monthly, entitled Al-Bushra which is sent out to thirty different countries accessible through the medium of Arabic. Many works of the Promised Massiah have been translated into Arabic through this mission.

In many ways this Ahmadiyya Mission has been deeply affected by the Partition of what formerly was called Palestine. The small number of Muslims left in Israel derived a great deal of strength from the presence of our mission which never misses a chance of being of service to them. Recently, our missionary had an interview with the Mayor of Haifa, when during the discussion on many points, he offered to build for us a school at Kababeer, a village near Haifa, where we have a strong and well-established Ahmadiyya community of Palestinian Arabs. He also promised that he would come to see our missionary at Kababeer, which he did later accompanied by four notables from Haifa. He was duly received by members of the community, and by the students of our school, a meeting having been held to welcome the guests. Before his return he entered his impressions in the Visitors' Book.

Another small incident, which world give readers some idea of the position our mission in Israel occupies, is that in 1956 when our missionary Choudhry Muhammad Sharif, returned to the Headquarters of the movement in Pakistan, the President of Israel sent word that he (our missionary) should see him before embarking on the journey back. Choudhry Muhammad Sharif utilized the opportunity to

present a copy of the German translation of the Holy Quran to the President. Which he gladly accepted. This interview and what transpired at it was widely reported in the Israeli Press and a brief account was also broadcast on the radio.

(OUR FOREIGN MISSIONS by Mirza Mubarak Ahmad)

یہ باہمی ربط وتعلق کن مشترکہ مقاصد پر مبنی ہے، اس کے جاننے کے لیے ہمیں زیادہ غور وفکر کی ضرورت نہیں۔ انگریز سامراج کی اسلام دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں اور صہیونی استعمار بھی مغرب کا آلہ کار بن کر مسلمان بالخصوص عربوں کے لیے ایک چیلنج بنا ہوا ہے۔ دونوں کے مقاصد اور وفاداریاں اسلام سے عداوت، پاکستان دشمنی کا منطقی نتیجہ، قادیانیوں اور اسرائیل کے باہمی گہرے دوستانہ تعلقات کی شکل میں برآمد ہوا۔ عالم عرب کے بعد اگر اسرائیل اپنا سب سے بڑا دشمن کسی ملک کو سمجھتا تھا تو وہ پاکستان ہی ہے۔ اسرائیل کے بانی ڈیوڈ بن گوریان **(David Ben Gurion)** نے اگست **1967**ء میں سوربون **(Sorbonne)** یونیورسٹی پیرس (فرانس) میں جو تقریر کی تھی، وہ اس کا واضح ثبوت ہے۔ بن گوریان نے کہا:

❑ ''عالمی صہیونی تحریک کو پاکستان کی طرف سے لاحق خطرات سے بے خبر نہیں ہونا چاہیے اور اب پاکستان کو اس کا پہلا نشانہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ نظریاتی ریاست ہمارے وجود کے لیے ایک خطرہ ہے اور یہ کہ پاکستان کے سب لوگ یہودیوں سے نفرت اور عربوں سے محبت کرتے ہیں۔ عربوں سے یہ محبت ہمارے لیے بذات خود عربوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس مقصد کے لیے عالمی صہیونیت کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف فوری اقدامات کرے۔ جبکہ جزائر ہند کے لوگ ہندو ہیں جن کے دل پوری تاریخ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان، مسلمانوں کے خلاف کام کرنے کے لیے ہمارے لیے اہم ترین پڑاؤ ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اس مرکز سے کام لیں اور پاکستانیوں کو کچل دیں، جو یہودیوں اور صہیونیوں کے دشمن ہیں۔ اس کے لیے تمام خفیہ و ظاہر منصوبے اپنائے جائیں''۔ (دی فلسطین، بیروت نمبر **120**، جلد **XL** (چالیس) جنوری **1972**ء، ''یروشلم پوسٹ'' **9** اگست **1967**ء روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ص **1**، مورخہ **22** مئی **1972**ء)

بن گوریان نے پاکستان کے جس فکری سرمایہ اور جنگی قوت کا ذکر کیا ہے، وہ کون سی چیز ہے اس کا جواب ہمیں مشہور یہودی فوجی ماہر پروفیسر ہرٹز (Hertz) سے مل جاتا ہے، وہ کہتے ہیں:

❑ ''پاکستان کے فوجیوں کے اندر حضرت محمد ﷺ کے لیے بے پناہ محبت وعقیدت موجود ہے اور یہی وہ چیز ہے جو پاکستان اور عربوں کے درمیان تعلق کو مضبوط کرتی ہے اور حقیقت میں یہ عالمی صہیونیت کے لیے ایک سنگین خطرہ اور اسرائیل کی توسیع پسندی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ چنانچہ یہودیوں پر یہ لازم ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ سے اس محبت وعقیدت کو ہر طریقے سے ختم کر دیں''۔

(دی فلسطین، بیروت نمبر 120 جلد XL (40) جنوری 1972ء، ''نوائے وقت'' ص 6، 22 مئی 1972ء نیز جزائر برطانیہ میں صہیونی تنظیموں کا آرگن، جیوش کرانکل' 9 اگست 1967ء)

بن گوریان کے بیان کے پس منظر میں یہ بات تعجب خیز ہو جاتی ہے کہ پاکستان سے اس شدت سے نفرت کرنے والے اسرائیل نے ایسی جماعت کو سینے سے کیوں لگائے رکھا جن کا ہیڈ کوارٹر یعنی پاکستان ہی ان کے لیے نظریاتی چیلنج ہے۔ ظاہر ہے پاکستانی فوج کی فکری اساس، رسول عربی ﷺ سے غیر معمولی محبت وعقیدت، جنگی قوت کا راز اور جذبہ جہاد ختم کرنے کے لیے جو جماعت نظریہ انکار ختم نبوت اور ممانعت جہاد کی علم بردار بن کر اٹھی تھی، وہی پورے عالم اسلام اور پاکستان میں ان کی منظور نظر بن سکتی تھی، واضح رہے کہ بہت جلد جب سامراجی طاقتوں اور صہیونیوں کو مشرقی پاکستان کی شکل میں اپنے جذبات عناد نکالنے کا موقع ہاتھ آیا تو اسرائیلی وزیر خارجہ ابا ایبان (Abba Eban) نے نہ صرف اس تحریک علیحدگی کو سراہا بلکہ بروقت ضروری ہتھیار بھی فراہم کرنے کی پیشکش کی۔

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک جلد 7 شمارہ 9 ص 5 بحوالہ ماہنامہ فلسطین بیروت جنوری 1972ء)

اس تأثر کو موجودہ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے اس بیان سے اور زیادہ تقویت ملتی ہے جس میں انہوں نے انکشاف کیا کہ پاکستان کے عام انتخابات 1970ء میں اسرائیلی روپیہ پاکستان میں آیا اور انتخابی مہم میں اس کا استعمال ہوا۔ آخر وہ روپیہ مرزائیوں

کے ذریعہ نہیں تو کس ذریعہ سے آیا اور پاکستان کے وجود کے خلاف ''تل ابیب'' میں تیار کی گئی سازش جس کا انکشاف بھٹو صاحب نے ''الاہرام'' مصر کے ایڈیٹر محمد حسین ہیکل کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا، کیسے پروان چڑھی جبکہ پاکستان کے اسرائیل کے ساتھ سوائے قادیانی مشنوں کے اور کوئی رابطہ نہیں تھا۔

اگر قادیانی جماعت بین الاقوامی صہیونیت کی آلہ کار نہ ہوتی اور عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کا کردار نہایت گھناؤنا نہ ہوتا تو کبھی بھی اسرائیل کے دروازے ان پر نہ کھل سکتے۔ قادیانی اس بارہ میں ہزار مرتبہ تبلیغ و دعوت اسلام کے پردہ میں پناہ لینا چاہیں مگر یہ سوال اپنی جگہ قائم رہے گا کہ اسرائیل میں کیا یہ تبلیغ ان یہودیوں پر کی جارہی ہے جنہوں نے صہیونیت کے خاطر اپنے بلاد اور اوطان کو خیرباد کہا اور تمام عصبیتوں کے تحت اسرائیل میں اکٹھے ہوئے یا ان بچے کچے مسلمان عربوں پر مشق تبلیغ کی جارہی ہے جو پہلے سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حلقہ بگوش ہیں اور صہیونیت کے مظالم سہہ رہے ہیں۔

اسرائیل نے **1965**ء اور پھر **1973**ء میں عربوں پر مغربی حلیفوں کی مدد سے بھرپور جارحانہ حملہ کیا، جنگ چھڑی تو قادیانیوں کو اسرائیل سے باہمی روابط و تعلقات کے تقاضے پورا کرنے اور حق دوستی ادا کرنے کا موقع ملا اور دونوں نے عالم اسلام کے خلاف جی بھر کر اپنی تمنائیں نکالیں۔ قادیانیوں کی وساطت سے عرب گوریلا اور چھاپہ مار تنظیموں کے خلاف کارروائیاں کی جاتی رہیں۔ ان تنظیموں میں مسلمان ہونے کے پردہ میں قادیانی اثر و رسوخ حاصل کر کے داخلی طور پر سبوتاژ کرتے رہے اور عرب اسرائیل جنگوں میں وہ یہودیوں کے ایسے وفادار بنے جیسے کہ برطانوی دور میں انگریز کے اور یہ اس لیے بھی کہ عربوں کی زبردست تباہی کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی کا وہ خودساختہ الہام بھی پورا ہو جس میں عربوں کی تباہی کے بعد سلسلہ احمدیہ کی ترقی و عروج کی خبر ان الفاظ میں دی گئی جو درحقیقت الہام نہیں بلکہ الہام کے پردہ میں اپنے بیٹے کو آئندہ اسلام اور عرب دشمن سازشوں کی راہ دکھائی گئی تھی۔

- ''خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ...... ایک عالمگیر تباہی آوے گی اور اس تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب! (مخاطب: پیر سراج الحق قادیانی) اُس وقت

میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خدا نے اس کے ساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ تم اس موعود کو پہچان لینا۔'' (تذکرہ طبع چہارم صفحہ 679، 680 تذکرۃ المہدی حصہ دوم ص 3)

علامہ محمد اقبالؒ نے ایسے ہی الہامات کے بارے میں کہا تھا:

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

ربوہ سے تل ابیب تک

صہیونیت اور قادیانیت عالم اسلام کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہیں۔ مشرق وسطٰی میں ''اسرائیل'' کی ستم رانیوں سے جبین تاریخ، عرق آلود ہے۔ ادھر پاکستان میں قادیانی خلافت کے پایہ تخت ''ربوہ'' کی لن ترانیاں عالم اسلام کا مذاق اڑا رہی ہیں۔ یہ دونوں سفید سامراج کی پیداوار اور اس کے آلہ کار ہیں۔ دونوں کے درمیان اتحاد و تعاون اور یک جہتی و ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ لیکن ہمارے ارباب اقتدار نے ابھی تک سنجیدگی سے اس سنگین مسئلہ کا نوٹس ہی نہیں لیا۔

ناچیز مؤلف کو یہ خوش فہمی نہیں کہ وہ ان سطور کے ذریعے آپ کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہے، خواہش بس یہ ہے کہ کسی بندہ خدا کے دل میں احساس کی چنگاری روشن ہو جائے اور وہ عالم اسلام کو ان خطرات سے بچانے کے لیے کمر باندھ لے تو یہ صرف مئولف کی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی سعادت ہوگی:

گوئے توفیق و سعادت درمیاں افگندہ اند
کس بہ میداں در نمی آید سواراں راچہ شد

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے قادیانیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

(قادیانیت) اسلام کی روح اور مقاصد کے لیے مہلک ہے۔ (1) اس کا حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لیے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں۔۔۔ (2) اس کا نبی کے متعلق نجومی تخیل۔۔۔ (3) اور اس کا روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ، یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں، گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔ (حرف اقبال از لطیف احمد خاں شروانی، ص: 123)

علامہ محمد اقبالؒ نے قادیانیت اور یہودیت کے تین بنیادی وجوہ مماثلت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ان پر اگر مزید غور کیا جائے تو قادیانی تحریک اور صہیونی تحریک کے درمیان یک رنگی کا میدان خاصا وسیع نظر آتا ہے۔ مثلاً:

1- قادیانی تحریک کے بانی (آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی) کا یہ دعویٰ کہ وہ نسباً اسرائیلی ہے، (ایک غلطی کا ازالہ) درحقیقت اس امر کا برملا اظہار ہے کہ قادیانیت، صہیونیت ہی کی ایک ذیلی شاخ ہے۔

2- یہودیت کی بنیاد انکار عیسیٰ (علیہ السلام) پر قائم کی گئی ہے اور قادیانیت بھی اس مسئلہ میں اس سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی۔ اہل نظر واقف ہیں کہ قادیانی تحریک کے بانی کا دعویٰ ہی انکار عیسیٰ علیہ السلام پر مبنی ہے۔

3- یہودیت بڑی بلند آہنگی سے دعویٰ کرتی ہے کہ ''اس نے مسیح بن مریمؑ رسول اللہ کو قتل کر دیا۔'' اور قادیانی تحریک کے بانی کو بھی اس دعویٰ کا فخر حاصل ہے کہ:

- ''میرا وجود ایک نبی (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو مارنے کے لیے ہے۔''

(ملفوظات، ج:5،ص:398 طبع جدید)

4- یہودیت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کو صحیح النسب نہیں سمجھتی، اسی نوعیت کے خیالات کا اظہار قادیانیت کے بانی نے بھی کیا ہے۔ (انجام آتھم وغیرہ)

5- یہودی عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح صلیب پر مرے تھے، قادیانیت قصہ صلیب کشی کو من وعن تسلیم کرتے ہوئے صرف اتنی ترمیم کرتی ہے کہ وہ مرے نہیں تھے، البتہ ''مردہ کی طرح'' ہو گئے تھے۔

6- یہودیت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو لہو ولعب یا مسمریزم قرار دیتی ہے، ٹھیک وہی موقف قادیانیت بھی پیش کرتی ہے۔

7- یہودی تحریک اسلام اور اسلامی اداروں کی بدترین دشمن ہے اور ملت اسلامیہ کی عداوت میں قادیانیت اس سے بھی چار قدم آگے ہے۔ اس کا سرکاری آرگن روزنامہ ''الفضل'' پوری ملت اسلامیہ کو چیلنج کرتا ہے:

- ’’ہم فتحیاب ہوں گے، ضرور تم مجرموں کی طرح ہمارے سامنے پیش ہو گے، اس وقت تمہارا حشر بھی وہی ہو گا جو فتح مکہ کے دن ابو جہل اور اس کی پارٹی کا ہوا۔

(روزنامہ الفضل 3 جنوری 1952ء، ملخص)

جس گروہ کے نزدیک تمام عالم اسلام ’’ابو جہل اور اس کی پارٹی‘‘ کی حیثیت رکھتا ہو، اور وہ اپنے آپ کو ’’محمد رسول اللہ کا بروز‘‘ قرار دیتا ہو، اس کی عداوت مسلمانوں کے ایک ایک فرد سے کس قدر ہو سکتی ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے غیر معمولی فہم وذکاوت کی ضرورت نہیں۔

8- صہیونی تحریک دنیا......اور بالخصوص اسلام کے مقامات مقدسہ میں ’’اسرائیل کی حکومت‘‘ قائم کرنے خواہش مند ہے۔ عین قلب اسلام میں اس کی جارحیت اس کے خطرناک ارادوں کی غماز ہے اور مسلمانوں کے قبلہ اول پر ان کا تسلط عالم اسلام کی غیرت کے لیے کھلا چیلنج ہے اور وہ کسی صلاح الدین ایوبی کے لیے چشم براہ ہے اور قادیانیت بھی انگریز اور یہود کے زیر سایہ پوری دنیا کو کھا جانے کا عزم رکھتی ہے، قادیان کا خلیفہ کھل کر اعلان کرتا ہے کہ:

- ’’اس وقت ایک ہی جماعت ایسی ہے جو کمزوری کے لحاظ سے دنیا میں سب سے گری ہوئی ہے، مگر ارادہ کے لحاظ سے سب سے بڑھی ہوئی ہے، پھر وہ منہ سے دعویٰ ہی نہیں کرتی، اس کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ دنیا کو کھا جانا ہے۔‘‘

(روزنامہ الفضل 17 اپریل 1928ء بحوالہ قادیانی مذہب، فصل: 16 نمبر 60)

- ’’1952ء کو گزرنے دیجیے جب تک احمدیت کا رعب، دشمن اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جا سکتی، اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آ گرے۔‘‘ (روزنامہ الفضل 16 جنوری 1952ء)

- ’’اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت قائم نہ ہو جائے، تمہارے راستہ میں یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔‘‘

(روزنامہ الفضل 8 جولائی 1935ء بحوالہ قادیانی مذہب فصل: 16 نمبر: 55)

9- یہودی، امریکہ و برطانیہ کی سازش سے ’’اسرائیل اسٹیٹ‘‘ قائم کرنے میں

کامیاب ہوئے، اسی طرح قادیانیوں کے لیے انگریز گورنر کی سازش سے
پاکستان میں ربوہ اسٹیٹ قائم کی گئی، جس کے تمام ممالک سے روابط ہیں۔

10- یہودی اسٹیٹ عالم اسلام کے عین قلب میں امریکی امداد کے سہارے زندہ ہے، اور اگر اس کا یہ سہارا ختم ہو جائے تو وہ ایک دن بھی باقی نہیں رہ سکتی، اسی طرح ''قادیانی اسٹیٹ'' بھی اپنے مغربی آقاؤں کے بل بوتے پر عالم اسلام کے مایہ ناز ملک پاکستان کے عین قلب میں باقی ہے، اگر اس کا یہ سہارا ختم ہو جائے تو وہ ایک دن بھی باقی نہیں رہ سکتی۔

صہیونیت، اسلام کے مقامات مقدسہ خصوصاً بیت المقدس کو آبائی میراث سمجھتی ہے اور وہ وہاں مسلمانوں کے وجود کو برداشت نہیں کرتی، ٹھیک یہی دعویٰ قادیانیت کا ہے، وہ بھی مسلمانوں کو فلسطین اور بیت المقدس کی تولیت کا مستحق نہیں سمجھتی، کیونکہ وہ قادیانی نبوت کے منکر اور کافر ہیں۔ قادیانیت کے آرگن ''الفضل'' لکھتا ہے:

❑ ''اگر یہودی اس لیے بیت المقدس کی تولیت کے مستحق نہیں کہ وہ جناب مسیح اور حضرت نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت کے منکر ہیں اور عیسائی اس لیے غیر مستحق ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین کی رسالت و نبوت کا انکار کر دیا ہے تو یقیناً یقیناً غیر احمدی (مسلمان) بھی مستحق تولیت بیت المقدس نہیں کیونکہ یہ بھی اس زمانہ میں مبعوث ہونے والے خدا کے اولوالعزم نبی (مرزا غلام احمد قادیانی) کے منکر اور مخالف ہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہیں تو سوال ہوگا، کن کے نزدیک؟ اگر جواب یہ ہو کہ نہ ماننے والوں کے نزدیک، تو اسی طرح یہود کے نزدیک مسیحؑ اور آنحضرت ﷺ کی اور مسیحیوں کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت بھی ثابت نہیں۔ اگر منکرین کے فیصلہ سے ایک نبی، غیر نبی ٹھہر جاتا ہے تو کروڑوں عیسائیوں اور یہودیوں کا اجماع ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ منجانب اللہ، نبی اور رسول نہ تھے۔ پس اگر ہمارے غیر احمدی بھائیوں کا یہ اصول درست ہے کہ بیت المقدس کی تولیت کے مستحق تمام نبیوں کے ماننے والے ہی ہو سکتے ہیں تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ احمدیوں کے سوا، خدا کے تمام

نبیوں کا مومن اور کوئی نہیں‘‘۔(’’روزنامہ الفضل‘‘ قادیان، جلد 9، شمارہ 36، 7 نومبر 1921ء)

’’الفضل‘‘ کی اس منطق کا حاصل یہ ہے کہ بیت المقدس کی سرزمین کے مستحق یا تو قادیانی ہیں، ورنہ یہودی۔۔۔۔ گویا قادیانی نبوت، صیہونیت کے لیے نئی الہامی سند مہیا کرتی ہے۔

برطانیہ کے وزیر خارجہ مسٹر بالفور کے اعلان 1917ء کے نتیجے میں فلسطین میں ’’اسرائیل اسٹیٹ‘‘ وجود میں آئی۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہودیت اور قادیانیت دونوں کا دعویٰ تھا کہ مسلمان بیت المقدس اور فلسطین کے مستحق نہیں، یہ سوال کہ ’’اسرائیل اسٹیٹ‘‘ کے قیام میں قادیانی گروہ کا کتنا حصہ ہے؟ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ 1917ء سے قیام اسرائیل تک فلسطین پر قادیانی ’’تبلیغ‘‘ کی یورش رہی اور قادیانیوں کے ممتاز افراد ’’سفید سامراج‘‘ کے گماشتوں کی حیثیت سے فلسطین میں کام کرتے رہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود خلیفہ قادیان نے دورہ لندن سے واپسی پر قادیانی سازش کی نگرانی کے لیے بیت المقدس کا دورہ ضروری سمجھا۔

1934ء میں خلیفہ قادیان نے دنیا میں تبلیغ کا جال پھیلانے کے لیے جو درحقیقت انگریز کے محکمہ جاسوسی کی ذیلی شاخ تھی، تحریک جدید کا اعلان کیا اور اس کے لیے مالیات کا مطالبہ کیا، تو سب سے زیادہ رقم فلسطین کی قادیانی جماعت نے مہیا کی۔

یہاں اہم ترین سوال یہ ہے کہ خطیر رقم جو فلسطین سے خلیفہ قادیان کو وصول ہوئی، کہاں سے آئی ہے؟ اور کس نے مہیا کی؟ کیا یہ رقم ان معدودے چند افراد نے مہیا کر دی تھی جو اسلام سے مرتد ہو کر قادیانی امت میں شامل ہو گئے تھے؟ کیا ان کی مالی حیثیت اس قدر مستحکم تھی کہ وہ اپنے علاقے میں وسیع اخراجات برداشت کرنے کے بعد ایک بہت بڑی رقم خلیفہ قادیان کی خدمت میں نذر کر دیتے؟ جو شخص واقعات کو عقل و فہم کی میزان میں تولنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس کا جواب نفی میں دے گا۔ میں یہاں مشرق وسطیٰ کے ایک وسیع النظر مصنف محمد محمود الصواف کا حوالہ دوں گا۔ وہ اپنی دقیع کتاب ’’**المخططات الاستعماریه لمکافحة الاسلام**‘‘ میں قادیانیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

❑ ”قادیانی سب سے اکفر اور خسیس تر جماعت ہے جسے ستم پیشہ انگریز نے ہندوستان پر اپنے تسلط کے دوران پروان چڑھایا۔ یہ کافر ٹولہ ہمیشہ زمین میں فساد برپا کرتا رہا ہے اور ہر میدان میں اسلام کی عداوت ومخالفت اس کا شعار رہا۔ خصوصاً افریقہ کے ملک ”یوگنڈا“ سے خط ملا ہے جس کے ساتھ مرزا غلام احمد کذاب قادیان کی کتاب ”حمامة البشریٰ“ بھی تھی، جو وہاں بڑی تعداد میں تقسیم کی گئی اور جو کفر وضلال سے بھری پڑی ہے۔

یہ خط مجھے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے داعی اور راہنما نے وہاں سے لکھا تھا، جس میں انہوں نے تحریر کیا تھا کہ:

❑ ”یہاں قادیانیوں کی سرگرمیاں ہمارے لیے اور اسلام کے لیے سخت تشویش کا باعث ہیں، ان کا معاملہ یہاں نہایت سنگین صورت اختیار کر گیا ہے اور ان کی تبلیغی سرگرمیاں نہایت شدت اختیار کر گئی ہیں۔ یہ لوگ یہاں اتنی دولت خرچ کر رہے ہیں جس کا حساب نہیں اور اس امر میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ مال و دولت سامراج اور اس کے مشنری اداروں کا ہے، اور مجھے باوثوق ذریعہ سے یہ اطلاع ملی ہے کہ وہاں حبشہ کے ”دیس بابا“ میں ان کا ایک مضبوط مشن کام کر رہا ہے جس کا سالانہ میزانیہ 35 ملین ڈالر ہے اور یہ مشن وہاں اسلام کا مقابلہ کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔“

(المخططات الاستعمارية لمكافحة الاسلام ص:253 طبع اول)

35 کروڑ ڈالر سالانہ تو صرف حبشہ کے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے لیے صرف کیے گئے، اب غور کیا جا سکتا ہے کہ فلسطین کی تباہی و بربادی کے لیے قادیانیت کا 30 سالہ بجٹ کتنا ہوگا؟ اور یہ ساری رقم کہاں سے آئی؟

دوسرا اہم ترین سوال یہ ہے کہ ان تیس سالوں میں (1917ء سے 1948ء تک) قادیانیت کا تبلیغی زور اس خطہ پر کیوں مرتکز رہا؟ اور قادیانی سرگرمیوں کا یہی سب سے بڑا اڈہ کیوں بنا رہا جس کے نتیجہ میں فلسطینیوں کی خانہ ویرانی اور اسرائیل اسٹیٹ کا قیام عمل میں آیا؟ اور پھر چن چن کر وہاں قادیان کے سازشی دماغوں کو کیوں جمع کیا جاتا رہا؟ یہ سوالات تاریخ کا ایک معمہ اور قادیانی، یہودی سازش کا قفل ابجد ہیں، جن کو ان دونوں تحریکوں کے

دوستانہ روابط کی کلید سے حل کیا جانا چاہیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ 1948ء میں فلسطین میں ''اسرائیل کا اعلان ہوا، ٹھیک ان ہی دنوں میں قادیانی گروہ کی ربوہ اسٹیٹ قائم ہوئی اور سب سے پہلے ربوہ اسٹیٹ کا اسرائیل اسٹیٹ سے رابطہ قائم کیا گیا، ربوہ اسٹیٹ کے مطلق العنان حکمران قادیانی خلیفہ کے آرگن نے بڑے تزک واحتشام اور فخر ومباہات سے اعلان کیا:

❑ عربی ممالک میں بے شک ہمیں اس قسم کی اہمیت حاصل نہیں جیسی ان (یورپی وافریقی) ممالک میں ہے لیکن پھر بھی ایک طرح کی اہمیت ہمیں حاصل ہوگئی ہے، اور وہ یہ کہ فلسطین کے عین مرکز میں اگر مسلمان رہے ہیں تو وہ صرف احمدی ہیں۔''

(روزنامہ الفضل 30 اگست 1950ء)

الفضل کا یہ جگر خراش اعلان اگر ایک طرف فلسطین کے خانماں برباد مسلمانوں پر خندہ استہزا کی حیثیت رکھتا ہے تو دوسری طرف ربوہ اسٹیٹ کے اسرائیلی اسٹیٹ'' سے تعلقات وروابط کی شرح وتفسیر بھی مہیا کرتا ہے۔ عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان کے نزدیک اسرائیل استعماری سازش کی ناجائز اولاد ہے، جس کی پرورش امریکی ایٹم کے زور سے کی جارہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلقات وروابط استوار کرنا کیا معنی؟ کسی اسلامی حکومت نے استعمار کے اس ناجائز بچہ کو ابھی تک زندہ رہنے کی اجازت بھی نہیں دی ہے، لیکن قادیانیوں کی ''ربوہ اسٹیٹ خود بھی چونکہ استعمار کی ناجائز اولاد کی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے ان دونوں کے نہ صرف باہمی روابط استوار ہوئے، بلکہ دونوں توام ''بہن بھائی کی حیثیت میں عالم اسلام کو چیلنج کر رہے ہیں۔

یہاں اس لطیفہ کا ذکر بھی خالی از دلچسپی نہیں ہوگا کہ 1947ء سے 1953ء تک پاکستان کا وزیر خارجہ مسٹر ظفر اللہ خاں قادیانی رہا، جو لفظی طور پر حکومت پاکستان کا وزیر خارجہ تھا، مگر معنوی طور پر ربوہ اسٹیٹ کی وزارت خارجہ کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اس نے رسمی طور پر پاکستان سے وفاداری کا حلف اٹھایا تھا مگر حقیقی طور پر وہ قادیان کے خلیفہ ربوہ کا مطیع وفرمانبردار اور وفادار تھا۔ اس کے عہد وزارت میں ربوہ اسٹیٹ کا ''اسرائیل'' سے رابطہ مستحکم ہوا جسے میں سفارتی تعلقات کہنا پسند کروں گا۔ لیکن جب مسٹر ظفر اللہ خاں سے

اس سلسلہ میں سوال کیا گیا کہ کیا اسرائیل میں ربوہ کا مشن قائم ہے؟ تو پاکستان کے وزیر خارجہ نے جواب دیا: ''حکومت پاکستان کو تو اس کی اطلاع نہیں۔

مسٹر ظفر اللہ خاں کا یہ جواب بالکل صحیح تھا۔ انہوں نے حکومت پاکستان کے نمائندہ کی حیثیت سے اسرائیل کے ساتھ سفارتی رابطہ قائم نہیں کیا تھا، بلکہ قادیان کے خلیفہ ربوہ کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے اسرائیل سے سفارتی رابطہ قائم کیا تھا۔ بلاشبہ حکومت پاکستان کو اس کا کوئی علم نہیں تھا اور مسٹر ظفر اللہ خاں کو اگر چہ اس کا علم تھا مگر وہ حکومت پاکستان کے وزیر صرف رسماً تھے، درحقیقت ان کی حیثیت تو ''ربوہ اسٹیٹ'' کے محکمہ امور خارجہ کے افسر اعلیٰ کی تھی۔

قادیانی گروہ، چالاکی وعیاری میں اپنے سفید آقاؤں کا بھی استاد ہے۔ جب ربوہ اسٹیٹ کے سفارتی روابط اسرائیل کے ساتھ قائم کیے گئے تو ابتدا میں اسے صیغہ راز میں رکھنے کی کوشش کی گئی لیکن جب یہ راز طشت از بام ہو کر رہا، تو تاویل کی گئی کہ اسرائیل میں جو قادیانی مشن کام کر رہا ہے، اس کا ربوہ اسٹیٹ سے رابطہ نہیں بلکہ وہ انڈیا کے مرکز قادیان کے ماتحت ہے۔ لیکن کچھ دنوں بعد جب ''ربوہ اسٹیٹ'' کا بجٹ شائع ہوا، تو اس میں اسرائیل مشن کا میزانیہ بھی موجود تھا۔ اب یہ تاویل کی گئی کہ اسرائیل میں قادیانی مشن تو قائم ہے، اور ہے بھی ربوہ اسٹیٹ کے ماتحت لیکن وہ کوئی سیاسی مشن نہیں، بلکہ تبلیغی مشن ہے۔ میں پہلی تاویل کی طرح اس تاویل کی صحت کو تسلیم کرنے میں بھی تامل نہیں کروں گا، بشرطیکہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ قادیانیوں کے سیاسی مشن اور تبلیغی مشن الگ الگ ہوتے ہیں۔ جہاں تک ہم نے قادیانی تحریک کا مطالعہ کیا ہے اور اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں کہوں گا کہ میں نے خود قادیانیوں سے زیادہ اس تحریک کا وسیع وعمیق مطالعہ کیا ہے۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قادیانیوں کی تبلیغ عین سیاست ہے اور ان کی سیاست ہی تبلیغ ہے۔ کم از کم قادیانی تحریک کی حد تک تبلیغ اور سیاست کے جداگانہ تصور سے ہم نا آشنا ہیں۔ قادیانی تحریک کو ہم مذہبی تحریک نہیں سمجھتے، بلکہ یہ خالص سیاسی تحریک ہے جس پر مذہب کا خول بڑی عیاری سے چڑھا دیا گیا ہے۔ اس لیے اگر قادیانی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اسرائیل میں ان کا تبلیغی مشن کام

کررہا ہے، تو دوسرے لفظوں میں وہ صاف اعتراف کرتے ہیں کہ ربوہ اسٹیٹ کے سفارتی تعلقات اسرائیل سے مستحکم ہیں۔

دو آزاد اور خود مختار ریاستوں کے درمیان سیاسی، اقتصادی، فنی اور معاشرتی شعبوں میں تعاون ایک قابل فہم چیز ہے۔ بسا اوقات فوجی تعاون کی صورتیں بھی پیدا ہوتی ہیں لیکن ''ربوہ اسٹیٹ'' نے اسرائیل کے ساتھ ہمہ جہتی تعاون کا ایک نیا باب رقم کیا ہے اور وہ یہ کہ ربوہ اسٹیٹ کے قادیانی سپاہی اسرائیلی فوج میں بھرتی کیے جاتے ہیں۔ یہ فوجی تعاون کا وہ عالمی ریکارڈ ہے جو ربوہ اسٹیٹ نے قائم کر دکھایا ہے۔ ہمارے ملک کے مؤقر جریدہ روزنامہ نوائے وقت لاہور نے یہ خبر شائع کر کے پورے ملک میں سنسنی پھیلا دی ہے کہ:

❑ لندن سے شائع ہونے والی کتاب ''اسرائیل اے پروفائل'' میں انکشاف کیا گیا ہے کہ حکومت اسرائیل نے اپنی فوج میں پاکستانی قادیانیوں کو بھرتی ہونے کی اجازت دے دی ہے، یہ کتاب پولیٹیکل سائنس کے ایک یہودی پروفیسر آئی ٹی نومانی نے لکھی ہے اور اسے ادارہ پالمال لندن نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ **1972**ء تک اسرائیلی فوج میں چھ سو پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے ہیں۔

(نوائے وقت لاہور ص:**5**، **29** دسمبر **1975**ء)

مسلمانوں کے لیے یہ انکشاف جس قدر کرب انگیز ہو سکتا ہے، اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان کے متعدد اہل فکر اس پر تشویش کا اظہار کر چکے ہیں۔ پاکستان کی قومی اسمبلی کے ایک معزز رکن مولانا ظفر احمد انصاری نے ہفت روزہ طاہر لاہور کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ وہ قومی اسمبلی میں اس مسئلہ کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں، یہاں ان کے انٹرویو کا اقتباس پیش کر دینا مناسب ہوگا۔

سوال: اسرائیلی فوج میں قادیانیوں کی موجودگی ایک خوفناک انکشاف ہے، یہودیوں اور قادیانیوں میں اس تعاون کی کیا تفصیل ہے اور آپ اسے پاکستان کی قومی اسمبلی میں کیوں زیر بحث لانا چاہتے ہیں؟

جواب: پاکستان مسلم مملکت ہے اور یہودی ہر مسلم مملکت کو نیست و نابود کرنے کا عہد کر

چکے ہیں۔ وہ اس کے لیے ہر ذریعے اور واسطے کو استعمال میں لا رہے ہیں اور ان کے آلہ کار بننے والوں میں یہ مرزائی یا قادیانی بھی شامل ہیں، جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ اسرائیل یہودی صہیونیت کا ہتھیار ہے جس کے ذریعے یہودی عالم اسلام کو زیر کرنا چاہتے ہیں۔ 1972ء تک اسرائیل میں موجود قادیانیوں کی تعداد 6 سو تھی، جن پر اسرائیلی فوج میں خدمت کے دروازے کھول دیئے گئے تھے۔ یہ تفصیل پولیٹیکل سائنس کے یہودی پروفیسر آئی ٹی نومانی کی کتاب ''اسرائیل اے پروفائل'' (ISRAEL A PROFILE) کے صفحہ نمبر 75 پر موجود ہے، یہ کتاب پالمال لندن سے 1972ء میں چھپی ہے، دلچسپ چیز یہ ہے کہ اس کتاب کے صفحہ نمبر 54 پر واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ عربوں پر یہ پابندی اب بھی ہے کہ وہ کسی سرحدی گاؤں میں نہیں رہ سکتے اور اسرائیلی فوج میں بھرتی بھی نہیں ہو سکتے۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر 75 پر یہ بھی موجود ہے کہ یہ احمدی پاکستان سے ہیں۔ ایک مسلمان بالخصوص پاکستانی مسلمان کے لیے یہ بات یوں بھی انتہائی اضطراب کا موجب ہے کہ ان احمدیوں کو پاکستانی قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے بھی میں تحریک التوا کے ذریعے اسے پاکستان کے مقتدرترین ایوان میں زیر بحث لانا چاہتا ہوں۔

سوال: آپ اس تحریک التوا میں حکومت کی توجہ کن پہلوؤں پر مبذول کرانا چاہتے ہیں؟

جواب: میں قوم کو بھی آگاہ کرنا چاہتا ہوں اور حضرات اقتدار سے بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جب یہ انہیں بھی معلوم ہے کہ قادیانی دنیا کے کسی خطے میں بھی ہو، اپنے خلیفہ کے حکم پر کام کرتا ہے۔ اس ''خلیفہ کا ہیڈ کوارٹر'' پاکستان کے قصبے ربوہ میں ہے۔ اگر اسرائیل میں رہنے والے قادیانیوں کو ربوہ سے یہ ہدایت ہے کہ عرب ممالک پر قبضے اور انہیں تاراج کرنے میں اسرائیل کی مدد کریں، اور جیسا کہ جنگ 1967ء کے زمانہ کے اخبارات میں آیا کہ اسرائیلی، پاکستان کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں اور پاکستان کے خلاف جس دشمنی اور نفرت کا اظہار بابائے

اسرائیل بن گوریان نے کیا تھا، اس کے پیش نظر کیا یہ اندیشہ صحیح نہ ہوگا کہ اسرائیل جیسے قادیانیوں کو عربوں کے خلاف استعمال کر رہا ہے، انہیں پاکستان کے خلاف آسانی سے استعمال کرے گا۔ جب کہ قادیانیوں کے خلیفے کا ہیڈ کوارٹر بھی یہیں ہے۔ یہ بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ 600 قادیانی پاکستان کی شہریت رکھتے ہیں؟ ان کے پاس دوہری شہریت تو نہیں؟ ان میں سے کتنے پاکستانی پاسپورٹ پر گئے ہیں؟ کیا وہ پاکستانی پاسپورٹ پر تھے؟ اور پھر اسرائیل بھاگ گئے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ہماری وزارت خارجہ اور پاسپورٹ جاری کرنے والی وزارت داخلہ کو کیا علم ہے اور کیا علم نہیں ہے؟ کیا ان ''احمدیوں'' کی وہاں فرار کی روک تھام بھی کی جارہی ہے؟ کیونکہ ان کے پاکستانی کہلانے سے عربوں سے ہمارے تعلقات مجروح ہوسکتے ہیں۔ حکومت پاکستان کو اس صورت حال کی CLARIFICATION صفائی دینی چاہیے۔

سوال: اسرائیل کے عربوں کے خلاف عزائم ہیں تو ایسے ہی ناپاک عزائم ہمارے بارے میں بھی ہیں؟

جواب: جی!! (بہت لمبی سی جی) یہی وہ بات ہے جس پر میں زور دینا چاہتا ہوں۔ 1967ء میں اسرائیل کی توسیع پسندی اور بیت المقدس پر غاصبانہ قبضے کے بعد پاکستان میں جو ردعمل پیدا ہوا تھا، اس نے یہودیوں کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ چنانچہ بابائے اسرائیل ڈیوڈ بن گوریان نے جون 1967ء میں عرب اسرائیل جنگ کے بعد پیرس کی سوربون (Sorbonne) یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا، جس کی رپورٹ 9 اگست 1967ء کو صہیونی رسالے جیوش کرانیکل میں چھپی تھی۔ بابائے اسرائیل نے اعلان جنگ کرتے ہوئے کہا تھا: ''عالمی صہیونی تحریک کو پاکستان کی طرف سے لاحق خطرات سے بے خبر نہیں ہونا چاہیے اور اب پاکستان کو اس کا پہلا نشانہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ نظریاتی ریاست ہمارے وجود کے لیے ایک خطرہ ہے اور یہ کہ پاکستان کے سب لوگ

یہودیوں سے نفرت اور عربوں سے محبت کرتے ہیں۔ عربوں سے یہ محبت ہمارے لیے بذات خود عربوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس مقصد کے لیے عالمی صہیونیت کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف فوری اقدامات کرے۔ جبکہ جزائر ہند کے لوگ ہندو ہیں جن کے دل پوری تاریخ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان، مسلمانوں کے خلاف کام کرنے کے لیے ہمارے لیے اہم ترین پڑاؤ ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اس مرکز سے کام لیں اور پاکستانیوں کو کچل دیں، جو یہودیوں اور صہیونیوں کے دشمن ہیں۔ اس کے لیے تمام خفیہ و ظاہر منصوبے اپنائے جائیں''۔ (دی فلسطین، بیروت نمبر 120، جلد XL (چالیس) جنوری 1972ء، ''یروشلم پوسٹ'' 9 اگست 1967ء روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ص 1، مورخہ 22 مئی 1972ء)

(مولانا ظفر احمد انصاری نے یہ اقتباس ایک کتاب سے انگلش میں پڑھ کر سنایا، پھر سلسلہ کلام جاری رکھا) شاید بہت سے لوگوں کو معلوم نہ ہوگا کہ اس کے سوا چار سال بعد دسمبر 1971ء میں اندرونی سازش اور بیرونی جارحیت کے ذریعے ڈھاکہ میں داخل ہونے والی ہندو افواج کا ڈپٹی کمانڈر ایک یہودی تھا۔ (ہفت روزہ ''طاہر'' لاہور، 22 تا 28 دسمبر 1978ء)

قادیانی ''ربوہ اسٹیٹ'' مغرب کی استعماری و طاغوتی طاقتوں کی آلہ کار بن کر عالم اسلام کے خلاف سازشوں کا جو طوفان برپا کرنا چاہتی ہے، اس کا کچھ اندازہ خلیفہ ربوہ کے ان متواتر اعلانات سے کیا جاسکتا ہے، جن میں قادیانی گروہ کو بار بار تلقین کی جاتی ہے کہ نئی صدی جس کے طلوع میں صرف پانچ سال باقی ہیں، احمدیت کے غلبہ کی صدی ہے، اس صدی میں احمدیت تمام عالم پر غالب آئے گی۔

قادیانیت تمام عالم اسلام پر غالب کرنے کے لیے ربوہ اسٹیٹ خفیہ دہشت پسند سرگرمیوں کی تیاری میں مصروف ہے۔ اس کا پہلا انکشاف تو اسرائیلی فوج میں قادیانیوں کی شرکت سے ہوتا ہے، اور مزید انکشاف یہ کیا جاتا ہے کہ چار ہزار قادیانی مغربی جرمنی میں گوریلا تربیت حاصل کر رہے ہیں، ہفت روزہ چٹان (5 جنوری 1976ء) کی روایت

ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے راہنما حضرت مولانا تاج محمود صاحب نے ان سازشوں کو بے نقاب کیا جو مرزائی، پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے اور اسے عجمی اسرائیل بنانے کے لیے کر رہے ہیں:

مولانا تاج محمود صاحب نے یہ بھی کہا کہ چار ہزار قادیانی نوجوان مغربی جرمنی میں گوریلا تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ انہوں نے حکومت کو خبردار کیا کہ وہ قادیانیوں کی سازشوں سے آگاہ رہے اور اس فتنے کا تدارک کرے۔ مولانا تاج محمود نے مطالبہ کیا کہ حکومت اس بات کا پتہ لگائے کہ قادیانی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا ناصر احمد نے حال ہی میں انگلستان کا جو دورہ علالت کے بہانے کیا، وہاں اس کی مصروفیات کیا تھیں؟ انہوں نے الزام لگایا کہ مرزا ناصر احمد پاکستان کی سالمیت کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔''

(ہفت روزہ چٹان 5 جنوری 1976ء)

اسرائیل کی طرح قادیانی جماعت کا وجود ہی سراپا سازش ہے اور اس کی سازش کا نشانہ صرف پاکستان نہیں بلکہ پورا عالم اسلام، خصوصاً ایشیا اور مشرق وسطی ہے۔ قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ پاکستان کے ایک بازو کو کاٹ چکا ہے اور دوسرے بازو کی تخریب میں اس کی سرگرمیاں روز افزوں ہیں۔ قادیانی دہشت پسند تنظیم کو ہر اس قوت سے قلبی تعلق ہے جو عالم اسلام کی تخریب کے مقاصد میں اس کی معاون ثابت ہو سکے، خواہ وہ یہودیوں کی صہیونی تحریک ہو یا دہریت پسندوں کی سوشلسٹ تحریک، ہندوستان کی جارحیت ہو یا پاکستان کی امن پسند مسیحی اقلیت۔ میں یہاں پاکستان کی مسیحی اقلیت کے صدر جناب صوبہ خان کے دھمکی آمیز بیان کا حوالہ دوں گا، جسے روزنامہ ''امن'' کراچی نے 29 ستمبر 1974ء کی اشاعت میں شائع کیا تھا:

❑ ''60 لاکھ کی بھاری محبّ وطن اہل کتاب مسیحی اقلیت کے حقوق ومفادات کا عملی تحفظ نہ کیا گیا تو ملک کی بنیادیں ہل جائیں گی، اور قادیانی فرقہ کو اقلیت قرار دینے کی پاداش میں پاکستان کی مسلم اکثریت کو اپنی خوش فہمی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا''۔

(بحوالہ پاکستان، عیسائیت کی زد میں، شائع کردہ دفتر مرکزیہ مجلس دعوۃ الحق پاکستان ملتان)

میں یہاں جناب صوبہ خان صاحب کے بیان کا منطقی تجزیہ نہیں کرنا چاہتا، نہ میں اس بحث میں الجھنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی محبّ وطن مسیحی اقلیت کے صدر نے مسیحی اقلیت کے جو مرعوب کن اعداد و شمار پیش کیے ہیں، وہ صحیح ہیں یا جعلی اور مصنوعی؟ ہماری دلچسپی سے متعلق محبّ وطن صوبہ خان صاحب کے بیان کا وہ حصہ ہے جس میں ان کے نزدیک قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کو اتنا سنگین جرم قرار دیا ہے کہ اس کی پاداش میں ملک کی بنیادیں ہلا دینا اور مسلم اکثریت کو اس کی خوش فہمی کا خمیازہ بھگتا دینا، اہل کتاب مسیحیوں کی حب الوطنی کا مظاہرہ قرار پاتا ہے۔ گویا دنیا بھر کا ہر ہندو، ہر یہودی، ہر مسیحی اور ہر دہریہ، قادیانی گروہ سے دلچسپی رکھتا ہے۔ اس کے تحفظ کے لیے اپنی طاقت کی چھتری مہیا کرنا ضروری فرض سمجھتا ہے اور قادیانیوں کی خاطر عالم اسلام کو ڈائنامیٹ سے اڑا دینے کا عزم رکھتا ہے، ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ ''**الکفر ملة واحدة**'' کفر کے تمام فرقوں کی باہمی لڑائی انہیں اسلام دشمنی کے مقصد پر جمع ہونے سے نہیں روکتی۔ تمام طاغوتی طاقتیں عالم اسلام کے خلاف قادیانی جماعت کی معاون و محافظ ہیں اور قادیانی گروہ ان سارے طاغوتوں کی شطرنج کا مہرہ ہے، جسے اسلام کو زک پہنچانے کے لیے بہ لطائف الحیل حرکت میں لایا جاتا ہے۔

ربوہ کی قادیانی شہنشاہیت، اسرائیلی فوج کے لیے صرف پاکستان کے قادیانی سپاہی مہیا نہیں کرتی، اور نہ صرف مغربی جرمنی میں ہزاروں گوریلوں کی تربیت کے انتظامات کرتی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر وہ کفر کے مواصلاتی نظام میں ایک نئے باب کا اضافہ بھی کرتی ہے۔ پاکستان کے فوجی اور انتظامی خفیہ راز ہندوستان کو اور مشرق وسطیٰ کے اندرونی خفیہ راز، اسرائیل کو کس طرح پہنچائے جاتے ہیں، اس کی تفصیل میرے لیے ناخوشگوار موضوع ہے۔ میں اس موضوع پر بحث کرنے کو پاکستان اور عالم اسلام کی توہین کے مترادف سمجھتا ہوں، اس لیے تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے میں ریاست ربوہ کے محکمہ انٹیلی جنس کی طرف قائدین ملت کی توجہ مبذول کرانے پر اکتفا کروں گا۔

1957ء میں حکومت پاکستان نے ملک کے اعلیٰ حکام کے نام ایک گشتی مراسلہ جاری کیا تھا جس میں ریاست ربوہ کے محکمہ سی آئی ڈی سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی گئی تھی۔

اس گشتی مراسلہ کی صدائے بازگشت اخبارات میں گونجی اور اخبارات نے اس پر اداریئے لکھے، مراسلہ کا مفہوم یہ تھا:

''حکومت کے پاس اس کی معتبر اطلاع ہے کہ ربوہ کی احمدیہ (قادیانی) جماعت نے خبر رسانی کا ایک خصوصی عملہ ملازم رکھا ہے جو ایسی سرکاری اور غیر سرکاری اطلاعات فراہم کرے گا جو احمدیہ فرقہ کے مفاد میں ہوں گی''۔

حکومت کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ سرکاری ملازم جو احمدیہ فرقہ سے متعلق ہیں، ان کے ذریعہ سرکاری اطلاعات مہیا کی جارہی ہیں، ایک اور ذریعہ جس سے کام لے کر احمدیہ جماعت کا خبر رسانی عملہ سرکاری اطلاعات جمع کرتا ہے، وہ حکومت کے پنشن یافتہ ملازم ہیں، جن کا ابھی تک اپنے دور کے ساتھیوں اور ماتحتوں پر اثر ہے، حکومت کے علم میں یہ بھی آیا ہے کہ بعض احمدیوں نے غیر احمدی ہونے کا اعلان کر دیا ہے تاکہ ان کی طرف سے شک وشبہ جاتا رہے، اور وہ آزادی سے تمام مسلمانوں میں خلط ملط ہو سکیں اور معلومات حاصل کر سکیں''۔

حکومت کے اس گشتی مراسلہ میں بتایا گیا ہے کہ ربوہ کی احمدیہ جماعت کا یہ خبر رسانی عملہ فی الحال ربوہ اور لاہور میں تعینات ہے اور جماعت احمدیہ کی تجویز ہے کہ اس عملہ کی شاخیں راولپنڈی اور کراچی میں قائم کی جائیں۔ اس عملہ کو ہدایت دینا اور اس کی نگرانی کرنا احمدیہ فرقہ کے امام (خلیفہ ربوہ) کے بیٹے مرزا ناصر احمد کے سپرد ہے (اور آجکل یہ حضرت خود ریاست ربوہ کے سربراہ ہیں......ناقل)۔

(روزنامہ 'امروز' 6 دسمبر 1957ء بحوالہ ربوہ کا پوپ ص: 137 تا 138)

گورنمنٹ پاکستان کے اس مراسلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے روزنامہ آفاق لاہور نے اپنے ادارتی نوٹ میں لکھا:

❑ ''صوبائی حکومت کا یہ سرکلر ایک اہم مسئلہ سے فرار کی مضحکہ خیز کوشش ہے۔ حکومت کو یہ چھوٹا سا تنکا نظر آ گیا کہ ربوہ کی انجمن نے حکومت کے راز حاصل کرنے کے لیے ایک جاسوسی نظام قائم کر رکھا ہے۔ لیکن یہ بہت بڑا شہتیر نظر نہیں آیا کہ ربوہ کی انجمن نے مذہبی تقدس کی آڑ میں ایک خفیہ متوازی حکومت کی صورت اختیار کر لی ہے اور وہ ایسے تمام حربے

استعمال کرنے پر مجبور ہے جو سیاسی طاقت ہاتھ میں لینے کے لیے ضروری ہیں............

اگر اس ملک میں واقعی ایسے حالات پیدا ہو جائیں اور ایک جماعت اپنی تنظیم اور اپنے وسائل کے ذریعہ قانون وانصاف کی مشینری کو جب چاہے شل کر دے، تو حکومت کو طفلانہ سرکلر جاری کرنے کے بجائے ان حالات سے عہدہ برآ ہونے کی مؤثر تدبیر سوچنی چاہیے یا بصورت دیگر اقتدار کے عہدہ سے مستعفی ہو جانا چاہیے۔

اصل یا اہم سوال یہ نہیں کہ نظام ربوہ کے جاسوس، حکومت کے راز چرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حکومت کے پاس راز ہی کون سے ہیں، جنہیں وہ قادیانیوں سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ جاسوسی کے علاوہ ربوہ کے خلافتی نظام کے کارکن اور بھی بہت کچھ کر رہے ہیں جو ایک دہشت پسند خفیہ سیاسی نظام کی سرگرمیوں کی ذیل میں آتا ہے، اس کا علاج کیا ہے؟

(روزنامہ آفاق لاہور 7 دسمبر 1957ء بحوالہ ربوہ کا پوپ ص:139، 140)

اس پر روزنامہ تسنیم لاہور کا تبصرہ اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے:

❑ ''افسوس ہے کہ معاصر (روزنامہ آفاق) نے علاج تجویز کرنے کا مسئلہ حکومت پر چھوڑ کر سکوت اختیار کر لیا ہے، حالانکہ یہ مسئلہ کچھ بھی پیچیدہ نہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت قادیانی جماعت کی اصل حیثیت کو مشخص کر دے، اور پردہ فریب کو چاک کر دے، جو اس نے اپنے چہرے پر ڈال رکھا ہے۔

یہ جماعت بالکل اسی طرح کی ایک خفیہ سیاسی جماعت ہے، جس طرح کوئی خفیہ سیاسی جماعت ہو سکتی ہے، لیکن اس نے خود کو محض ایک مذہبی جماعت قرار دے رکھا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے افراد پر سرکاری دفاتر کے دروازے چوپٹ کھلے ہوئے ہیں اور بڑے سے بڑے عہدے پر وہ فائز ہیں۔ ان کی اصل وفاداریاں پاکستان کے نظام حکومت سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ ربوہ کے خلافتی نظام سے ہیں۔ وہ خلافت ربوہ کے راز تو سینے میں چھپا سکتے ہیں مگر سرکاری اطلاعات کو عقیدتاً چھپا نہیں سکتے، اگر چھپائیں تو انہیں نظام خلافت کا باغی قرار دیا جاتا ہے۔

معاصر موصوف (روزنامہ آفاق) نے پولیس اور قانون کی جس بے بسی کا ذکر کیا ہے، وہ اسی صورتحال کا نتیجہ ہے۔ اس خرابی کا علاج یہ ہے کہ قادیانی جماعت کو خفیہ سیاسی جماعت قرار دیا جائے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے، جو ایسی جماعتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس کے بغیر یہ دوعملی ختم نہیں ہو سکتی اور اس گشتی مراسلے کے اجرا کا کچھ حاصل نہیں بجز اس کے کہ ''چور'' کو آگاہ کر دیا جائے کہ جاگ ہو گئی ہے، اور وہ اپنا کام زیادہ ہوشیاری کے ساتھ کرے۔

ہمیں اندیشہ ہے کہ جن افسروں کے نام یہ گشتی مراسلہ جاری کیا گیا ہے، ان میں کتنے ہی لوگ ہوں گے جو اس فہرست میں آتے ہوں گے جن سے خبردار رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔'' (روزنامہ تسنیم 8 دسمبر 1957ء، بحوالہ ربوہ کا پوپ ص: 141)

اب قلم کا مسافر اپنی منزل تک رسائی کے آخری مراحل میں ہے۔ وہ اپنے ہم سفروں کو زیادہ زحمت نہیں دینا چاہتا۔ قادیانی اسرائیلی اتحاد آپ کے سامنے کھل کر آ چکا ہے۔ قادیانیوں کی یہودی فوجی ٹریننگ کا منظر بھی آپ دیکھ چکے ہیں۔ ریاست ربوہ کے محکمہ انٹیلی جنس کی خفیہ خبریں بھی آپ سن چکے ہیں۔ اب ذرا عالم اسلام میں قادیانیت کے اثر ورسوخ پر بھی نظر ڈال لیجیے۔ پاکستان کے کلیدی شعبے بدستور قادیانیت کے قبضے میں ہیں۔ پاکستان کی اقتصادیات پر قادیانیوں کا خاصا تسلط ہے۔ بقول علامہ عزیز انصاری:

- ''1935ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد مرزائیوں نے اپنا محاذ بدل لیا اور پاکستان کے سیاسی اور اقتصادی اداروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اور امریکہ میں جو مقام یہودیوں کو حاصل ہے، وہی انہوں نے پاکستان میں حاصل کرنا چاہا''۔

(ہفت روزہ چٹان 5 جنوری 1976ء ص: 18)

فوج سے لے کر ملک کے ہر چھوٹے بڑے محکمہ کی پالیسی ساز باڈی میں قادیانی اب بھی داخل ہیں۔ معلوم ہوا کہ سب سے بڑے اسلامی ملک انڈونیشیا میں مذہبی امور کا وزیر اور اس کا سیکرٹری قادیانی ہیں۔ اسی طرح دیگر اسلامی ممالک میں بھی جہاں قادیانیوں کی ملازمت پر پابندی نہیں، اہم ترین مناصب پر قادیانی فائز ہیں۔ اب میں یہ مفروضہ

پیش کرتا ہوں جو محض مفروضہ نہیں بلکہ بڑی حد تک حقائق و واقعات کی صحیح تصویر ہے کہ قادیانیوں کی عالمی تحریک جس کا ہیڈ کوارٹر ربوہ ہے اور جس کا ہر فرد ایک واجب الاطاعت خلیفہ کے ماتحت کام کرتا ہے، یورپ، یہودیت اور ہندوستان کا آلہ کار اور جاسوس ہے۔ پاکستان کے فوجی اور دفاعی راز قادیانی شاخ کے ذریعہ جو ہندوستان میں ہے، دشمن ممالک کو پہنچائے جاتے ہیں۔ عالم اسلام کی رپورٹ مرکز لندن کی وساطت سے استعماری طاقتوں کو مہیا کی جاتی ہے۔ مشرق وسطی کے خفیہ راز اسرائیل مرکز کے ذریعہ صہیونیوں کو بھیجے جاتے ہیں اور خلافت ربوہ کا یہ محکمہ اطلاعات تمام اسلام دشمن طاقتوں کی خدمت کے لیے وقف ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا عالم اسلام نے قادیانیوں کی جاسوسی اور خفیہ سازشوں سے تحفظ کا کوئی انتظام کیا ہے؟ اور کیا اس وقت تک اس کی ضرورت بھی کسی کے گوشۂ ذہن میں آئی ہے؟

7 ستمبر **1974**ء کے فیصلے سے قادیانی جارحیت کا تدارک نہیں ہوا، بلکہ اس فیصلہ نے عالمی سطح پر قادیانی تحریک کو پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے خلاف اور بھی برافروختہ کر دیا ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر مسلمانوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ وہ قادیانیوں کی تبلیغ اسلام کے مصنوعی خول سے ہوشیار رہیں۔ پاکستان کے اس فیصلہ کے احترام میں بعض دیگر اسلامی ممالک نے بھی کچھ اقدامات کیے ہیں۔ یہ فیصلہ اپنی جگہ لائق صد تحسین ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ پاکستان، مشرق وسطی اور عالم اسلام کو قادیانیت کی زیر زمین سرگرمیوں سے جو خطرہ لاحق ہے، کیا یہ فیصلہ اس کا شافی جواب ہو سکتا ہے؟

جس غیر مسلم اور باغی گروہ کے روابط، اعداء اسلام سے موجود ہوں، جو تنظیم طاغوتی سامراج کی آلہ کار ہو، جس کے سپاہی صہیونی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں پر آگ برسا رہے ہوں، جو عالم اسلام کو ڈائنامیٹ سے اڑا دینے کا فیصلہ کیے ہوئے ہو، جس کا جاسوسی نظام کسی اسلامی ملک کی پوری مشینری کو مفلوج کر دینے کے درپے ہو، جس کے افراد اسلامی ممالک میں کلیدی عہدوں پر فائز ہو کر بھی ایک واجب الاطاعت خلیفہ کے اشاروں

پر کارخاص میں سرگرم عمل ہوں، کیا ایسی جماعت کے لیے صرف ''غیر مسلم اقلیت'' کا کاغذی تعویذ آئین کے گلے میں لٹکا دینا کافی ہے؟ کیا اس ''منتر'' سے ان کی سرگرمیاں بند ہو گئیں؟ کیا انہوں نے اسلامی شعائر کی توہین کا مکروہ عمل ترک کر دیا؟ کیا ان کی وہ کتابیں جن میں انبیائے کرام علیہم السلام اور اکابر امت کو برہنہ گالیاں دی گئیں ہیں، ان کی اشاعت ختم ہوگئی؟ کیا طاغوتی طاقتوں سے ان کا رابطہ ختم ہوگیا؟ کیا انہوں نے اسلام کش سازشوں سے توبہ کر لی؟ افسوس ہے کہ ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے، اوراس سے بڑھ کر قابل افسوس یہ خوش فہمی ہے کہ معرکہ سر کرلیا۔

بلاشبہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ آج سے نہیں بلکہ 1301ھ سے غیر مسلم ہیں، جب مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ نعرہ لگایا تھا کہ:

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

(تریاق القلوب ص:6، خزائن ج:15 ص:134)

لیکن اگر وہ صرف غیر مسلم ہوتے تو دنیا میں اور بہت سے غیر مسلم ہیں۔ قادیانی تحریک صرف اسلام سے باغی نہیں بلکہ یہ صہیونیت اور فری میسن کی طرح ایک خفیہ سیاسی تنظیم ہے اور یہودی فوجوں میں قادیانی سپاہیوں کی شمولیت اور مغربی جرمنی میں چار ہزار قادیانیوں کی گوریلا تربیت نے اسے ایک دہشت پسند تنظیم ثابت کر دیا ہے۔ صہیونیت اور قادیانیت کا اتحاد پاکستان اور عالم اسلام کے لیے ایک ہولناک خطرہ کا نشان اور قائدین ملت کی فراست وتدبر کے لیے ایک آزمائش اور ایک امتحان ہے، قادیانیت نے عالم اسلام سے فیصلہ کن معرکہ آرائی کا منصوبہ طے کرلیا ہے، اور خلیفہ ربوہ نے آئندہ صدی میں (جو پانچ سال بعد شروع ہوگی) تمام دنیا پر چھا جانے اور عالم اسلام کو کھا جانے کا اعلان جنگ کر دیا ہے۔ قادیانی مشینری کے تمام کل پرزے، لندن سے حیفا تک اور حیفا سے قادیان تک، اس اعلان مبارزت پر بڑی تیزی سے حرکت میں آچکے ہیں اور آنے والی صدی میں غلبہ احمدیت کے لیے سازشوں کا وسیع منصوبہ تیار کرلیا گیا ہے۔

حریم اسلام کی پاسبانی علماء کے قلم اور سلاطین کی تلوار کے سپرد ہے لیکن افسوس ہے کہ انگریز کے دور غلامی نے سلاطین کے ہاتھ سے سیف جہاد اور علماء کے ہاتھ سے ''قلم خاراشگاف'' چھیننے کی کوشش کی۔

علماء کے قلم نے آج سے 95 سال پہلے یہ فیصلہ رقم کیا تھا کہ: ''قادیانی غیر مسلم ہیں۔ افغانستان کی حکومت نے نوک تلوار سے اس فیصلے پر دستخط کیے اور قادیانیوں کو ارتداد کی سزا میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آج کی مہذب دنیا جو معمولی سی حکومت کے باغی کو گولی سے اڑا دینے کا معمول رکھتی ہے، اس نے شاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کی سزائے موت کو وحشیانہ قرار دیا اور ہمارے تہذیب یافتہ طبقہ نے جو انگریز کی ہر بات پر ایمان بالغیب لانے کا خوگر تھا، اس وحشیانہ پراپیگنڈے کو خوب ہوا دی۔

اگر مسلمان حکمرانوں کی غیرت نے حریم نبوت کا تحفظ کیا ہوتا، اور قادیانیوں پر **من بدل دینه فاقتلوه** کی سزائے ارتداد جاری کی ہوتی، تو 95 برس تک عالم اسلام تماشائے عبرت نہ بنا رہتا، اور آج قادیانی نبوت کے گماشتوں کو یہ حوصلہ نہ ہوتا کہ وہ بیت المقدس اور مکہ ومدینہ پر پر نظریں جمائیں اور عالم اسلام کو آنکھیں دکھائیں۔ حیرت وحسرت کا مقام ہے کہ قادیانیت کے بارے میں 1301ھ میں جو فیصلہ علماء نے لکھا تھا، ہمارے ذہین طبقہ نے اس کو سمجھنے کے لیے ایک صدی کی طویل مدت صرف کی۔ آج میں سوچتا ہوں تو بے چین ہو جاتا ہوں کہ اگر مسلمان کی فہم وفراست اور تدبر و عاقبت اندیشی کا یہی معیار قائم رہا تو ہمارے ارباب اقتدار کو قادیانیوں کی گہری سازشوں کے سمجھنے اور ان کا صحیح تدارک کرنے کے لیے کتنی صدیوں کا عرصہ درکار ہوگا؟

کاش! میں کہیں سے صور اسرافیل مانگ لاتا، جس سے کفر کی زمین میں زلزلہ آجاتا، الحاد وزندقہ کے جگر شق ہو جاتے، صدیوں کے جمود وغفلت کے پردے چھٹ جاتے، مردہ دلوں میں یکا یک زندگی کی لہر دوڑ جاتی، اور ملک وملت کے محافظ، ان غدارانِ اسلام، باغیان محمد اور دشمنان ملت قادیانیوں کی ہلاکت آفرین سازشوں کا تدارک کرنے کے لیے: **أَيَنْقُصُ الدِّيْنُ وَأَنَا حَيٌّ**؟ کا نعرہ کفر سوز لگاتے ہوئے کھڑے ہو جاتے:

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی
حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

ہمیں اسلام کے بارے میں الحمدللہ کوئی تشویش نہیں، اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے، اور وہ اس کی حفاظت کے لیے خود ہی اسباب بھی پیدا فرما دیتا ہے۔ ہمیں جس چیز نے بے چین کر رکھا ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر یہ کیا جادو چل گیا ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش کسی سازش کا نوٹس نہیں لیتے اور ان کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے اور وقت اپنا انمٹ فیصلہ لکھ کر فارغ ہو جاتا ہے۔

ہمارے نزدیک قادیانی، صہیونی سازش کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ قادیانیت کو صہیونیت کی طرح، ایک دہشت پسند سیاسی تنظیم تسلیم کرتے ہوئے اس کی تمام سرگرمیوں کو خلاف قانون قرار دیا جائے، اس تحریک کا کوئی فرد کسی اسلامی ملک میں کسی سرکاری منصب پر فائز نہ ہو، اس کے ارکان کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھی جائے، اور جن افراد کا کسی بیرونی سازشی جماعتوں سے رابطہ ثابت ہو جائے، انہیں بغاوت کی سزا دی جائے۔ اور ہر مسلمان یہ نوٹ کر لے کہ کوئی قادیانی کسی حالت میں بھی اسلامی ملک کا وفادار شہری نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ ہر قادیانی اسلام کے قلعہ کو مسمار کر کے اس پر ”احمدیت“ کا قصر تعمیر کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ تمام اعدائے اسلام سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمارے ارباب اقتدار کو ان فتنوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ أَوَّلًا وَّآخِرًا

مولانا گلزار احمد مظاہریؒ

اسرائیل سے ربوہ تک

یہودی قوم کی تاریخ سازشوں سے بھرپور ہے۔اس قوم نے قدم قدم پر امت مسلمہ کے خلاف سازشیں تیار کیں۔انہیں پروان چڑھایا۔ان کے لیے اپنا سرمایہ وقف کیا اور ملت اسلامیہ کے اجتماعی نظام کو تباہ و برباد کرنے کے لیے تخریب کاریوں کے جال پھیلائے۔اسلام کی سیاسی مرکزیت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے انہوں نے سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے عہد میں سبائی تحریک کا آغاز کیا۔عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا جو یمن کا رہنے والا تھا۔اس نے اپنی صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے امت مسلمہ میں انتشار و افتراق کے سامان تلاش کیے۔ان کی قبائلی عصبیت کو استعمال کیا۔بنو امیہ اور بنو ہاشم کی پرانی دشمنی کی آگ کو اپنی سازشوں کی ہوا سے بھڑکایا اور اس طرح سبائی تحریک نے بصرہ سے مصر تک بے اطمینانیت کی ایک لہر پیدا کر دی۔

یہودیوں کے سازشی ذہن نے ملت اسلامیہ میں نقب زنی کے لیے سب سے آسان اور مؤثر راستہ جو تلاش کیا، وہ جھوٹی نبوت کا راستہ تھا۔یہودیوں کے ذہن رسا نے چھوٹے موٹے نبی تو ہر دور میں پیدا کیے لیکن عثمانی خلافت کے ترکی میں ''شبتے سیبی'' (Sabetha Sebi/ Sabbatai Zeve) اور انگریزی حکومت کے ہندوستان میں ''مرزا غلام احمد قادیانی'' کو بڑے ہی منظّم طریقے سے مسیح موعود بنایا۔

1666ء میں شبتے سیبی نے ترکی کے علاقے ازمیر اور سالونیکا میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔شبتے سیبی پہلے یہودی تھا۔سالونیکا میں بہت بڑی تعداد اس پر ایمان لائی۔پھر اس نے اپنے تبلیغی سفر کا آغاز کیا۔طرابلس الغرب اور شام سے ہوتا ہوا بیت المقدس پہنچا۔پھر یہاں سے سمرنا پہنچا اور ترکی میں دعوت عام کا آغاز کیا۔شبتے کے اثرات

ترکی کی سرحدوں سے نکل کر اطالیہ، جرمنی اور ہالینڈ تک پہنچ گئے۔ دار الحکومت استنبول میں بھی اس کے حامی پیدا ہوگئے۔ جب سلطان محمد خان چہارم نے اس کی گرفتاری کا اعلان کیا تو اس نے توبہ کر لی اور دائرہ اسلام میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ ترک اسے اور اس کے پیروؤں کو دونمہ مسلمان کہتے ہیں۔ انہوں نے مسلمان معاشرے میں شامل ہونے کے بعد اپنی سرگرمیاں اور تیز کر دیں۔ سرمایہ دار ہونے کی وجہ سے انہوں نے منڈی و بازار پر تو پہلے ہی قبضہ کر رکھا تھا، امت مسلمہ میں شامل ہو کر انہوں نے فوج اور سول کے مناصب پر بھی قبضہ کرنے کا باقاعدہ پروگرام بنایا اور اس طرح ترکی کے اسلامی معاشرے اور عثمانی خلافت کی جڑیں کاٹنے میں انہیں کوئی قانونی دشواری نہ رہی۔ امیر شکیب ارسلان نے اپنی کتاب ''حاضر العالم الاسلامی'' میں ان کے گھناؤنے کردار سے پردہ اٹھایا ہے:

❑ ''مسلمان راہنما اس بات کو خوب اچھی طرح جان گئے تھے کہ نوخیز ترکی کی قیادت مغرب پرست ملحد گروہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ لوگ صرف نام کے مسلمان ہیں، ورنہ حقیقت میں زندیق یہودی ہیں۔ دونمہ کے معنی ہیں دو چہروں اور رخوں والے۔ یہ لوگ نہایت ذکی وفہیم تھے۔ خصوصاً اقتصادی امور میں زبردست مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ ترکی معاشرے میں انہیں اپنی تعداد سے کئی گنا زیادہ اثر ورسوخ حاصل ہوگیا۔''

مسلم معاشرے میں مل جانے کی وجہ سے ان یہودیوں نے جو فوائد حاصل کیے تھے، ان میں یہ بہت بڑا فائدہ تھا کہ ان کے ہم رنگ زمین دام کو کوئی سمجھ نہ سکا۔ ان کے نام مسلمانوں جیسے تھے۔ ان کے اعمال میں تقویٰ کی ظاہری چمک تھی۔ وہ مساجد کی طرف عام مسلمانوں سے بھی زیادہ ذوق وشوق سے جاتے تھے۔ ان کے ماتھوں پر محرابیں بنی ہوئی تھیں اور ان کے ہاتھ تسبیح کے منکوں پر گردش کرتے تھے۔ اس ظاہری تقویٰ کے ساتھ کوئی بھی ان کے گھناؤنے کردار کو نہ جان سکا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اسی نام نہاد مسلمانی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کلیدی مناصب حاصل کرنے کی پوری کوشش کی اور حکمرانوں کی چاپلوسی کر کے انہوں نے اعلیٰ عہدے حاصل کر لیے۔ فرانس کا مسیحی مصنف بائرہیس اپنی کتاب ''جمہوریہ اسرائیل'' میں لکھتا ہے:

❑ ”دونمہ یعنی وہ یہودی جو مسلمان ہو گئے تھے، بہت بڑی تعداد میں ہیں۔ انہی میں سے صوبہ ڈینیوپ کا گورنر مدحت پاشا تھا۔ جو ہنگری کے ایک شخص حاخام یہودی کا بیٹا تھا۔ اس حاخام نے مشرق قریب میں متعدد یہودی درس گاہیں قائم کی تھیں۔ انجمن اتحاد وترقی کے اکثر قائدین دونمہ گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر ناظم، فوزی پاشا، طلعت پاشا اور سفرم آفندی وغیرہ۔“

یہ وہ طریقۂ واردات تھا جس کے ذریعہ یہودی مسلم معاشرے میں گھس آئے۔ انہوں نے معیشت ومعاشرت پر قبضہ کیا۔ انہوں نے منڈی وبازار پر قبضہ کیا۔ انہوں نے فوج اور سول پر قبضہ کیا اور پھر ایوان حکومت تک نقب لگائی۔ شبتے سیبی کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل مدارج سے گزرا۔

1...... اس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔

2...... اس نے تبلیغی سفر کیے۔ تبلیغی وفود روانہ کیے اور بیرون ملک روابط رکھے۔

3...... حکومت اور عوام کی مزاحمت پر مسلمانی کا روپ دھار لیا اور خود کو دائرہ اسلام میں شامل رکھنے پر اصرار کیا۔

4...... مسلم معاشرے کی معیشت پر قبضہ کرنے کے لیے بہترین اقتصادی ماہرین کا سہارا لیا۔

5...... فوج اور سول میں ملازمتیں حاصل کیں اور اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کے لیے جدوجہد کی۔

6...... اس کے پیروکار ظاہری طور پر عبادات وغیرہ میں خاصے تیز تھے۔ انہوں نے اپنے عمل سے اپنے گھناؤنے کردار کا پتہ نہ چلنے دیا۔

7...... انہوں نے ترکی کی عثمانی خلافت کے خاتمے کے لیے منظّم سازشیں تیار کیں۔ انجمن اتحاد وترقی کے نام پر سادہ لوح اور مخلص ترک نوجوانوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ ان کو ساتھ ملا کر عثمانی حکومت کی جڑیں کھوکھلی کیں اور ترکی کو الحاد و بے دینی کے راستے پر ڈال دیا۔

8...... ایوان حکومت تک پہنچے اور سرکاری مناصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے اپنے جماعتی مفادات کا تحفظ کیا اور اپنے گھناؤنے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی سعی کی۔

یہ وہ آٹھ مدارج تھے جو ترکی کے نام نہاد مسیح موعود اور اس کے پیروکاروں نے طے کیے۔ اب ذرا برطانوی ہندوستان چلیے اور اسی سازش کا دوسرا ایڈیشن ملاحظہ کیجیے۔ وہی مدارج ہیں، وہی مقاصد ہیں، وہی مفادات ہیں، وہی چاپلوسی اور کاسہ لیسی ہے اور وہی منزل ہے۔ گویا تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے کہا:

- ''میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔''

(تحفہ گولڑویہ ص 118، خزائن ج 17 ص 295، مصنفہ مرزا قادیانی)

- ''مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 526 طبع جدید از مرزا قادیانی)

- ''اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بناویں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنے والا تھا جس میں لوگ شک کرتے تھے۔ یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک محض نافہمی سے ہے۔'' (کشتی نوح ص 48، خزائن ج 19 ص 52)

- ''تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی۔ جس نے میرے لیے زبردست نشان دکھلائے۔ جس نے مجھے اس زمانہ کے لیے مسیح موعود کر کے بھیجا۔''

(کشتی نوح ص 19، 20، خزائن ج 19 ص 20)

شبتے کی طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی تبلیغی وفود روانہ کیے۔ عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے اسلام کی تبلیغ کا سہارا لیا اور دوسرے ممالک کے ساتھ اپنے روابط

رکھے۔ چنانچہ تحریک جدید کی انیس سالہ یادگاری کتاب کے دیباچہ میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:

❑ ”جن بیرونی ممالک میں تحریک جدید کے ذریعے احمدیت کا پیغام پھیلا ہے، وہ ساری دنیا میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں کہ عملاً آزاد دنیا کا کوئی حصہ بھی ان سے خالی نہیں۔ برطانیہ، شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، جزائر غرب الہند، مغربی جرمنی، ہالینڈ وغیرہ میں تحریک جدید کے ذریعہ احمدیت کا پیغام پھیل رہا ہے۔“

ترکی کے یہودی مسیح موعود نے حکومت اور عوام کے دباؤ پر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ اسی طرح قادیانی حضرات نے بھی عوام کی طرف سے شدید مزاحمت سے ڈر کر اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور اسلام کے نام پر اپنی جعل سازی کا کاروبار چلا رکھا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی امت کو گمراہ کرنے کے لیے حضور ﷺ کے ساتھ عقیدت ومحبت کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔ چونکہ قادیانی صرف مذہبی گروہ نہیں بلکہ ایک سیاسی سازش ہے۔ اس لیے ہر جھوٹ اور مکر کا سہارا لے کر امت مسلمہ کے اتحاد کو سبوتاژ کر رہے ہیں۔ چنانچہ جب نئے آئین کے تحت صدر اور وزیر اعظم کے لیے حلف اٹھاتے ہوئے ختم نبوت پر اپنے اعتقاد کا اظہار بھی ضروری قرار دیا گیا تو مرزا ناصر احمد خلیفۂ ربوہ نے اپنے ایک بیان میں کہا: ”میں نے حلف کے الفاظ پر بہت غور کیا۔ میرے خیال میں ایک احمدی کے لیے اس حلف کے اٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔“

(خطبہ جمعہ روزنامہ الفضل ربوہ جلد 62 شمارہ 106 ص 5، مورخہ 13 مئی 1973ء)

جس طرح امیر شکیب ارسلان نے لکھا ہے کہ شبتے کے ساتھیوں میں اقتصادی امور کے ماہرین موجود تھے اور انھوں نے مسلمانوں کی معیشت کو تباہ وبرباد کرنے کے لیے سازشیں تیار کیں اور اقتصاد پر قبضے کے ذریعے اپنے گھناؤنے مقاصد پورے کیے۔ اسی طرح قادیانیوں نے معیشت پر قبضہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا۔ چنانچہ ایم ایم احمد قادیانی کو اسی مقصد کے لیے امریکی حکومت کے ذریعہ منصوبہ بندی کمیشن کا چیئرمین بنوایا گیا اور اس نے ملت کی معیشت پر قبضہ کر کے اس کے لیے قدم قدم پر مشکلات پیدا کیں اور اس طرح اس بین الاقوامی سازش کا ایک کردار بن کر ابھرا، جس نے ہم سے ہمارا مشرقی پاکستان چھین لیا

ہے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں ایک بہت بڑا حصہ ان غلط منصوبوں کا تھا جن کے بعد مشرقی بازو میں محرومی کا احساس پیدا ہوا اور اسے پروان چڑھایا گیا۔ یہ منصوبے ربوہ کی ہدایت پر ایم ایم احمد نے اس طرح تیار کیے کہ ہمارے مشرقی پاکستانی بھائیوں کو محرومی کا احساس زیادہ ہونے لگا۔ معیشت پر اسی قبضے کے ذریعہ قادیانیت کی تبلیغ کے لیے حکومتی سرمایہ فراہم ہوتا رہا۔ یعنی مسلمانوں کے ٹیکس اور ان کے خون پسینے کی کمائی کے ذریعے قادیانی مبلغ بیرون ملک قادیانیت کی تبلیغ کرتے رہے۔

1959ء میں جب تحریک جدید کے لیے بجٹ منظور ہوا تو بتایا گیا کہ اس سال اس مد پر بیس لاکھ اسی ہزار روپے خرچ کیے جائیں گے۔ 1959ء کے بعد 1964ء میں یہ رقم ایک کروڑ چھیاسی لاکھ ہو چکی تھی۔ اتنی خطیر رقم حکومت کی طرف سے محض احمدیت کی تبلیغ کے لیے فراہم کی جاتی رہی۔ اسی طرح کے بے شمار فوائد قادیانی حضرات نے محض معیشت پر قبضہ کر کے حاصل کیے اور یہودی منصوبہ کے مطابق انہوں نے اس کڑی کا حصول بھی کیا۔

یہودی منصوبہ کی پانچویں کڑی فوج اور سول سروسز پر قبضہ تھا۔ چنانچہ قادیانیوں نے انگریز کے دور میں انگریز کی کاسہ لیسی کے ذریعہ اور انگریزی حکومت کے بعد ہر پاکستانی اقتدار کی خوشامد اور حزب اختلاف کی جاسوسی کے ذریعے ملازمتیں حاصل کیں۔ انگریز نے پالیسی یہ رکھی کہ مسلمانوں کو ملازمتوں سے محروم رکھا جائے لیکن مسلمانوں کے نام پر اس طبقے کو نوازا جائے جو اس کے جیب کی گھڑی ہو۔ چنانچہ اس نے مرزا قادیانی کی ذریت کو فوج اور سول سروسز میں ملازمتیں دیں جو قیام پاکستان کے موقع پر اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے اور ہمیں ورثے میں ملے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کی۔ انہوں نے اپنے طلبہ کی گروہ بندی کی اور زندگی کے ہر شعبہ میں انہیں بھجوایا۔ کلیدی مناصب پر پہلے ہی وہ قادیانی غالب تھے جنہیں انگریز کی چشم کرم نے ملازمتوں پر فائز کیا تھا۔ ان کے توسط سے قادیانی منصوبہ بندی پایۂ تکمیل تک پہنچتی رہی۔

1952ء میں مرزا بشیر الدین محمود نے ایک خطبہ میں اپنے اسی پلان کا اظہار کیا:

- ''اگر وہ (قادیانی جماعت کی صوبائی شاخیں) اپنے نوجوانوں کو دنیا کمانے پر

بھی لگائیں تو اس طرح لگائیں کہ جماعت ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ بھیڑ چال کے طور پر نوجوان ایک ہی محکمے میں چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ متعدد محکمے ہیں۔ جن کے ذریعے سے جماعت اپنے حقوق حاصل کر سکتی ہے اور اپنے آپ کو شر سے بچا سکتی ہے۔ جب تک ان سارے محکموں میں ہمارے اپنے آدمی موجود نہ ہوں، ان سے جماعت پوری طرح کام نہیں لے سکتی۔ مثلاً موٹے موٹے محکموں میں سے فوج ہے، پولیس ہے، ایڈمنسٹریشن ہے، ریلوے ہے، فنانس ہے، اکاؤنٹس ہے، کسٹمز ہے، انجینئرنگ ہے۔ یہ آٹھ دس موٹے موٹے صیغے ہیں جن کے ذریعہ سے ہماری جماعت اپنے حقوق محفوظ کر سکتی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں بے تحاشا جاتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں ہماری نسبت فوج میں دوسرے محکموں کی نسبت سے بہت زیادہ ہے اور ہم اِس سے اپنے حقوق کی حفاظت کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ باقی محکمے خالی پڑے ہیں۔ بے شک آپ اپنے لڑکوں کو نوکری کرائیں لیکن وہ نوکری اسی طرح کیوں نہ کرائی جائے جس سے جماعت فائدہ اٹھا سکے۔ ہمیں اس بارے میں خاص پلان بنانا چاہیے اور پھر اس کے مطابق کام کرنا چاہیے۔''

(روزنامہ الفضل قادیان جلد 40، شمارہ 10 صفحہ 4، مورخہ 11 جنوری 1952ء)

اس منصوبے کی تکمیل کے لیے قادیانیوں نے ہر ملازمت میں اپنے افراد بھیجے اور اس وقت (1974ء میں) افواج کے سربراہ (پی، اے، ایف) کور کمانڈر، دیگر فوجی افسران، ٹیکسٹ بک بورڈ کا چیئرمین اور دیگر بے شمار عہدوں پر مرزائی قابض ہیں اور اس ذریعے سے اپنے ہم مذہب (قادیانی) نوجوانوں کو ملازمتیں فراہم کر رہے ہیں۔ صرف سرگودھا کی مثال کافی ہے۔ راجہ غالب سیکرٹری بورڈ تھے اور مرزا طاہر احمد اسسٹنٹ سیکرٹری۔ ہر دو صاحبان نے صرف انہیں طلبہ کو ملازمتیں فراہم کیں جو ربوہ سے رقعے لائے تھے اور اس وقت ساٹھ فیصد ملازمتیں قادیانیوں کے قبضے میں ہیں۔ یہودی منصوبے کی اس کڑی کے ذریعے قادیانیوں نے اپنے نظریہ کی تبلیغ بھی کی۔

ساہیوال (سابقہ منٹگمری) میں ایک قادیانی ڈپٹی کمشنر کے دور میں قادیانی علی الاعلان چکوک میں جاتے رہے اور انہوں نے سرکاری سرپرستی میں اپنے عقیدے کی کھلم کھلا تبلیغ کی۔

یہودی منصوبے کے مطابق مرزائیوں نے ظاہری عبادات کا لبادہ اوڑھا۔ چنانچہ قادیانیوں کو نمازوں وغیرہ میں مشغول دیکھ کر امت کے سادہ لوح طبقہ نے دھوکا بھی کھایا۔ لیکن جس طرح عبداللہ بن ابی کی نمازیں اسے ملت اسلامیہ میں نقب زنی کا موقع فراہم نہ کر سکیں، اسی طرح قادیانی بھی ملت کو دھوکا نہ دے سکے۔

قادیانیوں نے بھی شبتے کی طرح ملت کے اجتماعی وجود کا جگر پاش پاش کرنے کے لیے سازشیں تیار کیں۔ شبتے کی امت نے عثمانی حکومت کا خاتمہ کرنے کی سازش کی اور جب یہ سازش کامیاب ہوگئی تو شبتے کے ساتھی مرزا غلام احمد قادیانی کی امت نے اس پر جشن چراغاں منایا۔

❑ ''27 نومبر کو انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ کے زیر انتظام حسب ہدایات خلیفۃ المسیح ثانی گورنمنٹ برطانیہ کی شاندار اور عظیم الشان فتح کی خوشی میں ایک قابل یادگار جشن منایا گیا۔ (ترکوں کی شکست پر) نماز مغرب کے بعد دارالعلوم اور اندرون قصبہ میں روشنی اور چراغاں کیا گیا جو بہت خوبصورت اور دلکش تھا۔ منارۃ المسیح پر گیس کی روشنی کی گئی جس کا نظارہ بہت دلفریب تھا۔ خاندان مسیح موعود کے مکانات پر بھی چراغ روشن کیے گئے۔''

(اخبار الفضل قادیان جلد 6 شمارہ 47 صفحہ 2، مورخہ 3 دسمبر 1918ء)

یہودی سازش کا ایک گروہ عثمانی خلافت کے خاتمے کے لیے سرگرم عمل رہا اور دوسرے گروہ نے اس سازش کی کامیابی پر مسرت کا جشن منایا۔ جس طرح قادیانی حضرات نے یہودی منصوبے کے مطابق سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے لیے کوششیں کیں، دعائیں مانگیں اور خاتمے پر مسرت کا جشن منایا، اسی طرح یہ قادیانی اسلامی ملت کی تباہی و بربادی کے لیے کوشاں رہے۔ یہودیوں کو ملت اسلامیہ کا اتحاد کبھی راس نہیں آیا۔ وہ اس کوشش میں رہے کہ اس اتحاد کا شیرازہ بکھیر دیں۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کو ابھارا اور مرزا قادیانی نے ان کے منصوبے کی تکمیل کے لیے ان کی ہر سازش کو پورا کیا۔

یہودی منصوبہ کی آخری کڑی حکومت پر قبضہ ہے۔ اس قبضے کی خواہش کا اظہار

قادیانیوں کی طرف سے موقع بہ موقع ہوتا رہا۔انگریز کے جانے کے بعد وہ انگریز کی جانشینی کے خواب دیکھتے رہے۔(ملاحظہ ہومنیر رپورٹ) پھر انہوں نے بلوچستان پر قبضہ کا منصوبہ بنایا اوراس میں نا کامی کی صورت میں انہوں نے اندر ہی اندر سے ملت اسلامیہ کے اجتماعی نظام کو کھوکھلا کیا اور موجودہ حکومت (1974ء میں) کی صورت میں قادیانی یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے اقتدار کی منزل قریب ہے۔وہ ڈی میں پہنچ چکے ہیں اوراب کسی لمحے وہ ایک کک میں گول کرلیں گے۔

یہودی مسیح موعود شبتے اور انگریزی مسیح مرزا غلام احمد قادیانی کے مختلف مدارج کا جائزہ اس حقیقت کو طشت از بام کر دیتا ہے کہ ایک ہی تصویر ہے، رنگ مختلف ہیں۔ایک ہی ڈرامہ ہے، کردار مختلف ہیں۔ایک ہی کتاب ہے، ایڈیشن مختلف ہیں۔ایک ہی منزل ہے، راستے ذرا جدا ہیں۔ایک ہی سازش ہے، لیکن سٹیج مختلف ہیں اور ہر دو سازشوں کی کڑیاں آپس میں یوں ملتی ہیں کہ اسرائیل سے ترکی اور ربوہ ایک ہی قطار میں نظر آتے ہیں۔ بصیرت و بصارت رکھنے والے اصحاب ان خفیہ تاروں کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔جن کے سہارے یہ کٹھ پتلیاں رقص کرتی ہیں۔

قادیانیوں اور یہودیوں کی ہم آہنگی کی کئی بنیادیں بھی ہیں۔سب سے اہم بنیاد نظریاتی ہم آہنگی ہے۔قادیانی اپنے عقائد کے اعتبار سے یہودیت سے بہت قریب ہیں۔ مثلاً یہودی حضرت مسیح علیہ السلام پر جھوٹ اور افتراء باندھتے ہیں۔ان پر الزامات عائد کرتے ہیں۔انہیں گالیاں دیتے ہیں اوران کی توہین کرتے ہیں۔اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے وہی الزامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر عائد کیے جو یہودی کرتے رہے تھے۔ وہی افتراء باندھے جنہیں یہودیوں کے ذہن نے جنم دیا تھا۔ وہی جھوٹ بولے جو یہودیوں کی کتابوں میں درج تھے اور وہی گالیاں دیں جو یہودیوں کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے موجود ہیں۔ بلکہ مرزا قادیانی نے یہود کی کتابیں منگوا کر ترجمہ کرائیں۔ (دیکھو مکتوبات احمد حصہ اول ص 5) اوران کتب کی مدد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعن و تشنیع کے یہودانہ فریضہ کو پورا کیا۔مرزا قادیانی نے بار بار تذکرہ کیا کہ یہود کے حضرت عیسیٰ

علیہ السلام پر اعتراضات بہت قوی ہیں۔

❑ ''غرض قرآن شریف نے حضرت مسیح کو سچا قرار دیا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی) پیشین گوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں جو ہم کسی طرح ان کو دفع نہیں کر سکتے۔صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور بجز اس کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں۔''

(اعجاز احمدی ص 13، خزائن ج 19 ص 121)

❑ ''اور یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں اور ان کی پیش گوئیوں کے بارہ میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں۔بغیر اس کے کہ ضرور عیسیٰ نبی ہیں۔کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل اس کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل ہیں۔یہ احسان قرآن کا ان پر ہے کہ ان کو نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا۔'' (اعجاز احمدی ص 13، خزائن ج 19 ص 120)

پھر مرزا قادیانی نے یہودیوں کی سی زبان اختیار کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر الزامات عائد کیے:

❑ ''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا ہو سکتا ہے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص 7، خزائن ج 11 ص 291 حاشیہ نمبر 7)

❑ ''ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آ جاتا تھا۔اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔مگر میرے نزدیک آپ کی حرکات جائے افسوس نہیں۔کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا

کرتے تھے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔''

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ،خزائن ج 11 ص 289)

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا بھی مذاق اڑایا ہے:

- ''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور جس دن سے آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہریا۔ اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کرلیا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص 6 حاشیہ،خزائن ج 11 ص 290)

- ''یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل ترب (یعنی مسمریزم) تھا۔ بہرحال یہ معجزہ صرف کھیل کی قسم میں سے تھا اور مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔'' (ازالہ اوہام ص 322،خزائن ج 3 ص 263)

- ''ممکن ہے آپ نے کسی معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہوسکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزہ کی پوری حقیقت کھلتی ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص 7 حاشیہ،خزائن ج 11 ص 291)

غرض کہ مرزا قادیانی کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو یہودیوں سے یہی نظریاتی ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ جس طرح یہودی حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان باندھتے ہیں اور ان پر دشنام طرازی کرتے ہیں، اسی طرح مرزا قادیانی نے بھی اپنی کتابوں میں یہودیوں کی طرف سے عائد کردہ اس ذمہ داری کو پوری طرح ادا کیا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام جیسی پاک دامن اور عفت مآب خاتون کے بارے میں مرزا قادیانی لکھتا ہے:

- ''اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر

بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل نکاح کرلیا۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیوں کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔''

(کشتی نوح ص 17، خزائن ج 19، ص 18)

یہودیوں کے ساتھ مرزائیوں کی نظریاتی ہم آہنگی کی حقیقت تو واضح ہوگئی کہ مرزائی بھی یہودیوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ مطہرہ پر بیہودہ الزامات عائد کرتے ہیں۔ قادیانیوں کے ہاں نبوت کا معیار بھی وہی ہے جو یہودیوں کے ہاں پایا جاتا ہے۔ قادیانی بھی کلام پاک میں اسی طرح تحریف کرتے ہیں جس طرح یہودی کرتے تھے۔ جس طرح قرآن میں کہا گیا ہے: ''**یحرفون الکلم من بعد مواضعه**'' (المائدہ: 41) اسی طرح مرزا قادیانی نے بھی قرآن پاک اور احادیث نبویہ میں سینکڑوں تحریفیں کیں۔ قادیانیوں اور یہودیوں کی اس ہم آہنگی کا سلسلہ صرف عقائد و نظریات تک محدود نہیں بلکہ قادیانی یہودیوں کے سیاسی مقاصد پورے کرنے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

اسرائیل عربوں کا دشمن ہے۔ اس نے قلب اسلام میں اپنی سازشوں کے خنجر گھونپے ہیں۔ اس نے امت مسلمہ سے بغض و عناد کو اپنی مملکت کا منشور بنایا ہے۔ اس نے ہمارے عرب بھائیوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ پاکستان نے اسی وجہ سے آج تک اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا۔ اسرائیل کی سرزمین پر کسی مسلمان کا داخلہ قانونی طور پر جائز نہیں لیکن اسی اسرائیل میں مرزائیوں کا مشن قائم ہے۔ ان کی عبادت گاہیں موجود ہیں اور وہ اپنی تبلیغ جاری رکھے ہوئے ہیں جیسا کہ قادیانی مبلغ مولوی جلال الدین شمس نے اپنی تقریر میں بتایا اور قادیانی عبادت گاہوں کے لحاظ سے ان کی نسبت یہ ہے۔ برطانیہ ایک، امریکہ میں چار، ہالینڈ ایک، اسرائیل ایک۔ (اسلام کا عالمگیر غلبہ)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسرائیل حکومت جس نے اپنی سرزمین پر پاکستانی مسلمانوں

کا داخلہ بند کیا ہوا ہے، اس نے مرزائیوں کو مشن قائم کرنے اور مسجد بنانے کی اجازت کیسے دی؟ کیا اسلام کی خدمت کے لیے؟ کیا دین کی تبلیغ کے لیے؟ کیا مسلمان بھائیوں کی اعانت کے لیے؟ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ اس نے اجازت جس مقصد کے لیے دی ہے اور مرزائی وہاں جس مقصد کو پورا کر رہے ہیں، اس کا حال محمد خیر القادری کی زبانی سنئے۔ آپ دمشق کے مشہور ادیب ہیں۔ انہوں نے ''القادیانیہ'' کے عنوان سے دمشق سے مطبوعہ پمفلٹ میں بتایا۔

❑ ''قادیانیوں نے اپنے نئے دین کو عرب ممالک میں پھیلانے کا ارادہ کیا تو ان شہروں میں پھیل گئے جن میں اپنے لیے زیادہ ترقی اور مفاہمت کے حالات دیکھے تا کہ ان میں وہ اپنا تبلیغی مشن قائم کریں۔ لیکن انہیں اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے حیفا (اسرائیل) کے سوا کوئی دوسرا شہر نہ ملا اور یہ معاملہ بھی ایک ہی سبب اور حقیقت حال کی طرف لوٹتا ہے اور وہ ہے ''برطانوی پرچم کا سایہ''۔ اس سائے میں قادیانیوں نے سلامتی اور قرار محسوس کیا۔ ان ہی حالات میں قادیانیوں نے حیفا (بہائی جو بہاء اللہ کو مسیح موعود کہتے ہیں۔ ان کا مرکز بھی عسکہ (متصل حیفا) اسرائیل میں ہے۔ یہ بڑا غور طلب مسئلہ ہے کہ پاکستانی مسیح کا مرکز بھی اسرائیل میں اور ایرانی مسیح کا بھی اسرائیل میں اور اسرائیل یہودیوں کی ریاست ہے۔ یعنی ان دونوں گروہوں سے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کا کام یہودی لے رہے ہیں۔) میں اپنا مرکز قائم کیا۔ اسی مرکز سے وہ اپنے تبلیغی مشن عرب شہروں میں بھیجتے ہیں۔ جب سے حکومت برطانیہ حیفا سے دستبردار ہوئی، قادیانیوں کو اسرائیلی علم کے زیر سایہ امن وسلامتی اور خصوصی سرپرستی حاصل ہوئی اور تا حال حیفا شہر میں ان کا مرکز قائم ہے جہاں سے وہ فلسطین میں داخل ہوتے ہیں اور عرب شہروں میں جا نکلتے ہیں۔''

اور ہم پورے صراحت سے کہتے ہیں کہ قادیانیوں سے نرمی اور اغماض کا انجام بڑا خوفناک ہوگا۔ پہلی عالمگیر جنگ میں جاسوسی سے ان کا تعلق رہا ہے جیسا کہ ولی اللہ زین العابدین نامی ایک معروف قادیانی انگریزی فوج سے فرار ہوا اور دعویٰ کیا کہ میں مملکت عثمانیہ کا پناہ گزین اور اسلامی حمیت کا حامل ہوں۔

اس طرح اس نے عثمانی ترکوں کو دھوکا میں رکھا۔ پانچویں بریگیڈ کے سالار جمال پاشا نے اسے خوش آمدید کہا اور 1917ء میں قدس شہر کے صلاحیہ کالج میں تاریخ ادیان کا لیکچرار مقرر کیا اور جب برطانوی فوج دمشق میں داخل ہوئی تو ولی اللہ زین العابدین عثمانیوں سے بھاگ کر انگریز فوج سے جاملا۔'' (ترجمہ از القادیانیہ ص 12، 14)

اسرائیل کی یہ وہ خدمت ہے جو قادیانی گروہ انجام دے رہا ہے۔ جس کے سبب اکثر عرب ممالک نے اپنے ہاں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا ہے۔ یہ چگی داڑھیوں اور اسلام کے ظاہری روپ کے ساتھ عربی بولتے ہوئے عرب معاشرے میں داخل ہوتے ہیں اور اپنی سازشوں کے جال پھیلاتے ہیں۔ اسرائیل کی خدمت انجام دیتے ہیں اور یہودی مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ انگریزوں کی طرح یہودیوں نے بھی قادیانیوں کو اپنی سازش کا آلۂ کار صرف اس لیے بنایا کہ قادیانی جہاد کے مخالف ہیں اور یہودی امت مسلمہ سے جہاد کی روح ختم کرنا چاہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی بڑے فخر سے کہتا ہے:

- ''یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے۔ ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے۔''

(مرزا قادیانی کا اشتہار، مجموعہ اشتہارات ج 3 ص 357)

- ''میں نے صدہا کتابیں جہاد کے مخالف تحریر کر کے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید میں شائع کیں ہیں۔ کیا آپ نے بھی ان ملکوں میں کوئی ایسی کتاب شائع کی۔ باوجود اس کے میری یہ خواہش نہیں کہ اس خدمت گذاری کی گورنمنٹ کو اطلاع کروں یا اس سے کچھ صلہ مانگوں جو انصاف کی رُو سے اعتقاد تھا، وہ ظاہر کر دیا۔'' (اشتہار **انما الاعمال بالنیات** نمبر 139 بتاریخ 21 اکتوبر 1895ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 518 (حاشیہ) طبع جدید از مرزا قادیانی)

جب فلسطین مسلمانوں کے قبضے سے نکلا اور ریاست اسرائیل 1948ء میں قائم ہوئی تو ایک قادیانی مبلغ نے انگلستان کے اخبارات کو ایک مضمون روانہ کیا:

- ''بیت المقدس کے داخلہ پر اس ملک (انگلستان) میں بہت خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ میں نے ایک یہاں کے اخبار میں اس پر ایک آرٹیکل دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وعدے کی زمین ہے جو یہودیوں کو عطا کی گئی تھی۔ مگر نبیوں کے انکار اور بالآخر مسیح کی عداوت نے یہود کو ہمیشہ کے واسطے وہاں کی حکومت سے محروم کر دیا اور یہودیوں کو سزا کے طور پر حکومت رومیوں کو دے دی گئی جو بت پرست قوم تھی۔ بعد میں عیسائیوں کو ملی، پھر مسلمانوں کو، جن کے پاس ایک لمبے عرصہ تک رہی۔ اب اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے وہ زمین نکلی ہے تو پھر اس کا سبب تلاش کرنا چاہیے۔ کیا مسلمانوں نے بھی کسی نبی کا انکار تو نہیں کیا؟ کیا اُن کے درمیان بھی کوئی مسیح تو نہیں آیا جس کے قتل کے وہ درپے ہوئے۔ مسلمانوں کے واسطے قابل غور ہے، انگریزی زبان میں ایک مثل ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ وہی پہلے سے حالات پھر پیدا ہوتے ہیں اِس واسطے قرآن شریف میں پہلے لوگوں کے حالات اور اُن کے انجام کا بہت تذکرہ ہے۔ سلطنت برطانیہ کے انصاف اور امن اور آزادی مذہب کو ہم دیکھ چکے ہیں، آزما چکے ہیں اور آرام پا رہے ہیں۔ اس سے بہتر کوئی حکومت مسلمانوں کے لیے نہیں ہے.......... بیت المقدس کے متعلق جو میرا مضمون یہاں (انگلستان) کے اخبار میں شائع ہوا ہے، اس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اس کے متعلق وزیراعظم برطانیہ کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے شکریہ کا خط لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسٹر لائڈ جارج (David Lloyd George) اس مضمون کی بہت قدر کرتے ہیں۔ انگریزی میں الفاظ ہیں مچ اپریسیٹیڈ (Much Appreciated) ''۔

(''روزنامہ الفضل'' قادیان، جلد 5، نمبر 75 مورخہ 19 مارچ 1918ء)

قادیانیوں نے یہودیوں کے لیے جاسوسی کے فرائض انجام دیئے۔ انہیں پاکستان اور بلاد عرب کے راز پہنچاتے رہے اور آج کل بھی یہی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ عرب ممالک ان کی اسی طرح کی سرگرمیوں سے پریشان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب جاوید الرحمٰن (قادیانی) کو سعودی عرب میں پاکستان کا سفیر بنا کر بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا تو سعودی حکومت نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اسرائیل سے ربوہ تک اور ربوہ سے اسرائیل تک ایک ہی سازش ہے۔ یہ حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ وہ اپنے عرب بھائیوں کے خلاف یہودیوں کے ان ایجنٹوں کی سرگرمیوں کو سرکاری تحفظ نہ دے۔ عرب ہمارے بھائی ہیں۔ ان سے ہمیں مادی واخلاقی مدد ملتی ہے۔ ہم انہیں کیوں ناراض کریں۔ گورنمنٹ اپنی ذمہ داری محسوس کرے یا نہ کرے، اہل ایمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس گروہ کی سازشوں سے پردہ اٹھنے کے بعد اس کا بائیکاٹ کرے اور یہودیوں کو وطن عزیز میں اپنی سازشوں کا جال پھیلانے کا موقع نہ دیں۔ وگرنہ یہ گروہ صہیونیت اور یہودیت کے مخصوص مقاصد پورے کرنے کے لیے اپنی سرگرمیاں علانیہ اور خفیہ انداز میں جاری رکھے گا۔ یہودیوں کے ان ایجنٹوں کا محاسبہ کیجیے اور یہودیت کے ہر رنگ اور روپ کو اپنے ملک سے نکال پھینکیے۔

آغا شورش کاشمیری

عجمی اسرائیل

قادیانی پاکستان میں استعماری گماشتے ہیں۔ وہ مذہب کی پناہ لیتے ہیں لیکن سیاست کا ناٹک کھیلتے ہیں۔ جب کوئی ان کے سیاسی عزائم کا محاسبہ کرتا ہے تو وہ مذہب کے حصار میں بیٹھ کر ''ہم اقلیت ہیں'' کا ناد بجا دیتے اور عالمی ضمیر کو معاونت کے لیے پکارتے ہیں جس سے حقائق ناآشنا دنیا سمجھتی ہے کہ پاکستان کے ''جنونی مسلمان'' گویا اپنی ایک چھوٹی سی اقلیت کو کچل دینا چاہتے ہیں۔

قادیانی ہمیشہ سے یہ تاثر دیتے چلے آرہے ہیں کہ انہیں ملا قسم کے لوگ مذہب کے واسطے سے مارنا چاہتے اور ان کی مٹھی بھر اقلیت کی جان، مال اور آبرو کے دشمن ہیں۔ اس تاثر کے عام دنیا بالخصوص مغربی دنیا میں پھیل جانے کی واحد وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں جو لوگ ان کا محاسبہ کر رہے اور ان کے خطرہ کی گھنٹی بجاتے ہیں وہ اکثر و بیشتر نہ تو یورپ کی زبانوں سے واقف ہیں نہ ان ممالک میں ان کے تبلیغی مشن ہیں اور نہ ان کے پاس مغربی دنیا سے بات چیت کرنے کے لیے ظفر اللہ خان جیسی کوئی استعماری شخصیت ہے اور نہ انہوں نے کبھی مغرب کے لوگوں کو قادیانی مسئلہ سمجھانے کا سوچا ہے۔

پاکستان میں مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ جب تک کوئی خطرہ ان کے سر پہ آ کر مسلط نہ ہو جائے، وہ نوٹس نہیں لیتے۔ پھر اسلام کے نام پر جتنی عریاں گالی سیاسی حریف کو دی جاتی ہے، اسلام کے حریف کو اس طرح چھتاڑا نہیں جاتا بلکہ سرے سے باز پرس ہی نہیں کی جاتی، الٹا یہ کہہ کر خاموشی اختیار کرنے پر زور دیا جاتا ہے کہ فرقہ وارانہ مسئلہ ہے۔

مرزائی امت کے شاطرین حد درجہ عیار ہیں۔ کوئی شخص اس پر غور نہیں کرتا کہ جب قادیانی ایک مذہبی امت بن کر اپنے سیاسی اقتدار کے لیے سعی و سازش کرتے ہیں تو وہ

انہی بنیادوں پر اس امت کے فرد کو اپنے محاسبہ کا حق کیوں نہیں دیتے؟ امت میں نقب لگا کر انہوں نے اپنی جماعت بنائی ہے۔ عجیب بات ہے کہ قادیانی امت کا محاسبہ کیا جائے تو وہ سیاسی پناہ تلاش کرتے ہیں، سیاسی محاسبہ کریں تو وہ مذہبی اقلیت ہونے کا تحفظ چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ مذاق ناروا ہے کہ ایک ایسی جماعت جو اس کے وجود کو قطع کر کے تیار ہوئی ہے، وہ اصل وجود کو اپنے اعضاء و جوارع کی حفاظت کا حق دینا نہیں چاہتی اور جو عارضہ اُن کو قادیانی سرطان کی شکل میں مار دینا چاہتا ہے، اس کے علاج سے روکتی ہے۔ ...... اسرائیل عربوں کے قلب میں ناسور ہے۔ تقریباً تمام مسلمان ریاستوں نے اس کا مقاطعہ کر رکھا ہے۔ پاکستان مشن وہاں نہیں، لیکن قادیانی مشن وہاں ہے۔ سوال ہے وہ کس پر تبلیغ کرتا ہے، مسلمانوں پر یا یہودیوں پر؟ آج جو چند مسلمان اسرائیل میں رہ گئے ہیں، وہ قادیانی مشن کے استحصال کی زد میں ہیں۔ غور کیجیے جس اسرائیل میں عیسائی مشن قائم نہیں ہوسکتا، وہاں اسلام کے لیے قادیانی مشن لطیفہ نہیں تو کیا ہے؟

اس مشن سے جو کام لیے جا رہے ہیں وہ ڈھکے چھپے نہیں۔ تمام عالم عرب میں اس کے خلاف احتجاج ہو چکا اور ہو رہا ہے لیکن مشن جوں کا توں قائم ہے۔

1- اس مشن کی معرفت عرب ریاستوں کی جاسوسی ہوتی ہے۔ اس مشن کی وساطت سے حجاز وار جن کی فضائیہ کے پاکستانی افسروں سے جو بعض دفعہ قادیانی بھی ہوتے ہیں، وہاں کے راز حاصل کیے جاتے اور اسرائیل کو پہنچائے جاتے ہیں۔

2- اس مشن کی معرفت اسرائیل کے بچے کھچے مسلمان عربوں کو عرب ریاستوں کی جاسوسی کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔

3- اس مشن کی معرفت پاکستان کی اندرونی سیاست کے راز لیے جاتے اور اسلام دوستوں سے متعلق مطلوبہ خبریں حاصل کی جاتی ہیں۔

4- اس مشن کی معرفت پاکستان میں عالمی استعمار اور یہودی استحصال کی راہیں قائم کی جاتیں اور سیاسی نقشے درآمد برآمد ہوتے ہیں۔ خود جناب بھٹو پاکستان میں تل ابیب کی سیاسی مداخلت اور صہیونی سرمایہ کی زمانہ انتخاب میں آمد کا انکشاف

کر چکے ہیں، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ تل ابیب کا سرمایہ پاکستان کے عام انتخاب میں مقامی مرزائیوں کی معرفت اسی مشن کی وساطت سے آیا تھا اور یحیٰی کے زمانہ میں اکثر وزراء نے خود راقم الحروف سے اس کی روایت کی تھی۔

-5 پاکستان کو اس وقت جو خطرہ درپیش ہے، اس میں قادیانی امت اور تل ابیب کا گٹھ جوڑ عالمی استعمار کی مخفی خواہشوں کو معرض وجود میں لانے کا ذریعہ **Link** بن چکا ہے۔

پاکستان میں اسلام کے خلاف **1970**ء کے جنرل الیکشن میں جو سب سے بڑی ذہنی بغاوت ہوئی، اس کے منتظم قادیانی تھے جو اسرائیل کے حسب ہدایت کام کر رہے تھے۔ یہ کوئی مفروضہ نہیں، کھلی حقیقت ہے اور پیش آمدہ واقعات کا تسلسل اس کی تصدیق کرتا ہے۔ پھر یہ کوئی نئی چیز نہیں، قادیانی امت شروع ہی سے اس قسم کی مشن قائم کرنے کی عادی ہے۔ مثلاً مرزا محمود نے شاہ سعود اور شریف مکہ کی آویزش کے زمانہ (**1921**ء) میں اپنے ایک مرید میر محمد سعید حیدر آبادی کو مکہ بھیجا۔ وہاں اس نے اونے پونے راز اٹھائے اور آ گیا۔ اسی طرح ترکی میں دو قادیانی مصطفیٰ صغیر کی ٹیم کے رکن ہو کر گئے۔ ایک ثقہ روایت کے مطابق مصطفیٰ صغیر خود قادیانی تھا اور مصطفیٰ کمال کو قتل کرنے پر مامور ہوا تھا، لیکن قبل از اقدام پکڑا گیا اور موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

قادیانی خلیفہ مرزا محمود احمد کے سالے میجر حبیب اللہ شاہ فوج میں ڈاکٹر تھے۔ وہ پہلی جنگ عظیم میں بھرتی ہو کر عراق گئے۔ انگریزوں نے بغداد فتح کیا تو انہیں ابتداً گورنر نامزد کیا۔ ان کے بڑے بھائی ولی اللہ زین العابدین جو قادیان میں امور عامہ کے ناظر رہے، عراق میں قادیانی مشن کے انچارج تھے لیکن فیصل نے ان کی سرگرمیوں سے آگاہ ہوتے ہی نکال دیا۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے وہاں ان کے ٹکے رہنے پر زور دیا لیکن عراق گورنمنٹ نے ایک نہ مانی۔

۞......۞......۞

عرفان احمد

پاکستان کے ”داخلی صہیونی“

حال ہی میں اسرائیل اور پاکستان کے باہمی تعلقات پر اسرائیل میں ایک تحقیقی کتاب شائع ہوئی ہے۔

"Beyond the Veil: Israel-Pakistan Relations"

اس کا نام ہی موضوع کی طرف اشارہ کر رہا ہے، یعنی اسرائیل اور پاکستان کے تعلقات ”پس پردہ“ کیسے رہے ہیں۔ مصنف کا نام ہے پی آر کمار سوامی۔ نام سے ہندو معلوم ہوتے ہیں۔ یہ تحقیقی کام تل ابیب یونیورسٹی کے ”جافے سینٹر برائے اسٹریٹیجک اسٹڈیز“ کے زیر اہتمام انجام پایا اور مارچ 2000ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کی اپنی یہود نواز لابی شروع دن سے کیا کیا گل کھلاتی رہی ہے۔

پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی (1893ء۔1985ء) کیا کچھ کرتے رہے ہیں؟ بہت سوں کو اس کا علم تک نہ ہوگا۔ جب یہ صاحب پاکستان کے وزیر خارجہ (1947ء تا 1954ء) تھے تو فلسطین اور عرب کاز کے لیے اقوام متحدہ اور دوسرے بین الاقوامی مراکز میں اپنی لمبی لمبی اور خطیبانہ تقریروں کی وجہ سے بہت شہرت رکھتے تھے۔ ہمیں آج تک ان کے بارے میں یہی حسنِ ظن رہا کہ لمبی تقریروں کے حوالے سے اس بین الاقوامی شہرت یافتہ وکیل نے بے شک ریکارڈ قائم کیا' یہ دوسری بات ہے کہ مقدمہ جیت نہ سکے۔ اب مذکورہ تحقیقی کتاب ”پس پردہ“ سے انکشاف ہوا کہ موصوف اپنے کیس کے لیے مخلص تھے نہ دیانتدار۔ ظفر اللہ خان کا بھی پس منظر فیروز خان نون سے مختلف نہیں تھا، سوائے اس کے کہ وہ قادیانی گروپ سے تعلق رکھتے تھے۔ قادیانی گروپ انگریزوں کی تخلیق تھی۔ یہ لوگ اپنے ”مذہبی عقیدے“ کی رو سے سلطنت برطانیہ کے وفادار تھے۔

قیام پاکستان سے قبل ظفر اللہ خان فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج تھے۔ 1945ء

میں (یعنی پاکستان قائم ہونے سے دو سال پہلے) وہ دولت مشترکہ کے باہمی تعلقات پر ہونے والی ایک کانفرنس میں حکومت ہند کے نمائندے کی حیثیت سے لندن گئے۔ وہاں ان کی ملاقات جیوش ایجنسی کے سربراہ وائز مین (Chaim Weizmann) سے ہوئی اور ان کے مشورے اور تعاون سے چھ روزہ دورے پر فلسطین پہنچے۔ وائز مین نے (جو بعد میں قائم ہونے والی اسرائیلی مملکت کے صدر مامور ہوئے) یروشلم میں اپنے آدمیوں کو تاکید کی کہ "فلسطین میں ظفر اللہ صاحب کے قیام کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور خوشگوار بنایا جائے اور ہمارے کام اور مقاصد سے انہیں اچھی طرح متعارف کرایا جائے (ظفر اللہ خان نے اپنی خودنوشت "تحدیث نعمت" میں اعتراف کر رکھا ہے کہ انہوں نے یروشلم کے قریب ہی روسی یہودیوں کی ایک بستی کا دورہ کیا تھا اور جیوش ایجنسی کے نمائندے ڈاکٹر کوہن سے تبادلۂ خیال کیا تھا لیکن انہوں نے وائز مین سے اپنی ملاقات اور اپنے دورے کا احوال خط کی صورت میں لکھنے کا ذکر نہیں کیا)"۔ چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جب "جیوش ایجنسی" کے زیر ہدایت ظفر اللہ صاحب نے فلسطین کا دورہ کیا تو ان کی "خوشگوار" قلب ماہیت ہوگئی۔ انہوں نے دورہ مکمل کرنے کے بعد وائز مین کو خط لکھا کہ "میں نے تصور بھی نہ کیا تھا کہ فلسطین کا مسئلہ اس قدر پیچیدہ اور الجھا ہوا ہے۔ ہم امید ہی کر سکتے ہیں کہ اس کا کوئی جائز اور منصفانہ حل جلد نکل آئے گا"۔

ظفر اللہ خاں نے اپنے خط میں اس امر کی وضاحت نہیں کی کہ فلسطین کے مسئلے میں پیچیدگی کیا تھی جو اس دورے سے پہلے ان کے ذہن میں نہ تھی، اور چھ روزہ دورے سے اُن کے ذہن میں آ گئی، اور یہ کہ انہیں یہ امید کیسے پیدا ہوئی کہ مسئلے کا کوئی جائز اور منصفانہ حل نکل آئے گا اور وہ بھی جلد۔ انہوں نے اظہار حقیقت میں بڑی کفایت لفظی سے کام لیا۔ بہرحال جب دو سال کے بعد 29 نومبر 1947ء کو اقوام متحدہ نے تقسیم فلسطین کی قرارداد منظور کر لی تو اسرائیلی محقق اُریل ہیڈ (Urial Heyd) نے جو لندن میں اسرائیلی جاسوس بھی تھا، بیان کیا کہ "ظفر اللہ خان کے خیالات تبدیل ہو چکے ہیں۔ دمشق میں مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ فلسطین کے مسئلے کا واحد حل تقسیم ہے، حالانکہ

پاکستان کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے وہ اقوام متحدہ میں تقسیم فلسطین کی شدید مخالفت کر چکے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے عربوں کو مشورہ دیا کہ وہ اسرائیلی ریاست قائم ہونے دیں اور کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالیں''۔ گویا صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک آدمی کا ایک چہرہ نہ تھا۔ اس کے دو چہرے تھے۔ وائز مین کو اپنی خفیہ ایجنسی سے جو رپورٹیں موصول ہوئیں، ان سے ترغیب پا کر وائز مین نے ظفر اللہ خان کو لکھا کہ تقسیم ہند اور تقسیم فلسطین میں کس قدر مماثلت ہے۔ دوسرے لفظوں میں وائز مین نے یہ توقع ظاہر کی کہ پاکستان کے لیے اسرائیلی مؤقف کا سمجھنا دشوار نہ ہونا چاہیے اور اسرائیل کو تقسیم کرنے میں کوئی دقت نہ ہونی چاہیے۔ لیکن پاکستان نے تقسیم فلسطین کی قرارداد کے خلاف ووٹ دیا، بلکہ اقوام متحدہ میں اسرائیل کو رکنیت دینے پر بھی سخت مخالفت کی۔ حتیٰ کہ جب اسرائیل نے پاکستان سے رسمی طور پر اسے تسلیم کیے جانے کی تحریری درخواست کی تو پاکستان نے اس کی رسید تک نہ دی۔ ظاہر ہے، یہ ظفر اللہ خان کے اختیارات سے باہر تھا۔ اس کے باوجود تاریخی قومی اتفاق رائے اور یقیناً وزیر اعظم لیاقت علی خان (1895ء۔ 1951ء) کی پیٹھ پیچھے، ظفر اللہ خان اور وزارت خارجہ میں ان کے آدمی صہیونیت کے عزائم و مقاصد کے مفاد میں برابر کام کرتے رہے۔ اس وقت کے اقوام متحدہ میں اسرائیلی نمائندے ابا ایبان کو (جو بعد ازاں اسرائیل کے وزیر خارجہ بنے) جانے کہاں سے ایک ''خوشخبری'' ملی جو ممکن ہے یا تو خود ظفر اللہ یا اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب اے ایس بخاری نے انہیں دی ہو، بہر حال 1949ء کے اواخر میں تل ابیب میں انہوں نے بتایا کہ ''خوشخبری'' یہ ہے کہ اقوام متحدہ میں پاکستانی مندوب انڈیا کو ہراساں کرنے کے لیے اپنی حکومت پر دباؤ ڈال رہے کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کر لے''۔ بہر حال یہ اسکیم کاغذات سے آگے نہ بڑھ سکی۔ یا تو پاکستان کی وزارت خارجہ کے یہود نواز افسروں کو اپنی تجاویز آخری منظوری کے لیے کابینہ میں پیش کرنے کی جرأت نہ ہو سکی یا اگر وزیر خارجہ نے ہمیت کر کے یہ اسکیم کابینہ کے سامنے پیش کی ہو گی تو کابینہ کو اسرائیل کو تسلیم کرنے کی راہ سے انڈیا کو پریشان کرنے کا خوبصورت خیال آیا ہو گا۔

بہر حال، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ظفر اللہ خان اسرائیلیوں کو برابر یقین دلاتے رہے

کہ پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرنے والا ہے۔ چنانچہ مذاکرات و مکالمات کے تسلسل میں جب 14 جنوری 1953ء کو ابا ایبان کی ملاقات ظفر اللہ خان سے ہوئی تو انہوں نے اپنے اسرائیلی ہم منصب کو بتایا کہ لیاقت علی خان کی سابقہ حکومت تو اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حق میں تھی، لیکن موجودہ حکومت، جس کے سربراہ وزیراعظم خواجہ ناظم الدین (1894ء۔ 1964ء) ہیں، اپنی پیش رو حکومت کے مؤقف سے پیچھے ہٹ گئی ہے۔ موجودہ حکومت زیادہ کمزور ہے اور مسلمان انتہا پسندوں کے عوامی دباؤ کی مزاحمت نہ کر سکے گی۔ ظفر اللہ خان نے ابا ایبان سے کہا ''میں اپنی اعتدال پسندی کی وجہ سے خود معتوب رہتا ہوں''۔

لیاقت علی خان کا قتل 16 اکتوبر 1951ء کو ہو چکا تھا۔ اس لیے ان کی ذات یا پالیسی کے بارے میں غلط بیانی سے کام لینا مشکل نہیں۔ بہرحال یہ سچ ہے یا جھوٹ، ایک بات طے ہے کہ ظفر اللہ خان کی یہود نواز سرگرمیوں میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی اور وہ دوسرے طریقوں سے صیہونیت کے کاز کے لیے کام کرتے رہے۔

اس ضمن میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ لیاقت علی خان کسی بھی فوجی بلاک میں شامل ہونے کے خلاف تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے جنوبی کوریا اپنا علامتی طبی امدادی دستہ بھی بھیجنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے برعکس ان کے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان ''مڈل ایسٹ ڈیفنس آرگنائزیشن'' (میڈو) اور اس طرح کے دوہرے امریکی منصوبوں کو روبہ عمل لانے کے لیے کام کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مجوزہ غیر اشتراکی بلاک میں اسرائیل کو بھی شامل کیا جائے، جس میں وہ پاکستان، عراق، ایران، ترکی اور دوسرے ملکوں کے ساتھ مل کر بیٹھے۔ ظفر اللہ خان کے نزدیک یہ بات ''ناقابل تصور'' تھی کہ مشرق وسطیٰ کی کوئی دفاعی تنظیم اسرائیل کے بغیر کیسے بن سکتی ہے۔

لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد ظفر اللہ خان کو اتنی آزادی حاصل ہو گئی کہ انہوں نے فروری 1952ء میں قاہرہ میں کھلم کھلا کہا کہ ''اسرائیل مشرق وسطیٰ کے بدن کا ایک لاینفک عضو ہے''۔ انہوں نے مصر پر زور ڈالا کہ وہ اس مسئلے کا کوئی پرامن حل نکالے۔ دوسرے لفظوں میں عرب اور فلسطین کی سرزمین کو آزاد کرانے کا خیال دل سے نکال دے اور فلسطین پر اسرائیل کے ناجائز قبضے کو تسلیم کر لے۔

لیاقت علی خان کے بعد پاکستان یکے بعد دیگرے متعدد فوجی اتحادوں میں شامل ہوتا چلا گیا۔ مئی 1954ء میں امریکہ کے ساتھ باہمی دفاع کا معاہدہ ہوا۔ ستمبر 1954ء میں ساؤتھ ایسٹ ایشیاء ٹریٹی آرگنائزیشن (سیٹو) میں اور فروری 1955ء میں بغداد پیکٹ میں شامل ہوا۔ عراق میں بادشاہت کی معزولی کے بعد ''بغداد پیکٹ'' کا نام بدل کر ''سنٹو'' (سینٹرل ٹریٹی آرگنائزیشن) کر دیا گیا۔ ظفر اللہ خان صاحب نے پاکستان کو سیٹو کا رکن بناتے وقت آرمی سے مشورہ کیا نہ پوچھا نہ بتایا۔ کمانڈر انچیف جنرل ایوب خان نے لکھا کہ مجھے تو اس کی اطلاع اس وقت ہوئی جب پاکستان ''سیٹو'' میں شامل ہو چکا تھا۔

مذکورہ کتاب ''پس پردہ'' کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکی قیادت میں بننے والے ان اتحادیوں میں پاکستان کو شامل رکھنے کے منصوبے میں پس پردہ اسرائیلیوں کا ہاتھ تھا۔ اگر امریکہ پاکستان کو تھوڑی بہت ''فوجی امداد'' سے نوازتا رہے تو اسرائیل کو اس پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ یہودیوں کو ظفر اللہ خان اور ان کے نالائق حواریوں نے یقین دلا رکھا تھا کہ پاکستان کی امریکہ سے وابستگی کا مطلب یہ ہے کہ اسرائیل سے اس کا کوئی جھگڑا نہیں۔ چنانچہ اسرائیلی یہی سمجھتے رہے کہ پاکستان کی امریکہ نوازی سے پاکستان کا مؤقف اسرائیل کے بارے میں نرم رہے گا اور وقت نے ثابت کر دیا کہ اُن کا یہ خیال بالکل درست تھا۔

ظفر اللہ خان پاکستان کی وزارت عظمیٰ کے امیدوار تھے اور اس راہ پر گامزن تھے، لیکن ان کے اپنے کردار اور ان کے ہم عقیدہ قادیانیوں کی بے ضابطگیوں کی وجہ سے عوام میں ان کے خلاف اس قدر اضطراب پیدا ہو گیا کہ بالآخر 1954ء میں انہوں نے وزارت خارجہ سے استعفیٰ دے دیا، لیکن ان کی خدمات کا صلہ جلد ہی مل گیا۔

7 اکتوبر 1954ء کو یہود کے 'یوم کپور' کے موقع پر ان کا انتخاب ہیگ میں واقع ''انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس'' میں بطور جج ہوا۔ اس واقعے کا خود حکومت پاکستان کو بھی علم نہ تھا۔ اقوام متحدہ میں ان کے نام کی سفارش امریکی وزارت خارجہ نے کی تھی۔ انتخابی عمل کے وقت اسرائیل کے مندوب ابا ایبان موجود نہ تھے لیکن ان کے وفد کے ایک رکن نے کہا کہ ایبان موجود ہوتے، تب بھی وہ ظفر اللہ ہی کو ووٹ دیتے۔

اسرائیل کوتسلیم کیے جانے کی، پاکستان کی ''حقیقت پسندانہ'' حکمت عملی (تل ابیب سے شائع ہونے والی کتاب ''پس پردہ'' کے مطابق) ظفر اللہ کے ساتھ شروع ہوئی اور وزارت خارجہ سے اُن کی روانگی کے ساتھ ہی رخصت نہیں ہوئی بلکہ بعد میں بھی جاری رہی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ پاکستان سے کبھی گئے ہی نہ تھے۔ انٹرنیشنل کورٹ میں اپنی ججی کی پہلی میعاد مکمل کرنے کے بعد وہ مزید چار سال کے لیے پاکستان کی ''خدمت'' پر مامور ہو گئے۔ اس مرتبہ وہ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقبل مندوب تھے۔

ظفر اللہ خان کو پاکستان کی رجعت پسندانہ اور اطاعت شعارانہ خارجہ پالیسی کا نظریاتی باپ کہنا چاہیے۔ وزارت خارجہ اور سفارتی خدمت پر مامور، خام اور غیر صورت زدہ لوگوں کے ذہن اور خیالات کو متشکل کرنے میں اُن کا اثر ورسوخ بہت گہرا اور دیرپا ثابت ہوا۔ فارن سروس کے پہلے گروپ نے تربیت برطانیہ، کینیڈا اور امریکہ میں حاصل کی۔ چنانچہ جب وہ حصول تربیت کے بعد اپنے اپنے عہدوں پر فائز ہوئے، تو وہ خوب جانتے تھے کہ مشروبات کے جام کیونکر بنائے جاتے ہیں، کیونکر اچھالے جاتے ہیں، بہر حال ان کو ایک عظیم قوم کے نمائندے کی حیثیت سے اپنی قوم کا نام روشن کرنا ہے، دنیا کے سامنے ان کا بھرم اور وقار قائم رکھنا ہے۔

ظفر اللہ خان صاحب کے مستعفی ہونے تک پورا ''پاکستان فارن آفس، عالمی سیاست کے بارے میں قادیانی وصیہونی نظریات میں جذب ہو چکا تھا۔ ظفر اللہ کے جانشین حمید اللہ چودھری کا تعلق مشرقی پاکستان سے تھا اور اُن کو انگریز سرپرستی سے کوئی نسبت نہ تھی۔ تاہم بحیثیت وزیر خارجہ ان کے یک سالہ عہد (26 ستمبر 1955ء تا 12 ستمبر 1956ء) میں بھی وزارت خارجہ کا موٹو وہی رہا جو سر ظفر اللہ خان اور سر فیروز خان نون کا تھا۔ یہ کہ ''اسرائیل قائم رہنے کے لیے بنا ہے''۔

ایسے حمید الحق چودھری کے بعد آئے سر فیروز خان نون، سرزمین فلسطین کے اندر اسرائیل قائم کرنے کے ایسے عجیب منصوبے کے موجد، کہ برطانوی سامراجیوں پر نہ یہود نوازی کا الزام آئے نہ عربوں کے خلاف ہونے کا۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

غدارِ پاکستان

15 اکتوبر 1979ء کو ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے لیے نوبیل انعام تجویز ہوا اور 10 دسمبر 1979ء کو یہ انعام دیا گیا۔ یہ انعام کیا ہے اور قادیانی اس سے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ ان امور پر غور وفکر کی ضرورت تھی مگر ان امور پر پردہ ڈالنے کے لیے قادیانی یہودی لابی نے اس کا بے پناہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ کسی کو اس پر غور وفکر کا موقع ہی نہ ملا۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ نوبیل انعام کا حصول گویا ایک مافوق الفطرت معجزہ ہے، جو ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے ذریعہ ظہور پذیر ہوا ہے۔ اس کو جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت کی دلیل بنانے کی بھی کوشش کی گئی۔ بہت سے مسلمان جن کو نہیں معلوم کہ نوبیل انعام کیا چیز ہے اور جو نہیں جانتے تھے کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کون ہے، اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس لیے ضروری ہوا کہ نوبیل انعام کی حقیقت واضح کی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی اور اس کی قادیانی یہودی لابی اس نوبیل انعام سے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہے اور آئندہ اسلامی ممالک پر اس کے اثرات کیا ہوں گے؟

مجیب اصغر قادیانی نے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی پر ایک کتابچہ بچوں کے لیے لکھا ہے، جس میں وہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے حوالے سے لکھتا ہے:

❏ ''بچو! نوبیل انعام ایک سویڈش سائنس دان مسٹر الفرڈ برن ہارڈ نوبیل (Alfred Bernhard Nobel) کی یاد میں دیا جاتا ہے۔ نوبیل 21 اکتوبر 1833ء میں سٹاک ہوم کے مقام پر جو کہ سویڈن کا دارالحکومت ہے، پیدا ہوا اور 10 دسمبر 1896ء کو اٹلی میں فوت ہوا۔ نوبیل ایک بہت بڑا کیمیا دان اور انجینئر تھا۔ اس کی وصیت

کے مطابق ایک فاؤنڈیشن بنائی گئی جس کا نام نوبیل فاؤنڈیشن رکھا گیا۔ یہ فاؤنڈیشن ہر سال 5 انعامات دیتی ہے۔ ان انعامات کی تقسیم کا آغاز دسمبر 1901ء میں ہوا جو کہ الفرڈ نوبیل کی پانچویں برسی تھی۔

نوبیل انعام فزکس، فزیالوجی، کیمسٹری، میڈیسن، ادب، امن کے شعبوں اور میدانوں میں نمایاں اور امتیازی کارنامہ سرانجام دینے والے کو دیا جاتا ہے۔ ہر انعام ایک طلائی تمغہ اور سرٹیفکیٹ اور رقم بطور انعام جو کہ تقریباً 80 ہزار پونڈ پر مشتمل ہوتی ہے، دی جاتی ہے۔ نوبیل انعام حاصل کرنے والے امیدواروں کے نام مختلف ایجنسیوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں اور وہ انعام کے صحیح حقدار کا فیصلہ کرتی ہیں، مثلاً فزکس اور کیمسٹری رائل اکیڈمی آف سائنس سٹاک ہوم کے سپرد ہوتی ہے۔ فزیالوجی یا میڈیسن کیرولین میڈیکل انسٹیٹیوٹ سٹاک ہوم کے سپرد ہوتی ہے۔ ادب کا مضمون سویڈش اکیڈمی آف فرانس اور اسپین کے سپرد اور امن کا انعام ایک کمیٹی کے سپرد ہوتا ہے جس کے پانچ ممبر ہوتے ہیں جو کہ ناروجین پارلیمنٹ چنتی ہے''۔ (کتاب مذکورہ صفحہ 49)

یہ انعام نہ کوئی خرق عادت معجزہ ہے اور نہ انسانی تاریخ کا کوئی غیر معمولی واقعہ ہے۔ مختلف ممالک میں سرکاری اور نجی طور پر مختلف قسم کے انعامات جو ہر سال تقسیم کیے جاتے ہیں، اسی قسم کا ایک انعام یہ ''نوبیل انعام'' بھی ہے۔ چنانچہ یہ ''نوبیل انعام'' ہر سال کچھ لوگوں کو ملتا ہے۔ ہندوستان اور بنگال کے ہندوؤں کو بھی مل چکا ہے۔ اسرائیل کے یہودیوں کو بھی دیا جا چکا ہے اور نصرانی مبلغہ ''ٹریسا'' بھی اس شرف سے (اگر اس کو شرف کہنا صحیح ہے) مشرف ہو چکی ہے۔

الغرض یہ نوبیل انعام جو قریباً ایک صدی سے مروج ہے، سینکڑوں اشخاص کو مل چکا ہے۔ کیا یہ کہیں سننے میں آیا ہے کہ سینکڑوں یہودی، نصرانی اور دہریئے یہ کہہ کر دنیا پر پل پڑے ہوں کہ ہمیں نوبیل انعام کا ملنا ہمارے مذہب کی حقانیت کی دلیل ہے۔ یہ میرے مذہب کے برحق ہونے کا معجزہ ہے، لہٰذا میرا دین اور میرا نظریہ حیات سب سے اعلیٰ و ارفع ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو جو انعام دیا گیا تھا، وہ ایک مشترکہ انعام تھا جو طبیعات

(فزکس) کے شعبہ میں 1979ء میں تین اشخاص کو دیا گیا جن میں ایک ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی بھی تھا۔ باقی دو کے نام شیلڈن گلاسو (Sheldon Glashow) اور اسٹیون وینبرگ (Steven Weinberg) ہیں۔ اس سے بڑا کارنامہ تو اس ہندو کا تھا جس نے 1930ء میں طبیعات کا انعام تن تنہا حاصل کیا۔ اب اگر ایک قادیانی کو طبیعات کا مشترکہ انعام ملنا اس کے مذہب کی حقانیت کی دلیل ہے تو اس سے نصف صدی قبل ایک ہندو کو تن تنہا یہی انعام ملنا بدرجہ اولیٰ ہندو مذہب کی حقانیت کی دلیل ہونی چاہیے۔ اس لیے اس کو ایک غیر معمولی اور خرق عادت واقعہ کی حیثیت سے پیش کرنا قادیانی مراق کی شعبدہ کاری ہے۔

ان انعامات کی تقسیم میں تقسیم کنندگان کی کچھ سیاسی و مذہبی مصلحتیں کارفرما ہوتی ہیں اور جن افراد کو ان انعامات کے لیے منتخب کیا جاتا ہے ان کے انتخاب میں بھی یہی مصلحتیں جھلکتی ہیں۔ چنانچہ ان سینکڑوں افراد کے ناموں کی فہرست پر سرسری نظر ڈالیے...... جن کو نوبیل انعام سے نوازا گیا، ان میں آپ کو الا ماشاء اللہ سب کے سب یہودی، عیسائی اور دہریئے نظر آئیں گے۔ سویڈن کے منصفوں کی نگاہ میں پوری صدی میں ایک مسلمان بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جو طب، ادب، طبیعات وغیرہ کے کسی شعبہ میں کوئی اہم کارنامہ انجام دے سکا ہو۔ ہر شخص منصفان سویڈن کی نگاہ انتخاب کی داد دے گا، جب وہ یہ دیکھے گا کہ رابندر ناتھ ٹیگور ہندو کو بنگالی زبان کی شاعری پر نوبیل انعام کا مستحق سمجھا گیا، جاپانی ادیب کو اپنی زبان میں ادبی کارنامے پر نوبیل انعام کا استحقاق بخشا گیا۔ جنوبی امریکہ کی ریاستوں کے باشندوں کے اپنی زبانوں میں ادبی کارناموں کو مستند سمجھتے ہوئے لائق انعام سمجھا گیا۔ لیکن برکوچک پاک و ہند کے کسی ادیب، کسی شاعر اور کسی صاحب فن کی طرف منصفان سویڈن کی نظریں نہیں اٹھ سکیں...... کیوں؟ صرف اس لیے کہ وہ مسلمان تھے۔ مثال کے طور پر ہمارے علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کو لیجیے، پوری دنیا میں ان کے ادب و زبان کا غلغلہ بلند ہے۔ انگلستان کے نامور پروفیسروں نے ان کے ادبی شہ پاروں کو انگریزی میں منتقل کیا ہے اور دانایان مغرب، علامہؒ کے افکار پر سر دھنتے ہیں۔ لیکن وہ نوبیل انعام کے مستحق نہیں گردانے گئے ہیں۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ مسلمان تھے۔ حکیم اجمل خان مرحوم نے شعبہ طب

میں کیسا نام پیدا کیا۔ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی وغیرہ نے سائنسی ریسرچ میں کیا کیا کارنامے انجام دیئے لیکن نوبیل انعام کے مستحق نہ ٹھہرے۔ یہ تو چند مثالیں محض برائے تذکرہ زبان قلم پر آ گئیں، ورنہ ایک صدی کے پوری دنیائے اسلام کے نابغہ افراد کی فہرست کون مرتب کر سکتا ہے۔ لیکن کسی کو نوبیل انعام کے لائق نہیں سمجھا گیا اور ڈاکٹر عبدالسلام میں کوئی خوبی تھی یا نہیں تھی مگر اس کی یہی ایک خوبی تھی کہ وہ قادیانی تھا۔ اسلام اور مسلمانوں کا یہودیوں سے بھی بڑھ کر دشمن تھا۔ بس اس کی یہی خوبی منصفان سویڈن کو پسند آ گئی اور نوبیل انعام اس کے قدموں میں نچھاور کر دیا گیا۔

اگر ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی ایسا ہی لائق سائنس دان تھا تو جس دن ہندوستان نے **1973**ء میں ایٹمی دھماکہ کیا تھا، ڈاکٹر عبدالسلام کو اس سے اگلے ہی دن پاکستان میں جوابی ایٹمی دھماکہ کر دینا چاہیے تھا۔ یہ اس وقت صدر پاکستان کا ایٹمی مشیر تھا اور ایسا ایٹمی دھماکہ اس کے فرائض منصبی میں داخل تھا۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا نام تو ہے نیوکلیئر ایٹمی فزکس کے شعبہ میں مہارت کا، لیکن اس کی بے لیاقتی (یا پاکستان دشمنی) نے پاکستان کو ہندوستان کے مقابلے میں سالوں پیچھے دھکیل دیا۔ اس وقت جبکہ ہندوستانی سائنس دانوں نے اپنی لیاقت کا مظاہرہ کیا تھا، ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنی فنی مہارت کا مظاہرہ کر دکھایا ہوتا تو ایٹمی صلاحیت میں پاکستان دریوزہ گر مغرب نہ ہوتا اور بین الاقوامی سیاسی تناظر میں ہندوستان کے مقابلے میں پاکستان کی ایٹمی صلاحیت پر کوئی حرف گیری نہ کی جاتی۔ بین الاقوامی سطح پر یہ سمجھا جاتا کہ ہندوستان نے ایٹمی دھماکہ کیا تو پاکستان نے بھی کر دیا اور یوں بات آئی گئی ہو جاتی لیکن ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی اس وقت کی نااہلی، بے لیاقتی اور پاکستان دشمنی نے یہ دن دکھایا کہ آج سارے عالم میں پاکستان کی ایٹمی ریسرچ کے خلاف شور و غوغا کیا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ امریکہ بہادر جو پاکستان کا سب سے بڑا ہمدرد اور حلیف تصور کیا جاتا ہے، وہ بھی آئے دن ہمیں ایٹمی ریسرچ کے خلاف متنبہ کرتا رہتا ہے اور بھارت پاکستان کی ''نیوکلیئر انرجی'' کے خلاف دنیا بھر کے ذہنوں کو مسموم کرتا رہتا ہے اور لطف یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے بھارت کے وزیراعظم راجیو گاندھی سے دوستانہ روابط

ہیں۔اس پورے تناظر میں دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی سائنسی مہارت کا حدود اربعہ کیا ہے؟......اور یہ کہ وہ پاکستان کا کس قدر مخلص ہے۔

1979ء میں دو امریکن سائنس دانوں کے ساتھ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو بھی فزکس کے شعبہ میں مسٹر نوبیل کے وصیت کردہ سودی انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔(اور اس شعبہ کا حصہ ان تینوں میں تقسیم ہوا) یقیناً اس سے بھی یہودی قادیانی لابی کے تہہ در تہہ مفادات وابستہ ہوں گے۔جن کی طرف اہل نظر نے دبے الفاظ میں اشارے بھی کیے ہیں۔چنانچہ ہمارے ملک کے نامور سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب سے ایک انٹرویو میں جب سوال کیا گیا کہ:

- ''ڈاکٹر عبدالسلام (قادیانی) کو جو نوبیل انعام ملا ہے، اس کے بارے میں آپ کی رائے؟''

جواب میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

''وہ بھی نظریات کی بنیاد پر دیا گیا۔ڈاکٹر عبدالسلام 1957ء سے اس کوشش میں تھے کہ انہیں نوبیل انعام ملے۔آخر کار آئن سٹائن کی صد سالہ یوم وفات پر ان کا مطلوبہ انعام دے دیا گیا۔دراصل قادیانیوں کا اسرائیل میں باقاعدہ مشن ہے جو ایک عرصے سے کام کر رہا ہے۔یہودی چاہتے تھے کہ آئن سٹائن کی برسی پر اپنے ہم خیال لوگوں کو خوش کر دیا جائے، سو ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی انعام سے نوازا گیا''۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور 6 فروری 1986ء جلد 27 شمارہ 4)

جیسا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب نے اشارہ کیا ہے کہ یہودی قادیانی مفادات متحد ہیں۔قادیانیت، یہودیت اور صہیونیت کی سب سے بڑی حلیف ہے اور عالمی سطح پر پروپیگنڈا کرنے اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے میں دونوں ایک دوسرے سے تعاون کر رہے ہیں۔اب ذرا جائزہ لیجیے کہ قادیانیوں نے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو ملنے والے نوبیل سودی انعام سے کیا مفادات حاصل کیے۔

اس انعام کی ایسے غیر معمولی طریقے سے تشہیر کی گئی اور ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو

ایک مافوق الفطرت شخصیت ثابت کرنے کا بے پناہ پروپیگنڈا کیا گیا۔ قادیانی یہودی لابی ایک عرصہ سے کوشاں تھی کہ قادیانیوں کے ماتھے سے سیاہی کا یہ داغ کسی طرح مٹا دیا جائے اور اس سڑے عضو کو جسد ملت سے کاٹ کر جو پھینک دیا گیا تھا، کسی طرح دوبارہ جسد سے اس کا پیوند لگا دیا جائے۔ چنانچہ قادیانی یہودی لابی نے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو ملنے والے نوبیل انعام کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا۔

مسٹر نوبیل کے وصیت کردہ سودی انعام کے حوالے سے قادیانیوں نے جو فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی اور جن کی طرف سطور بالا میں اشارہ کیا گیا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے:

- قادیانیوں کو مسلمان ثابت کرنا۔
- ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو اسلامی دنیا کا ہیرو اور محسن بنا کر پیش کرنا۔
- مسلم ممالک کے پیسے سے ''اسلامی سائنس فاؤنڈیشن'' کے نام پر ''قادیانی فاؤنڈیشن'' قائم کرنا۔

دردمند مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے یہ قادیانی فوائد بھی کافی تھے۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ ''اسلامی سائنس فاؤنڈیشن'' کے ذریعہ یہودی، قادیانی لابی ابھی بہت کچھ حاصل کرنا چاہتی ہے اور ان کے مقاصد کہیں گہرے ہیں۔ ذیل میں چند نکات پیش کیے جاتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو عالم اسلام سے خیر خواہی و ہمدردی رکھتا ہے، اس کا فرض ہے کہ ان امکانات کو نظر انداز نہ کرے بلکہ ان پر عقل و دانائی کے ساتھ غور کرے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے پنڈت جواہر لال نہرو کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا تھا:

- ''میں اپنے ذہن میں اس امر کے متعلق کوئی شبہ نہیں پاتا کہ احمدی اسلام اور ہندوستان کے غدار ہیں۔'' (حضرت علامہ محمد اقبالؒ کا خط بنام پنڈت جواہر لال نہرو بتاریخ 21 جون 1936ء، مطبوعہ کلیات مکاتیب اقبالؒ مرتبہ سید مظفر حسین برنی جلد نمبر 4، صفحہ 328)

علامہ اقبالؒ کا یہ تجزیہ ان کے برسہا برس کے تجربہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے جسے انہوں نے ایک فقرے میں قلمبند کر دیا۔ ہر وہ شخص جسے قادیانی ذہنیت کا مطالعہ کرنے کی فرصت میسر آئی ہو یا جسے قادیانیوں سے کبھی سابقہ پڑا ہو، اسے علیٰ وجہ البصیرت اس کا یقین ہو جائے

گا کہ قادیانی، اسلام کے، مسلمانوں کے اور اسلامی ممالک کے غدار ہیں۔ جس طرح کوئی مسلمان کسی یہودی پر اعتماد نہیں کرسکتا، نہ اسے ملت اسلامیہ کا مخلص سمجھ سکتا ہے، اسی طرح کوئی مسلمان کسی قادیانی کو ملت اسلامیہ کا ہمدرد اور بہی خواہ تسلیم نہیں کرسکتا۔

قادیانیوں کی اسلام اور مسلمانوں سے غداری کا یہ عالم ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی، ''انگریزوں کی پولیٹیکل خیر خواہی'' کی غرض سے مسلمانوں کی مخبری کیا کرتا تھا۔ انگریزی دور اقتدار میں ہندوستان کے جو مسلمان حریت پسندانہ جذبات اور آزادی وطن کی لگن رکھتے تھے، مرزا غلام احمد قادیانی ان کے احوال و کوائف ''پولیٹیکل راز'' کی حیثیت سے گورنمنٹ برطانیہ کو پہنچایا کرتا تھا۔ مرزا قادیانی کے اشہارت کا جو مجموعہ دو جلدوں میں قادیانیوں نے اپنے مرکز ربوہ سے شائع کیا ہے اس کی پہلی جلد کے صفحہ 555 تا 557 پر اشتہار نمبر 149 درج ہے جس کا متن ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

''قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ

میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

چونکہ قرینِ مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کیے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیتِ جمعہ سے منکر ہو کر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لیے تجویز کیا گیا کہ تا اس میں اُن ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایسے مفسدانہ عقیدہ کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے ہوں۔ لیکن چونکہ اس امتحان کے وقت بڑی آسانی سے ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں، جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں۔ اس لیے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کیے جائیں جو اپنے عقیدہ سے اپنی مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں

کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریر پر ان لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ وجہ یہ کہ جو ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے، وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور منکر ہوگا اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اس عقیدہ کا آدمی ہے۔ لیکن ہم گورنمنٹ میں باادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹیکل راز کی طرح اُس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام مندرج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔ صرف اطلاع دہی کے طور پر ان میں سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون درج ہے، ہمراہِ درخواست بھیجا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ ونشان یہ ہیں:''

نمبر شمار	نام معہ لقب وعہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

(اشتہار، قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز، تعطیل جمعہ نمبر **149** مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ **555** تا **557** طبع جدید از مرزا قادیانی)

یہ ذہن میں رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی، ایسے حریت پسند مسلمانوں کے کوائف

اپنی جماعت کے ذریعہ ہی جمع کراتا ہوگا۔ گویا غلام احمد قادیانی کی نگرانی میں قادیانی جماعت کی پوری ٹیم اسی کام میں لگی ہوئی تھی کہ ہندوستان کے آزادی پسند مسلمانوں کی فہرستیں بنا بنا کر انگریز کے خفیہ محکمہ کو بھیجی جائیں اور ایسے مسلمانوں کے ''پولیٹیکل راز'' سفید آقاؤں کے گوش گزار کیے جائیں۔ وہ دن، اور آج کا دن، قادیانی جماعت مسلمانوں کی جاسوسی کے اسی مقدس فریضہ میں لگی ہوئی ہے کہ مسلمان سے گھل مل کر رہا جائے۔ ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمانوں کا خیر خواہ ثابت کیا جائے اور باطن میں ان کے راز اعدائے اسلام اور طاغوتی طاقتوں کو پہنچائے جائیں۔

قادیانی اور یہودی لابی کے درمیان وجہ الفت بھی یہی اسلام دشمنی اور امت اسلامیہ سے غداری ہے۔ اسرائیل میں کسی مذہب کا کوئی مشن کام نہیں کر سکتا اور کسی اسلامی مشن کے قیام کا تو وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن قادیانی مشن وہاں بڑے اطمینان سے کام کر رہا ہے اور اسرائیل کے بڑوں کی مکمل حمایت اور اعتماد اسے حاصل ہے۔ قادیانی، مسلمانوں کے بھیس میں مسلمان ممالک، خصوصاً پاکستان میں اہم ترین مناصب اور حساس عہدوں پر براجمان ہیں، اس لیے اسلامی ممالک کا کوئی راز ان سے چھپا ہوا نہیں۔

ادھر ایک عرصہ سے اسلامی ممالک اپنی ایٹمی صلاحیتوں کو بہتر بنانے اور انہیں پر امن مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں کوشاں تھے۔ مغربی دنیا اور یہودی لابی کے لیے اسلامی دنیا کی یہ تگ و دو موجب تشویش تھی۔ عراق کی ایٹمی تنصیبات پر اسرائیل کا حملہ اور پاکستان کے ایٹمی تنصیبات کو تباہ کرنے کی اسرائیلی دھمکیاں سب کو معلوم ہیں۔ پاکستان کے بارے میں ''اسلامی بم'' کا ہوا کھڑا کر کے یہودی لابی نے پاکستان کے خلاف بین الاقوامی فضا کو مسموم کرنے کی جس طرح کوششیں کی ہیں، وہ بھی سب پر عیاں ہیں۔

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی واقعی پاکستانی ہے لیکن اس کی نظر میں خود پاکستان کی کیا عزت و حرمت ہے؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ یحییٰ خان اور مسٹر بھٹو کے دور میں صدر پاکستان کا سائنسی مشیر تھا۔ لیکن جب **1974**ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو یہ صاحب احتجاجاً لندن میں جا بیٹھے اور جب مسٹر

بھٹو نے اس کو ایک سائنس کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھجوائی تو پاکستان کے بارے میں نہایت گندے اور توہین آمیز ریمارکس لکھ کر دعوت نامہ واپس بھیج دیا۔ہفت روزہ چٹان کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

❑ ''مسٹر بھٹو کے دور میں ایک سائنسی کانفرنس ہو رہی تھی۔کانفرنس میں شرکت کے لیے ڈاکٹر سلام کو دعوت نامہ بھیجا گیا یہ ان دنوں کی بات ہے جب قومی اسمبلی نے آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔یہ دعوت نامہ جب ڈاکٹر سلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے مندرجہ ذیل ریمارکس کے ساتھ اسے وزیر اعظم سیکریٹریٹ کو بھیج دیا۔

ترجمہ: میں اس لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا جب تک آئین میں کی گئی ترمیم واپس نہ لی جائے۔

مسٹر بھٹو نے جب یہ ریمارکس پڑھے تو غصے سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔انہوں نے اسی وقت اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کے سیکرٹری وقار احمد کو لکھا کہ ڈاکٹر سلام کو فی الفور برطرف کر دیا جائے اور بلا تاخیر نوٹیفکیشن جاری کر دیا جائے۔وقار احمد نے یہ دستاویز ریکارڈ میں فائل کرنے کے بجائے اپنی ذاتی تحویل میں لے لی تا کہ اس کے آثار مٹ جائیں۔وقار احمد بھی قادیانی تھے۔یہ کس طرح ممکن تھا کہ اتنی اہم دستاویز فائلوں میں محفوظ رہتی''۔

(ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور 22 جون 1986ء)

کیا ایسا شخص جو پاکستان کے بارے میں ایسے توہین آمیز اور ملعون الفاظ بکتا ہو، اس کا اعزاز پاکستان اور اہل پاکستان کے لیے موجب مسرت اور لائق مسرت ہو سکتا ہے؟

غنیؔ! روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

زاہد ملک

قادیانیوں کی کہوٹہ دشمنی

جو ممالک پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف ہیں، بلکہ اس مسلسل کوشش میں مصروف ہیں کہ پاکستان اس ضمن میں کوئی نمایاں پیش رفت نہ کر سکے، ان میں روس، بھارت، اسرائیل اور امریکہ شامل ہیں۔ روس، بھارت اور اسرائیل کی پاکستان کے اندر انٹیلی جنس سرگرمیاں محدود ہیں لیکن روس اور بھارت کے، پاکستان کے اندر بہرحال اپنے رابطے موجود ہیں اور وہ اپنے پاکستانی ایجنٹوں کی مدد سے ہر طرح کی مطلوبہ معلومات بڑی حد تک حاصل کر لینے کی پوزیشن میں ہیں جب کہ امریکہ کو پاکستان کا دوست حلیف بلکہ مربی ملک ہونے کی حیثیت سے اس ضمن میں ہر طرح کی سہولتیں حاصل ہیں۔ چین بھی پاکستان کا دوست اور خیر خواہ ملک ہے اور اسے بھی پاکستان سے گہرے دوستانہ روابط کی بنا پر پاکستان کے ہر طرح کے معاملات بشمول کہوٹہ کی کارکردگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی سہولتیں حاصل ہیں لیکن چین کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ اس کے مفادات پاکستان کے مفادات سے زیادہ مختلف یا متضاد نہیں ہیں۔

امریکہ کو خاص طور پر یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ پاکستان میں اعلیٰ ترین سطح پر ہونے والے اجلاسوں کی کارروائی سے بھی مکمل طور پر باخبر ہو جاتا ہے بلکہ پاکستان کی اب تک کی تاریخ میں ایوان صدر یا وزیراعظم سیکرٹریٹ میں ہونے والے ہر طرح کے خفیہ اجلاسوں میں بھی امریکیوں سے زیادہ، کوئی نہ کوئی امریکہ نواز ضرور موجود ہوتا ہے۔ اس حقیقت کا اطلاق بڑی حد تک کہوٹہ کے ضمن میں ہونے والے اجلاسوں پر بھی ہوتا ہے۔ کہوٹہ کے معاملات کی دیکھ بھال کے لیے بھی ایک اعلیٰ سطح کا بورڈ ہے، جس کی تفصیل بتانا ملکی مفاد کے منافی ہوگا۔ جنرل کے عہدہ پر فائض ایک سینئر ملٹری آفیسر نے 1987ء کے اوائل میں مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ صدر جنرل محمد ضیاء الحق ان سے کہوٹہ کے بعض نازک اور

اہم معاملات پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو انہوں نے یعنی صدر پاکستان نے منیر احمد خاں کا نام لے کر کہا کہ ''وہ حرامی سی آئی اے کا ایجنٹ ہے۔ ڈاکٹر قدیر سے کہہ دو کہ وہ اس کی موجودگی میں کوئی خاص بات نہ کیا کریں۔

معزز قارئین کو اس انتہائی افسوس ناک بلکہ شرمناک حقیقت سے باخبر کرنے کے لیے کہ اعلیٰ عہدوں پر متمکن بعض پاکستانی کس طرح غیر ممالک کے اشارے پر کھوٹہ بلکہ پاکستان کے مفاد کے خلاف کام کر رہے ہیں، میں صرف ایک اور واقعہ کا ذکر کروں گا اور اس واقعہ کے علاوہ مزید ایسے واقعات کا ذکر نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ ایسا کرنے میں کئی ایک قباحتیں ہیں لیکن میں نے ان سنسنی خیز واقعات کو تاریخ وار درج کر کے اس انتہائی اہم قومی دستاویز کی دو نقلیں پاکستان کے باہر دو مختلف شخصیات کے پاس بطور امانت درج کرادی ہیں اور اس کی اشاعت کب اور کیسے ہو، اس کے متعلق ضروری ہدایات دے دی ہیں۔

یہ واقعہ نیاز اے نائیک سیکرٹری وزارت خارجہ نے مجھے ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کا ذاتی دوست سمجھتے ہوئے سنایا تھا۔ انہوں نے بتلایا کہ وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب علی خاں نے انہیں یہ واقعہ ان الفاظ میں سنایا:

❑ ''اپنے ایک امریکی دورے کے دوران سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں، میں بعض اعلیٰ امریکی افسران سے باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو کر رہا تھا کہ دوران گفتگو امریکیوں نے حسب معمول پاکستان کے ایٹمی پروگرام کا ذکر شروع کر دیا اور دھمکی دی کہ اگر پاکستان نے اس حوالے سے اپنی پیش رفت فوراً بند نہ کی تو امریکی انتظامیہ کے لیے پاکستان کی امداد جاری رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ ایک سینئر یہودی افسر نے کہا: ''نہ صرف یہ بلکہ پاکستان کو اس کے سنگین نتائج بھگتنے کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے۔ جب ان کی گرم سرد باتیں اور دھمکیاں سننے کے بعد میں نے کہا کہ آپ کا یہ تاثر غلط ہے کہ پاکستان ایٹمی توانائی کے حصول کے علاوہ کسی اور قسم کے ایٹمی پروگرام میں دلچسپی رکھتا ہے تو سی آئی اے کے ایک افسر نے جو اسی اجلاس میں موجود تھا، کہا کہ آپ ہمارے دعویٰ کو نہیں جھٹلا سکتے۔ ہمارے پاس آپ کے ایٹمی پروگرام کی تمام تر تفصیلات موجود ہیں بلکہ آپ کے اسلامی بم کا ماڈل بھی ہمارے پاس

موجود ہے۔ یہ کہہ کرسی آئی اے کے افسر نے قدرے غصے بلکہ نا قابل برداشت بدتمیزی کے انداز میں کہا کہ آیئے میرے ساتھ بازو والے کمرے میں۔ میں آپ کو بتاؤں آپ کا اسلامی بم کیا ہے؟ یہ کہہ کر وہ اٹھا۔ دوسرے امریکی افسر بھی اُٹھ بیٹھے۔ میں بھی اٹھ بیٹھا۔ ہم سب اس کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکل گئے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ سی آئی اے کا یہ افسر، ہمیں دوسرے کمرے میں کیوں لے کر جا رہا ہے اور وہاں جا کر یہ کیا کرنے والا ہے۔ اتنے میں ہم سب ایک ملحقہ کمرے میں داخل ہو گئے۔ سی آئی اے کا افسر تیزی سے قدم اٹھا رہا تھا۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ کمرے کے آخر میں جا کر اس نے بڑے غصے کے عالم میں اپنے ہاتھ سے ایک پردہ کو سرکایا تو سامنے میز پر کہوٹہ ایٹمی پلانٹ کا ماڈل رکھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف ایک سٹینڈ پر فٹ بال نما کوئی گول سی چیز رکھی ہوئی تھی۔ سی آئی اے کے افسر نے کہا: ''یہ ہے آپ کا اسلامی بم۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟ کیا تم اب بھی اسلامی بم کی موجودگی سے انکار کرتے ہو؟'' میں نے کہا: میں فنی اور تیکنیکی امور سے نابلد ہوں۔ میں یہ بتانے یا پہچان کرنے سے قاصر ہوں کہ یہ فٹ بال قسم کا گولہ کیا چیز ہے اور یہ کس چیز کا ماڈل ہے۔ لیکن اگر آپ لوگ بضد ہیں کہ یہ اسلامی بم ہے تو ہوگا، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سی آئی اے کے افسر نے کہا کہ آپ لوگ تردید نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس نا قابل تردید ثبوت موجود ہیں۔ آج کی میٹنگ ختم کی جاتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر کی طرف نکل گیا اور ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکل گئے۔ میرا سر چکرا رہا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

جب ہم کاریڈور سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے تو میں نے غیر ارادی طور پر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی ایک دوسرے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں داخل ہو رہے تھے، جس میں بقول سی آئی اے کے، اس کے اسلامی بم کا ماڈل پڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: اچھا تو یہ بات ہے''۔

⭘......⭘......⭘

نذیر ناجی

تیری تصویر دیکھ کر......!

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے ختم نبوت کی پہلی تحریک میں حصہ لیا اور قید کاٹی تھی۔ اس وقت تک میں نے خود مرزائی نہیں دیکھے تھے۔ استاد گرامی مولانا محمد حسن مرحوم سے سنا کرتا تھا کہ ایک گروہ ایسا ہے جس نے اپنا ایک نبی بنا رکھا ہے لیکن اس کے باوجود خود کو مسلمان کہلوانے پر بضد ہے۔ اس وقت ہمارا سیدھا سادھا مطالبہ یہ تھا کہ ان لوگوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ جنگ طویل عرصے تک لڑی گئی اور جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے دور میں اس گروہ کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس سے زیادہ مرزائیوں کے خلاف جو کچھ بھی کہا جاتا تھا، مجھے اچھا نہیں لگتا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ علمائے کرام زیادتی کرتے ہیں جو ان لوگوں کی علیحدہ سماجی پہچان اور کلیدی آسامیوں سے علیحدگی کے مطالبے کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ باتیں بنیادی انسانی حقوق کا حصہ ہیں اور یہ حقوق ان لوگوں کو ملنے چاہئیں۔ لیکن گزشتہ روز ''نوائے وقت'' نے ایک تصویر شائع کر کے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ یہ تصویر ''یروشلم پوسٹ'' کے 22 نومبر کے شمارے میں سے لی گئی ہے۔ اس میں اسرائیل کے صدر کے سامنے دو افراد مؤدب بیٹھے ہیں، ایک کا نام شیخ شریف احمد امینی اور دوسرے کا شیخ محمد حمید کا پر ہے۔ شیخ امینی اسرائیل میں اپنے گروہ کے نئے سربراہ شیخ حمید کا اسرائیل کے صدر سے تعارف کرا رہے ہیں اور مرزائیوں کو اسرائیل میں جو آزادیاں حاصل ہیں، ان پر اسرائیلی حکومت کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ یہ بڑی معنی خیز تصویر ہے۔

جن لوگوں کو اسرائیل کی اصلیت معلوم ہے، اس کا اندازہ صرف وہی لگا سکتے ہیں کہ ایک ایسے گروہ کے ساتھ وہاں کی حکومت کے اتنے قریبی اور گہرے تعلقات کا مطلب

کیا ہوسکتا ہے، جس کے رخصت ہونے والے سربراہ کو اسرائیل کا صدر ذاتی طور پر الوداع کہے اور آنے والے کا خیر مقدم کرے۔ اسرائیلی حکومت دنیا کا سب سے بڑا مافیا ہے۔ اس کا ہدف دنیا بھر کے مسلمان ہیں۔ یہ محض ایک ریاست نہیں، ایک مرکز ہے۔ صہیونیت کا مرکز، عالمی سرمایہ دارانہ تنظیموں کا مرکز، افریقہ اور ایشیاء کی غربت اور کمزور قوموں کے خلاف سازشوں کا مرکز، امریکہ اور مغربی یورپ کے ترقی یافتہ ملکوں کے حکمران طبقوں کو اپنے زیر اثر رکھنے کے لیے منصوبہ بندی کا مرکز اور بدترین عالمی دہشت گردی کا اڈہ۔ یہ محض الزام تراشی نہیں، بلکہ وہ حقائق ہیں جنہیں امریکہ اور یورپ کے اہل دانش بھی تسلیم کرتے ہیں۔

Friday, November 22, 1985 The Jerusalem Post

Sheikh Sharif Ahmed Amini (centre), the outgoing head of the Ahmediya, an Indian Moslem sect locally based in Haifa, introduces his successor, Sheikh Mohammed Hamid Kawpar, to President Chaim Herzog yesterday at Beit Hanassi. The new leader of the sect, which has 1,200 followers in Israel, brought numerous documents as evidence that the sect is persecuted in Pakistan. The outgoing sheikh, who is returning to India, praised Israel for allowing his sect to enjoy complete religious freedom. (Rahamim Israeli)

ترقی یافتہ دنیا، ابلاغ کی دنیا ہے۔ آپ کی رائے، خیالات، نظریات اور سوچیں سب کا انحصار اطلاعات پر ہوتا ہے۔ حکومتوں اور اداروں کی پالیسیاں مالیاتی نظام کے تابع ہوتی ہیں۔ یہودیوں نے ان دونوں شعبوں پر قبضہ جما رکھا ہے اور جس طرح چاہتے ہیں، ان طاقتور حکومتوں کو استعمال کرتے ہیں۔ ان سے تمام فوائد اٹھانے کے باوجود یہ ان کے بھی دوست نہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ چند ہفتے قبل امریکہ میں اسرائیل کے لیے جاسوسی

کرنے والے چند افراد پکڑے گئے تھے۔ یہ اپنے سرپرست، امریکہ کے دفاعی راز حاصل کر رہے تھے۔ یہ اتنا بڑا واقعہ تھا کہ امریکی پریس آزاد ہوتا تو وہاں ہلچل مچ جاتی، لیکن یہودی پریس نے تیسرے دن اسے خبروں سے غائب کر دیا۔ آپ، شاید امریکی پریس کے ''آزاد'' نہ ہونے کی بات پڑھ کر چونکے ہوں۔ وضاحت میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ امریکہ کے ذرائع کا غالب حصہ ہی یہودیوں کی ملکیت نہیں، پیشہ ور صحافیوں میں بھی انہی کی اکثریت ہے اور یہ لوگ اخبارات و جرائد اور دیگر میڈیا میں کلیدی آسامیوں پر قابض ہیں۔ تقسیم و ترسیل کا سارا نظام بھی یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ یہ جب چاہیں، بڑے سے بڑے اخبار کو اٹھانے سے انکار کر کے مارکیٹ سے غائب کر دیں۔ اپنی اس طاقت کا وہ خوب استعمال کرتے ہیں۔ کسی اشاعتی ادارے میں یہ جرات نہیں کہ اسرائیل کے مظالم کے بارے میں سچی رپورٹ شائع کر سکے۔ صابرہ اور شتیلہ کے قتل، عام انسانی تاریخ کے بدترین سفاکانہ واقعات تھے۔ ابتدائی چند روزہ خبروں کے بعد انہیں دبا دیا گیا، لیکن یورپ کے دو شہروں میں چند افراد کا قتل دنیا کو جنگ کے کنارے لے آیا اور کچھ بعید نہیں کہ یہ وارداتیں بھی خود یہودیوں نے کی ہوں، تاکہ لیبیا پر دباؤ بڑھایا جائے جو افریقہ اور عرب دنیا میں مظلوم لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ خود پاکستان کے پر امن ایٹمی پروگرام کو دنیا بھر میں متنازعہ بنانے والے یہودی ہیں۔ یہ کمال کی بات نہیں کہ ہم جو ابھی تحقیق کے مراحل میں ہیں، دنیا بھر کے سامنے صفائیاں دینے پر مجبور ہیں اور اسرائیل جو بارہ ایٹم بموں کا ذخیرہ رکھتا ہے اور اس کا جارحیت کا ریکارڈ بھی بدترین ہے، اس کا نام تک نہیں لیا جاتا۔

ایک ایسے ملک کی حکومت کے ساتھ اتنے قریبی، خوشگوار اور دوستانہ تعلقات رکھنے والا گروہ مسلمانوں کا دوست ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ نہیں کہ میں مرزائیوں پر شک کرتا ہوں، میں تو اسرائیلیوں پر یقین رکھتا ہوں۔ وہ اپنے مفاد کے سوا کسی پر مہربان نہیں ہوتے۔ یہ سوچنا مسلمانوں کا کام ہے کہ ان لوگوں سے اسرائیل کیا مفادات حاصل کر رہا ہوگا؟ قارئین یقیناً اس بات سے باخبر ہوں گے کہ اسرائیل پاکستان کو اپنے بنیادی دشمنوں کی صف میں شمار کرتا ہے۔ اسرائیل کے فوجی ماہرین نے اس موضوع پر بہت کام کیا ہے کہ پاکستان

سے اسے کیا کیا خطرات پیش آسکتے ہیں اور ان خطرات کو کم کرنے کے لیے اسرائیل کو کیا کرنا چاہیے؟ دنیا بھر کے یہودی ادارے پاکستان میں عدم استحکام کے لیے کام کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی حکومت جب کسی گروہ کی پذیرائی کرتی ہے، تو کیا اس کے عوض وہ کچھ حاصل نہیں کر رہی ہوگی؟ یہ امر شک وشبہ کی گنجائش سے بالا ہے کہ یہودی گھاٹے کا سودا نہیں کرتا۔

علمائے کرام تو مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے الگ کرنے کے مطالبات، عقائد کے حوالے سے کرتے ہیں، لیکن پاکستان کے دفاع کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان لوگوں سے چوکس رہا جائے۔ یہ کچھ بھی نہ کرتے ہوں تو بھی ان سے محتاط رہنے کی یہی وجہ کافی ہے کہ ان پر اسرائیل اور بھارت کی حکومتیں مہربان ہیں۔ پاکستان میں ان کی تنظیم کا طریقہ پراسرار ہے۔ یہ لوگ جس ملک میں بھی ہوں، ایک مرکز کے تابع ہوتے ہیں اور اس کی ہدایات کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں۔ آپ کو میرے قلم سے یہ باتیں کچھ عجیب لگیں گی، لیکن یاد کریں کہ اگر اس صدی کے اوائل میں فلسطین کے مسلمانوں نے اس طرح سوچ لیا ہوتا، جس طرح میں آج مرزائیوں کے بارے میں لکھ رہا ہوں تو شاید وہ اس طرح جلاوطن نہ ہوتے۔ وہ اکثریت میں تھے اور غافل تھے۔ یہودیوں نے آہستہ آہستہ معاشرے کے ہر شعبے میں اپنی جڑیں پھیلائیں اور پھر اقلیت میں ہونے کے باوجود ایک پوری قوم کا قتل عام کر دیا۔ شروع میں کوئی خدشہ ظاہر کرتا تو وہ اتنا ہی معمولی نظر آتا، جتنا آج آپ کو میری بات نظر آئے گی۔ ہمارے روشن خیال اور ترقی پسند لوگ اس قسم کی باتوں کو فیشن کے خلاف سمجھتے ہیں۔ فلسطین کے دانشوروں نے بھی یہی سمجھا ہوگا۔ ان کی قوم کا انجام سامنے ہے۔ جو گروہ اسرائیل کا دوست ہے، اسے معمولی اور کمزور تصور نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ دنیا کی سب سے منظّم مالی، فوجی اور ذرائع ابلاغ پر قابض قوتیں ان کے ساتھ ہیں۔ یہ قوتیں پاکستانی عوام کی دشمن ہیں۔ جب وہ اس ملک کے ایک گروہ کی سرپرستی کر رہی ہوں تو یہ جاننے کے لیے زیادہ عقل کی ضرورت نہیں کہ وہ گروہ کیا خدمات انجام دے رہا ہوگا؟

۞......۞......۞

حامد میر

قادیانی اسرائیل باہمی اشتراک

سوئٹزر لینڈ کے پہاڑی شہر ڈیووس میں ہر سال ورلڈ اکنامک فورم کا سالانہ اجلاس منعقد ہوتا ہے جس میں دنیا کے بڑے بڑے لیڈروں اور دانشوروں کو خطاب کی دعوت دی جاتی ہے۔ جنوری 1994ء میں اس وقت کی وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو کو ڈیووس میں ورلڈ اکنامک فورم کے اجلاس سے خطاب کی دعوت دی گئی۔ بے نظیر بھٹو کے وفد میں یہ راقم بھی بطور اخبار نویس شامل تھا۔ اس اجلاس میں معروف امریکی دانشور سیموئل ہنگٹن نے تہذیبوں کے تصادم کا تصور پیش کرتے ہوئے مغرب کو اسلام کے خطرہ سے خبردار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہندو تہذیب اور مغربی تہذیب آپس میں فطری اتحادی ہیں جبکہ اسلامی تہذیب کا اتحاد چینی تہذیب کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ دس سال پہلے سیموئل ہنگٹن کے خیالات پر اکثر مبصرین کو حیرت ہوئی تھی۔ ورلڈ اکنامک فورم کے اجلاس میں سیموئل ہنگٹن کی تقریر کے بعد اسرائیلی وزیر خارجہ شمعون پیریز نے خطاب کیا۔ بے نظیر بھٹو کا خطاب آخری سیشن میں تھا، لہٰذا میں چائے پینے کے لیے کانفرنس ہال سے باہر نکلا تو شمعون پیریز بھی باہر نکلتے دکھائی دیئے۔ میری صحافیانہ رگ پھڑکی اور میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ ہال کے باہر شدید برف باری ہورہی تھی اور پھسلن کے باعث گاڑیوں کا حرکت کرنا مشکل تھا۔ شمعون پیریز کو بتایا گیا کہ ہال سے تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر ایسی مشینیں موجود ہیں جو برف صاف کررہی ہیں اور گاڑیاں چل سکتی ہیں۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب شمعون پیریز اپنے دو محافظوں کے ہمراہ پیدل ہی روانہ ہوگئے۔ ایک سوئس صحافی نے بھاگ کر ان کے ساتھ ہاتھ ملایا اور تعارف کروا کر ملاقات کا وقت مانگا۔ اسرائیلی وزیر خارجہ نے اسے کہا کہ آؤ میرے ساتھ، پندرہ بیس منٹ پیدل چلو اور گفتگو کرلو لیکن سوئس صحافی کو واپس کانفرنس

ہال میں جانا تھا، اس نے معذرت کر لی۔ میں فوراً چھلانگ مار کر شمعون پیرز کے سامنے آ گیا اور بغیر تعارف کروائے اعلان کیا کہ میں ان کے ساتھ برف باری میں پیدل چلنے کو تیار ہوں۔ انہوں نے کوئی جواب دینے سے پہلے میرے گریبان میں لٹکے ہوئے کانفرنس کارڈ پر نظر ڈالی اور مسکراتے ہوئے پوچھا: کیا تم پاکستانی ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا اور زور دے کر کہا میں صحافی ہوں اور میرا تعلق روز نامہ جنگ سے ہے۔ شمعون پیریز نے جواب میں کہا: ہاں، ہاں، یہ اردو کا اخبار ہے اور لندن سے بھی شائع ہوتا ہے۔ اس جواب نے مجھے حیران سے زیادہ پریشان کر دیا۔ اسرائیلی وزیر خارجہ نے اشارے سے مجھے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ میں اپنے چھوٹے سے بیگ میں سے ٹیپ ریکارڈ نکالنا چاہتا تھا، ایک محافظ نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا اور انگریزی میں کہا کہ کیمرہ مت نکالو، میں نے بتایا کہ یہ ٹیپ ریکارڈ ہے، شمعون پیریز بولے کہ ٹھیک ہے، تم نکال سکتے ہو لیکن ابھی نہیں، ہوٹل پہنچ کر کافی پیئیں گے، پھر تم انٹرویو کر لینا۔ اب ہم پیدل چلتے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے میری قومیت پوچھی، میں نے بتایا کہ پاکستانی ہوں، انہوں نے کہا کہ نسلی قومیت بتاؤ، میں نے بتایا: کشمیری ہوں، شمعون پیریز نے کہا کہ ''میر'' کشمیری ہوتے ہیں اور ان کا تعلق بنی اسرائیل کے ان گمشدہ قبائل سے ہے جو ہزاروں سال پہلے فلسطین سے دربدر ہوئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اس سلسلے میں ایک یہودی مصنف فیبر قیصر نے انگریزی میں کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ''Jesus died in kashmir'' ہے اور کتاب میں میر، بٹ، ڈار، گنائی، منٹو، شال، گابا، کچلو اور بہت سی دیگر کشمیری ذاتوں کا تعلق نہ صرف بنی اسرائیل سے جوڑا گیا ہے بلکہ یہودیوں کی پرانی کتاب کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں، لیکن محققین کی اکثریت ان دعوؤں کو درست تسلیم نہیں کرتی کیونکہ فیبر قیصر کی کتاب میں قادیانیوں کے عقائد کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی، جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر میں موت ہوئی۔ ان کا مقبرہ میں بھی وہیں ہے اور قادیانیوں کا جھوٹا پیغمبر مرزا غلام احمد قادیانی اصلی مسیح موعود تھا (نعوذ باللہ)۔ شمعون پیریز نے پوچھا کہ پھر تم کون ہو؟ یہ ایک مشکل سوال تھا، اس وقت تک مجھے صرف اتنا پتہ تھا کہ میرے بزرگوں کا تعلق مقبوضہ کشمیر سے ہے اور وہ مہاجر بن

کر سیالکوٹ آئے تھے اور ہجرت کے دوران میرے نانا غلام احمد جراح کا آدھے سے زیادہ خاندان جموں کے نواح میں قتل ہو گیا اور میری والدہ اپنی دو بہنوں کو لاشوں سے بھری ہوئی بس میں چھپا کر بڑی مشکل سے سیالکوٹ پہنچیں۔ میرے دادا میر عبدالعزیز بتایا کرتے تھے کہ ہمارا تعلق میر شاہ ہمدانؒ سے ہے اور ہمارے بہت سے رشتہ دار بڈگام اور انت ناگ میں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے زیادہ پتہ نہیں تھا۔ بہر حال باتیں کرتے کرتے ہم ہوٹل پہنچے۔ وہاں میں نے شمعون پیریز کا دس منٹ کا انٹرویو ریکارڈ کیا اور شام کو میں واپس جنیوا آ گیا۔ اس ملاقات کے بعد میں نے قادیانیوں کی کشمیر میں دلچسپی کی وجوہات پر معلومات حاصل کرنا شروع کیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ وہ پہلے جہاندیدہ شخص تھے جنہوں نے 1931ء میں قادیانیوں کی حقیقت جان لی۔ قادیانیوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی قائم کردہ کشمیر کمیٹی پر قبضہ کر رکھا تھا۔ علامہ اقبالؒ نے مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کو اپنے کانوں سے توہین رسالت کرتے ہوئے سنا تو انہوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیتے ہوئے اسے کشمیر کمیٹی سے نکلوا دیا۔ قادیانی اس زمانے سے کشمیر کو ایک قادیانی ریاست (مرزائی اسٹیٹ) بنانے کے منصوبے پر عمل پیرا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں کو اسرائیل میں اپنا دفتر قائم کرنے کی اجازت ہے اور لندن میں قائم احمدیہ ٹیلی ویژن کو دنیا بھر میں قادیانیت پھیلانے کے لیے یہودی اداروں سے امداد ملتی ہے۔ قادیانیوں اور یہودیوں میں محبت کی دو اہم وجوہات ہیں: پہلی یہ کہ دونوں ختم نبوت کے منکرین ہیں اور دوسری یہ کہ دونوں جہاد کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ قادیانیوں کے جھوٹے پیغمبر مرزا قادیانی نے اپنی کتاب میں یہ نظم شامل کی ہے:

- ”اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دِیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دِیں کا امام ہے
دِیں کے لیے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد''

(تحفہ گولڑویہ ضمیمہ صفحہ 42، مندرجہ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 77، 78 از مرزا قادیانی)

مذکورہ بالا اشعار پر غور کیجیے! آج کے تمام روشن خیال اور لبرل مخالفین جہاد اور مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات میں زیادہ فرق نہیں اور یہی وہ نکتہ ہے جو قادیانیوں میں یہودیوں کے گٹھ جوڑ کا باعث بنا اور آخر کار قادیانیوں کی کوششوں سے یروشلم اور نئی دہلی میں بھی نئے روابط اور نئی دوستی تشکیل پائی۔ آج جماعت احمدیہ کو اسرائیل اور ہندوستانی خفیہ اداروں کی مکمل سرپرستی حاصل ہے۔ قادیانی جماعت نے کچھ عرصہ قبل منصور اعجاز نامی امریکی بزنس مین کے ذریعہ مقبوضہ کشمیر میں اپنا نیٹ ورک بنانے کا آغاز کیا۔ منصور اعجاز کے والدین قادیانی تھے اور منصور اعجاز اسرائیلی ادارے موساد کا زرخرید ایجنٹ ہے۔ چار سال قبل منصور اعجاز نے بھارتی فوج کی حفاظت میں سرینگر کا دورہ کیا۔ اس دورے کا مقصد کشمیر میں امن کا قیام تھا لیکن حقیقت میں اس دورے کے بعد کشمیر میں اسرائیل اور بھارت نے بہت سے خفیہ اور علانیہ مشترکہ منصوبے شروع کیے۔ پچھلے دنوں واشنگٹن میں میری ملاقات کچھ ایسے اعتدال پسند یہودی دانشوروں سے ہوئی جو اسرائیل کی کشمیر میں بڑھی ہوئی دلچسپی سے پریشان ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان مسئلہ فلسطین کی وجہ سے ہر یہودی کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور اگر اسرائیل نے کشمیر میں بھی مداخلت بڑھا دی تو اس نفرت میں مزید اضافہ ہوگا۔ غور کیا جائے تو کشمیر میں اسرائیل کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کی صرف ایک وجہ نظر آتی ہے، وہ یہ کہ جموں اور سرینگر کے ایئرپورٹ پاکستان کے بہت قریب ہیں۔ اسرائیل ان ہوائی اڈوں کو پاکستان پر حملے کے لیے استعمال کرسکتا ہے۔ پاکستان کے سابق وزیر خارجہ گوہر ایوب نے خود مجھے بتایا کہ مئی 1998ء میں پاکستان کے ایٹمی دھماکوں سے دو دن قبل ہمیں سعودی عرب نے اطلاع دی کہ اسرائیلی فضائیہ سرینگر ایئرپورٹ سے کہوٹہ ریسرچ لیبارٹریز پر حملہ کرنے والی ہے۔ گوہر ایوب کے بقول ہم نے راتوں رات بھارتی ہائی کمشنر کو دفتر خارجہ طلب کیا اور وارننگ دی کہ اگر ہماری تنصیبات پر حملہ ہوا تو جواب میں

دہلی، کلکتہ، ممبئی اور بنگلور کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا جائے گا۔ بھارتی ہائی کمشنر نے فوری طور پر نئی دہلی کو اس وارننگ کی اطلاع دی اور یوں پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر حملے کا اسرائیلی منصوبہ ناکام بنایا گیا۔ افسوس کہ عالم عرب، پاکستان اور کشمیر کے خلاف اسرائیلی اور بھارتی عزائم سے پوری طرح خبردار نہیں ہے۔ 22 دسمبر 2004ء کے اخبارات میں فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی کہ مقبوضہ کشمیر میں اسرائیلی ساختہ جاسوس طیارے تعینات کر دیئے گئے ہیں جو مجاہدین کی نقل و حرکت پر نظر رکھتے ہیں۔ اسرائیل کی ان مجاہدین سے نہیں بلکہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام سے لڑائی ہے۔ اسرائیل کا اصل نشانہ یہ مجاہدین نہیں بلکہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہے۔ مجاہدین کے بعد ایٹمی پروگرام کی باری ہوگی، یہ بات اگر ارباب اختیار کو سمجھ آ جائے تو انہیں کشمیری مجاہدین دہشت گرد نہیں بلکہ پاکستان کے محافظ نظر آئیں گے۔ پاکستان کو چاہیے کہ وہ صرف ہندوستانی رائے عامہ کو نہیں بلکہ مغربی اور مشرق وسطیٰ کی رائے عامہ کو بھی کشمیر میں اسرائیلی عزائم سے خبردار کرے، کیونکہ اسرائیل کی کوئی بھی غلطی صرف اس خطہ کو نہیں بلکہ پوری دنیا کو ایک ایٹمی تصادم کی طرف دھکیل سکتی ہے۔

شاہد تسنیم ایم اے

اسرائیل کی تعمیر میں قادیانیوں کا حصہ

برطانوی سامراج کے خود کاشتہ پودے ''قادیانیت'' نے اسرائیل کی تعمیر و تشکیل میں جو حصہ لیا، یہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ قادیانی تحریک ''عین'' اس زمانہ میں شروع ہوئی، جب صہیونی تحریک کا آغاز ہوا۔ صہیونی تحریک انیسویں صدی کے اوائل میں جاری تھی۔ 1870ء میں اس نے برگ و بار پیدا کیے اور 1895ء میں ایک یہودی صحافی تھیوڈر ہرزل نے علیحدہ یہودی سٹیٹ کا خاکہ پیش کیا۔ (The Idea of Jewisnstate by Benhalpem) ہرزل نے بیسل (سوئٹزرلینڈ) میں یہودیوں کی ایک عالمی کانفرنس بلائی اور یہودی سٹیٹ کے لیے باقاعدہ پروگرام مرتب کیا۔

یہودیوں نے سامراجی طاقتوں سے گٹھ جوڑ کر کے دنیا کے ان تمام ممالک میں صہیونی تحریک کی داغ بیل ڈالی، جو برطانوی نوآبادیات تھیں۔ ہندوستان میں اس تحریک نے قادیانیت کے روپ میں جلوہ نمائی کی۔ مصر کے مشہور علمائے کرام عباس محمود العقاد، الشیخ محمد ابوزہرہ، الشیخ محبّ الدین الخطیب اور الشیخ محمد المدنی نے قادیانیت کے اسلام دشمن بین الاقوامی کردار پر طویل تحقیق کے بعد پردہ اٹھایا ہے۔ قادیانیوں کی سامراج نوازی، جاسوسی اور استعمار پسندی کے سیاہ کارناموں نے اس تحریک کے حقیقی خدوخال کی وضاحت کر دی ہے۔ قادیانیت کے دو بڑے بڑے رخ ہیں۔ ایک سیاسی اور دوسرا دینی۔ سیاسی طرح پر قادیانیت استعمار کی ایک ذیلی تنظیم ہے اور دینی طور پر یہ جدید یہودیت ہے۔ مراکش کے مشہور ریسرچ سکالر ڈاکٹر عبدالکریم غلاب نے یہودی سازشوں پر تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے:

❏ ''قادیانیوں کے عقائد اٹھارہویں صدی کے ان یہودی مستشرقین کی پیداوار ہیں جنہوں نے جہاد کو حرام قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا''۔

(ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور 9 فروری 1970ء)

علامہ اقبالؒ نے بھی قادیانیت کے بارے میں لکھا تھا:

- ''اس سے قبل اسلامی موبدیت نے حال ہی میں جن دوصورتوں میں جنم لیا ہے، میرے نزدیک ان میں بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے لیکن موخر الذکر اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لیے مہلک ہے۔ اس کا حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لیے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں، اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا روحِ مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ، یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔''

(قادیانی اور جمہور مسلمان از علامہ محمد اقبالؒ مطبوعہ اسٹیٹسمین (دہلی) 14 مئی 1935ء مطبوعہ حرف اقبالؒ مرتبہ لطیف احمد خان شروانی صفحہ 104)

مرزا غلام احمد قادیانی نے ہندوستان میں برطانوی صہیونیت پسندوں کی تحریک اینگلو اسرائیلزم کو کامیاب بنانے میں مدد دی۔ اس نے عیسیٰؑ ابن مریم کی آمد ثانی کے اسلامی نظریے کی جگہ مثیل مسیح اور ایک ایسے موعود مسیح کا تصور پیش کیا، جو یہودیت کا خاصہ رہا ہے۔ تاریخ میں ہمیں ایسے بہت سے یہودی کاہن ملتے ہیں جنہوں نے مسیح کا روپ دھار کر اسلام کے خلاف تحریکیں چلائیں اور مسلمانوں کی سلطنتوں کو پارہ پارہ کرنے میں حصہ لیا۔ اینگلو اسرائیلزم صہیونیوں کی ایک ایسی ہی عالمی تحریک تھی۔ (برٹش انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ برٹش اسرائیلزم)

اینگلو اسرائیلیوں نے یہودی قوم پرستی کی تحریک کو مسیح موعود کا روپ دھار کر آگے بڑھایا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اسرائیل کے دس قبائل 721 ق م میں اور دیگر قبائل 586 ق م میں جلاوطن ہوئے اور دنیا کی بیشتر اقوام ان کی نسل سے ہیں۔

(انسائیکلوپیڈیا آف **ریلیجن اینڈ ایتھکس** زیر لفظ اینگلو اسرائیلزم)

یہودی مصنفوں نے بنی اسرائیلی نظریے کی بڑھ چڑھ کر تشہیر کی اور یہود کی جلاوطنی اور مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹ کر اسرائیل کے قیام کے پروگرام کو تقویت پہنچائی۔

ہندوستان میں اسی سیاسی پروپیگنڈے کو مرزا غلام احمد قادیانی نے ہوا دی۔ اس

نے بڑی فنکاری سے قبرِ مسیح کا مفروضہ گھڑا۔اس سے اس نے دوہرا کام لیا۔ایک تو اسے اپنے دعویٰ مسیحیت موعودہ کے لیے خام مواد کے طور پر استعمال کیا، دوسرے صہیونی پروپیگنڈے کو ہوا دی۔ قادیانیوں نے قبرِ مسیح کے ثبوت کے لیے اس پہلو کو خوب اجاگر کیا۔ اس پر مستقبل کتابیں تصنیف کی گئیں اور عالمی سطح پر اس کی تشہیر کرائی گئی۔ رسالہ ''**ریویو آف ریلیجنز**'' نے اس سلسلے میں خوب کام کیا۔ اسرائیل کے قیام میں قادیانیت نے دوسری خدمت یہ انجام دی کہ امریکہ کے صیہونیت نواز مدعی الیاس ثانی کے امریکہ کے علاقہ مشی گن میں یہودی شہر صہیون کے منصوبے کے خلاف پروپیگنڈا کر کے امریکہ میں صہیونی شہر کی جگہ فلسطین میں اس کے قیام میں مدد دی۔

مرزا قادیانی نے اپنے تمام عرصہ ماموریت میں کبھی بھی یہودیت کے خلاف اس طرح محاذ قائم نہیں کیا، جس طرح بزعم خود، کسر صلیب کرتے رہے۔ان کی پالیسی کا اصل رخ یہ تھا کہ اسلام کی حقیقی مخالف قوت عیسائیت کو قرار دیا جائے اور مسلمان اپنی تمام تر توجہ اسی طرف مبذول رکھیں اور یہودیت اور اسلام دشمن تحریک صہیونیت کی طرف توجہ مبذول نہ کریں۔ دوسری بات یہ تھی کہ مرزا قادیانی نے عیسائیت کو خوب جھاڑا لیکن انگریز کے خلاف ایک لفظ تک نہ کہا۔ ایک گھٹیا درجہ کے انگریز کی مرزا صاحب کی نظر میں بڑی عزت تھی لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے اس نے جو زبان اختیار کی ہے، وہ سب پر عیاں ہے۔ (دیکھیے ''انجام آتھم مندرجہ روحانی خزائن جلد **19** صفحات **289**، **290**، **291**'' (ضمیمہ) از مرزا غلام احمد قادیانی)

مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد حکیم نورالدین نے مرزا قادیانی کی پالیسی کو آگے بڑھایا اور برطانوی سامراج کی خیرخواہی کا حق ادا کر دیا۔ ان کے بعد قادیانی خلافت کی باگ ڈور مرزا بشیرالدین محمود نے سنبھال لی۔ اس کے آمرانہ دور میں اسرائیل کے قیام میں بڑی خدمت انجام دی گئی۔ اس نے بین الاقوامی سطح پر سامراج کی بے پناہ اعانت کی۔ تخت خلافت سنبھالنے کے بعد اس نے اسلامی ممالک کے لیے ایک عربی ٹریکٹ تصنیف کیا (دیکھیے ''تاریخ احمدیت'' جلد پنجم، از دوست محمد شاہد) جس میں مرزا قادیانی کے الہام

''رومی سلطنت بیرونی دشمنوں سے مغلوب ہو جائے گی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر غلبہ پائے گی'' کی تشریح میں ترکی سلطنت کی تباہی اور برطانوی سامراج کی کامیابی کا وسیع پیمانے پر پروپیگنڈا کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یہودیوں نے سامراجی طاقتوں سے مکمل گٹھ جوڑ کر لیا تھا۔ سامراج، نہر سویز پر اس کی اقتصادی اہمیت کے پیش نظر قبضہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ دسرے تیل کی بہتات والے علاقوں پر قبضہ سے سامراج کو معاشی فائدے حاصل ہوتے تھے۔ سامراج کا مقصد اسرائیل کو ایک فوجی اڈے کے طور پر استعمال کرنا تھا اور اس کے لیے ضروری تھا کہ ترکی سلطنت کا شیرازہ بکھیرا جائے۔ اس سامراجی منصوبے کی تکمیل میں قادیانیوں نے صیہونی یہود کا بھرپور ساتھ دیا۔ بالفور ڈیکلریشن کے بعد قادیانیوں نے صیہونیوں کی زبردست مدد کی۔ انگلستان میں قادیانی مبلغ لکھتا ہے:

❑ ''بیت المقدس کے داخلہ پر اس ملک (انگلستان) میں بہت خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ میں نے ایک یہاں کے اخبار میں اس پر ایک آرٹیکل دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وعدے کی زمین ہے جو یہودیوں کو عطا کی گئی تھی۔ مگر نبیوں کے انکار اور بالآخر مسیح کی عداوت نے یہود کو ہمیشہ کے واسطے وہاں کی حکومت سے محروم کر دیا اور یہودیوں کو سزا کے طور پر حکومت رومیوں کو دے دی گئی جو بت پرست قوم تھی۔ بعد میں عیسائیوں کو ملی، پھر مسلمانوں کو، جن کے پاس ایک لمبے عرصہ تک رہی۔ اب اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے وہ زمین نکلی ہے تو پھر اس کا سبب تلاش کرنا چاہیے۔ کیا مسلمانوں نے بھی کسی نبی کا انکار تو نہیں کیا؟ کیا اُن کے درمیان بھی کوئی مسیح تو نہیں آیا جس کے قتل کے وہ درپے ہوئے۔ مسلمانوں کے واسطے قابل غور ہے، انگریزی زبان میں ایک مثل ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ وہی پہلے سے حالات پھر پیدا ہوتے ہیں اِس واسطے قرآن شریف میں پہلے لوگوں کے حالات اور اُن کے انجام کا بہت تذکرہ ہے۔ سلطنت برطانیہ کے انصاف اور امن اور آزادی مذہب کو ہم دیکھ چکے ہیں، آزما چکے ہیں اور آرام پا رہے ہیں۔ اس سے بہتر کوئی حکومت مسلمانوں کے لیے نہیں ہے............ بیت المقدس کے متعلق جو میرا مضمون یہاں (انگلستان) کے اخبار میں شائع ہوا ہے، اس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اس کے

متعلق وزیر اعظم برطانیہ کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے شکریہ کا خط لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسٹر لائڈ جارج (David Lloyd George) اس مضمون کی بہت قدر کرتے ہیں۔ انگریزی میں الفاظ ہیں مچ اپریسیٹیٹڈ (Much Appreciated) ''۔

(''روزنامہ الفضل'' قادیان، جلد 5، نمبر 75 مورخہ 19 مارچ 1918ء)

1924ء میں لندن میں ایک مذہبی کانفرنس ویمبلے کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں مرزا محمود نے شمولیت کے لیے تیاری شروع کی۔ اصل مقصد یہ تھا کہ عرب ممالک میں قادیانیت کے مستقبل کے کردار کا جائزہ لیا جائے۔ دمشق میں قیام کے دوران اس سے سوال کیا گیا:

س: الخلافۃ الاسلام کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: میں کسی کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھتا۔ وہ خلیفہ اسلامی جس کی اتباع تمام ترکی اور مغربی دنیا پر فرض ہے، وہ میں ہوں۔

(''فضل عمر کے زریں کارنامے'' از ظفر اسلام قادیانی، ص 143، فیض اللہ پریس قادیان)

قادیانیوں نے عرب ممالک خصوصاً ترکی کے خلاف سیاسی پروپیگنڈا کے علاوہ فوجی طالع آزماؤں کی بھی پشت پناہی کی۔ اس لیے کہ سلطان ترکی کسی قیمت پر یہود کو فلسطین میں زمین دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ مرزا محمود نے اپنے ایک خطبہ میں تسلیم کیا کہ کرد لیڈر سعد پاشا، جس نے مصطفیٰ کمال کے زمانہ میں بغاوت کی، قادیانی تھا اور اس کا کورٹ مارشل ہوا اور اس کا بیان ترکی اخبارات میں شائع ہوا اور وہاں سے مصری اخبارات نے نقل کیا۔ (روزنامہ ''الفضل'' ربوہ، 18 فروری 1958ء)

دورۂ انگلستان کے دوران دمشق کے علاوہ فلسطین میں مرزا محمود نے خاص طور پر قیام کیا اور وہاں کے قائم مقام ہائی کمشنر سر گلبرٹ کلیٹن سے ملاقات کی۔ (''تاریخ احمدیت'' از دوست محمد شاہد) یہی وہ علاقہ تھا، جہاں بیٹھ کر عرب ممالک کی سالمیت کے خلاف سازشیں کی جاسکتی تھیں۔

فلسطین میں عربوں پر طرح طرح کے مظالم توڑے گئے۔ یہودیوں نے ان کو گھروں

سے نکالا اور ان کا قتل عام کیا۔ (Israel and the Palestine Arabs by Don peretz)
اس عرصے میں قادیانی پوری طرح سے یہودیوں کے ساتھ تھے۔ ان کے مبلغ مسلمانوں کے خلاف انتشار اور افتراق پھیلانے میں سرگرم رہتے۔ سامراجی طاقتوں کے لیے جاسوسی کرتے اور ان کی وفادار جماعت کے طور پر کام کرتے۔ انہوں نے کبھی بھی عرب مظلوموں کی حمایت نہ کی اور نہ ہی ان سے اظہار ہمدردی کیا۔ غیر منقسم ہند میں عرب مہاجرین کے حق میں بہت تحریکیں چلائی گئیں۔ قادیانیوں نے ان میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ الٹا ان تحریکوں کے مجوزوں کو مطعون کیا۔

قادیانیوں نے بڑی فنکاری سے یہود کی حمایت کی اور ان کے فلسطین پر قبضہ کے جواز پیش کیے۔ قادیانی رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' لکھتا ہے:

□ ''اس پر (یہودی کی بربادی) صرف اتنا زیادہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب یہ فلسطین کے متعلق وعدۂ خداوندی اس ایک شرط سے مشروط تھا جب تک خدا کے فرمانبردار رہیں گے، یہ زمین اسماعیلیوں کی وراثت میں رہے گی تو محرومی کی اصل وجہ پر نظر کر کے اس کا تدارک کرنا چاہیے جو نتیجہ پہلے سے مسیح سے انکار کا تھا، وہی نتیجہ مسیح کی آمد ثانی پر اس کے انکار سے ہونا لازمی ہے۔ نیز سورہ بنی اسرائیل کی آیت قرآنی **وقلنا من بعدہ** بنی اسرائیل میں جو پیش گوئی ہے، اس کو بھی پورا ہونا تو لازمی امر ہے اور اس کے لیے جدوجہد بھی ضروری ہے مگر محض برطانیہ پر الزام لگانا ٹھیک نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ امر ازل سے مقرر ہے۔ یہود یروشلم کے علاقہ میں قریب زمانہ قیامت جمع کر دیئے جائیں گے''۔

(''ریویو آف ریلیجنز'' جلد 5، شمارہ 12، سال 1936ء ص 35)

صہیونی یہودیوں کے ساتھ قادیانیوں کے انہیں تعلقات کی بنا پر جن کے استوار کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً کوششیں کی جاتی رہیں، ان کو اسرائیل میں پھلنے پھولنے کے مواقع مہیا کیے گئے ہیں۔ اسرائیل میں قادیانیوں کی عبادت گاہ، پریس، تعلیمی ادارے ہیں اور ایک رسالہ ''البشریٰ'' نکالا جاتا ہے۔ اسرائیل کا قادیانی مشن صہیونی تخریب کاروں سے تربیت حاصل کر کے عرب ممالک کی سالمیت کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ یہ وہی مشن ہے جس کا بیڑا

مرزا قادیانی نے اٹھایا تھا۔ انہوں نے کھل کر عرب ممالک کے خلاف سازشوں کے جال پھیلائے۔ اب وہی مقاصد درپردہ حاصل کیے جا رہے ہیں۔ یہودیوں کے مستقبل کے عزائم اور قادیانی سازشوں پر نظر ڈالی جائے تو ایک افسوسناک تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔

پاکستان کی سالمیت پر ضرب کاری لگانے کے لیے یہودیوں نے عالمی سطح پر جو پروپیگنڈا کیا اور تخریب پسند عناصر کی عملاً مدد کی، قادیانی اس سازش میں پوری طرح ملوث تھے۔ مولوی فرید احمد نے اپنی کتاب **"The Sun Behind the Clouds"** ''سورج بادلوں کی اوٹ میں'' میں بار بار قادیانی صہیونی گٹھ جوڑ کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایم ایم احمد صہیونیوں کے اشارے پر گول میز کانفرنس کے دوران سیاسی مداخلت کرتا رہا۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد قادیانی بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ بچے کھچے پاکستان میں مرزائیل قائم کریں۔

ڈاکٹر مغیث الدین شیخ

نقاب کشائی

پاکستان میں قادیانیوں اور یہودیوں کے مشترکہ مفادات اور طریقہ واردات میں بڑی ہم آہنگی اور مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہودی اپنے پڑھے لکھے دانشوروں، پالیسی سازوں اور سائنس دانوں کی سازشوں کو ان کے علمی، سائنسی اور سیاسی کارناموں کی شہ سرخیوں کے نیچے دبانے کی شعوری کوشش کرتے ہیں۔ سیدھے سادھے قارئین اور پروفیشنلز، ان کی کاوشوں کو پڑھنے اور ان کے حق میں اس حد تک رطب اللسان ہو جاتے ہیں کہ اس کی اسرائیل دوستی، سیاسی جانبداری اور انسانیت دشمنی سے صرف نظر کر جاتے ہیں۔ کچھ یہی صورت حال پاکستان میں قادیانیوں کی ہے جن کا طریقہ واردات امریکی یہودیوں سے ملتا جاتا ہے۔ اپنے افراد کو پاکستان ایسی ایک اسلامی ریاست کے اہم اور حساس شعبہ جات مثلاً، فوج، عدلیہ، ایٹمی توانائی کمیشن، میڈیا اور تعلیمی اداروں میں کلیدی عہدوں پر فائز کروانا ان کا اولین مشن اور ہدف ہے جس میں وہ تقریباً پوری طرح کامیاب ہو چکے ہیں۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ پاکستان کے انسانی حقوق کے علمبردار اور میڈیا میں موجود ان کے ہم نوا، مسلسل حقوق انسانی اور انسان دوستی کے نام پر ان کی تعلیمی، سیاسی اور پیشہ وارانہ مہارت کے حق میں جذباتی ہوتے چلے جا رہے ہیں جبکہ ان کی اسلام اور پاکستان دشمنی، بھارت اور اسرائیل نوازی کی بابت اہم اور خفیہ دستاویزات منظر عام پر لانے کی کوئی شعوری کوشش نہیں کی جاتی۔ خاص طور پر یہی صورت حال پاکستان کے نامور قادیانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کے بارے میں صادق آتی ہے۔

قادیانیوں اور امریکی یہودیوں میں ایک قدر مشترک یہ بھی ہے کہ یہ دونوں گروہ اپنی سازشوں اور اثر و رسوخ کے باعث ملک کے اہم شعبہ جات جن میں فوج، محکمہ داخلہ و

خارجہ، شعبہ اقتصادی امور، بیورو کریسی، عدالتوں اور میڈیا وغیرہ کے علاوہ رائے عامہ کو متاثر کرنے اور انہیں ہموار کرنے والے اداروں میں بتدریج اور غیر محسوس انداز میں داخل ہونے اور ان اہم اداروں کو کنٹرول کرنے کے لیے جہد مسلسل سے کام لیتے ہیں۔ نیویارک ٹائمز ہو یا ہالی وڈ کی فلم انڈسٹری، امریکہ کے بڑے بڑے **Think Tanks** ہوں یا سیاسی جماعتوں کی لابنگ کرنے والے ادارے، ان لوگوں کی شمولیت اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ امریکہ کے مشہور کانگریس مین پال فنڈلے **(Paul Fundly)** نے ان اداروں پر یہودی کنٹرول کی بابت اپنی مشہور کتاب **"They Dare to Speak Out"** میں سیر حاصل اور مدلل بحث کر کے نہ صرف امریکی قوم بلکہ دنیا بھر کے انصاف دوست اداروں کو خبردار کیا ہے۔

ابوٹیپو خالد

آستین کا سانپ

قادیانیوں کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام دنیا کے پہلے شخص تھے جنہوں نے آئن سٹائن کے خواب کی تعبیر کے حصول کے لیے عملی قدم اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام متحدہ کے ایک ذیلی ادارے یونیسکو (UNESCO) نے 1979ء میں ڈاکٹر عبدالسلام کو ان کی ''خدمات'' کے ضمن میں ''آئن سٹائن میڈل'' سے نوازا۔

کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ صدر محمد ضیاء الحق پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے محافظ اور نہایت محبّ وطن انسان تھے۔ ان کے دور میں پاکستان دفاعی لحاظ سے بہت زیادہ مستحکم ہوا۔ یہ ضیاء الحق ہی تھے کہ جن کے تدبر اور آہنی عزم و ہمت سے روس جیسی سپر پاور کو افغانستان میں بدترین شکست ہوئی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ صدر ضیاء الحق پاکستان کو ناقابل تسخیر بنانا چاہتے تھے۔ جس کے لیے وہ ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ کہوٹہ ایٹمی سنٹر کے ساتھ ان کی والہانہ توجہ اور دلچسپی تھی۔ معروف دانشور ڈاکٹر وحید عشرت لکھتے ہیں:

❑ ''مشہور قادیانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام نے بھی پاکستان دشمنی میں پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کے راز حکومت امریکہ کو پہنچائے جس پر جنرل ضیاء نے کہا کہ ''اس...... کے بچے کو کبھی میرے سامنے نہ لانا، یہ امریکہ، برطانیہ اور یہودیوں کا گماشتہ ہے اور اسی لیے اسے نوبیل انعام دیا گیا''۔ (روزنامہ ''امت'' کراچی، 8 جنوری 1998ء)

جن دنوں ڈاکٹر عبدالسلام پنجاب یونیورسٹی میں پڑھایا کرتے تھے، انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر سے یہاں فزکس ڈیپارٹمنٹ میں ایک ''ریسرچ سنٹر'' قائم کرنے کی درخواست کی۔ وائس چانسلر نے محکمہ تعلیم اور حکومت کے بااختیار افسران سے

مشورہ کیا اور ڈاکٹر صاحب کی تجویز ان کے سامنے رکھی۔ حکومت نے ڈاکٹر عبدالسلام کو اس سنٹر کے اخراجات اور ریسرچ کے سلسلے میں ایک تفصیلی فریم ورک تیار کرنے کو کہا۔ ڈاکٹر سلام نے اس ریسرچ سنٹر کا فریم ورک تیار کر کے وائس چانسلر کو پیش کیا۔ کچھ عرصہ بعد حکومت کی طرف سے اس کی منظوری دے دی گئی اور ابتدائی طور پر رقم بھی فراہم کر دی گئی۔ لیکن بعد میں ڈاکٹر عبدالسلام نے اچانک ایک نئی شرط عائد کر دی کہ اس ریسرچ سنٹر میں دنیا کے مختلف ممالک سے یہودی ماہرین اور سائنس دان بھی ریسرچ کے لیے آسکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی اس خواہش پر محبان وطن چونک پڑے۔ ڈاکٹر صاحب کے اس مطالبہ کی حمایت میں پنجاب یونیورسٹی میں سیکولر اور قادیانی لابی بھی کھل کر سامنے آگئی اور انہوں نے بھی اس کا مطالبہ کر دیا۔ حساس اداروں نے اسے سیکورٹی رسک قرار دیا جس پر حکومت نے اس ریسرچ سنٹر میں یہودیوں کی آمد پر پابندی عائد کر دی اور یوں ڈاکٹر صاحب کا ایک دیرینہ خواب پورا نہ ہو سکا۔ اس پر ڈاکٹر عبدالسلام دل برداشتہ ہو کر پنجاب یونیورسٹی سے استعفیٰ دے کر بیرون ملک چلے گئے اور ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے نام نہاد دانشور واس واقعہ سے مبینہ چشم پوشی کر کے کہتے ہیں کہ پاکستانی قوم نے اپنے اس ''ہیرو'' کی قدر نہیں کی اور وہ ''وطن میں اجنبی'' رہا۔ اب اس کھلی حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ قادیانیوں کے یہودیوں سے براہ راست مراسم ہیں جو اسلام اور پاکستان کے استحکام کے خلاف استعمال ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے قادیانیوں کے بارے میں تاریخی جملہ فرمایا تھا کہ:

''قادیانیت، یہودیت کا چربہ ہے''۔

اور پنڈت جواہر لال نہرو کے نام اپنے ایک تاریخی خط میں فرمایا تھا کہ:

''قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں''۔

ڈاکٹر عبدالسلام برصغیر کے دوسرے سائنس دان ہیں جنہیں نوبیل انعام ملا۔ اس سے بیشتر یہ انعام فزکس میں بھارت کے ہندو پروفیسر سی وی رمن (Pro. C. V. Raman)

کو مل چکا ہے۔ وہ اکثر اس بات پر فخر کرتے کہ ہر گوبند کھورانہ جنہیں علم وراثت (Genetics) میں **1976**ء میں نوبیل انعام ملا تھا، وہ ملتان کے قریب پیدا ہوئے تھے اور میں (ڈاکٹر عبدالسلام) جھنگ میں پیدا ہوا۔ اس لحاظ سے برصغیر کے معاملے میں جھنگ اور ملتان کو سب سے زیادہ انعامات اوراعزازات حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام پاکستان کو ایٹمی طاقت بننا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس مقصد کے لیے وہ آخر دم تک پاکستان دشمن ممالک کے آلہ کار کے طور پر کام کرتے رہے۔ اسی لیے وہ محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں سے ایٹم بم کے حوالہ سے شدید نفرت کرتے تھے جبکہ اس کے مقابلہ میں وہ بھارت کی مشہور سائنس دان ''ڈاکٹر سوامی ناتھن'' (Dr. Soumya Swaminathan) اور بھارت کے ایٹمی انرجی کمیشن کے سربراہ ''بھابھا'' (Homi. J.Bhabha) کی تعریف کرتے اور انہیں ''فخر انڈیا'' قرار دیتے۔ انہوں نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ ''میں ان دونوں شخصیات کے نظریات کی پیروی کر رہا ہوں اور میرا بھی وہی نظریہ ہے جو ان دونوں شخصیات کا ہے''۔

ڈاکٹر عبدالسلام نے **1964**ء میں اٹلی کے شہر ''تریستے'' (Trieste) میں آئی سی ٹی پی کے نام سے ''انٹرنیشنل سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس'' (بین الاقوامی انسٹیٹیوٹ برائے نظریاتی طبیعات) قائم کیا جس کے وہ پہلے سربراہ اور ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ ڈپٹی ڈائریکٹر اٹلی کے پروفیسر پاؤلی بودینی مقرر ہوئے اور ان کے معاون بلجیم کے ڈاکٹر اینڈرے ہمندے ہیں۔ اس ادارے کے تمام تر اخراجات حکومت اٹلی برداشت کرتی ہے جس نے مرکز کی عمارت کی تعمیر میں بھی مالی امداد کی جو تقریباً دو ملین ڈالر ہے۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی اور یونیسکو میں سے ہر ایک نے ایک لاکھ پچاس ہزار ڈالر دیئے ہیں۔ بقیہ رقم کا انتظام کرنے والوں میں دو یہودی ادارے سویڈیش بین الاقوامی ترقیاتی اتھارٹی اور فورڈ فاؤنڈیشن اہم ہیں۔ **1962**ء میں بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کی جنرل کانفرنس نے اس مرکز کے قیام کی منظوری دی۔ بقول پروفیسر سلام ''یہ میری زندگی کا یادگار دن تھا۔ میں تمباکو کا استعمال کم کرتا ہوں لیکن اس دن میں نے تقریباً **50** سگریٹ پیے''۔

اس سنٹر میں ایک لمبی راہداری جو پروفیسر سلام کے دوسری منزل پر واقع کمرے تک لے جاتی ہے، مرکز کے روحانی سرپرستوں آئن سٹائن، نیلسن بور، اوپن ہائمنر، ورنر ہائزن برگ، وولٹ گینگ پالی اور لوئی دی برولر وغیرہ کی تصاویر سے آراستہ ہے اور ان سب کے درمیان قادیانی جماعت کے سربراہ آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی قد آور تصویر آویزاں ہے جو ڈاکٹر عبدالسلام نے خصوصی طور پر بنوائی۔

نوید مسعود ہاشمی

مودی، یہودی، قادیانی گٹھ جوڑ

روزنامہ اوصاف نے روز اوّل سے ہی اسلام، مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف قادیانی سازشوں کو بے نقاب کرنا شروع کر رکھا ہے...... روزنامہ اوصاف کے اس ''تعاقب'' سے گھبرا کر گزشتہ سال چناب نگر سے قادیانی جماعت کے ترجمان نے چیف ایڈیٹر محترم مہتاب خان کے نام لکھے جانے والے اپنے خط میں دیگر کئی اعتراضات کے ساتھ یہ شکوہ بھی کیا تھا کہ آپ کے لکھاری قادیانیوں کا اسرائیل سے تعلق جوڑتے ہیں، اس کا اگر ثبوت ہے تو پیش کیا جائے۔ ثبوت تو اس سے قبل بھی ہم نے انہی صفحات پر بہت سے پیش کیے اور آج ایک دفعہ پھر اس سلسلے کا تازہ ترین ثبوت پیش خدمت ہے۔

8 جولائی کو مسلمانوں کا بدترین دشمن اور سیاہ باطن نریندر مودی جب اسرائیلی دارالحکومت کے ''بن گوریان ایئرپورٹ'' پر پہنچا تو وہاں اس کے استقبال کے لیے دوسرے اسرائیلی حکام کے ساتھ ساتھ اسرائیل کے قادیانی ٹولے کے سربراہ شریف عودے نے بھی بڑی گرم جوشی سے مودی کا استقبال کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسرائیلی قادیانی سربراہ کا ''مودی'' سے تعارف اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے کروایا۔ قادیانی ٹولے کے سرغنے شریف عودے نے مودی سے پرجوش انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ ''آپ کا بہت شکریہ کہ آپ بھارت میں ''قادیانی'' برادری کی بھرپور حمایت اور سپورٹ کرتے ہیں''۔ جواب میں مودی نے مسکراتے ہوئے قادیانی ٹولے کے سربراہ کو کہا: ''اس کی حکومت بھارت میں قادیانیوں کے ساتھ نہ صرف قریبی تعلقات استوار رکھے گی...... بلکہ قادیانیوں کی بھرپور سپورٹ بھی جاری رکھی جائے گی۔'' اور پھر نریندر مودی اور قادیانی شریف عودے مل کر قہقہے لگاتے رہے...... امریکی پٹاری کے دانش چور اور بھارتی پٹاری کے جوخر کاردن،

رات دجالی چینلز کے سٹوڈیوز میں بیٹھ کر مرزا غلام قادیانی دجال کی ذریت کی مظلومیت کی خودساختہ قصے کہانیاں سناتے ہوئے نہیں تھکتے...... وہ بتائیں کہ خدا کے غضب کی شکار یہودی قوم سے قادیانیوں کا کیا تعلق اور رشتہ؟ یہودی نتین یاہو، دہشت گرد ہندو نریندر مودی اور قادیانی شریف عودے کیا ہم ان تینوں کو ہی مظلوم سمجھ لیں۔

کہا جاتا ہے کہ قادیانی شریف عودے اور فلسطینی علماء کرام اور مفتیان میں کئی مرتبہ مناظرے بھی ہوئے...... جبکہ ان مناظروں میں بھی اسرائیلی حکومت نے قادیانی شیطانوں کی مکمل حمایت کی، ایک رپورٹ کے مطابق' پروفیسر آئی ٹی نومانی نے اپنی کتاب **"Israel A Profile"** میں انکشاف کیا تھا کہ اس وقت اسرائیل کی مسلح افواج میں کم وبیش **300** قادیانی خواتین اور **300** قادیانی مرد شامل ہوکر خدمات سرانجام دے رہے ہیں، جن کا تعلق پاکستان سے ہے۔ رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال جولائی میں مقبوضہ فلسطینی شہر ''حیفا'' میں منعقدہ سالانہ جلسے میں پاکستان کے قادیانی وفد نے بھی شرکت کی تھی۔ حیرت در حیرت اسرائیل میں قادیانیوں کی چلت، پھرت، اٹھک، بیٹھک اور یہودیوں سے ان کے تعلقات کی مضبوطی کا عالم یہ ہے کہ بن گوریان ائیر پورٹ پر اسرائیلی اعلیٰ حکام کے ساتھ مودی کے استقبال کے لیے قادیانی ٹولے کا سرغنہ بنفس نفیس موجود تھا لیکن ہمارے سیکولرز، لبرلز اور ڈالر خور این جی اوز کے گماشتے...اس کے باوجود قادیانی مظلومیت کا ڈھونڈرا پیٹتے ہوئے نہیں تھکتے۔

بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کے دورہ اسرائیل کے موقع پر......اسرائیل کا یہ کہنا کہ ''وہ بھارت کی پاکستان سے درپیش دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے مکمل اور غیر مشروط حمایت جاری رکھے گا......اسرائیل کا یہ بھی کہنا تھا کہ بھارت اور اسرائیل دونوں ہم خیال ہیں......جنہیں دہشتگردی کے خلاف مشترکہ جدوجہد کرنی ہے' دوسری طرف بدنام زمانہ قاتل مودی نے بھی اپنے زبردست استقبال سے خوش ہوکر کہا کہ ''میرا دورہ تاریخی ہے...... کیونکہ بھارت اور اسرائیل ایک دوسرے کے لیے ہیں۔''

گزشتہ 7 دہائیوں میں نریندر مودی پہلا بھارتی وزیراعظم ہے کہ جس نے اسرائیل

کا دورہ کیا......اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو، بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی اور قادیانی دجالوں کی اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے......آپ اندازہ لگائیے کہ نریندر مودی کشمیر میں جاری تحریک جہاد کے خلاف اسرائیل سے مدد طلب کرنے وہاں گیا...... کشمیریوں کی مختلف تنظیمیں مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کے مظالم کے خلاف برسر پیکار ہیں...... یہ وہ تنظیمیں ہیں کہ جن کو کشمیری عوام کی مکمل حمایت حاصل ہے۔

مودی، کشمیری عوام کی حمایت یافتہ ان جماعتوں اور کشمیری عوام کے خلاف مدد مانگنے کے لیے اسرائیل میں یہودی دہشت گردوں کے پاس جا پہنچا ہے......خوفناک زمینی حقیقت یہ بھی ہے کہ یہی وہ کشمیری جہادی تنظیمیں ہیں کہ جن کے خلاف پاکستان میں موجود بھارتی لابی کے خرکار بھی شور وغوغا برپا کیے رکھتے ہیں۔ پاکستان میں موجود ڈالر خور این جی اوز بھارتی لابی، نریندر مودی، نیتن یاہو اور قادیانی شریف عودے کے خیالات اور نظریات میں اتنی یکسانیت کا پایا جانا قابل فہم ہے اور وہ اس طرح سے کیونکہ یہ سارے ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

امریکہ نے عراق سے لے کر افغانستان تک بیس لاکھ کے لگ بھگ بے گناہ انسانوں کا قتل عام کیا۔ اسرائیل نے ہزاروں بے گناہ فلسطینیوں کو انتہائی ظالمانہ انداز میں شہید کیا......جبکہ بھارت نے صرف مقبوضہ کشمیر میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کا قتل عام کیا...... ان دہشت گردوں اور مسلمانوں کے قاتلوں کی گود میں بیٹھ کر اگر قادیانی ٹولہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرے گا تو ان سازشوں پر نظر رکھنا بھی مسلمان ممالک کے حکمرانوں اور اسلامی میڈیا کی ذمہ داری بنتی ہے۔

ابو ٹیپو خالد

قادیانیوں اور یہودیوں کی نظریاتی مماثلت

اسلام اور امت مسلمہ سے بھارت اور اسرائیل کا عناد کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کے اسرائیل کے ساتھ نہایت خوشگوار سفارتی تعلقات ہیں۔ پاکستان کا وجود ان دونوں ممالک کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے، اسی لیے پاکستان نے اسرائیل کے ناجائز وجود کو آج تک تسلیم نہیں کیا ہے۔ لیکن قادیانی حضرات کو یہ ''اعزاز'' حاصل ہے کہ اسرائیل جیسی کٹر اور متعصب یہودی ریاست میں نہ صرف ان کے مشن کو آزادی سے کام کرنے کی اجازت ہے بلکہ وہ اسرائیل کی فوج میں بھی خدمات انجام دینے کے اہل قرار پائے ہیں جس میں سوائے یہودیوں کے کسی اور کو بھرتی ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

تحریک پاکستان کے بزرگ راہنما مولانا ظفر احمد انصاری نے اپنے ایک انٹرویو میں یہ انکشاف کیا تھا کہ یہودی ہر مسلم مملکت کو نیست و نابود کرنے کا عہد کر چکے ہیں۔ وہ اس کے لیے ہر ذریعے اور واسطے کو استعمال میں لا رہے ہیں اور ان کے آلہ کار بننے والوں میں یہ مرزائی یا قادیانی بھی شامل ہیں، جو اپنے آپ کو ''احمدی'' کہتے ہیں۔ 1972ء تک اسرائیل میں موجود ''احمدیوں'' کی تعداد کئی سو تھی، جن پر اسرائیلی فوج کے دروازے بھی کھول دیئے گئے تھے۔ یہ تفصیل پولیٹیکل سائنس کے یہودی مصنف آئی ٹی نومانی کی کتاب "Israel A Profile" کے صفحہ نمبر 75 پر موجود ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ ''احمدی'' پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں۔

مولانا ظفر احمد انصاری نے اپنے اسی انٹرویو میں بتایا کہ بابائے اسرائیل بن گوریان نے جون 1967ء میں عرب اسرائیل جنگ کے بعد پیرس کی ساربون (Sorbonne) یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا: (جس کی رپورٹ 9 اگست

1967ء کو صہیونی رسالے ''جیوش کرانیکل'' میں چھپی تھی)

"The World Zionist Movement should not be neglectful of the dangers of Pakistan to it. And Pakistan now should be its first target, for this ideological state is a threat to our existence. And Pakistan, the whole of it, hates the Jews and loves the Arabs. This lover of Arabs is more dangerous to us than the Arabs themselves. For that matter, it is most essential for the World Zionism that it should now take immediate steps against Pakistan. Whereas the inhabitants of the Indian peninsula are Hindus whose hearts have been full of hatred throughout history against Muslims, therefore, India is the most important base for us to work there from against Pakistan. It is essential that we exploit this base and strike and crush Pakistanis, enemies of Jew and Zionism, by all disguised and secret plans."

(The Jewish Chronicle 9th August 1967)

❑ ''عالمی صہیونی تحریک کو پاکستان کی طرف سے لاحق خطرات سے بے خبر نہیں ہونا چاہیے اور اب پاکستان کو اس کا پہلا نشانہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ نظریاتی ریاست ہمارے وجود کے لیے ایک خطرہ ہے اور یہ کہ پاکستان کے سب لوگ یہودیوں سے نفرت اور عربوں سے محبت کرتے ہیں۔ عربوں سے یہ محبت ہمارے لیے بذات خود عربوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس مقصد کے لیے عالمی صہیونیت کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف فوری اقدامات کرے۔ جبکہ جزائر ہند کے لوگ ہندو ہیں جن کے دل پوری تاریخ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان، مسلمانوں کے خلاف کام کرنے کے لیے ہمارے لیے اہم ترین پڑاؤ ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اس مرکز سے کام لیں اور پاکستانیوں کو کچل دیں، جو یہودیوں اور صہیونیوں کے دشمن ہیں۔ اس کے لیے تمام خفیہ وظاہر منصوبے اپنائے جائیں''۔

(دی فلسطین، بیروت نمبر 120، جلد XL (چالیس) جنوری 1972ء، ''یروشلم پوسٹ'' 9 اگست 1967ء روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ص 1، مورخہ 22 مئی 1972ء)

بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ بن گوریان کی اس تقریر کے سوا چار سال بعد دسمبر **1971**ء میں اندرونی سازش اور بیرونی جارحیت کے ذریعے ڈھاکہ میں داخل ہونے والی ہندو فوج کا ڈپٹی کمانڈر جنرل جیکب ایک یہودی تھا۔ قادیانیوں کے اسرائیل کے یہودیوں سے تعلقات بڑے پرانے ہیں۔ **1948**ء میں اسرائیل کے قیام کے بعد سرزمین فلسطین سے تمام عربوں کو چن چن کر نکال باہر کیا گیا، حالانکہ صدیوں سے یہ ان کا وطن تھا، لیکن وہاں موجود قادیانیوں سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ قادیانیوں کے ''مصلح موعود'' مرزا بشیر الدین محمود نے خود نہایت فخریہ انداز میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

❑ ''عرب ممالک میں بے شک ہمیں اس قسم کی اہمیت حاصل نہیں، جیسی ان (یورپی افریقی) ممالک میں ہے، پھر بھی ایک طرح کی اہمیت ہمیں حاصل ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ فلسطین کے عین مرکز میں اگر مسلمان رہے تو وہ صرف احمدی ہیں''۔

(روزنامہ ''الفضل'' لاہور **30** اگست **1950**ء)

یہودیوں اور قادیانیوں کی نظریاتی مماثلت اور اشتراک کا تجزیہ کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ ''مرزائیت اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے کہ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے''۔ (''حرف اقبال'' لطیف احمد شروانی ایم اے، صفحہ **115**)

علامہ اقبال نے ایک اور موقع پر فرمایا تھا:

❑ ''ثانیاً ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دُنیائے اسلام سے متعلق اُن کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے۔ اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار، اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی)۔ مسلمانوں کی قیامِ نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ دنیائے اسلام کافر ہے، یہ تمام اُمور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں، جتنے سکھ، ہندوؤں سے کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ

ہندوؤں میں پوجا نہیں کرتے۔'' (علامہ محمد اقبالؒ کا خط اسٹیٹسمین (دہلی) کے نام مطبوعہ 10 جون 1935ء، حرف اقبالؒ مرتبہ لطیف احمد خان شروانی صفحہ 117، 118)

مولوی فرید احمد نے اپنی کتاب "The Sun Behind the Clouds" میں پاکستان کی بیوروکریسی کے ایک رکن رکین کے بارے میں لکھا کہ ایوب خان کی گول میز کانفرنس کو ناکام بنانے میں یہودیوں نے اسے استعمال کیا تھا۔

اسرائیل میں قادیانی مشن کی موجودگی کا ذکر مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے اور مرزا بشیر الدین محمود کے بیٹے مرزا مبارک احمد نے اپنی کتاب (Our Foreign Missions) میں کیا ہے، جو 1958ء میں ربوہ میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے صفحہ 54 پر وہ لکھتا ہے:

- ''احمدیہ مشن اسرائیل میں حیفا (ماؤنٹ کرمل) کے مقام پر واقع ہے اور وہاں ہماری ایک مسجد، ایک مشن ہاؤس، ایک لائبریری، ایک بکڈپو اور ایک سکول موجود ہے۔ ہمارے مشن کی طرف سے ''البشریٰ'' کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ جاری ہے جو تیس مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بہت سی تحریریں اس مشن نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔ فلسطین کے تقسیم ہونے سے یہ مشن کافی متاثر ہوا۔ چند مسلمان جو اس وقت اسرائیل میں موجود ہیں، ہمارا مشن ان کی ہر ممکن خدمت کر رہا ہے اور مشن کی موجودگی سے ان کے حوصلے بلند ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ہمارے مشنری کے لوگ حیفا کے میئر سے ملے اور اُن سے گفت وشنید کی۔ میئر نے وعدہ کیا کہ احمدیہ جماعت کے لیے کبابیر میں حیفا کے قریب وہ ایک سکول بنانے کی اجازت دے دیں گے۔ یہ علاقہ ہماری جماعت کا مرکز اور گڑھ ہے۔ کچھ عرصہ بعد میئر صاحب ہماری مشنری دیکھنے کے لیے تشریف لائے۔ حیفا کے چار معززین بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اُن کا پروقار استقبال کیا گیا۔ جس میں جماعت کے سرکردہ ممبر اور سکول کے طالب علم بھی موجود تھے۔ اُن کی آمد کے اعزاز میں ایک جلسہ بھی منعقد ہوا، جس میں انہیں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ واپسی سے پہلے میئر صاحب نے اپنے تأثرات مہمانوں کے رجسٹر میں بھی تحریر کیے۔ ہماری جماعت کے مؤثر ہونے کا ثبوت ایک چھوٹے سے مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ 1956ء میں جب ہمارے مبلغ چودھری محمد شریف صاحب ربوہ

پاکستان واپس تشریف لا رہے تھے، اُس وقت اسرائیل کے صدر نے ہماری مشنری کو پیغام بھیجا کہ چودھری صاحب روانگی سے پہلے صدر صاحب سے ملیں۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر چودھری صاحب نے ایک قرآن حکیم کا نسخہ جو جرمن زبان میں تھا، صدر محترم کو پیش کیا جس کو خلوص دل سے قبول کیا گیا۔ چودھری صاحب کا صدر صاحب سے انٹرویو اسرائیل کے ریڈیو پر نشر کیا گیا اور ان کی ملاقات کا احوال اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع کیا گیا''۔

قادیانیوں کے اسرائیل سے تعلقات پر گفتگو کے بعد ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ کیا قادیانیوں نے پاکستان کا وجود تسلیم کر لیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں طوالت سے بچنے کے لیے ہم روزنامہ ''الفضل'' قادیان کے شمارے مورخہ **5** اپریل **1947**ء میں شائع ہونے والی ''اکھنڈ ہندوستان'' کے عنوان سے قادیانیوں کے خلیفہ مرزا بشیرالدین محمود کی ''مجلس عرفان'' کا ایک اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

- ''اللہ تعالیٰ کی اس مشیت سے کہ اس نے احمدیت کے لیے اتنی وسیع بیس مہیا کی ہے، پتہ لگتا ہے کہ وہ سارے ہندوستان کو ایک سٹیج پر جمع کرنا چاہتا ہے۔ اور سب کے گلے میں احمدیت کا جوا ڈالنا چاہتا ہے، اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شیر وشکر ہو کر رہیں تا کہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں۔ بے شک یہ کام بہت مشکل ہے، مگر اس کے نتائج بھی بہت شاندار ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں، تا کہ احمدیت اس وسیع بیس میں ترقی کرے۔ چنانچہ اس رؤیا (خواب) میں اسی طرح اشارہ ہے۔ ممکن ہے عارضی طور پر افتراق پیدا ہو اور کچھ وقت کے لیے دونوں قومیں جدا جدا رہیں، مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر وشکر ہو کر رہیں، لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو ہم مسلمانوں کا ساتھ دیں گے۔ اگر وہ ہلاکت کے گڑھے میں گریں گے، تو ہم بھی ان کے ساتھ ہوں گے اور ہماری وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بھی بچا لے گا۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ ان کی ہلاکت کے ساتھ ہماری ہلاکت ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ احمدیت کو ہلاک نہیں کرسکتا''۔

واضح رہے کہ اس ''مجلس عرفان'' میں چوہدری سر ظفر اللہ خان قادیانی بھی ''مرزا محمود'' کے ساتھ موجود تھا اور مجلس کی ابتداء میں مرزا محمود نے اپنا ایک تازہ خواب سنایا جس میں گاندھی جی ان کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر لیٹنا چاہتے تھے اور ذرا سی دیر لیٹنے کے بعد فوراً اُٹھ بیٹھے اور گفتگو شروع کر دی۔

یہود و ہنود سے قادیانیوں کے تعلقات کے علاوہ ایک عجیب بات یہ ہے کہ مذہب کو افیون قرار دینے والے قادیانیوں کے سہولت کار کمیونسٹ عناصر، ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ قادیانیوں کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھے۔ وہ ہر موقع پر قادیانیوں کی مخالفت سے گریز کرتے اور ان کے مسئلہ کو فرقہ وارانہ جھگڑا کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔

اس پس منظر میں پاکستان کے خلاف بھارت اور اسرائیل کے جارحانہ عزائم کی تکمیل میں قادیانیوں کے خفیہ اور اعلانیہ کردار اور کمیونسٹوں کے تعاون کا کوئی راز نہیں رہتا۔ پھر پاکستان کے پرامن ایٹمی پروگرام میں نمایاں خدمات انجام دینے والے ڈاکٹر عبدالقدیر خان ان کی سازش سے کیسے بچ سکتے تھے؟ آخر کار وہ بھی ان کی زد میں آ گئے اور اب ڈاکٹر عبدالقدیر کی شخصیت اور کارنامے ہی متنازعہ نہیں قرار پاتے، بلکہ بعض لوگ ان شکوک و شبہات کا اظہار بھی کرنے لگے ہیں کہ اس نام کی کسی شخصیت کا وجود ہے بھی یا نہیں۔ جو نام اور جو تصویر اخبارات میں شائع ہو رہی ہے، وہ کوئی اور ہی شخص ہے۔ سازشی عناصر کی یہی کامیابی کم ہے کہ انہوں نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوششوں کے علاوہ وطن عزیز کے ایک مایہ ناز سپوت کو متنازعہ بنا ڈالا''۔ (''ڈاکٹر عبدالقدیر اور کہوٹہ ایٹمی سنٹر'' از یونس خلش)

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا ہمیشہ اسلام اور پاکستان دشمن شخصیات سے گہرا یارانہ رہا بلکہ رازدارانہ تعلقات رہے۔ امپیریل کالج لندن سے پی ایچ ڈی یافتہ یہودی ڈاکٹر یوول نیمان (Yuval Neeman)، ڈاکٹر عبدالسلام کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ جن کی دعوت پر ڈاکٹر عبدالسلام اکثر اسرائیل کے دورہ پر جاتے رہے۔ ایک معروف صحافی کے سوال پر کہ جماعت احمدیہ کا اسرائیل میں تبلیغی مشن ہے، اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ڈاکٹر عبدالسلام نے اعتراف کیا تھا کہ اسرائیل کے قیام سے پہلے کے زمانہ میں

ہم وہاں آباد ہیں۔ وہ ہماری جماعت کے اہم آدمی ہیں۔ اسرائیل ان کا وطن ہے، ہم انہیں وطن بدر نہیں کر سکتے۔ رہا میری ذات کا تعلق تو میں ایسا سائنس دان ہوں جو جغرافیائی سرحدوں کا قائل نہیں۔ میرے لیے انسانیت سب سے اہم ہے۔ اگر مجھے کوئی کافر یا غدار کہتا ہے تو مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بوعلی سینا کو بھی کافر اور زندیق کہا گیا تھا''۔

معتبر ذرائع کے مطابق بھارت نے اپنے ایٹمی دھماکے اسی یہودی سائنس دان کے مشورے سے کیے جو مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ یوول نیمان امریکہ میں بیٹھ کر براہ راست اسرائیل کی مفادات کی نگرانی کرتا رہا۔ اسرائیل کے لیے پہلا ایٹم بم بنانے کا اعزاز بھی اسی شخص کو حاصل ہے۔ پاکستان اس کی ہٹ لسٹ پر تھا اور اس سلسلے میں وہ بھارت کے کئی خفیہ دورے بھی کر چکا تھا۔ یہ بھی واضح رہے کہ امریکی کانگریس کی بہت بڑی لابی یوول نیمان کے لیے نوبیل پرائز کے حصول کے لیے کوشاں رہی۔ اس کی زندگی کا پہلا اور آخری مقصد امت مسلمہ کو نقصان پہنچانا تھا اور وہ اپنے نصب العین کے حصول کے لیے ہر وقت مسلمانوں کے خلاف کسی نہ کسی سازش میں مصروف رہتا۔ دنیا کی ہر مسلم دشمن قوت کے ساتھ اس کا براہ راست رابطہ تھا۔ وہ ٹیکساس اور کیلی فورنیا کی دو بڑی یونیورسٹیوں کے اہم عہدوں پر براجمان رہا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ تل ابیب یونیورسٹی اسرائیل کے شعبہ فزکس کا سربراہ بھی رہا۔ اس سے پہلے یہ شخص اسرائیل کا وزیر تعلیم و سائنس و ٹیکنالوجی بھی رہا۔ پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام پر اس کی خاص نظر تھی اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان ان کی آنکھ میں کانٹا بن کر کھٹکتا تھا۔

اسی طرح ڈاکٹر عبدالسلام کے پاکستان دشمن بھارتی لیڈر نہرو کے ساتھ بڑے دوستانہ مراسم تھے۔ نہرو نے ڈاکٹر عبدالسلام کو آفر کی تھی کہ آپ انڈیا آ جائیں، ہم آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق ادارہ بنا کر دیں گے۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے کہا کہ ''وہ اس سلسلہ میں اٹلی کی حکومت سے وعدہ کر چکے ہیں، لہٰذا میں معذرت چاہتا ہوں لیکن آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے وہاں کے سائنس دانوں سے تعاون کروں گا''۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام کی بھارتی ''خدمات'' کے عوض ٹاٹا انسٹیٹیوٹ برائے بنیادی تحقیق بمبئی، انڈین نیشنل سائنس اکیڈمی نئی دہلی اور انڈیا اکیڈمی آف سائنس بنگلور کے منتخب رکن رہے۔

گورونانک یونیورسٹی امرتسر (بھارت)، نہرو یونیورسٹی بنارس (بھارت)، پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ (بھارت) نے انہیں ''ڈاکٹر آف سائنس'' کی اعزازی ڈگریاں دیں۔ کلکتہ یونیورسٹی نے انہیں سر دیو پرشاد سرداھیکاری گولڈ میڈل اور انڈین فزکس ایسوسی ایشن نے شری آر ڈی برلا ایوارڈ دیا۔

بھارتی صحافی جگجیت سنگھ کے ساتھ ڈاکٹر عبدالسلام کے ذاتی تعلقات تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام جب بھی بھارت جاتے، جگجیت سنگھ ''ٹائمز آف انڈیا'' میں ان پر بھرپور فیچر شائع کرتے۔ انہوں نے ڈاکٹر عبدالسلام پر **"Abdus Salam A Biography"** (سن اشاعت **1992**ء) کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب کا ایک باب **"The Ahmaddiya Jammat"** ہے جس میں جگجیت سنگھ نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے والے **7** ستمبر **1974**ء کو پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلہ اور **1984**ء کے صدارتی آرڈیننس جس کے تحت قادیانی شعائر اسلامی استعمال نہیں کر سکتے، کی سخت مذمت کی اور قادیانیوں کو ''مظلوم'' قرار دیتے ہوئے ان اقدامات کو حقوق انسانی کے منافی قرار دیا۔

ڈاکٹر عبدالسلام کے ایک اور بے تکلف دوست جے سی پولنگ ہارو **(J.C.Polking Horue)** جو کیمبرج میں سلام کے شاگرد تھے اور بعد میں کیتھولک بشپ بن گئے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی درخواست پر ہر سال قادیانی جماعت کے سالانہ جلسوں میں شرکت کرتے رہے۔ یاد رہے یہ وہی پولنگ ہارو ہیں جو پاکستان میں قانون توہین رسالت **295/C** کے خلاف امریکہ میں عیسائی جلوسوں کی قیادت کرتے رہے، جن میں قادیانیوں کی بھی کثیر تعداد شامل ہوتی رہی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جب قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے جولائی **1994**ء میں بیت الفضل لندن میں توہین رسالت ﷺ کی سزا کے خلاف تقریر کی تو مسٹر پولنگ ہارو اپنے کئی بشپ دوستوں کے ہمراہ وہاں موجود تھے۔

ڈاکٹر عبدالسلام کو بڑے بڑے انعامات سے جو رقوم ملیں، ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

- ایٹم برائے امن ایوارڈ — تیس ہزار ڈالر
- نوبیل پرائز — چھیاسٹھ ہزار ڈالر

- بارسلونا پرائز　　　　ایک لاکھ ڈالر
- ایڈنبرا پرائز　　　　5 ہزار ڈالر

انہوں نے ان تمام رقوم کا **10%** حصہ اپنے خلیفہ کے حکم پر جماعت احمدیہ کے فنڈ میں جمع کروایا۔اس کے علاوہ یحییٰ خاں کے زمانہ میں اس وقت کے سیکرٹری خزانہ ایم ایم احمد قادیانی نے ڈاکٹر عبدالسلام کو''پاکستانی سائنس فاؤنڈیشن'' کے نام پر ایک کروڑ روپے کی خطیر رقم فراہم کی، جس کے خرچ کا کوئی ریکارڈ نہیں۔خدشہ ہے یہ رقم بھی قادیانی جماعت کے فنڈ میں جمع کروا دی گئی تھی۔ پاکستان کے معروف مذہبی و سیاسی راہنما مولانا شاہ احمد نورانی کا بیان آن ریکارڈ ہے:

- ''......مرزائیت، یہودیت کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اور پاکستان میں تل ابیب کا ایجنٹ ربوہ ہے، اس کی معرفت جو چاہتے ہیں، کرواتے ہیں...... مذہب کا تو ان لوگوں نے لبادہ اوڑھ لیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑی خطرناک سیاسی تحریک ہے اور صیہونیت کی ایک ذیلی تنظیم ہے جو مسلمانوں کے اندر رہ کر مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا سامان پیدا کر رہی ہے۔حکومت تبلیغی مقاصد کے لیے جو بھی رقم خرچ کرتی رہی ہے، وہ اس سلسلے میں بڑی فراخ دلی سے مرزا ایم ایم احمد قادیانی کی معرفت تقسیم کرائی تھی۔ ہر مرزائی مبلغ براہ راست ایم ایم احمد کی اجازت سے اسٹیٹ بینک پہنچتا تھا اور بڑی آسانی سے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کر لیتا تھا اور اس کے اعداد و شمار اسٹیٹ بینک سے حاصل کیے جاسکتے ہیں''۔

(ارشادات نورانی از ضیاء المصطفیٰ قصوری)

10 ستمبر **1974**ء کو سلام نے وزیر اعظم کے سائنسی مشیر کی حیثیت سے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کیا۔اس کی وجہ انہوں نے اس طرح بیان کی:

- ''آپ جانتے ہیں کہ میں اسلام کے احمدیہ (قادیانی) فرقے کا ایک رکن ہوں۔ حال ہی میں قومی اسمبلی نے احمدیوں کے متعلق جو آئینی ترمیم منظور کی ہے، مجھے اس سے زبردست اختلاف ہے۔کسی کے خلاف کفر کا فتویٰ دینا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔کوئی شخص خالق اور مخلوق کے تعلق میں مداخلت نہیں کر سکتا۔میں قومی اسمبلی کے فیصلہ کو ہرگز تسلیم

نہیں کرتا لیکن اب جبکہ یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور اس پر عمل درآمد کا آغاز بھی ہو چکا ہے تو میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں اس حکومت سے قطع تعلق کرلوں جس نے ایسا قانون منظور کیا ہے۔ اب میرا ایسے ملک کے ساتھ تعلق واجبی سا ہوگا جہاں میرے فرقہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہو"۔

30 اپریل 1984ء کو قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد قانون امتناع قادیانیت کی خلاف ورزی پر مقدمات کے خوف سے بھاگ کر لندن چلے گئے۔ رات کو لندن میں انہوں نے مرکزی قادیانی عبادت گاہ "بیت الفضل" سے ملحقہ محمود ہال میں غصہ سے بھرپور جوشیلی تقریر کی۔ اس موقع پر ڈاکٹر عبدالسلام، مرزا طاہر کے سامنے صف اوّل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مرزا طاہر احمد نے اپنے خطاب میں قانون امتناع قادیانیت (جس کی رو سے قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے استعمال سے روک دیا گیا تھا) پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے اسے حقوق انسانی کے منافی قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ احمدیوں کی بددعا سے عنقریب پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ مزید برآں انہوں نے امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک سے اپیل کی کہ وہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر پاکستان کی تمام اقتصادی امداد بند کر دیں۔ اپنے خطاب کے آخر میں مرزا طاہر نے ڈاکٹر عبدالسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "صرف آپ میرے دفتر میں ملاقات کے لیے تشریف لائیں۔ آپ سے چند ضروری باتیں کرنا ہیں۔" "فرزند احمدیت" ڈاکٹر عبدالسلام نے اسے اپنی سعادت سمجھا اور ملاقات کے لیے حاضر ہوگئے۔ اس ملاقات میں مرزا طاہر احمد نے ڈاکٹر عبدالسلام کو ہدایت کی کہ وہ ضیاء الحق سے ملاقات کریں اور انہیں آرڈیننس واپس لینے کے لیے کہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر عبدالسلام نے جنرل محمد ضیاء الحق سے پریزیڈنٹ ہاؤس میں ملاقات کی اور انہیں جماعت احمدیہ کے جذبات سے آگاہ کیا۔

صدر ضیاء الحق نے بڑے تحمل اور توجہ سے انہیں سنا۔ جواب میں صدر ضیاء الحق اٹھے اور الماری سے قادیانی قرآن "تذکرہ" اٹھا لائے اور کہا کہ یہ آپ کا قرآن ہے اور دیکھیں اس میں کس طرح قرآن مجید کی آیات میں تحریف کی ہے اور ایک نشان زدہ صفحہ کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اس صفحہ پر مندرجہ ذیل آیت درج تھی:

- **انا انزلناہ قریبا من القادیان**

ترجمہ: ''(اے مرزا قادیانی) یقیناً ہم نے قرآن کو قادیان (گورداسپور بھارت) کے قریب نازل کیا''۔(ازالہ اوہام ص 40 مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 ص 140 از مرزا قادیانی)

اور مزید لکھا ہے کہ یہ مکمل قرآن مرزا قادیانی پر دوبارہ نازل ہوا ہے۔ضیاء الحق نے کہا کہ یہ بات مجھ سمیت ہر مسلمان کے لیے ناقابل برداشت ہے۔اس پر ڈاکٹر عبدالسلام کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور وہ بے حد شرمندہ ہوئے اور کھسیانے ہو کر بات کو ٹالتے ہوئے پھر حاضر ہونے کا کہہ کر اجازت لے کر رخصت ہو گئے''۔

بھارت نے 11 مئی 1998ء کو پوکھران میں 3 ایٹمی دھماکے کیے اور 13 مئی 1998ء کو 2 اور دھماکے کیے۔اس کے جواب میں پاکستان نے 28 مئی 1998ء کو چاغی (بلوچستان) کے میدان میں 2 ایٹمی دھماکے کیے اور پھر 30 مئی کو 2 مزید ایٹمی دھماکے کیے۔روزنامہ ''نوائے وقت'' کی رپورٹ کے مطابق:

- ''گزشتہ روز پاکستان کے کامیاب ایٹمی دھماکوں کا اعلان کرتے ہوئے ربوہ کے سرکردہ قادیانیوں کے خفیہ اجلاس منعقد ہوئے۔ربوہ میں ہو کا عالم تھا۔قادیانیوں کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے جبکہ مسلمانوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے''۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 29 مئی 1998ء)

قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے لندن کی مرکزی قادیانی عبادت گاہ ''بیت الفضل'' میں پاکستانی عوام کو ایٹمی دھماکوں کے خلاف اکساتے ہوئے کہا کہ پاکستان کو ایٹمی دھماکوں کا حق عقل سے استعمال کرنا چاہیے تھا جو اس نے نہیں کیا۔انہوں نے پاکستان کے مسلمان عوام پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ ''ایٹمی دھماکے کر کے جشن منالو، پتہ اس وقت چلے گا جب بھوک ناچے گی۔جنونی دور ختم ہوگا تو ملک کا رہا سہا نظام بھوکے عوام اپنی بغاوت کے ذریعے ختم کر دیں گے''۔انہوں نے مزید کہا کہ ''ایٹمی دھماکوں سے پاکستان میں درجہ حرارت بڑھ جائے گا''۔(روزنامہ خبریں لاہور 9 جون 1998ء)

۞......۞......۞

منصور عادل

الجزائر میں قادیانی صہیونی نیٹ ورک

شمالی افریقہ کے اہم عرب ملک الجزائر میں گزشتہ دو سالوں کے دوران جاری فسادات، خون ریز جھڑپوں، بدامنی اور لسانی وفرقہ وارانہ اشتعال انگیزی کے پیچھے قادیانی گروہ اور اسرائیلی ایجنسی موساد کا مشترکہ نیٹ ورک پکڑا گیا۔ صہیونی قادیانی شراکت سے الجزائر میں جون 2015ء سے لسانی اور فرقہ وارانہ فسادات رونما ہوئے تھے۔ قومی امن کو سبوتاژ کرنے کی مذموم سازش رواں ہفتے الجزائری سیکورٹی اداروں کے ہاتھوں ہونے والے گرفتاریوں سے بے نقاب ہوگئی ہے۔ الجزائر کے خصوصی سیکورٹی ادارے الدرک الوطنی نے ملک کے شمالی صوبہ غردایہ میں ایک خطرناک گینگ کو گرفتار کرلیا ہے۔ حراست میں لیے جانے والا گروپ 10 افراد پر مشتمل ہے جو بدنام زمانہ اسرائیلی ایجنسی موساد کا جاسوس ہے اور یہودی ایجنسی کے اشاروں پر عرب دنیا کی دوسری مضبوط ترین عسکری قوت کے حامل ملک میں بدامنی اور افراتفری پھیلانے کے لیے سرگرم ہے۔

اس کے علاوہ ملک کے دوسری علاقے سطیف میں کارروائی کرتے ہوئے الدرک الوطنی نے قادیانی گروہ کے ایک مرکز پر چھاپہ مارا ہے، جہاں سے نصف درجن افراد کو حراست میں لے لیا ہے۔ گرفتار افراد سے تحقیقات کے بعد معلوم ہوا ہے کہ وہ قادیانی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور گزشتہ ایک سال سے ان کے خلاف گرفتاریوں کی مہم شروع ہونے کے بعد وہ خفیہ رہنے کی کوشش کر رہے تھے۔ گرفتار افراد سے مزید تحقیقات کی جارہی ہیں۔ اس گروہ کے اس سے قبل 70 سے زائد افراد گرفتار کیے جاچکے ہیں۔

الجزائری ذرائع ابلاغ کے مطابق قادیانی گروہ غیر ملکی اداروں سے مل کر الجزائر میں بدامنی پھیلانے کے لیے کوشاں ہے۔ الجزائری جریدے کی رپورٹ کے مطابق

الجزائر کے فرقہ وارانہ فسادات کا نشانہ بننے والے علاقے الغرادیہ میں سیکورٹی فورسز کے چھاپے کے دوران حراست میں لیے جانے والے جاسوسوں کے پاس وائرلیس کے لاسلکی سیٹ اور حساس کارروائیوں میں رابطہ کے لیے استعمال ہونے والے مہنگی ترین ٹیکنالوجی برآمد ہوئی ہے۔ حراست میں لیے جانے والے نیٹ ورک میں شامل افراد کا تعلق مالی، نائیجیریا، ایتھوپیا، گنی، لائبیریا، کینیا اور لیبیا سے ہے۔ موساد کے جاسوس گروپ کے مجرموں نے دورانِ تفتیش اعتراف کیا ہے کہ وہ موساد کے لیے جاسوسی کر رہے تھے اور وہ الجزائر میں رہ کر گزشتہ پانچ برس سے سرگرم تھے۔

جون 2015ء میں الجزائر کے شمالی صوبہ غردایہ میں عربوں اور اباضی فرقے کے درمیان خونریز جھڑپوں کے پیچھے اسی گروپ کی سازش کارفرما تھی۔ یاد رہے کہ غردایہ میں 2015ء میں ہونے والے فسادات مالکی مسلک کے پیروکاروں اور اباضیہ کے تابعین کے درمیان ہوئے تھے۔ مالکیوں کی اکثریت عرب ہے جبکہ اباضی مذہب والوں کا تعلق امازیغی قبائل سے ہے۔ جس کی وجہ سے یہ فسادات اگرچہ فرقہ وارانہ رنگ میں شروع ہوئے تھے، لیکن بعد میں نسلی اور لسانی شکل اختیار کر گئے تھے۔ اس شورش کے نتیجے میں 30 افراد قتل اور 700 زخمی ہوئے تھے۔ غردایہ کی عدالت نے سیکورٹی اداروں کو اِن جاسوسوں کو مزید تحقیقات کے لیے زیر تفتیش رکھنے کی اجازت دے دی ہے۔

موساد کے جاسوس گروپ نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے الجزائر میں فسادات کرانے کے لیے سوشل میڈیا کی ویب سائٹس، فیس بک اور ٹویٹر استعمال کیا ہے۔ وہ جھوٹی خبریں بنا کر پوسٹ کرتے تھے جس سے عوامی سطح پر بلوہ عام کرنے اور اشتعال پھیلانے کا کام لیا جاتا تھا۔ موساد کے جاسوس گروپ نے رواں ماہ الجزائر کے بعض علاقوں میں تاجروں کی پرامن ہڑتال کو اپنے منفی مقاصد کے لیے استعمال کر کے خونریز فسادات کرانے کی سازش کی تھی۔ حالیہ اور سابقہ فسادات کے درمیان یکسانیت تھی جس کی وجہ سے سیکورٹی اداروں نے کئی پہلوؤں پر تحقیقات شروع کی تھیں اور نتیجتاً موساد کا یہ نیٹ ورک پکڑا گیا۔

رپورٹ کے مطابق موساد نے الجزائر اور شمالی افریقہ کے دیگر اہم عرب ممالک

میں فسادات کرانے کے لیے لیبیا، ایتھوپیا، نائجیر یا اور دیگر ایسے مما لک کے باشندوں کو بھرتی کیا۔ جہاں معاشی مشکلات کی وجہ سے لوگوں کو پریشانیوں کا سامنا ہے۔ جبکہ الجزائر ایک ہمسایہ کی حیثیت سے ان مما لک کے باشندوں کو اپنے ہاں آنے کی اجازت دیتا ہے۔ الجزائری ذرائع ابلاغ کے مطابق نیٹ ورک کے گروہ کے رابطوں سے معلوم ہوا ہے کہ ان کے فرانس، اسرائیل اور دیگر یورپی مما لک کے ساتھ روابط تھے اور انہیں ہدایات وہیں سے ملتی تھیں۔ خیال رہے کہ اباضی مذہب سنی اور شیعہ سے الگ ایک مختلف مذہب ہے۔ اس کے پیروکاروں کی اکثریت خلیجی ملک عمان میں ہے۔ عمان میں ملک کی **70** فیصد آبادی اباضی مذہب کی تابع ہے۔

عمان کے علاوہ لیبیا، الجزائر اور تیونس میں اباضی فرقے کے افراد آباد ہیں، الجزائر کا غردایہ صوبہ ان کا ٹھکانہ ہے۔ لیبیا میں زوارہ نامی ساحلی علاقہ اباضیوں کا گڑھ ہے، لیبیا کے اباضی بھی امازیغی قبائل ہیں۔ تیونس کے جنوب مشرق میں خلیج قابس میں واقع جزیرہ جربہ اباضی فرقے کا خصوصی ٹھکانہ ہے۔ چونکہ تیونس کے جربہ میں افاضیوں کے ساتھ یہودیوں کی ملی جلی آبادی ہے اور اس علاقے میں ہر سال دنیا بھر سے ہزاروں یہودی اپنے ایک مذہبی تہوار کے لیے آتے ہیں۔ موساد کے جاسوس بھی زائرین کے بھیس میں آ کر اباضی فرقے میں شامل اپنے جاسوسوں کو ہدایات دیتے ہیں، اور انہیں لیبیا، تیونس اور الجزائر میں اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

علی ہلال

قادیانی خلیفہ کے داماد کی اسرائیل نوازی

انٹرنیشنل کرمنل کورٹ کے چیف پراسیکیوٹر کریم اسد احمد خان عالمی عدالت انصاف کو اسرائیل کی جھولی میں ڈالنے کے لیے سرگرم ہیں۔ یاد رہے کہ کریم اسد احمد خان قادیانیوں کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر احمد کے داماد ہیں۔ اسد کریم خان کی جانب سے بین الاقوامی کرمنل کورٹ کو دنیا کے بڑے قاتل اسرائیل کے حق میں استعمال کرنے کا دعویٰ سامنے آ گیا ہے جس کے بعد ان کے دورۂ اسرائیل اور رام اللہ کے دوران انسانی حقوق اور قانونی اُمور کے لیے کام کرنے والے فلسطینی گروپوں نے ان کے ساتھ ملاقات کرنے سے انکار کیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق فلسطین میں انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والے تین فلسطینی گروپوں نے انٹرنیشنل کرمنل کورٹ کے پراسیکیوٹر جنرل اسد کریم خان کے ساتھ ملنے سے انکار کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ انہیں اسد کریم خان سے انصاف کی توقع نہیں ہے۔ جولائی 2021ء میں عالمی فوجداری عدالت کے پراسیکیوٹر کا چارج سنبھالنے کے بعد اسد کریم خان نے اس عالمی ادارے کو سیاست کا اکھاڑا بنا دیا ہے، جہاں اب انصاف اور ثبوت وشواہد کے بجائے فیصلے پسند و ناپسند پر کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں۔

عالمی فوجداری عدالت کے پراسیکیوٹر کی حیثیت سے اسد کریم خان نے رواں ہفتے اسرائیل کا دورہ کیا۔ ان کے اس دورے کا مقصد فلسطینی مزاحمتی گروپوں حماس اور الجہاد الاسلامی کی جانب سے بازیاب ہونے والے یرغمالیوں اور ان کے وکلاء سے ملاقات ہے۔ عالمی فوجداری عدالت کے پراسیکیوٹر کی حیثیت سے اسد کریم خان سے یہی درخواست فلسطینی گروپوں نے بھی کی تھی کہ وہ 24 نومبر کے بعد قیدی تبادلہ معاہدے کی رو سے اسرائیلی جیلوں سے رہائی پانے والے فلسطینی قیدیوں سے بھی ملاقات کریں۔ تاہم مرزا

طاہر کے داماد نے یہ درخواست مسترد کر دی اور صرف اسرائیلی یرغمالیوں اور ان کے قانونی معاونین سے ملے۔ مگر انہوں نے رام اللہ کا دورہ کرنے کے باوجود بھی کسی فلسطینی قیدی سے ملاقات نہیں کی جس کے بعد انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والی تین فلسطین فاؤنڈیشنز الحق، القدس سینٹر فار لیگل ایڈ اینڈ ہیومن رائٹس اور انڈیپنڈنٹ کمیشن فار ہیومن رائٹس کے نمائندوں نے اسد کریم خان کو متنازع سیاسی ذمہ دار قرار دیتے ہوئے ان سے ملنے سے انکار کر دیا۔ فلسطینی گروپوں کے مطابق کریم خان نے عالمی فوجداری عدالت کو سیاست کی نذر کر کے متنازع بنا دیا ہے۔ وہ پروفیشنل طور پر آزاد اور غیر جانبدار پراسیکیوٹر کے طور پر کام کرنے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں جس کے باعث عالمی فوجداری عدالت اب ایک منصفانہ ادارہ کے طور پر اپنی امیج برقرار نہیں رکھ سکی ہے۔

خیال رہے کہ فلسطینی گروپوں سے قبل خود اسرائیل کے اندر ہیومن رائٹس کے لیے کام کرنے والے چار ادارے بھی اسد کریم خان کو جانبداری برتنے اور سیاسی متنازع قرار دے چکے ہیں۔ نہ صرف فلسطینی گروپس بلکہ خود اسرائیل کے اندر کرنے والے ادارے یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ اسرائیل کے خلاف مغربی کنارے اور غزہ سمیت فلسطینی اراضی میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور جنگی جرائم کا ارتکاب معمول بن چکا ہے مگر 2014ء سے اب تک عالمی عدالت نے اس حوالے سے دائر مقدمات پر مکمل خاموشی اختیار کر رکھی ہوئی ہے۔ عالمی فوجداری عدالت میں فلسطینیوں کے خلاف انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور جنگی جرائم کے مقدمات دائر ہونے کے بعد سے اسرائیل نے متعدد دفعہ عالمی عدالت کے محققین کو اسرائیلی دورے کی اجازت دینے سے انکار کیا ہے۔ خیال رہے کہ اسرائیل، روم میں ہونے والے اس معاہدے کا کبھی حصہ بھی نہیں بنا جس کے تحت عالمی فوجداری عدالت میں وجود آئی ہے۔

اسد کریم خان نے مصر کے راستے سے رفاہ کراسنگ کا دورہ کیا جہاں انہیں اسرائیل قابض فورسز کی جانب سے غزہ کے اندر جانے نہیں دیا گیا۔ مگر اس کے باوجود رفاہ کراسنگ پر خطاب کرتے ہوئے اسد کریم خان نے جنگی جرائم کے مرتکب اسرائیل کے

بجائے فلسطینی مزاحمتی گروپوں کو موردالزام ٹھہرایا۔ یاد رہے کہ اس قبل اسد کریم خان عالمی عدالت انصاف کے چیف پراسیکیوٹر کی حیثیت سے روسی صدر ولادی نیوٹن کے خلاف یوکرائن جنگ کے پس منظر میں صرف ایک ہفتہ کے اندر اندر مقدمہ دائر کر گئے ہیں جبکہ مسلمانوں کی غیر قانونی جبری بے دخلی اور بالخصوص بچوں کی بے دخلی کا ارتکاب جب اسرائیل کر چکا ہے تو عالمی فوجداری عدالت خاموشی اختیار کیے ہوئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق عالمی فوجداری عدالت پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں ویٹو پاور والی بڑی عالمی قوتوں کی اجارہ داری ہے، تاہم اس عدالت کے سابق پراسیکیوٹر بالخصوص والٹس پنسوڈا کے دور میں عالمی عدالت کے فیصلے غیر معمولی حد تک شفاف اور منصفانہ تھے۔ بطور خاص عراق اور افغان جنگ میں جنگی جرائم اور انسانیت کے خلاف کارروائی کے مقدمات پر کارروائی کے باعث امریکا نے عدالت کی خاتون پراسیکیوٹر پر باقاعدہ پابندیاں عائد کر دی تھیں مگر بہادر پراسیکیوٹر نے اس کی پروا نہیں کی۔

اس کے برعکس اسد کریم خان پر عالمی فوجداری عدالت کو متنازع بنانے اور ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کے حق میں استعمال کرنے کا الزام ہے۔ خیال رہے کہ غزہ پر اسرائیلی جارحیت کے حوالے سے بیشتر عالمی اداروں نے فرائض انجام دیئے بغیر اسرائیلی حمایت کرتے ہوئے فلسطینیوں سے آنکھیں پھیری ہیں۔ ایسے اداروں میں اقوام متحدہ کا اونروا، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن اور ورلڈ فوڈ پروگرام کے نام شامل ہیں۔ ان اداروں نے غزہ میں ادویات کی ترسیل، غذائی امداد کی رسائی اور نقل مکانی کرنے والے متاثرین کی مدد کیے بغیر اپنے کارکنوں اور مشینریز کو نکال کر اسرائیلی پلان کو نافذ کرنے میں مدد کی ہے۔ تاہم عالمی فوجداری عدالت کے حالیہ پراسیکیوٹر جنرل کی حیثیت سے مرزا طاہر کے داماد کی جانب سے جس طرح عالمی عدالت کو سیاسی متنازع بنایا ہے، وہ زیادہ نمایاں اور شرمناک ہے اور اسے قادیانیوں اور اسرائیل کے درمیان برسوں کے گہرے تعلقات کا شاخسانہ قرار دیا جا رہا ہے۔

۞......۞......۞

مفتی محمد رضوان عزیز

یہودیت اور کادیانیت: ایک سکہ کے دو رُخ

تاریخ انسانی کے اس قافلے میں قوموں کا عروج و زوال ہمیشہ سے چلتا رہا ہے۔نشیب وفراز کی یہ داستان کہیں کہیں دل فگار ہےاور کہیں دل نواز۔بحیثیت مجموعی اس کا کارخانہ عالم میں عروج وزوال، حاکمیت ومحکومیت کی تاریخ میں انسانوں کے اپنے اعمال وافعال کا زیادہ دخل ہوتا ہے۔لیکن ایسا نہیں ہوتا ہے کہ کسی قوم کی غلطی اس کی تمام خوبیوں سمیت ہمیشہ کے لیے اسے لے ڈوبے۔ڈوبنے والے سنبھل جاتے ہیں، بچھڑنے والے قافلوں سے مل جاتے ہیں مگر بنواسرائیل کی کچھ گمشدہ بھیڑیں قافلے سے ایسی بھٹکیں کہ خیر خواہی کا اعلیٰ معیار رکھنے والے انبیاء کی آوازیں بھی ان بدبخت بھیڑوں کو واپس ریوڑ میں واپس نہ بلاسکیں۔ان کی مبارک آواز کو ان بدبودار بھیڑوں نے سننے سے یکسر انکار کردیا۔

یہ اتنی خوش فہمی کا شکار رہے کہ ہم خدا کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ہمیں اب کسی نگہبان کی ضرورت نہیں رہی۔ یہی وہ اچھا ہونے کا کبر تھا جس نے اس قوم کو جسے قوم یہود کہتے ہیں، ہمیشہ کے لیے مالک کائنات اللہ عزوجل کے دربار سے مردود کردیا۔

قوم ہود باضابطہ شریعت کی حامل پہلی قوم تھی جسے بحیثیت ایک ملت کے مخاطب کیا گیا۔خدائی لاڈ اور پیار سے اِس کی الٹی سیدھی فرمائشوں کو بھی پورا کیا گیا۔ان کو قبطیوں کی غلامی سے نجات دلائی گئی۔سمندروں سے ان کو راستے لے کر دیے گئے۔خشک پتھروں سے ان کے لیے پانی کے چشمے جاری کر کے ان کے علاقوں کو سیراب کیا گیا۔وادی تیہ کی صحرانوردی میں ان کے لیے جنت سے دسترخواں اتار کر ان کی تکریم کی گئی۔اس زمین پر رہتے ہوئے اپنی آنکھوں سے ذات باری تعالیٰ دیکھنے کی بچگانہ ضد بھی پوری کی گئی۔اس مسلسل لاڈ پیار سے اپنے کریم رب کے درمیان موجود سفارت کار انبیاء کرام علیہم السلام

کے ہی قتل کے در پے ہو گئے۔ حتیٰ کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انبیاء کی معجزانہ زندگی دے کر مبعوث کیا مگر یہ قوم ان کے بھی قتل کے در پے ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا، والدہ کی گود میں کلام کرنا، مادرزاد نابیناؤں کو بینا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا ایسے عظیم الشان معجزات نے بعض بدنصیبوں کو ان کے خدا کا بیٹا ہونے کی غلط فہمی میں مبتلا کر دیا لیکن قوم یہود کی سنگ دلی کسی طرح کم نہ ہوئی۔

یہ احکامات انہیں خدا کے قریب کر سکے اور نہ ہی معجزات انہیں ان کی ہٹ دھرمی سے باز رکھ سکے۔ پس پھر خالق کائنات کے لطف و کرم نے اس راندہ درگاہ قوم سے منہ موڑ لیا اور پھر اس کی وہ محفلیں جو کبھی من وسلویٰ کے دستر خوانوں سے آباد تھیں، جو آسمان سے اترتا تھا، بقرہ کی ضیافت ہوتی تھی، جلوہ طور کے جلوے عالم کو پر نور کرتے تھے، خدا کے نمائندے جن سے کثرت سے بات کرتے تھے، وہ سب محفلیں اجڑ گئیں۔ یہود کے شاندار ماضی اور دردناک انجام کو دیکھیں تو منیر نیازی کا یہ شعر بے ساختہ زبان پر آتا ہے:

آنکھوں میں اڑ رہی ہے کئی محفلوں کی دھول

عبرت سرائے دہر ہے اور ہم ہیں دوستو

تقدیر کا پہیہ جب اُلٹی چال گھوما تو خدا کی محبوبیت کے گھمنڈ میں مبتلا قوم یہود دنیا میں بے بسی اور بے کسی کی چلتی پھرتی تصویر بن گئی۔ اُن کی اس ذلت و مسکنت اور اللہ تعالیٰ کے دربار سے ملعون ہونے کو کتاب مقدس میں یرمیاہ نبی کے حوالے سے یوں لکھا ہے:

❑ ''میں ایسا کروں گا کہ یہود کے درمیان خوشی خرمی کی آواز نہ رہے۔ دولہا اور دولہن کی خوشی چکی کی آواز اور چراغ کی روشنی نہ رہے اور ساری زمین میں یہود ویرانی اور حیرانی کا باعث ہو گی''۔ (یرمیاہ کتاب مقدس باب نمبر 17۔125:9)

پھر یرمیاہ نبی نوحہ کرتے ہوئے اس بدقسمت قوم کا ذکر یوں کرتے ہیں:

❑ ''خداوند نے اسرائیل کی جان کو آسمان سے زمین پر پٹخ دیا اور قہر کے دن اپنے پاؤں کی کرسی کو یاد نہ کیا۔ خداوند نے یعقوب کے سارے گھرانے کو غارت کر دیا اور رحم نہ

کیا۔اس نے اپنے قہر میں یہودہ کی بیٹی کے قلعوں کو مسمار کر دیا۔اس نے انہیں خاک کے برابر کر دیا۔اس نے اپنے قہر شدید سے اسرائیل کے ہر سینگ کو کاٹ دیا۔

(نوحہ یرمیاہ 2۔1۔3)

اللہ تعالیٰ نے قوم یہود کی ملعونیت کو اس طرح بیان کیا:

- **لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسیٰ ابن مریم** (المائدہ:78)

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی زبان سے لعنت کی گئی۔حضرت داؤد علیہ السلام کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نے رنگ دیکھایا اور ان پر بخت نصر جیسا ظالم بادشاہ مسلط کر دیا۔ **600** قبل مسیح میں جب قوم یہود کی سرکشی حد سے بڑھی تو بغداد سے **65** کلومیٹر کے فاصلے پر واقعہ کلدانی سلطنت کے دارالحکومت بابل کا بادشاہ بخت نصر طوفان کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور فلسطین تک قوم یہود کا صفایہ کر دیا۔چالیس ہزار یہودی علماء کو قتل کر دیا اور مسجد اقصیٰ کو گندگی سے بھر دیا۔فرعون کے مظالم بھی بخت نصر کے ظلم کے سامنے بے وقعت ہو گئے۔اللہ تعالیٰ نے یہود کی اس ذلت کو ان الفاظ سے بیان کیا۔

- **فاذا جاء وعداولھما بعثنا علیکم عبادالنا اولی باس شدید فجاسوا خلل الدیار و کان وعدا مفعولا** (الاسراء:5)

ترجمہ:''بس جب آیا پہلا وعدہ، بھیجے ہم نے تم پر اپنے بندے سخت لڑائی والے پھر پل پڑے وہ شہر کے بیچ اور وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔

اس کے بعد یہود کو کچھ سنبھلنے کا موقع ملا تو انہیں چاہیے تھا یہ توبہ کرتے۔اپنی نسلی سرکشی سے باز آتے مگر یہ اپنی اسی خوئے بد پر چلتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رومی جنرل طیطس کو مسلط کر دیا جس کے مظالم نے یہودیت کے بھرکس نکال کر رکھ دیے۔اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ان کی بربادی کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

- **فاذا جاء وعدالاخرۃ لیسوء اوجوھکم ولیدخلو المسجد کما**

دخلوہ اول مرۃ ولیتبر واما علوا تتبیرا (الاسراء:7)

ترجمہ: ''پس جب پہنچا دوسرا وعدہ (بھیجے) دوسرے بندے (طیطس رومی کے لشکری) کہ اُداس کریں تمہارے منہ یعنی تمہارے حلیے بگاڑ دیں اور گھس جائیں مسجد میں جیسے گھس گئے تھے پہلی بار اور تباہ کر دیں جس جگہ غالب ہو پوری خرابی۔''

پھر رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ان کے لیے سنبھلنے کا آخری چانس تھا مگر افسوس اس بد بخت قوم نے وہ چانس بھی گنوا دیا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی زہر دے کر شہید کرنے کے ایسے ہی در پے ہوئے جیسے کہ سابقہ انبیاء کرام کے قتل کے مجرم تھے۔ خفیہ سازشیں، ناپاک عزائم اور ہر وہ جرم جو ان کے بس میں تھا، یہ کر گزرتے حتیٰ کہ ان کو مدینہ طیبہ سے جلاوطن کر دیا گیا۔ بعد ازاں ہٹلر نے ان پر خوب ہاتھ صاف کیے۔ یہود کی حرکات بد سے تنگ آئے ہوئے ہٹلر نے ان کو ایسا نابود کیا کہ اس کے مظالم کو یہود آج بھی 'ہولوکاسٹ' کے نام سے یاد کرتے ہیں اور کانپ اٹھتے ہیں۔ البتہ قرب قیامت مسلمانوں کے ہاتھوں بھی قوم یہود کی نسل کشی ہونے والی ہے مگر وہ تب ہوگا جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لے آئیں گے، تب ان کو کوئی حجر و شجر پناہ دینے کا روادار نہیں ہوگا۔

یہود و نصاریٰ چونکہ آسمانی وحی کے حاملین رہ چکے ہیں مگر اپنی بدبختی سے سچے نبیوں کے نام لیوا ہو کر بھی خدا کی نظر میں جھوٹے ہیں لیکن قیامت تک اسلام کی متحارب قوت کے طور پر انہوں نے کسی نہ کسی شکل میں باقی رہنا تھا۔ اس لیے حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشار فرمایا ''**اخرجوا الیهود و النصاری من جزیرة العرب**'' یعنی یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کر دو کہ اسلام کے مرکز و قبلہ کے قریب ان کا رہنا بھی اسلام کے لیے نقصان کا باعث ہوگا جبکہ مشرکین مکہ کی قوت جب فتح مکہ میں ٹوٹ گئی تو آپ ﷺ نے بشارت دی کہ اب شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی عبادت ہو گی۔ لہٰذا یہود و نصاریٰ ایسی قومیں ہیں کہ ہم دن میں پانچ بار اللہ تعالیٰ سے گمراہوں اور مغضوب علیہ کے راستے پر چلنے سے پناہ مانگتے ہیں اور یقیناً مغضوب علیہ اور گمراہ لوگ یہود و نصاریٰ ہیں۔ آپ ﷺ نے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرما دیا:

- **لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر، وذراعا بذراع، حتی لو سلکوا جحر ضب لسلکتموہ قلنا: یا رسول اللہ، الیھود والنصاری؟ قال: فمن؟** (بخاری)

''میری امت میں سے بعض لوگ پہلے لوگوں کی پیروی کریں گے اور قدم بقدم ان کے نقش قدم پر چلیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پہلے لوگوں سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون مراد ہوسکتے ہیں؟'' اس امت میں انفرادی طور پر کسی نے کسی معاملے میں یہود کی پیروی کی ہو تو اس کی حیثیت محض انفرادی غلطی یا بے راہ روی کی سی رہی مگر ایک طبقہ بحیثیت جماعت اپنے عقائد ونظریات، افکار وگفتار اور سیرت وکردار حتیٰ کہ انجام کار کے اعتبار سے بھی یہود کی پرچھائی بن جائے گا۔ فتنہ کادیانیت سے پہلے ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا اور نہ شاید قیامت تک کوئی اور فرد یا گروہ بدبختی اور ذلت کی اس سطح تک اترے جس حد تک کادیانیت اتر چکی ہے۔

عرف عام میں کادیانی مذہب کا بانی مرزا غلام احمد کادیانی کو ہی سمجھا جاتا ہے۔ اس مذہب کا مقتدی و پیشوا ہونے کی حیثیت سے اگرچہ یہ خیال کسی حد تک درست ہے مگر حقیقت اس پیش منظر سے کہیں زیادہ گھمبیر ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے سینے میں بالخصوص اور عالم اسلام کے سینے میں بالعموم گھونپ دیا جانے والا یہ خنجر اس فیکٹری میں تیار ہوا تھا اور اس کو استعمال کرنے والے ہاتھ کون سے تھے تو آپ کے لیے آج کادیانیت کی جامہ تلاشی لیں کہ یہودیت کی بی ٹیم کا کردار ادا کرنے والے یہ مذہب اسلام کا کس حد تک بدخواہ ہے اور اس طوفان بلاخیز کے پیچھے خفیہ عناصر کون ہیں؟

برطانوی خوانچہ فروش جب مختلف حیلوں بہانوں اور چالبازیوں سے تاج ہند کے وارث بن گئے تو انہوں نے یہاں کی مسلمان رعایا جو کہ گذشتہ ایک ہزار سال سے تقریبا حکمران بھی چلی آ رہی تھی، اس کو ہر شعبہ زندگی سے نکال کر مجبور ومقہور غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا۔ ہندوستان کے باشندوں کے لیے کسی بھی طور پر یہ ولایتی اقتدار قابل قبول نہیں تھا۔ 1857ء میں پہلی مسلح بغاوت ہوئی اور آزادی ہند کے لیے جنگ لڑی گئی۔ اس

جنگ نے انگریز کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ آخر کار انگلستان کے پارلیمان میں اس پر مشاورت ہوئی اور 1866ء سے 1874ء تک مختلف حیثیتوں سے برطانیہ کا اہم عہدیدار اور آخر کار وزیر اعظم یہودی سیاست دان بینجمن ڈزرائیلی (Benjamin Disraieli) کی قیادت میں ہندوستان کے حالات اور اس کے حل کے لیے ایک خاص وفد (Think Tank) تشکیل دیا گیا جو کہ ہندوستان کے سیاسی حالات کا معائنہ کرے اور رپورٹ پیش کرے۔ اس وفد نے ہندوستان کا دورہ کیا اور جا کر برطانوی پارلیمان میں رپورٹ پیش کی کہ مسلمانوں کے دو نظریات نا قابل تسخیر ہیں۔ ایک نظریہ وحدت امت اور دوسرا نظریہ جہاد۔ جب تک اس امت میں تصور ختم نبوت موجود ہے، اس امت کے تین مراکز نا قابل تسخیر و تبدیل رہیں گے۔ 1- وحدت قبلہ، 2- وحدت دستور، 3- وحدت قیادت، یعنی قرآن اور ان کا پیغمبر (ﷺ) ایک ہے اور یہ تین اکائیاں تب تک تبدیل نہیں ہوتیں جب تک کوئی نیا نبی نہ آ جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ان میں نیا نبی لایا جائے۔ جہاد ان کا منصوص مسئلہ ہے اور مسلمانوں کے مذہب میں یہ عبادت نزول عیسیٰ علیہ السلام تک جاری رہنے والی ہے۔ ان کے آنے پر اس عبادت کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ لہٰذا اب ان کے نظریہ جہاد کو ایک نیا نبی ہی کنٹرول کر سکتا ہے۔

برطانیہ کا وزیر اعظم یہودی تھا اور یہودی دماغ جتنا شاطر ہو سکتا ہے، اس میں وہ ساری صلاحیتیں موجود تھیں۔ فوراً ان شیطانی دماغوں نے ''حواری نبی'' کی اصطلاح نکالی اور ہندوستان میں مرزا قادیانی کو 'مثیل مسیح' کے روپ میں لانچ کرنے کا پروگرام بنایا۔ چونکہ فری میسن تحریک جو یہودیت کے تحفظ اور آزاد اسرائیلی ریاست کے قیام کے لیے عرصہ دراز سے کوشاں تھی، اس کی بھی یہی رائے تھی کہ ریاست میں ایک نیا نبی اسی نوعیت کا ہونا چاہیے جو استعماری عزائم کا محافظ ہو، اس کی پشت پناہی کی جائے اور مذہب کو سرمایہ دارانہ نظام کے تحفظ کے لیے استعمال کیا جائے۔

لہٰذا ہندوستان میں ایسے شخص کی تلاش شروع ہوئی جو اس سامراجی تھیٹر میں نبوت کا کردار ادا کرے۔ اس کے لیے سیالکوٹ کی کچہری میں مختلف صلاحیتوں کے حامل

افراد کو بلوا کر اُن کے انٹرویو شروع ہوئے۔ پیچھے فری میسن یہودی بنجمن ڈزرائیلی کا دماغ کارفرما تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں شاطر ذہین مگر بے ضمیر لوگوں کو جمع کیا گیا۔ ان سب کی رائے ایک ہی تھی کہ ایک ہی شخص اس کام کا اہل ہے اور وہ ہے مرزا غلام کادیانی۔ پس پھر کیا تھا مرزا قادیانی کو فری میسن لابی نے امت مسلمہ کی تفریق، نظریہ جہاد کے انکار اور حضرت مسیح علیہ السلام کے مثیل کے طور پر چن لیا اور برطانوی پارلیمان نے اس کی منظوری دے دی۔

1850ء سے لے کر **1880**ء تک بہت سی تحریکوں کے عروج و زوال اور جنگوں کا زمانہ ہے۔ نوآبادیاتی نظام کا اژدھا کالونیزم کے نئے اصول وضوابط کے ساتھ دوسرے ممالک کو ہڑپ کرنے کے لیے جب اپنی بفہ سے نکلا تو جنوبی افریقہ پر ڈچ، الجزائر پر فرانسیسی، ایشیا پسیفک رم اور ہندوستان میں برطانوی شاطر دماغ ٹوٹ پڑے اور سینٹرل ایشیائی ریاستوں پر روسی استعمار نے ہلہ بول دیا۔ ایسے میں سب شیطانی منصوبوں کے پیچھے یہودی شاطر دماغ پیش پیش تھے جہاں جہاں کالونیزم کے منحوس اثرات گئے۔ وہاں کے مقامی باشندوں نے ان کے خلاف اپنی مزاحمت کو تیز کیا اور اپنی زمینوں کو چھڑوانے کی کوشش کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ استعمار کے نیچے سسکتی انسانیت اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی تھی۔

دوسری طرف مرد بیمار کا لقب پانے والی خلافت ترک ریاست کے قیام میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ ایسے قیامت خیز لمحات میں ترکوں کے مخالف برطانوی یہودی سوچ کی حمایت میں کذاب کادیانی پیش پیش تھا۔ برطانیہ کے ہر ظلم کو آسمانی الہامات کی سند جواز فراہم کر رہا تھا اور اس سامراج کے خلاف برسر پیکار مجاہدین کو اللہ اور شریعت کا باغی قرار دے رہا تھا۔ محمد عربی ﷺ کے دین کو منسوخ اور اپنی مدت پوری کیا ہوا دین بتلایا اور یہودی فیکٹری سے تیار کردہ خود ساختہ دھرم کو حقیقی دین بنا کر پیش کرنے لگا۔

برطانوی یہودی وزیر اعظم مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے خائف تھا کہ یہی وہ جذبہ تھا جو صہیونی ریاست کے قیام میں رکاوٹ تھا۔ مرزا غلام احمد کادیانی نے حرمت جہاد کا فتویٰ دے کر صہیونی ریاست کے قیام میں ان کی مدد کی۔

یہود نے پوری دنیا میں اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لیے اپنے دس قبائل کی گمشدگی کا جھوٹ پھیلایا کہ ہم بخت نصر اور طیطس رومی کے دور میں بکھر گئے تھے۔ مرزا نے ''مسیح ہندوستان میں'' نامی کتاب لکھ کر اس شہرہ آفاق جھوٹ کو آسمانی سند فراہم کی کہ حضرت مسیح ان گمشدہ قبائل بنو اسرائیل کی تلاش میں یہاں آئے تھے۔ یہود نے ہمیشہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی۔ ان کو (نعوذ باللہ) کذاب کہا، شرابی، زانی، بدکردار اور بدزبان کہا۔ مرزا غلام احمد کادیانی نے یہی الفاظ اور یہی اہانات سیدنا مسیح علیہ السلام کے لیے استعمال کیں اور ان کی کردارکشی کو فروغ دیا۔ یہودیوں نے کہا ہم نے مسیح ابن مریم کو پھانسی دی اور صلیب پر چڑھایا۔ مرزا قادیانی نے یہود کی تائید میں نہ صرف اس نظریہ کو عام کیا کہ حضرت مسیح صلیب دیے گئے بلکہ یہود سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھ کر ان کی صلیب سے پہلے کی گئی تذلیل کا ایسا افسانہ تراشا کہ یہودیت بھی شرما کر رہ گئی۔

سرمایہ دار یہودی دو براعظموں یعنی براعظم ایشیا اور براعظم یورپ کے سنگم پر اپنی ریاست قائم کر کے پوری دنیا کی معیشت پر کنٹرول حاصل کرنا چاہتے تھے جبکہ مذہبی یہودی جان الیگزینڈر ڈوئی کی قیادت میں امریکہ کے شہر شکاگو کی جھم سین نامی جھیل کے قریب اپنی ریاست قائم کر چکے تھے۔ ڈوئی ریاست فلسطین کے بجائے وہاں تنہا جدید کالونیزم نظام اور سرمایہ دار یہودیت کے خلاف تھا۔ مرزا غلام کادیانی میدان میں اترا اور جان الیگزینڈر ڈوئی کو جھوٹا مسیح ثابت کرنے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا اور اس کی لغویات پر مشتمل تحاریر کو امریکی اور برطانوی یہودی ذرائع ابلاغ شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کر رہا تھا مگر جان الیگزینڈر ڈوئی مرزا قادیانی کو گھاس تک نہیں ڈال رہا تھا، یہ الگ موضوع ہے۔

بہرکیف کادیانی مذہب کا وجود، مرزا قادیانی کا 'مسیح موعود' ہونے کا دعویٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور انکار ختم نبوت یہ سب وہ شیطانی چالیں تھیں جن سے صہیونی ریاست کے قائم کرنے، امت مسلمہ کے سینے میں خنجر پیوست کرنے اور خلافت عثمانیہ کے خاتمہ میں مدد دینے کے لیے تیار کی گئیں۔ پھر عالم عرب میں اسرائیلی ریاست کے قیام کے بعد عجمی مسلمانوں کے درمیان مرزائیل قائم کرنے کی مختلف ادوار میں متعدد کوششیں

ہوئیں۔ بلوچستان کو کادیانی اسٹیٹ بنانے کی ناکام کوشش سے لے کے چناب نگر کو کادیانی ریاست بنانے کی فکر تک ہر وہ کادیانی کوشش جریدہ عالم پر ثبت ہے جس میں ان کادیانیوں نے امت مسلمہ سے غداری کا بدترین ارتکاب کیا اور قرب قیامت جب یہودیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے گی تو کادیانیت بھی رخ قرطاس سے حرف غلط کی طرح مٹادی جائے گی ان شاء اللہ۔

سلمان احمد

اسرائیل براستہ قادیان (گھر سے گھر تک)

پہلی عالمی جنگ میں مشرق وسطیٰ کے اس حصے پر حکمرانی کرنے والی سلطنت عثمانیہ کی شکست کے بعد برطانیہ نے فلسطین کا کنٹرول سنبھال لیا تھا۔ اس سرزمین پر اس وقت یہودی اقلیت میں اور عرب اکثریت میں آباد تھے۔ یہودیوں اور عربوں کی کشیدگی بڑھنے کی بدولت عالمی برادری خصوصاً امریکہ، فرانس اور روس نے برطانیہ کو یہودیوں کے لیے فلسطین میں ایک علیحدہ گھر تشکیل دینے کی ذمہ داری سونپی۔ یہ کام 1917ء کے بالفور اعلامیے کے تحت ہوا جو اُس وقت برطانیہ کے وزیرِ خارجہ آرتھر بالفور نے برطانیہ کی یہودی برادری سے کیا تھا۔

1920ء سے 1940ء کی دہائیوں میں بہت سے یہودی یہاں آ کر آباد ہو گئے جس سے آبادی کا تناسب تبدیل ہو گیا۔ 1947ء میں اقوام متحدہ نے فلسطین کو دو الگ الگ حصوں میں تقسیم کرنے کی منظوری تھی اور بیت المقدس کو ایک بین الاقوامی شہر قرار دے دیا۔ اس منصوبے کو یہودیوں نے قبول کیا مگر عربوں نے اسے مسترد کر دیا۔ چونکہ برطانیہ کے مفادات یہودیوں سے وابستہ تھے، اس لیے اس تقسیم کے لیے برطانیہ نے بھرپور کوشش کی۔

قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا غلام احمد قادیانی برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہونے کے ساتھ ساتھ یہودی مفادات کا رکھوالا تھا۔ یہود کی ایماء پر مرزا قادیانی کو نبوت کے دعویٰ کے ساتھ کھڑا کیا گیا اور اسلامی عقائد پر کاری ضرب لگائی گئی۔ مرزا قادیانی نے اپنے ایک خودساختہ الہام کے ذریعے مسلمانوں کے عقیدہ جہاد پر قلم چلا کر اسے منسوخ کر دیا۔ یہودی قوم ہمیشہ سے مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے خائف رہی ہے۔ برطانوی اور یہودی سامراج کو فلسطین میں قدم جمانے کے لیے ایک ایسی جماعت درکار تھی جو اسلام کے نام پر فلسطین

کے عربوں کو دیمک کی طرح چاٹ سکے۔ اس لیے ان کو قادیانی جماعت سے زیادہ موثر اور وفادار جماعت نظر نہ آئی۔

مرزا قادیانی اور اس کے آباؤ اجداد اپنے اوائل دور سے ہی انگریزوں کے لیے بہت سی خدمات انجام دے چکے تھے۔ عرب میں اسرائیل کے قیام میں قادیانی جماعت کا اتنا ہی ہاتھ ہے جتنا کہ صیہونیت کا۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے قادیانیوں کے متعلق درست کہا تھا کہ قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔

عرب اسرائیل جنگ کے دوران صیہونی فوج نے فلسطینی مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ ڈالے اور فلسطینیوں کی نسل کشی کی۔ اسرائیل یروشلم پر اپنے حق کا دعویٰ کرتا ہے۔ اسرائیل میں کسی مسلمان حتیٰ کہ کسی فلسطینی کو بھی رہنے کی اجازت نہ دینے والی صیہونی ریاست اپنی ناجائز اولاد قادیانی جماعت کو اسرائیل میں نہ صرف رہنے کی اجازت دے رہی ہے بلکہ ان کو اسلامی شعائر کے ساتھ مکمل مذہبی آزادی دیتی ہے۔ مورخ احمدیت اس بارے میں لکھتا ہے۔

❑ ’’اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ فلسطین کو توفیق بخشی کہ اس نے نہایت جانبازی اور سرفروشی کا ثبوت دیتے ہوئے اسلام کا جھنڈا اس علاقہ میں بلند رکھا اور اس کے مرکز حیفا کی مسجد میں پنج وقتہ اذانوں کی گونج سنائی دیتی رہیں۔ چنانچہ مولوی محمد شریف صاحب انچارج مشن نے مشن کی **1947**ء۔**1949**ء کی رپورٹ میں لکھا۔

مارچ **1948**ء سے ستمبر **1948**ء تک یہاں قیامت برپا رہی۔ آج یہاں کے دس لاکھ مسلمان عربوں میں سے ساڑھے آٹھ لاکھ مسلمان عرب جلاوطن اور بے خانماں ہو کر پڑوس ممالک میں پناہ گزین و خیمہ زن ہیں اور عیسائی دنیا کی خیرات اور اسلامی ممالک کے صدقات پر بسر اوقات کر رہے ہیں۔

جولائی سے نومبر تک یہودیوں نے جلیل و نقب میں بالائی ہدایتوں کے مطابق جنگ جاری رکھی اور اس وقت عربی ممالک کی فوجیں اپنے اپنے ممالک میں بس چکی ہیں اور سابقہ فلسطین کا **2/3** سے زیادہ حصہ یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔

یورپین نما دلائل سے یہاں اسرائیل کی مردم شماری یہودیوں نے ماہ جون 1948ء میں پہلی دفعہ کی۔ اس وقت ملک اسرائیل میں پچیس ہزار کے قریب غیر یہودی تھے جن میں سے دس ہزار کے قریب عرب تھے اور باقی دیگر اجنبی تھے اور یہ اس علاقہ کا حال ہے جہاں نومبر 1948ء میں ساڑھے چار لاکھ عرب رہتے تھے۔

گذشتہ حکومت نے مارچ 1948ء میں یہاں سلسلہ آمدورفت ورسل ورسائل بند کر دیا تھا۔ ریلیں بند کر دی تھیں اور سب لوگوں کو (سوائے یہودیوں کے کیونکہ ان کی حکومت کے اندر حکومت بن چکی تھی) اپنے اپنے علاقوں اور گھروں میں محصور کر دیا تھا۔ 15 مئی سے جب یہودیوں نے حکومت اسرائیل قائم کرنا شروع کر دی۔ غیر یہودیوں کو جن کا نام موجود ایام میں B کلاس ہے۔ جنگ کے عذر سے اپنے اپنے جائے رہائش میں بند رکھا اور اب تک پابندی باقی ہے اور B کلاس پر ملٹری رول نافذ ہے۔ اپنے جائے رہائش سے دوسری جگہ جانے کے لیے ملٹری پرمٹ لینے کا حکم ہے۔ پرمٹ دو باتوں کے لیے بعد تحقیقات ملتا ہے۔ کوئی دوسری جگہ ملازمت یا مزدوری کرتا ہو یا قریب ترین خونی رشتہ دار کی ملاقات کے لیے۔

23 اپریل 1948ء کو یہودیوں نے حیفا فتح کر لیا۔ 24 اور 25 کو ملحقات حیفا پر قبضہ کر لیا۔ اس سلسلہ میں 25 تاریخ کو ماؤنٹ کرمل پر واقعہ عرب آبادی کبابیر کی باری آ گئی۔ صبح ہوتے ہی چاروں اطراف سے مسلح فوجوں نے محاصرہ کر لیا اور ہمارے سامنے دو شرطیں پیش ہوئیں۔ ہجرت کرنا چاہیں تو ہتھیار وغیرہ دے کر ہجرت کر جائیں۔ یہاں رہنا چاہیں تو ہتھیار وغیرہ اور جس قدر سپاہی آپ کے پاس مقیم ہوں، وہ ہمارے سپرد کر دیں۔ ہم نے ارشاد نبوی **من قتل دون ماله و عرضه فهو شهيد** پر عمل کرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ سپاہی کوئی ہمارے ہاں آیا نہ تھا۔ مغرب تک گوشہ گوشہ کی تلاش و تفتیش کر کے CLEAR ALL دیئے گئے۔ (تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 129 تا 131)

سرزمینِ عرب پر کفر کی آبیاری اور صہیونی ریاست کے ارادوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے قادیانی جماعت نے عرب میں پہلے فلسطینی مشن کی بنیاد رکھ کر عربوں کے

دین وعقائد پر ضرب لگانے کی ٹھانی۔اس ضمن میں مارچ 1928ء میں جلال الدین شمس (قادیانی مبلغ) فلسطین پہنچا اور اس نے وہاں قادیانی مشن کی بنیاد رکھی اور ماؤنٹ کرمل پر احمدیہ مشن قائم کیا۔روزنامہ الفضل لکھتا ہے

❑ ''حضرت امیر المومنین کے حکم سے وہ حیفا فلسطین میں تشریف لے گئے۔انہوں نے وہاں نہایت محنت اور جانکاہی سے پیغام احمدیت پہنچایا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں شاندار کامیابی عطا فرمائی۔چنانچہ الہی نوشتوں کے مطابق کرمل پہاڑ پر احمدیہ جماعت قائم ہو گئی''۔(روزنامہ الفضل 29 فروری 1944 صفحہ 2،الفرقان،فروری 1956 صفحہ 4 تا 5،الفرقان مارچ اپریل 1976 صفحہ 4 افتتاحیہ)

قادیانی جماعت کو اسرائیل میں قدم جمانے کے لیے یہودیوں کی طرف سے بھر پور معاونت فراہم کی گئی اور ان کے لیے حتیٰ الامکاں سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنایا گیا۔اس میں یہودی ریاست نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔مرزا مبارک احمد قادیانی اپنی کتاب "Our Forign Missions" میں اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے۔

ترجمہ: ''احمدیہ مشن اسرائیل میں حیفا (ماؤنٹ کرمل) کے مقام پر واقع ہے اور وہاں ہماری ایک مسجد،ایک مشن ہاؤس،ایک لائبریری،ایک بکڈ پو اور ایک سکول موجود ہے۔ ہمارے مشن کی طرف سے ''البشریٰ'' کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ جاری ہے جو تیس مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بہت سی تحریریں اس مشن نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔فلسطین کے تقسیم ہونے سے یہ مشن کافی متاثر ہوا۔چند مسلمان جو اس وقت اسرائیل میں موجود ہیں،ہمارا مشن ان کی ہر ممکن خدمت کر رہا ہے اور مشن کی موجودگی سے ان کے حوصلے بلند ہیں۔کچھ عرصہ قبل ہمارے مشنری کے لوگ حیفا کے میئر سے ملے اور اُن سے گفت وشنید کی۔میئر نے وعدہ کیا کہ احمدیہ جماعت کے لیے کبابیر میں حیفا کے قریب وہ ایک سکول بنانے کی اجازت دے دیں گے۔یہ علاقہ ہماری جماعت کا مرکز اور گڑھ ہے۔کچھ عرصہ بعد میئر صاحب ہماری مشنری دیکھنے کے لیے تشریف لائے۔ حیفا کے چار معززین بھی ان کے ہمراہ تھے۔اُن کا پروقار استقبال کیا گیا۔جس میں جماعت

کے سرکردہ ممبر اور سکول کے طالب علم بھی موجود تھے۔ اُن کی آمد کے اعزاز میں ایک جلسہ بھی منعقد ہوا، جس میں انہیں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ واپسی سے پہلے میئر صاحب نے اپنے تأثرات مہمانوں کے رجسٹر میں بھی تحریر کیے۔ ہماری جماعت کے مؤثر ہونے کا ثبوت ایک چھوٹے سے مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ 1956ء میں جب ہمارے مبلغ چودھری محمد شریف صاحب ربوہ پاکستان واپس تشریف لا رہے تھے، اُس وقت اسرائیل کے صدر نے ہماری مشنری کو پیغام بھیجا کہ چودھری صاحب روانگی سے پہلے صدر صاحب سے ملیں۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر چودھری صاحب نے ایک قرآن حکیم کا نسخہ جو جرمن زبان میں تھا، صدر محترم کو پیش کیا جس کو خلوص دل سے قبول کیا گیا۔ چودھری صاحب کا صدر صاحب سے انٹرویو اسرائیل کے ریڈیو پر نشر کیا گیا اور ان کی ملاقات کا احوال اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع کیا گیا''۔

(Our Forign Mission by mirza Mubarak Ahmad, page 54)

مولوی اللہ دتہ جالندھری، محمد سلیم چوہدری، محمد شریف، نور احمد، منیر رشید احمد چغتائی جیسے معروف قادیانی تبلیغ کے نام پر عربوں کو محکوم بنانے کی مذموم سازشیں کرتے رہے۔ 1934ء میں مرزا محمود خلیفہ قادیان نے اپنے استعماری صہیونی مقاصد کی تکمیل کے لیے تحریک جدید کے نام سے ایک تحریک کی بنیاد رکھی اور جماعت سے سیاسی مقاصد کے لیے اس تحریک کے لیے بڑی رقم کا مطالبہ کیا۔ (تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ 91) تو بیرون ہند قادیانی جماعتوں میں سب سے زیادہ حصہ فلسطین کی جماعت نے لیا اور تاریخ احمدیت کے مطابق فلسطین کی جماعت حیفا اور مدرسہ احمدیہ کبابیر نے قربانی اور اخلاص کا نمونہ پیش کیا اور مرزا محمود نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ''بیرون ممالک سے تحریک جدید کے حق میں آواز''۔ بیرونی ممالک میں سب سے پہلے بلاد عربیہ کے احمدیوں نے تحریک جدید پر لبیک کہا اور نہ صرف چندہ کے وعدے بھجوائے بلکہ اُن کا ایک حصہ نقد بھی بھجوا دیا۔ چنانچہ شروع فروری 1935ء تک جماعت حیفا کی طرف سے چارسو شلنگ کے وعدے موصول ہوئے جن میں سے پچھتر (75) شلنگ کی رقم بھی پہنچ گئی۔ علاوہ ازیں مدرسہ احمدیہ کبابیر (حیفا) کے احمدی بچوں نے بھی آٹھ شلنگ چندہ بھجوایا۔ خلیفۃ المسیح الثانی نے جماعت احمدیہ

حیفا کے افراد خصوصاً حیفا کے احمدی بچوں کے اس اخلاص اور قربانی کی بہت تعریف فرمائی (اسی ضمن میں حضور نے حیفا کی انجمن طلبہ جماعت احمدیہ کا ایک خط بھی شائع فرمایا جس پر اسمٰعیل احمد پریذیڈنٹ، موسیٰ سعد سیکرٹری اور عبدالجلیل حسین خزانچی کے دستخط تھے) اور دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کے اخلاص کو قبول کرے اور دنیا میں چمکنے والے ستارے بنائے کہ ان کی روشنی سے فلسطین ہی نہیں بلکہ سب دُنیا روشن ہو۔ (تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ 40)

بالآخر جب برطانوی وزیر خارجہ مسٹر بالفور کے 1917ء کے اعلان کے مطابق 1948ء میں بڑی ہوشیاری سے اسرائیل کا قیام عمل میں آیا تو چن چن کر فلسطین کے اصل باشندوں کو نکال دیا گیا۔ مگر یہ سعادت صرف قادیانیوں کو نصیب ہوئی کہ وہ بلاخوف و جھجک وہاں رہیں اور ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ خود مرزا بشیر الدین محمود نہایت فخریہ انداز میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے:

❑ ''عرب ممالک میں بے شک ہمیں اس قسم کی اہمیت حاصل نہیں جیسی ان (یورپی اور افریقی) ممالک میں ہے۔ پھر بھی ایک طرح کی اہمیت ہمیں حاصل ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ فلسطین کے عین مرکز میں اگر مسلمان رہے تو وہ صرف احمدی ہیں۔ بعض ہندوستانی اخبارات جن کو دشمنی کی وجہ سے ہمارا یہ کام قابل اعتراض نظر آیا ہے لکھتے ہیں کہ اگر انہیں فلسطین سے یہودیوں نے نہیں نکالا تو ضرور یہ یہود سے ملے ہوئے ہیں۔ جیسے جب ہم قادیان میں جم کر مقابلہ کر رہے تھے تو سب لوگ ہماری تعریفیں کرتے تھے لیکن اب کہتے ہیں کہ چونکہ احمدی ابھی بھی قادیان میں بیٹھے ہیں، انہیں ہندوستان سے ضرور کوئی تعلق ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دو لاکھ کے قریب عرب ابھی بھی مقبوضہ فلسطین میں ہیں مگر جو فوقیت ہمیں حاصل ہے، وہ یہ ہے کہ ہم عین مرکز میں موجود ہیں''۔

(روزنامہ الفضل لاہور ص 5، مورخہ 30 اگست 1950)

یہ وہی فلسطین تھا جہاں کے رہائشی مسلمانوں کو بے دخل کیا جا رہا تھا۔ ان پر فلسطین کی زمین تنگ کر دی گئی تھی اور اسی مقام پر قادیانی دام وفریب کو دوام بخشنے کے لیے قادیانی جماعت کو فلسطین میں زمینوں کی خریداری کر کے اپنی جڑیں مضبوط کرنے کی

اجازت دی جا رہی تھی۔ قادیانی جماعت قادیان اور ربوہ دونوں مقامات پر اسی طرز عمل کو اپنا کر ایک مضبوط مرکز قائم کر چکی تھی۔ اللہ دتہ قادیانی مربی نے اپنے دورہ فلسطین کے دوران قادیانی مرکز کے لیے زمین کی خریداری کی۔ قادیانی اخبار الفضل لکھتا ہے۔

❑ ’’آپ نے بلاد عربیہ میں ایک بڑی تعداد کو احمدیت میں داخل کرنے کے علاوہ حیفا میں ایک احمدیہ سکول قائم کیا۔ مسجد احمدیہ کی تکمیل کی۔ پریس اور رسالہ البشریٰ جاری کیا اور چار ایکڑ زمین صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام رجسٹری کرائی‘‘۔

(روزنامہ الفضل 26 فروری 1936 صفحہ 2)

تنازعہ فلسطین کے تناظر میں خون وکشت کا بازار گرم تھا۔ مسلمان صہیونیوں کے خلاف صف آراء تھے۔ ان حالات میں انہیں کسی قسم کا اسلحہ رکھنے کی اجازت نہ دی جاتی تھی اور اور اسلحہ برآمد ہونے پر سخت ترین سزائیں دی جاتیں۔ اسی دوران یہودیوں کے خودکاشتہ پودے قادیانیت کے دہشت گردوں کو خود حفاظتی کے بہانے کے تحت کبابیر فلسطین میں اسلحہ رکھنے کی اجازت دے کر مسلمانان فلسطین کے خلاف ان کو اور مضبوط کر دیا گیا۔ مولوی محمد سلیم قادیانی مربی حیفا لکھتا ہے

❑ ’’جماعت احمدیہ کبابیر کے ایک نہایت مخلص احمدی السید محمد صاحب کے مکان پر چھ ماہ کے اندر اندر بعض بدقماش فتنہ پرداز رات کے وقت دو دفعہ مسلح حملہ کر چکے ہیں اور گو ہر دو دفعہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام و نامراد کیا تاہم ہمارے لیے بہت ضروری ہو گیا کہ بہ حدِامکان اپنی حفاظت کا انتظام کریں۔ چنانچہ ہم نے ڈپٹی کمشنر ناردن ڈسٹرکٹ حیفا کی خدمت میں ایک مفصل چٹھی لکھی اور اسلحہ رکھنے کی اجازت چاہی مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ آپ نے جواب دیا کہ متعلقہ پولیس کو ہدایت کر دی ہے کہ ہفتہ میں کم از کم دو دفعہ کبابیر کو اپنی گشت میں شامل کرے۔ حادثہ کے متعلق تحقیقات ہو رہی ہیں۔ یہ جواب غیر تسلی بخش تھا۔ اس پر دوسرا حادثہ مستزاد ہمیں زیادہ تنگ و دو سے کام لینا پڑا۔ اور اسسٹنٹ کمشنر حیفا سے ملاقات کر کے حالات بیان کیے گئے اور احمدیت کی مختصر تاریخ سے ان کو آگاہ کیا گیا۔ آپ مذہباً مسلمان تھے۔ اس لیے توجہ سے ہمارا پیغام سنتے رہے، بالآخر آپ نے ہمیں اسلحہ

رکھنے کی اجازت دے دی''۔(روزنامہ الفضل قادیان، 22 جولائی 1937ء)

قیام اسرائیل کے بعد بھی قادیانی جماعت وہ واحد جماعت تھی جسے اسلام کے نام پر یہودیوں کی طرف سے مکمل مذہبی آزادی فراہم کی گئی۔ مسلمانوں کی مساجد کو شہید کرنے والے یہودیوں نے قادیانی عبادت گاہوں کو مسجد کے نام پر ارتداد پھیلانے کا بھرپور موقع فراہم کیا۔ مورخ احمدیت دوست محمد شاہد نے لکھا ہے:

❑ ''15 اگست 1948ء سے جون 1948ء تک سارے اسرائیل میں صرف ہماری مسجد مرزا محمود سے ہی پانچ وقت اذان بلند ہوتی رہی۔ باقی سب مساجد مہجور ہوگئیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے شہر گر گئے اور آبادیاں ویران ہوگئیں۔ ان ایام میں جبکہ ہمارے چاروں طرف گولیاں برستی تھیں اور ہر رات یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ صبح ہم پر طلوع ہوگی یا نہیں، دعوتِ احمدیت کا کام باوجود محصور ہونے کے جاری رکھا''۔

(تاریخ احمدیت جلد سیزدہم صفحہ 129 تا 131)

جب عالمی استعماری قوتوں کی شہ پر قابض یہودی فوج کی ریشہ دوانیوں اور حملوں کا بازار گرم تھا، ایسے موقع پر قادیانی جماعت کو صور اور حیفا میں تبلیغ کی اجازت تھی۔

❑ ''تحریک جدید کے مبلغ فلسطین رشید احمد چغتائی اسرائیل سے پاکستان ارسال کردہ بابت ماہ اگست تا اکتوبر 1948 اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں: ''فلسطین کے شہر ''صور'' اور ''حیفا'' کے احمدی بھائیوں تک پہنچنے کے سلسلہ میں گیا، جہاں فلسطینی پناہ گزینوں میں تبلیغ کی، احمدی بھائیوں کی خواہش پر دو روز قیام رہا، تبلیغ کے علاوہ ان کی تربیت کے لیے بھی وقت صرف کیا؛ یہاں 29 کس کو تبلیغ کی، انھیں کتب بھی مطالعہ کے لیے دی گئیں''۔

(اخبار الفضل 12 مارچ 1949ء)

یہودی نواز قادیانی جماعت جو کہ ازل سے اسلام اور مسلمانوں کی مذہبی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی دشمن ہے۔ ان کے نزدیک فلسطین، یہودیوں کے لیے ایک مقدس مرکز کا مقام رکھتا ہے۔ اس روش کے مدنظر قادیانی جماعت قادیان اور چناب نگر میں اپنے قدم جما کر اسے اپنا مقدس مرکز بنانے کی سعی میں ہے۔ قادیانی جماعت کے نزدیک یہودی

اسلام کے دشمن ہیں۔ چونکہ قادیانیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے یہودی قادیانی جماعت کے خیر خواہ ہیں۔ جلسہ سالانہ قادیان 1960ء کے لیے مرزا محمود نے پیغام دیا۔

❑ ''یہودی قوم اسلام کی شدید دشمن ہے مگر میں اسے داد دیتا ہوں کہ اس نے 23 سو سال صبر کیا اور آخر اپنا مقدس مرکز پا لیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے افراد کو بھی اس امر کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ دعاؤں سے کبھی غافل نہ ہوں''۔ (تاریخ احمدیت جلد 20 صفحہ 731)

صہیونی مظالم جن پر پوری دنیا سراپا احتجاج ہے، اس سے قطع نظر قادیانی جماعت کے نزدیک قابض و ظالم یہودی قوم، مظلوم فلسطینیوں کی نسبت ایک غریب اور بے بس قوم ہے۔ جس قوم نے لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا، مسلمانوں کی نسل کشی کی، قادیانی جماعت کے نزدیک وہ قابل رحم قرار پائے۔

آنجہانی مرزا قادیانی کا کہنا ہے:

ہماری دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ قادیان کو ہمیشہ اس شعر کا مصداق رکھے اور جلد ہی وہ وقت لائے کہ ہم سب کے سب کہہ اٹھیں

زمینِ قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے

وہ خدا جس نے یہودیوں پر رحم کیا اور انہیں فلسطین میں لا کر بسا دیا، وہ ہم پر بھی رحم کر سکتا ہے۔ ہم غریب اور کمزور ہیں۔ ہم 23 سو سال تک صبر نہیں کر سکتے۔ ہمارے لیے 13۔14 سال بھی بہت ہیں۔ اس کے بعد امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس تفرقہ کو مٹا دے گا اور دونوں ملکوں کو صلح اور محبت اور پیار کے ساتھ رہنے کی توفیق بخشے گا''۔

(تاریخ احمدیت جلد 20 صفحہ 733، البدر قادیان 29 دسمبر 1960 صفحہ 3 تا 4)

مندرجہ بالا اقتباس میں یہ چیز واضح ہے کہ صہیونی ریاست اور یہودی دہشت گرد قادیانیوں کے نزدیک معصوم قرار پاتے ہیں جبکہ قادیانی جماعت، بے بس و بے کس مسلمانانِ فلسطین کو دہشت گرد قرار دیتی ہے۔ قادیانی اخبار الفضل رقمطراز ہے:

❑ ''فلسطین میں قتل و غارت اور دہشت انگیزی پھیلانے والے لوگوں کی جماعت

اکثر شام کی سرحد کو عبور کر کے فلسطین میں داخل ہوتی تھی، اور مقامی دہشت پسندوں سے اتحاد و تعاون کر کے امن کو تباہ کرتی تھی۔لیکن حکومت نے سرحدات پر کڑی نگرانی بٹھا دی اور فرانسیسی حکومت کا تعاون حاصل کیا جا رہا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو سرحدِ فلسطین میں آنے سے روکے''۔(روزنامہ الفضل قادیان، 6 اکتوبر 1937، صفحہ 10)

مذہب کے نام پر قادیانی جماعت نے اسرائیل کے شہر حیفا میں ایک بڑی جماعت قائم کی ہے جو کہ پاکستان مخالف سرگرمیوں میں مشغول ہے۔مرزا محمود اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

❑ ''حیفا میں ایک بہت بڑی جماعت قائم ہے جس کے بہت سے افراد مولوی جلال الدین صاحب شمس کے وقت کے ہیں مگر مولوی اللہ دتہ صاحب کام کو خوب پھیلا رہے ہیں''۔

(بیرونی مشنوں کی تبلیغی سرگرمیوں پر خلیفۃ المسیح الثانی کا تبصرہ، تاریخ احمدیت جلد ششم، صفحہ 132)

کبابیر (حیفا، اسرائیل) کا ایک عرب اکثریتی محلّہ ہے جس کی عرب آبادی زیادہ قادیانی جماعت کی ساتھ تعلق رکھنے والی ہے اور یہود یہاں ایک اہم اقلیت ہیں۔ یہ محلّہ تل ابیب سے تقریباً ساٹھ میل دور، بالکل شمال میں واقع ہے۔کہا جاتا ہے کہ کبابیر اور اُس کی آبادی اپنی حفاظت کرتے ہوئے ''فلسطینی نکبت'' سے محفوظ رہے، اور کرمل کے دیگر علاقوں کے برعکس کبابیر کو ویران نہیں کیا گیا تھا۔ 1948ء میں فلسطینیوں کا خروج یا فلسطینی ہجرت جسے نکبت بھی کہتے ہیں، یہ وہ واقعہ ہے جب سات لاکھ (700,000) سے زائد فلسطینی عرب یعنی آبادی کا تقریباً نصف حصہ 1948ء کی فلسطینی جنگ کے دوران اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ جنگ کے دوران 400 سے 600 فلسطینی گاؤں تخت و تاراج کیے گئے، جبکہ فلسطینی شہر تقریباً مکمل طور پر ختم کر دیئے گئے تھے مگر واحد قادیانی جماعت تھی جن کے علاقہ کبابیر کو خالی نہیں کروایا گیا۔تاریخ احمدیت میں لکھا ہے:

❑ ''حضور نے آپ کو فلسطین کی بندرگاہ حیفا میں جانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپ السید منیر الحصنی صاحب کو دمشق میں اپنا قائم مقام امیر مقرر کر کے 17 مارچ 1928ء کو حیفا پہنچ گئے اور فلسطین مشن کی بنیاد رکھی۔شروع شروع میں یہاں بھی آپ کی سخت مخالفت ہوئی

لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ حیفا میں بھی جماعت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے''۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 525 تا 526 باب: خلافت ثانیہ کا بارھواں سال)

یہودی جماعت کے زیر تسلط علاقے حیفا کے محلّہ کبابیر میں پہلی قادیانی عبادت گاہ مسجد محمود کے نام سے قائم کی گئی۔ جب کہ 1948ء میں تقریبا پورے علاقے کو مسلمانوں سے خالی کروالیا گیا تھا سوائے قادیانی جماعت کے۔

❑ ''اپریل 1931ء 67 (بمطابق 16 ذوالقعدہ 1349ھ) کو آپ نے کبابیر میں ''جامع محمود'' کی بنیاد رکھی جو بلاد عربیہ میں پہلی احمدیہ مسجد ہے۔ مسجد کی صرف چھت ڈالنا باقی رہ گئی تھی کہ آپ واپسی کے لیے مصر روانہ ہو گئے۔ اس مسجد کی تعمیر میں کبابیر کے سب احمدی مردوں، عورتوں اور بچوں نے حصہ لیا۔ آپ 29 ستمبر 1931ء تک فلسطین میں رہے۔ آپ کے زمانہ قیام میں حیفا اور طیرہ میں دو مستقل جماعتیں قائم ہوئیں''۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 527)

مرزا غلام قادیانی نے اپنی زندگی میں اپنے عقائد و نظریات کو عرب ممالک میں پھیلانے کے لیے اپنی تحریرات و کتب کا عربی میں ترجمہ کیا اور ان کو بلاد عرب میں بھجوایا۔ یہود و نصاریٰ کی تائید میں جہاد کے منسوخ ہونے کا عقیدہ مرزا غلام قادیانی تمام دنیا میں پھیلانا چاہتا تھا۔ اس منصوبے کی تکمیل کے لیے مرزا غلام قادیانی کی موت کے بعد قادیانی جماعت اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش میں لگی رہی۔ اسرائیل میں قادیانی جماعت نے یہود کی ایما پر قادیانی پریس کا اجراء کیا جس کے تحت مرزا غلام قادیانی کی کفریات سے بھری کتابوں کا عربی میں ترجمہ کر کے فلسطین کے مسلمانوں کی ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنے اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو ختم کرنے کی ناکام کوشش کی۔ مورخ احمدیت لکھتا ہے:

❑ ''آپ نے ''المطبعہ الاحمدیہ'' کے نام سے کبابیر میں پہلا احمدیہ پریس جاری کیا جس کا افتتاح 6 مارچ 1935ء کو ہوا اور سب سے پہلے اس پر مسیح موعود کے اشتہار ''دعوت حق'' کا عربی ترجمہ شائع کیا۔ جسے بعد میں جنوری 1935ء میں ''البشریٰ'' کے نام سے ماہوار کر دیا جو آئندہ چل کر بلاد عربیہ کے طول و عرض میں اسلام و احمدیت کا پیغام پھیلانے

میں موثر ترین ذریعہ ثابت ہوا''۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 528 خلافت ثانیہ کا بارھواں سال رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ 35-1934ء صفحہ 83)

اسرائیل میں قدم جمانے کے بعد قادیانی جماعت نے اسرائیل کے باقی شہروں میں بھی اپنے مشن ہاوس قائم کرنا شروع کر دیے۔

❑ ''آپ کے زمانہ میں ام الفحم اور موضع عارہ میں نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور کبابیر، حیفا اور برجا میں احمدیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا''۔

(رپورٹ سالانہ 33-1932ء صفحہ 152-151 / تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 529)

صہیونی سلطنت کے زیر اثر قادیانی جماعت نے پورے اسرائیل میں ارتدادی مہم شروع کر کے فلسطینی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا سلسہ شروع کر دیا اور یہ سلسلہ حیفا تک محدود نہ رہا بلکہ یہودیوں کے سرپرستی میں یہ سلسلہ پورے اسرائیل تک پھیل گیا۔ دوست محمد شاہد (تاریخ احمدیت) کی گواہی کے مطابق اس دور میں قادیانی جماعت اسرائیل کے درج ذیل شہروں میں اپنے ناپاک عزائم کو کامیاب کرنے کی کوشش میں مصروف تھی۔

1۔ کبابیر 2۔ حیفا 3۔ عکا 4۔ بیت المقدس
5۔ ناصرہ 6۔ نابلس 7۔ طیرہ 8۔ ام الفحم
9۔ عین غزال 10۔ جبع 11۔ برجا 12۔ طول کرم
13۔ کفرلام 14۔ سخ 15۔ بیسان 16۔ طبریا
17۔ ترشیحا 18۔ صفد 19۔ لد 20۔ رملہ
21۔ یافا (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 587، حواشی نمبر 87)

اکثر قادیانی جماعت یہ واویلا کرتی نظر آتی ہے کہ قادیانی جماعت کے اسرائیل میں کی جانی والی سرگرمیاں اسرائیل کے وجود میں آنے سے پہلے کی ہیں۔ مگر یہ بات عیاں ہے کہ 1948ء میں عرب اسرائیل جنگ اور اس کے بعد اسرائیل کے قیام کے بعد تک قادیانی جماعت کو نہ تو وہاں سے ان فلسطینیوں کی طرح نکالا گیا جو کہ وہاں کے حق دار تھے نہ ہی ان کی عبادت گاہوں کو اجاڑا گیا۔ قادیانی لٹریچر اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اسرائیل

کے وجود کے بعد بھی تبلیغ کے نام پر قادیانی جماعت کے مربیان پورے کروفر کے ساتھ ربوہ سے اسرائیل تک مسلسل اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔ قادیانی مربی جلال الدین شمس شدومد سے اسرائیل میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھ کر واپس قادیان آیا تو اس نے اپنا چارج اور قادیانی مربی ابوالعطا کو دیا۔ تاریخ احمدیت میں لکھا ہے:

❑ ''آپ ابھی حیفا میں تھے کہ خلیفۃ المسیح الثانی (مرزا محمود) کے حکم سے مولانا ابوالعطاء صاحب 13 اگست 1931ء کو قادیان سے روانہ ہو کر 4 ستمبر 1931ء کو حیفا پہنچے۔ مولانا شمس صاحب نے آپ کو مشن کا چارج دیا اور 20 دسمبر 1931ء کو قادیان مراجعت پذیر ہوئے''۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 527 خلافت ثانیہ کا بارھواں سال)

جب مولوی جلال الدین شمس صہیونی پالیسی کے تحت فلسطین میں مسلمانانِ فلسطین میں ارتداد کا زہر گھول کر واپس پاکستان روانہ ہوا تو اس کے آقاوں کی طرف سے اسے خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ الفرقان اخبار لکھتا ہے۔

❑ ''چارج دینے سے پہلے مولانا میری موجودگی میں جتنے دن حیفا و کبابیر میں رہے، خوب بے تکلفی رہی اور دعوتوں کا سلسہ جاری رہا۔ کبھی کبھی انجیروں کے پودوں تلے بھی دعوت ہوتی تھی۔ مولانا کی الوادعی پارٹی میں احبابِ جماعت کے علاوہ بعض مسیحی اور یہودی بھی شامل ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا اور مولانا کو خراج تحسین ادا کیا''۔ (الفرقان ربوہ جنوری 1968ء صفحہ 21)

فلسطین کے مسلمانوں کے ایمانوں سے کھیل کر قادیانی مربی ابو العطاء نے واپسی کی راہ اپنائی اور چارج قادیانی مربی مولوی محمد سلیم فاضل کو دے کر مسند فساد پر جلوہ افروز کیا۔ قادیانی اخبار الفضل لکھتا ہے:

❑ ''مولانا ابوالعطاء صاحب مولوی محمد سلیم کو چارج دے کر شام اور عراق کے راستہ سے 24 فروری 1936ء کو قادیان پہنچ گئے''۔

(روزنامہ الفضل 25 فروری 1936 صفحہ 2، تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 529)

❑ مولوی محمد سلیم صاحب 4 جنوری 1936ء (روزنامہ الفضل 7 جنوری 1936

صفحہ 2) کو قادیان سے روانہ ہوئے اور 27 جنوری 1936ء کو حیفا پہنچے ہی تھے (روزنامہ الفضل 23 فروری 1936ء صفحہ 5) کہ آپ کے چارج لینے کے چند ہفتے بعد فلسطین بھر میں عربوں اور یہودیوں کی باہمی کشمکش کی وجہ سے عام ہڑتال شروع ہو گئی جو چھ ماہ تک جاری رہی جس نے جلدی شورش کی شکل اختیار کر لی۔ تاہم آپ نے دارالتبلیغ کے مرکز کبابیر میں درس و تدریس کا سلسلہ باقاعدہ جاری رکھا۔ ''البشریٰ'' کی ادارت کا کام خوش اسلوبی سے سنبھالے رکھا۔ مدرسہ کبابیر کی ترقی و بہبود میں دلچسپی لی اور فلسطین، شرق اردن اور مصر میں علماء ازہر نیز عیسائی پادریوں سے مناظرے کیے جن میں سچائی کو فتح نصیب ہوئی۔ آپ کے وقت میں بھی کئی سعید روحیں مسیح موعود کی غلامی میں داخل ہوئیں۔ آپ نے اپنے زمانہ قیام میں مسیح موعود کی مشہور کتاب ''الاستفتاء'' شائع کی اور رسالہ اسئلہ واجوبہ (پہلا حصہ) بھی لکھا۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 529، باب: خلافت ثانیہ کا بارھواں سال)

قادیانی مربی محمد سلیم ارتدادی سرگرمیاں نبھا کر اپنے ایک اور قادیانی مربی کو اپنی مسند پر بٹھا کر واپس روانہ ہوا۔ مولوی محمد سلیم صاحب فاضل قریباً دو سال تک فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے بعد 10 مارچ 1938ء کو واپس آ گئے (روزنامہ الفضل 12 مارچ 1938 صفحہ 1) تو خلیفۃ المسیح الثانی نے چوہدری محمد شریف صاحب فاضل کو فلسطین روانہ فرمایا (روزنامہ الفضل 21 اپریل 1943 صفحہ 2، تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 529 خلافت ثانیہ کا بارھواں سال) آپ 7 ستمبر 1938ء کو قادیان سے روانہ ہوئے اور 24 ستمبر 1938ء کو حیفا پہنچے۔ آپ بلاد عربیہ میں قریباً 18 سال تک تبلیغ احمدیت میں مصروف رہنے کے بعد 15 دسمبر 1955ء کو ربوہ میں واپس آئے۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 529، باب: خلافت ثانیہ کا بارھواں سال)

حکومت اسرائیل کے پریذیڈنٹ (اسحٰق بن صفی) نے آپ کو پیغام بھیجا کہ اپنے وطن روانہ ہونے سے پہلے مجھے مل کر جائیں۔ چنانچہ آپ نے ان کی دعوت قبول کر لی اور 28 نومبر 1955ء کو ان سے ملاقات کی اور انہیں (جماعت احمدیہ کا شائع کردہ) جرمن کا ترجمہ قرآن مجید بطور تحفہ دیا جسے انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ اس تقریب کا فوٹو بھی لیا گیا جو دنیا کے مختلف ممالک میں شائع ہوا۔ خلیفۃ المسیح الثانی نے اس کا ذکر اپنے خطبہ

جمعہ 5 ستمبر 1958ء (مطبوعہ روزنامہ الفضل 3 اکتوبر 1958ء) میں بھی فرمایا ہے۔
(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 587)

❑ ''ستمبر کے پہلے ہفتے میں وہ احمدیہ مشن بلاد عربیہ کے لیے جس کا ہیڈ کوارٹر فلسطین میں تھا، روانہ ہوئے اور روانگی کے وقت حضور نے خاص ہدایت فرمائی کہ عرب قوم کے کیریکٹر کا مطالعہ کریں اور اس کی انہوں نے دو تین مثالیں بھی دیں''۔
(ماہنامہ تحریک جدید جنوری 1974، صفحہ 32-31)

شیخ نور احمد صاحب منیر اور مولوی رشید احمد صاحب چغتائی بالترتیب 13 اکتوبر 1945ء اور 23 اکتوبر 1946ء کو بلاد عربیہ میں تبلیغ کے لیے فلسطین روانہ ہوئے۔
(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 529: خلافت ثانیہ کا بارھواں سال)

''آپ (چوہدری محمد شریف) کی واپسی پر صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ماتحت فلسطینی مشن میں مولوی جلال الدین قمر انچارج مبلغ مقرر ہوئے جو آج تک (یعنی دسمبر 1964ء) تک فریضہ تبلیغ ادا کر رہے ہیں۔
(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 532، باب: خلافت ثانیہ کا بارھواں سال)

''واپس آ کر حیفا اور کبابیر کے دوستوں سے ملاقات کر کے میگا ڈی جانے کے لیے عازم پورٹ سعید ہوا۔ کبابیر کے دوست محمد صالح، حامد صالح اور مولوی محمد سلیم صاحب وغیرہ الوداع کہنے کے لیے ریل تک آئے۔ مجھے الوداع کہنے کا وہ نظارہ کبھی نہ بھولے گا جو احمدیت کی صداقت کا ایک ثبوت ہے''۔ (روزنامہ الفضل قادیانی 14 ستمبر 1937 صفحہ 8)

حیفا یونیورسٹی کے یہودی ممبرز کی طرف سے جماعت احمدیہ کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

''ڈاکٹر Uriel Simonsohn (پریزیڈنٹ آف Haifa Laboratory For Religious Studies اور حیفا یونیورسٹی میں استاد (نے کہا کہ میرے لیے اس تقریب میں شمولیت باعث افتخار ہے۔ اور ہم اپنے شہر، ملک اور اس خطے میں احمدیہ جماعت کی کاوشوں کو سراہتے ہیں۔

پروفیسر Ron Robin (حیفا یونیورسٹی کے پریزیڈنٹ) کہتے ہیں کہ احمدیہ

مسلم جماعت کی حیفا میں موجودگی باعث فخر ہے۔میں کئی بار پاکستان گیا اور وہاں احمدیوں سے ملاقات میں ان کو درپیش خطرات کو محسوس کیا اور میرے لیے سب سے حیران کن امر یہ ہے کہ اس اسلامی ملک میں ان کے ساتھ ہونے والے برتاؤ کے باجود یہ نہایت امن پسند اور پیارے لوگ ہیں اور دوسروں کی خدمت میں سب سے آگے رہتے ہیں''

(شمس الدین مالاباری۔نمائندہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل کبابیر الفضل انٹرنیشنل 12 جون،2023)

''مورخہ 14 جولائی کی شام عبرانی زبان میں ایک خصوصی اجلاس مکرم محمد شریف عودہ صاحب نیشنل امیر کبابیر کی زیر صدارت منعقد ہوا۔اس موقع پر چار سو کے قریب غیر مسلم مہمانان تشریف لائے تھے جن میں سے اکثریت یہودی تھی۔مکرم یتسحاق ہرتسوغ صاحب صدر مملکت اسرائیل جلسہ میں شامل ہونا چاہتے تھے مگر صدر امریکہ کے اسرائیل وزٹ کرنے کی وجہ سے وہ تشریف نہیں لا سکے۔مگر ان کی طرف سے ایک ویڈیو پیغام موصول ہوا تھا جو جلسہ کے اس اجلاس میں دکھایا گیا جس میں انہوں نے جلسہ پر مبارک باد پیش کی اور قیام امن کے لیے جماعت احمدیہ کی کوششوں کو سراہا''۔

(جلسہ سالانہ کبابیر 2022، 24 جولائی 2022ء الفضل انٹرنیشنل)

''فلسطین کانفرنس 1939ء میں منعقد کی گئی جس میں اس میں مصر، عراق، سعودی عرب، یمن، شرق اردن اور یہودی ایجنسی کے نمائندوں کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ فسلطینی مجاہدین نے اس کے جواب میں ایک میمورینڈم جاری کیا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ اس کانفرنس میں کسی یہودی کو شریک نہ کیا جائے۔کانفرنس منعقد ہونے سے پہلے ہی لندن میں قادیانی لابی سرگرم ہوگئی اور اور یہودی ایجنٹوں کا کردار نبھاتے ہوئے کانفرنس میں یہودی لابی کی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے تگ ودو شروع کردی۔اسی ضمن میں قادیانی مربی جلال الدین شمس نے لندن کی عبادت گاہ میں ایک جلسہ منعقد کیا جس میں یہودیوں کی شرکت کو یقینی بنایا گیا اور یہودیوں کی طرف سے سر آرتھر واؤ کوپ سابقہ یہودی ہائی کمشنر فلسطین نے شرکت کی۔مورخ احمدیت اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

''اس موقعہ پر بہت سے معززین جمع تھے۔مسلمان، ہندو، عیسائی غرض کہ ہر قوم

کے مرد و عورتیں موجود تھیں۔ حاضرین میں سے سر ٹیلیفورڈ واؤ اور سر فنڈ لیئر سٹوارٹ میجر جنرل جے ایچ بیتھ، سر آرتھر واؤ کوپ (سابق ہائی کمشنر فلسطین) کاؤنٹس کار لائل، ریورنڈ ایس ہاپکنسن، ریورینڈ مسٹر سٹیونسن، ڈاکٹر ومس ہاتھر بی اور کیپٹن عطاء اللہ آئی ایم ایس شامل تھے"۔(احمدیت جلد ہشتم ص 555 تا 556)

"میرے میئر منتخب ہونے کی وجہ سے امریکہ، یونائیٹڈ کنگڈم' اسرائیل اور بعض دوسرے ممالک کے ممتاز نمائندگان بھی میری ملاقات کے لیے آتے رہے ہیں۔انہیں عموماً مشن کے دفتر میں اور کبھی کبھی میئر کے ملاقات کے کمرے میں ملتا ہوں اور اس ذریعہ سے ان تک تبلیغ اسلام پہنچانے کا نادر موقعہ ہاتھ آتا ہے"۔

(تاریخ احمدیت جلد 20 صفحہ 592، روزنامہ الفضل 7 جولائی 1960 صفحہ 4)

1931ء میں بیت المقدس کانفرنس کے انعقاد کا منصوبہ زیر غور تھا جس میں پوری دنیا سے مقتدر زعما کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے حضرت علامہ محمد اقبال اور مولانا شوکت علی کو دعوت دی گئی۔ جب کہ خود کو مسلمان کہلانے والی قادیانی جماعت کے سربراہ کو اس کی دعوت نہیں دی گئی۔علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ نے اپنے رفقاء کے ساتھ اس کانفرنس میں شمولیت اختیار کی جبکہ قادیانی نام نہاد خلیفہ ازلی جھوٹ کی چھتری تلے یہی فریب دیتا رہا کہ ان کی جماعت کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے اور قادیانی خلیفہ مرزا محمود نے مولوی جلال الدین شمس کو اپنی نمائندگی کرنے کا حکم دیا۔ جب کہ حقیقت ہے کہ قادیانی جماعت کو کسی بھی طرح مسلمان نہ سمجھتے ہوئے اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی۔اس امر کا اعتراف خود مرزا محمود کرتا ہے:

"جلال الدین شمس کو شرکت کو بعض تنگ دل مشائخ نے برداشت نہ کیا مگر اس واقعہ سے جماعت احمدیہ کی عالمی حیثیت واہمیت ضرور واضح ہو گئی"۔

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 313، رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیانی 1931ء۔1932ء صفحہ 12)

فلسطین میں شورش برپا ہے جس کا ادراک مسلمان ہند کو تھا۔ مسئلہ فلسطین کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے مجلس آف انڈیا نے فلسطین کانفرنس منعقد کی اور قادیانی

جماعت کو اس میں دعوت نہ دی گئی۔ مجلس آف انڈیا کے اس رویہ سے سیخ پا ہو کر قادیانی خلیفہ مرزا محمود نے اس فلسطین کانفرنس کے ثمرات کو بے اثر کرنے کے لیے بے جا تنقید کی راہ اپنائی اور کبھی مالی بے ضابطگیوں کے حوالے سے بیانات دے کر اور کبھی فلسطین کانفرنس کو بے نتیجہ قرار دیا۔

- ''کاش وہ لوگ جو مسلمانوں کے لیڈر بنے ہوئے ہیں، اس طرف توجہ کریں اور بے نتیجہ باتوں میں مسلمانوں کو الجھانے اور ان کا مالی و جانی نقصان کرانے کے بجائے ان کی اندرونی اصلاح و ترقی کے لیے کوشش کریں۔ ان کی تعلیم اور اتحاد کو مضبوط بنائیں تا کہ مسلمان زندہ قوم کہلائیں''۔

(روزنامہ الفضل قادیانی، 30 ستمبر 1937 صفحہ 3، معاملات فلسطین اور مُسلمانانِ ہند)

- ''قادیان 30 ستمبر: کشمیر میں مظالم اور تشدد بڑھ رہا ہے۔ اس کے متعلق امریکہ میں پرزور پروپیگنڈا کیا جائے۔ اخبارات کے ایڈیٹروں، مدیروں اور غلامی کا انسداد کرنے والی انجمنوں کے کارپردازوں سے ملاقاتیں کریں اور دورہ کر کے اس موضوع پر لیکچر دیں۔ چونکہ کشمیری بنی اسرائیل ہیں، اس لیے یہودی انجمنوں کی ہمدردی حاصل کرنے کی بھی کوشش کریں اور اپنی سرگرمیوں سے بذریعہ تار اطلاع دیتے رہیں''۔

(روزنامہ الفضل 4، اکتوبر 1391ء نمبر 41 جلد 19، صفحہ 2)

(تحریک آزادی کشمیر، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 151 از مرزا بشیر الدین محمود احمد)

- ''خلیفۃ المسیح الثانی نے 28 دسمبر 1956ء کو سالانہ جلسہ کے موقع پر خدائی تصرف والقاء کے تحت ایک عظیم الشان آسمانی انکشاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ میں اپنی جماعت کو ایک تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج جب دعائیں ہوں گی تو کشمیر کے متعلق بھی دعائیں کریں۔ دوسرے میں ان کو یہ تسلی بھی دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سامان نرالے ہوتے ہیں۔ میں جب پارٹیشن کے بعد آیا تھا تو اس وقت بھی میں نے تقریروں میں اشارہ کیا تھا۔ اب نظر آرہا ہے کہ وہی باتیں جن کو میں نے ظاہر کیا تھا، وہ پوری ہو رہی ہیں یعنی پاکستان کو جنوب اور مشرق کی طرف سے خطرہ ہے لیکن ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ

ہندوستان کو شمال اور مشرق کی طرف سے شدید خطرہ پیدا ہونے والا ہے اور وہ خطرہ ایسا ہوگا کہ باوجود طاقت اور قوت کے ہندوستان اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور روس کی ہمدردی بھی اس سے جاتی رہے گی۔ سو دعائیں کرو اور یہ نہ سمجھو کہ ہماری گورنمنٹ کمزور ہے یا ہم کمزور ہیں۔ خدا کی انگلی اشارے کر رہی ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے گا کہ روس اور اس کے دوست ہندوستان سے الگ ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے گا کہ امریکہ یہ محسوس کرے گا کہ اگر میں نے جلدی قدم نہ اٹھایا تو میرے قدم نہ اٹھانے کی وجہ سے روس اور اس کے دوست بیچ میں گھس آئیں گے۔ پس مایوس نہ ہوں اور خدا تعالیٰ پر توکل کرو۔ اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ کے اندر ایسے سامان پیدا کر دے گا۔ آخر دیکھو یہودیوں نے تیرہ سو سال انتظار کیا اور پھر فلسطین میں آ گئے مگر آپ لوگوں کو تیرہ سو سال انتظار نہیں کرنا پڑے گا ممکن ہے تیرہ بھی نہ کرنا پڑے گا، ممکن ہے دس بھی نہ کرنا پڑے اور اللہ تعالیٰ اپنی برکتوں کے نمونے تمہیں دکھائے گا"۔

(تاریخ احمدیت جلد 5، صفحہ 714۔715 تحریک آزادی کشمیر اور جماعت احمدیہ، الفضل 15 مارچ 1957 صفحہ 3۔4)

قادیانی غیر از جماعت کے حوالوں کو اپنی تائید میں پیش کرنے کے دوران اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اسرائیل میں قادیانی جماعت کی ایک شاخ موجود ہے، اور یہ وہ قادیانی جماعت ہے جس نے اپنا مشن قیام پاکستان کے بعد بھی اس ملک میں جاری رکھا جس ملک سے پاکستان کے سفارتی تعلقات نہ تھے۔ اس سلسلہ میں تاریخ احمدیت میں اخبار المنیر 1956ء کا درج ذیل حوالہ پیش کرتے ہیں۔

❑ "اس سلسلہ میں یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ بھارت، کشمیر، انڈونیشیا، اسرائیل، جرمنی، ہالینڈ، سوئٹرز لینڈ، امریکہ، برطانیہ، دمشق، نائیجیریا، افریقی علاقے اور پاکستان کی تمام قادیانی جماعتیں مرزا محمود احمد صاحب کو اپنا امیر اور خلیفہ تسلیم کرتی ہیں اور ان کے بعض دوسرے ممالک کی جماعتوں اور افراد نے کروڑوں روپوں کی جائیدادیں صدر انجمن احمدیہ ربوہ اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام وقف کر رکھی ہیں"۔

(المنیر 6 جولائی 1956ء تاریخ احمدیت جلد شانزدہم 16 صفحہ 536)

"کیا اسلام "یہود دشمنی" کا درس دیتا ہے" کے عنوان سے معروف قادیانی آصف محمود باسط لکھتا ہے:

❑ "اختتام پر اس بات کا اعادہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہودیوں کے ساتھ تنازعات خالصتاً سیاسی تھے، اسی طرح آج بھی ہیں۔ اور آج فلسطین اور اسرائیل کے تنازعے کی جو شکل ہے، یہ اسی کا تسلسل ہے اور یہ بالضرور مسلمانوں اور یہودیوں کا تصادم نہیں بلکہ عرب اور اسرائیل کی جنگ ہے جسے مذہبی عقائد کے تصادم کا رنگ دیا جا رہا ہے، جبکہ اصل لڑائی جغرافیائی اور سیاسی بنیادوں پر جاری ہے"۔

(7 نومبر 2023 روزنامہ الفضل انٹرنیشنل، آصف محمود باسط)

فاطمہ عصفور

صہیونیت، قادیانیت: پس پردہ حقائق

لفظ زاؤنسٹ یا زاؤنزم کیا ہے اور قادیانی کیسے زاؤنسٹ ہیں؟ اس سے پہلے ہم اس کا مفہوم جان لیتے ہیں تا کہ موجودہ حالات و واقعات کے پیش نظر ہمیں دلائل کی روشنی میں ہر بات بالکل واضح ہو جائے۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق:

Zionist: A person who supports Zionism, a political movement supporting the development and protection of the state of Israel

صہیونی: وہ شخص جو صہیونیت کی حمایت کرتا ہے (اسرائیل کی ریاست کی ترقی اور تحفظ کی حمایت کرنے والی سیاسی تحریک)

صہیونیت: یہودیوں کو فلسطین میں لا کر آباد کرنے کا منصوبہ

https//:www.oxfordlearnersdictionaries.com/definition/english/zionist_1

اس وقت غزہ فلسطین کی صورت حال اتنی کرب ناک ہے کہ اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمانوں پر جاری ظلم و بربریت کے طوفان میں اس کا اثر جہاں غیر مسلموں پر اتنا ہوا کہ کئی ہزار یہودی اور عیسائی اس سفاکیت کے خلاف سڑکوں پر آ گئے تو دوسری طرف صہیونیت کے سپورٹر قادیانیوں کا بھیانک چہرہ سب کے سامنے کھل کر آشکار ہو گیا کہ کیسے یہ لوگ ساری دنیا کے سامنے آنجہانی مرزا قادیانی کی طرح یہودیت نوازی کا ثبوت دے رہے ہیں۔

یہ سوشل میڈیا کا دور ہے اور حقائق مٹائے، دبائے، جلائے یا چھپائے نہیں جا سکتے۔ قادیانیت کی تاریخ میں ہمیشہ دیکھا گیا کہ جب بھی مسلمانوں کو جانی، مالی یا سیاسی نقصان پہنچانے کے لیے کسی بھی قسم کی سازش کی گئی تو اس سلسلہ میں قادیانی جماعت ہمیشہ ان کی سہولت کاری میں پیش پیش رہی۔ اسی طرح آج کے دردناک اور انسانیت سوز اسرائیلی

مظالم میں بھی برطانوی سامراج کے خودکاشتہ پودے قادیانی جماعت کے اعلیٰ عہدیدار مغربی استعمار کے آلہ کار کے طور پر گریٹر اسرائیل کے لیے اپنا کردار خوب ادا کر رہے ہیں۔

Love for all, hatred for none اور Voice for Peace کا خودساختہ نعرہ لگانے والوں کی منافقت کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ قادیانی جماعت کے اعلیٰ عہدیدار اور برطانیہ کے لارڈ طارق کا بیان ملاحظہ فرمائیں:

"In a call today I expressed my condolences and support to Israeli Ambassador @TzipiHotovely for all the victims of the Hamas terror attack last weekend in Israel. The UK stands with Israel"

آج ایک فون کال کے ذریعے میں نے اسرائیل میں گزشتہ ہفتے کے آخر میں حماس کے دہشت گردانہ حملے کے تمام (یہودی) متاثرین کے لیے اسرائیلی سفیر **@TzipiHotovely** سے تعزیت اور حمایت کا اظہار کیا۔ برطانیہ اسرائیل کے ساتھ کھڑا ہے۔

https//:x.com/tariqahmadbt/status/1711809218217451980?t=wjG4onMIRxCDgZfFa_3ejw&s=09"

لارڈ طارق کی ملاقات ایک معروف اسرائیلی سیاست دان **Yair Lapid** سے ہوئی، اس ملاقات میں وہ لارڈ طارق کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہتا ہے:

"I met today with @tariqahmadbt, the Minister of State for the Middle East, to discuss our efforts to dismantle Hamas since the massacre of October 7th. I thanked him for Britain's on going support for Israel and his focus on what the future could look like."

میں نے آج **@tariqahmadbt**، وزیر مملکت برائے مشرق وسطیٰ سے ملاقات کی، تاکہ 7 اکتوبر کے قتل عام کے بعد حماس کو ختم کرنے کی ہماری کوششوں پر تبادلہ خیال کیا جا سکے۔ میں نے اسرائیل کے لیے برطانیہ کی جاری حمایت اور مستقبل کیسا ہو سکتا ہے؟ اس پر ان کی توجہ کے لیے ان کا شکریہ ادا کیا۔ مزید ملاحظہ فرمائیں:

"At the UN General Assembly emergency meeting on Gaza our message is clear: Hope and humanity must win out against aggression and terrorism. We must help get

hostages out of Gaza, deliver vital aid to civilians and prevent wider instability. Peace must prevail over conflict

غزہ پر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ہنگامی اجلاس میں ہمارا پیغام واضح ہے: امید اور انسانیت کو جارحیت اور دہشت گردی کے خلاف جیتنا چاہیے۔ ہمیں غزہ سے یرغمالیوں کو نکالنے، شہریوں کو اہم امداد پہنچانے اور وسیع تر عدم استحکام کو روکنے میں مدد کرنی چاہیے۔ تصادم پر امن قائم ہونا چاہیے۔

https//:x.com/tariqahmadbt/status/1718026790927560750?t=ovmmLuHLirmChvZosQVSDg&s=09

کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ جملے کس کے ہیں؟ کسی زاؤنسٹ یہودی کے؟ کسی اسرائیلی پیمپری فوجی کے (اسرائیلی فوجیوں نے مسلمانوں سے جنگ سے پہلے پیمپر پہن رکھے تھے)؟ ان الفاظ کو پڑھ کر ہر کسی کا ذہن سب سے پہلے اس طرف جاتا ہے کہ یہ کسی ایسی شخصیت کے الفاظ ہو ہی نہیں سکتے جو ذرہ برابر بھی حقوق انسان یا احترام انسانیت ایسا جذبہ رکھتا ہو۔ موجودہ حالات ہم سب کے سامنے ہیں کہ کس طرح صہیونی درندے بے گناہ فلسطینیوں کی نسل کشی اور ان پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔...... ایسے میں کیا آپ جانتے ہیں یہ الفاظ کس کے ہیں؟ دنیا بھر میں

Love for all, hatred for none اور **Voice for Peace** کا دلفریب نعرہ لگانے والے قادیانی جماعت کے ایک اہم رکن لارڈ طارق کے الفاظ ہیں، جو فلسطینی مظلوموں پر عرصہ دراز سے ظلم وبربریت کرنے والے اسرائیلیوں کو کہتا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ کھڑے ہیں یعنی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان پر ہر قسم کا ظلم کرنے میں ہم آپ کے ساتھ کھڑے ہیں۔ مزید کہتا ہے کہ غزہ سے یرغمالیوں (اسرائیلیوں) کو نکالنے اور اسرائیلی شہریوں کی مدد کرنی چاہیے......

پوری دنیا نے دیکھا کہ جب مسلمانوں کی طرف سے اسرائیلی یرغمالیوں کو رہا کیا گیا تو وہ ان کے بہترین برتاؤ، اخلاق اور حسن سلوک سے کس قدر متاثر تھے۔ اس موقع پر ایک بزرگ خاتون نے عالمی میڈیا کو مسلمانوں کے بہترین رویہ کی داستان سنائی۔ ثبوت کے لیے لنکس ملاحظہ فرمائیں:

https//:youtu.be/NNOwS8u-UIg?si=FA5-iTuN64bAut2K
https//:youtu.be/GxI_C5S6dvw?si=HJa0a7pnM31TKzd2(

دوسری طرف اسرائیلیوں نے جو نہتے اور بے گناہ فلسطینیوں کے ساتھ بھیانک سلوک کیا، وہ تاریخ کا سیاہ باب ہے۔ جب فلسطینی ہسپتالوں میں حملے کیے گیے اوران پر پانی بجلی بند کردیا گیا تو اسرائیلی عوام نے مختلف طریقوں سے وڈیوز بنا کر فلسطینی مظلوموں کا مذاق اُڑایا۔ثبوت کے طور پر لنک ملاحظہ فرمائیں:

https//:youtu.be/_mwcFEpAYkU?si=wTmLyIZ_9nD6R_Sc
how they mock Falasteeni people

اس پر لارڈ طارق کے ان انسانیت سوز اقدامات اور بیانات نے صاحبانِ علم و فراست کو یہ کہنے پر مجبور کردیا کہ

Shame on you ZionistTerrorists lord tariq!!!

شرم آنی چاہیے آپ کو لارڈ طارق! کہاں ہے آپ کا نعرہ کہ امن کی پکار اور محبت سب کے لیے نفرت کسی کے لیے نہیں؟

یاد رہے کہ لارڈ طارق، جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا غلام قادیانی کے نام نہاد صحابی چوہدری محمد علی کا پوتا اور برطانیہ میں قادیانی جماعت کا نہایت اہم رکن ہے۔ لارڈ طارق احمد قادیانی نے برطانیہ میں ہونے والے قادیانی جماعت کے **2014**ء کے سالانہ جلسے میں خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ’’ اس وقت پوری دنیا میں اصل اسلام (نعوذباللہ) صرف احمدیت یعنی قادیانیت ہی ہے۔ذیل میں دیا گیا وڈیو لنک ملاحظہ فرمائیں:

https//:www.ktvnews.com.pk/pakistan-22-6-21-2/

لارڈ طارق کے بارے میں مکمل تفصیلات کے لیے دیکھیں بلاگ لنک

https//:ahmadiyyafactcheckblog.com/2023/11/04/lord-tariq-voted-against-a-ceasefire-in-gaza-last-week-10-28-23(/

ایک چہرے سے اترتی ہیں نقابیں کتنی ...... یہ مصرعہ قادیانی جماعت کے ان تمام اراکین پر لاگو ہوتا ہے جنہوں نے ایک طرف ہیومینٹی فرسٹ کا ڈھونگ کرکے چند تصاویر اتار کر بھاری تعداد میں اپنے کلٹ کی عیاشی کے لیے چندہ بٹورنے کا ایک اور موقع حاصل کرلیا تو دوسری طرف اپنی عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے ان کو غزہ کی صورت حال پر دھوکا

دے رہے ہیں...... لارڈ طارق اور دوسرے سرکردہ قادیانی اسرائیلی حمایت میں کیا کیا گل کھلا رہے ہیں۔اس کا بھی ذکر آئندہ سطور میں کریں گے۔

لارڈ طارق کے یہ الفاظ سادہ لوح قادیانیوں کے لیے بھی حیران کن ہیں اور وہ اس کی ٹوئٹس پر سوشل میڈیا پر خوب باتیں سنا رہے ہیں کہ انسانیت کی بات کرو، انصاف کرو......لیکن یہ بیچارے کیا جانیں کہ برطانوی سامراج کی فرماں برداری اور اطاعت ان کے مذہب کا لازمی حصہ ہے۔

کچھ قادیانی سوشل میڈیا پر اپنی جماعت کا بھیانک چہرہ چھپاتے ہوئے یہ کہتے بھی نظر آئیں ہیں کہ وہ تو برطانیہ کا وزیر ہے، لہٰذا انہی کا ہی موقف پیش کرے گا......!! لیکن ہمیں حیرت نہیں ہوئی کیونکہ وہ تو اپنی جماعت کا مذہبی کردار نبھا رہے ہیں یعنی سلطنت برطانیہ کی اطاعت گزاری......

سوشل میڈیا پر یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ جو حکومتیں بھی اس جینوسائڈ genocide میں ملوث ہیں، ان کی عوام کیسے بھاری تعداد میں ان کے خلاف احتجاجاً سڑکوں پر نکل آئے ہیں، جن میں یہودیوں کی بھی خاصی تعداد شامل ہے......ایسے میں ان زاؤنسٹ قادیانیوں کا اسرائیلی حکومت کو سپورٹ کرنا، ان کو یقین دلانا کہ ہم آپ کے ساتھ کھڑے ہیں اور جواب میں اسرائیلی سفاکوں کا ان کو شکریہ ادا کرنا۔کیا یہ سب آپ کے لیے اس حقیقت کو جاننے کے لیے کافی نہیں کہ یہ انسانیت، امن، انصاف اور محبت کا جھوٹا نعرہ لگانے والے مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

سابق قادیانی ماریہ احمد نے لارڈ طارق کی اسرائیلی حمایت والی ٹوئٹ اور مرزا مسرور کی منافقت پر اپنے fb پر چند تصاویر شیئر کیں، جس میں لکھا گیا:

''لارڈ طارق اسرائیل کے ساتھ، مرزا مسرور فلسطین کے ساتھ، نظام جماعت صیہونیت کے ساتھ۔ پوچھنا یہ تھا کہ یہ جو قادیانی جماعت فنڈ ریزنگ کر رہی ہے، کیا یہ انگلینڈ کے حکومتی موقف کے خلاف فلسطین کو جائے گی یا اسرائیل کو؟ ویسے ہومینٹی فرسٹ کی یہ روایت ہے کہ فنڈ ریزنگ کا ایک بڑا حصہ مرزا خاندان کے افراد کے اکاؤنٹ میں ہی جاتا

ہے اور کچھ رقم دکھاوے کے فوٹو شوٹ میں لگا دیا جاتا ہے۔

قادیانی اس معاملے میں بے حد متذبذب نظر آتے ہیں۔ لارڈ طارق کبھی اسرائیل کے ساتھ ہو جاتا ہے کبھی فلسطین کے ساتھ۔ اسے اپنی سیاست چمکانے کی فکر ہے۔ ادھر قادیانی سربراہ مرزا مسرور فلسطین کے نام پر چندہ اکٹھا کر رہا ہے۔ اللہ جانے یہ فنڈز جو فلسطین کے نام پر لیا، ان کی اپنی عیاشیوں سے بچنے کے بعد اسرائیل کو ملتے ہیں یا فلسطین کو۔ اگر لارڈ طارق انگلینڈ کا نمائندہ ہے تو مرزا مسرور بھی انگلینڈ میں رہتے ہیں، وہ کیسے اپنی حکومت اور انگریز کے نظام کے خلاف جسے وہ اپنا سرپرست سمجھتے ہیں، کے خلاف جاسکتے ہیں؟ اب اس صورت حال میں انہیں انگلینڈ کے خلاف بغاوت کرنا ہوگی یا لارڈ طارق کو جماعت سے نکالنا ہوگا یا پھر خلافت کے نام پر قادیانیوں کو بیوقوف بنا کر ہومینٹی فرسٹ کی فنڈ ریزنگ کر کے اپنی جائیداد میں مزید اضافہ کرنا ہوگا۔ یہ مفادات اور لالچ انسانیت کا جنازہ نکال دیتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے بیانات میں اسرائیل مظالم پر کوئی تنقید نہیں کی گئی۔ اسے کہتے ہیں ایک کلٹ کی اپنے برین واشڈ اور عقل وشعور سے عاری غلاموں کے لیے بہترین حکمت عملی۔

https//:m.facebook.com/story.php?story_fbid=pfbid0Aa43QS1tuAuDes93hYMUTHgvMDEV7kgDAZ9U9WJMxuYa5qYpQURTeFVLUNF4PeHil&id=100053206401266&mibextid=ZbWKwL

ماریہ احمد نے اپنی fb وال پر لارڈ طارق کی اس ٹویٹ کے ساتھ غزہ پر مرزا مسرور کی شاعری شیئر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ شاعری مسرور کی نہیں جبکہ عقل سے عاری قادیانی اس شاعری پر واہ واہ کرتے رہے...... لیکن ان کو کیا معلوم کہ حقیقت تو کچھ اور ہی ہے...... دراصل وہ شاعری آصف باسط قادیانی کی تھی مگر اسے مرزا مسرور کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اس قسم کے ڈرامے اور دھوکے بازیاں اس کلٹ میں عام ہو چکی ہیں۔ چیلے اپنے مرشد کی کمزوریوں کو چھپانے کے لیے اس قسم کی حرکتیں اکثر کیا ہی کرتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ کبھی کھل کر اسرائیل کی مذمت نہیں کرے گی، ہاں مجبوراً سیاسی بیان کے طور پر فلسطین سے اپنی ہمدردی کا اظہار ضرور کرے گی۔ اسی

طرح انڈیا میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم پر شاید ہی کسی قادیانی خلیفہ کا کوئی بیان سامنے آیا ہو۔ یہ حقیقت بھی قابل غور ہے کہ بھارت میں رہنے والے قادیانیوں نے ہمیشہ اپنا ووٹ مسلمانوں کے مقابلے پر غیر مسلموں کو دیا جیسا کہ قادیان میں سنی دیول کو ووٹ دے کر کامیاب کیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ کی سیاست مفادات کی سیاست ہے اور یہ ایک مکمل طور پر کاروباری جماعت ہے۔

قادیانی نظام میں کوئی بھی فیصلہ یا بیان خلیفہ کی اجازت کے بغیر جاری نہیں کیا جاتا، خاص طور پر جب معاملہ حساس ہو۔ جماعتی موقف ہر اس احمدی کے موقف پر مبنی ہوتا ہے جس کی اسے اجازت دی جاتی ہے۔ قادیانی خلیفہ کے مشورے کے بغیر کوئی بیان دینا جماعتی نظام کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے۔ اگر یہ لارڈ طارق کا بیان ہے کہ وہ اسرائیل کے ساتھ ہیں تو پھر وہ مرزا مسرور اور نظام جماعت کے خلاف جاتا ہے اور اس پر لارڈ طارق کی تعزیر ہی نہیں، جماعت سے اخراج بھی بنتا ہے کہ وہ کھلم کھلا اسرائیل کی حمایت میں بیان داغ رہے ہیں۔"

https//:m.facebook.com/story.php?story_fbid=pfbid02UusKGddUZGy8NFyTCpBaAaCqvUu9mFk5xGwNABrrUwaPHS7Vh7kg5rPJHJK6qVMyl&id=100053206401266&mibextid=CDWPTG)

سابق قادیانی جناب اے کے شیخ کہتے ہیں کہ اگر آپ اسرائیل کے ساتھ ہیں تو صاف کہیں کہ آپ اسرائیل کو سپورٹ کر رہے ہیں۔ یہ دوطرفہ بیان دیتے ہوئے اپنے کلٹ کے لوگوں کو بے وقوف بنا کر منافقت کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہیں۔ مزید دیکھیے اس لنک میں

https//:www.youtube.com/live/V9lmLS1Bb8s?si=Ikgojq8eVOZ3Sqwm

ہمارا مسرور سے سوال ہے کہ یہ کیسی منافقت ہے کہ آپ ظالم کے ساتھ ہیں اور مظلوم کے ساتھ بھی ہونے کا ڈھونگ بھی رچا رہے ہیں۔

عشق قاتل سے بھی، مقتول سے ہمدردی بھی
یہ بتا کس سے محبت کی جزا مانگے گا؟
سجدہ خالق کو بھی، ابلیس سے یارانہ بھی
حشر میں کس سے عقیدت کا صلہ مانگے گا؟

قرآن میں واضح موجود ہے کہ ظالم کی حمایت بھی ظلم ہے اور ان کی طرف جھکاؤ کی سخت وعیدیں ہیں۔(دیکھئے ہود:113)

ذرا قادیانیوں کا یہ رخ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح یہ مسلمانوں کو جہاد کے اصول بتا رہے ہیں۔ کتاب الجہاد سے باقاعدگی کے ساتھ احادیث شیئر ہو رہی ہیں تا کہ ان کے آقاؤں اسرائیلی پیمپری فوجیوں کے لیے آسانیاں ہوں اور مسلمانوں کو بدنام کیا جا سکے۔

https//:x.com/El_SIKANDER/status/1730136887095119880?t=ijaUO1D_dFOU615dyk_gYA&s=09

قادیانیوں کی پوری کوشش ہے کہ اسرائیلیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ راہ ہموار کریں جیسا کہ اس جماعت کے قیام کا ایک مقصد صہیونیت کی مذہبی مدد بھی کرنا ہے۔ ثبوت کے طور پر قادیانی اکاؤنٹس کے لنکس شیئر کیے جاتے ہیں جہاں ان کے عقیدہ کے مطابق جہاد حرام ہونے کے باوجود بھی اس کے قوانین باقاعدگی کے ساتھ صحاح ستہ سے شیئر کیے جا رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

https//:twitter.com/El_SIKANDER/status/1732311651729523139?t=Zeg9QfXliFPiiBPvkbSj3Q&s=19
https//:twitter.com/El_SIKANDER/status/1731934689856766369?t=Zeg9QfXliFPiiBPvkbSj3Q&s=19
https//:twitter.com/El_SIKANDER/status/1731570801391095954?t=Zeg9QfXliFPiiBPvkbSj3Q&s=19
https//:twitter.com/El_SIKANDER/status/1730860409908068413?t=Zeg9QfXliFPiiBPvkbSj3Q&s=19
https//:twitter.com/El_SIKANDER/status/1730502572820357498?t=Zeg9QfXliFPiiBPvkbSj3Q&s=19
https//:twitter.com/El_SIKANDER/status/1730136887095119880?t=Zeg9QfXliFPiiBPvkbSj3Q&s=19

کتاب الجہاد سے احادیث مبارکہ شیئر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کبھی جنگ میں دھوکا نہیں دینا چاہیے۔ جب لڑائی کے لیے مسلمان جائیں تو اپنے دشمن کے ملک میں خوف و ہراس پیدا نہ کریں اور عوام الناس پر سختی نہ کریں۔

https//:twitter.com/El_SIKANDER/status/1731934689856766369?t=aT7YLsqLnWlaXsXx6QKilQ&s=19

یہاں ہم قادیانیوں سے ایک سوال کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کا مرزا غلام قادیانی تو آیا ہی جہاد کی ممانعت کے لیے تھا۔ آپ کے نزدیک تو جہاد حرام ہے، پھر قادیانی جماعت کی طرف سے مسلمانوں کو کون سے اصول جہاد بتائے جا رہے ہیں؟ کیا آپ جہاد کو حرام قرار دیئے جانے کے عقیدہ سے تائب ہو گئے ہیں؟

قادیانی جماعت کے سرکردہ کریم اسد احمد خان قادیانی نے باقاعدہ اسرائیلیوں کی

دعوت پر وہاں کا دورہ کیا اور یہودی ہلاکتوں پر ان سے تعزیت کی......جبکہ دوسری طرف غزہ کے معصوم نہتے شہریوں کے پاس جانا گوارہ نہ کیا۔ کریم خان قادیانی اس وقت عالمی فوجداری عدالت کے اٹارنی جنرل ہیں......

Karim Ahmad Khan is a Qadiani-Ahmadi who works as a chief prosecutor of the International Criminal Court, he was previously working as a British lawyer and a specialist in international criminal law and international human rights law.

کریم احمد خان احمدی ہیں جو بین الاقوامی فوجداری عدالت کے چیف پراسیکیوٹر کے طور پر کام کرتے ہیں۔ وہ پہلے ایک برطانوی وکیل اور بین الاقوامی فوجداری قانون اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے قانون کے ماہر کے طور پر کام کر رہے تھے۔

(مکمل تفصیل بشیر صاحب کے بلاگ میں ملاحظہ فرمائیں

https//:ahmadiyyafactcheckblog.com/2021/06/23/who-is-karim-ahmad-khan(/

کریم خان کے اپنے آفیشل اکاؤنٹ سمیت یہ خبر **icc** وغیرہ اور دیگر اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔ آئی سی سی نے اسرائیلی دورے کے حوالہ سے ٹویٹ کیا۔

#ICC Chief Prosecutor @KarimKhanQC is visiting #Israel at the request and invitation of survivors & the families of victims of the 7 October attacks.

The Prosecutor will also visit #Ramallah, State of #Palestine, meeting w/ senior Palestinian officials.

The visit, while not investigative in nature, represents an important opportunity to express sympathy for all victims and engage in dialogue.

#ICC چیف پراسیکیوٹر **@KarimKhanQC** 7 اکتوبر کے حملوں میں بچ جانے والوں اور متاثرین کے اہل خانہ کی درخواست اور دعوت پر اسرائیل کا دورہ کر رہے ہیں۔ پراسیکیوٹر فلسطین کی ریاست رملہ کا بھی دورہ کریں گے اور سینئر فلسطینی حکام سے ملاقات کریں گے۔ یہ دورہ، اگرچہ تحقیقاتی نوعیت کا نہیں، تمام متاثرین کے لیے اظہار ہمدردی اور بات چیت میں مشغول ہونے کا ایک اہم موقع ہے۔

لنک ملاحظہ فرمائیں

https//:twitter.com/IntlCrimCourt/status/1730254588110844248?t=xmke6CNtMvjkhK6MYhFcJQ&s=19
https//:twitter.com/IntlCrimCourt/status/1730254584315105649?t=xmke6CNtMvjkhK6MYhFcJQ&s=19(

کریم خان کے اس اسرائیلی دورہ پر فلسطینی رائم عبداللہ فرماتے ہیں:

On November 17, Karim Khan undertook a secret visit during which he inspected Israeli settlements and coordinated with the Israeli authorities the deliberate obstruction of the ongoing investigation into alleged Israeli war crimes in Gaza. His visit was exposed and he therefore found himself forced to reveal it. @Euromed will provide soon a comprehensive statement elucidating the details of Khan's implications in this cover-up.

https//:twitter.com/RamAbdu/status/1730268499740668021?t=NF_iLVDkBZFIDqV7Lo6ttw&s=19

17 نومبر کو، کریم خان نے ایک خفیہ دورہ کیا جس کے دوران انہوں نے اسرائیلی بستیوں کا معائنہ کیا اور غزہ میں مبینہ اسرائیلی جنگی جرائم کی جاری تحقیقات میں جان بوجھ کر رکاوٹ ڈالنے کے لیے اسرائیلی حکام کے ساتھ رابطہ کیا۔ اس کا دورہ بے نقاب ہوا اور اس وجہ سے اس نے خود کو ظاہر کرنے پر مجبور پایا۔ Euromed@ جلد ہی ایک جامع بیان فراہم کرے گا جو اس کور اپ میں خان کے مضمرات کی تفصیلات کو واضح کرتا ہے۔

مزید تفصیلات دیکھیں اس لنک میں:

https//:ahmadiyyafactcheckblog.com/2023/12/01/on-november-17-karim-khan-secretly-visited-israeli-settlements-and-coordinated-with-authorities-to-obstruct-the-investigation-into-possible-israeli-war-crimes(/

https//:www.trt.net.tr/urdu/mshrqi-wsty/2023/12/04/khrym-khn-khy-flstyny-lyddrwn-sy-mlqt-thqyqt-khrwny-kh-w-dh-2072156

اس بیان سے صاف واضح ہے کہ کریم خان کے نزدیک اسرائیلی جارحیت، سفاکیت نہیں بلکہ فلسطینی مسلمانوں کی مزاحمت سفاکیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلسطینی انسانی حقوق کے گروپوں نے کریم خان سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ فلسطینی اداروں نے ان پر فلسطینیوں اور اسرائیلیوں کے درمیان انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے باہمی

الزامات کے ساتھ غیر مساوی سلوک کرنے کا الزام لگایا۔ انسانی حقوق کے آزاد کمیشن کے ڈائریکٹر جنرل عمار الدویک نے کہا کہ فلسطینی انسانی حقوق کی تنظیموں کے طور پر ہم نے ان سے ملاقات نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسٹر خان اپنا کام غیر جانبدارانہ اور پیشہ ورانہ انداز میں نہیں کر رہے۔

https//:urdu.palinfo.com/print/2023/12/3/%D9%81%D9%84%D8%B3%D8%B7%DB%8C%D9%86%DB%8C-%D8%AA%D9%86%D8%B8%DB%8C%D9%85%D9%88%DA%BA-%DA%A9%D8%A7-%D8%A7%D9%86%D9%B9%D8%B1%D9%86%DB%8C%D8%B4%D9%86%D9%84-%DA%A9%D8%B1%DB%8C%D9%85%D9%86%D9%84-%D9%BE%D8%B1%D8%A7%D8%B3%DB%8C%DA%A9%DB%8C%D9%88%D9%B9%D8%B1-%DA%A9%D8%A7-%D8%A8%D8%A7%D8%A6%DB%8C%DA%A9%D8%A7%D9%B9

یاد رہے کہ کریم خان، قادیانی جماعت کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر کا داماد ہے اور عمران احمد کا بھائی ہے۔

Imran Ahmad Khan is an openly gay Qadiani Ahmadi who was appointed as a politician by the British parliament. #Ahmadis celebrated his appointment, he works secretly for the interests of the Qadiani jamaat in the UK

مزید تفصیلات کے لیے بشیر صاحب سابق قادیانی کا بلاگ بھی ملاحظہ فرمائیں:

https//:ahmadiyyafactcheckblog.com/2021/06/23/who-is-karim-ahmad-khan/

ہم یہاں مرزا مسرور سے سوال کرنا چاہیں گے کہ کیا آپ اپنے قادیانی عہدے داران جو اسرائیل کے لیے کام کر رہے ہیں، کو مکمل سپورٹ کر رہے ہیں؟ آپ کی خاموشی بتاتی ہے کہ آپ کا حکم اور خوشنودی اس میں مکمل شامل ہے کیونکہ قادیانی رکن اتنے بڑے بڑے بیانات اور فیصلہ از خود نہیں کر سکتا۔ قادیانی عہدے دار اس معاملہ سے پہلے بھی کئی بار خفیہ اور اعلانیہ طور پر اسرائیلی حکام سے ملاقاتیں کرتے رہے ہیں۔ یہاں لارڈ طارق کی وہ چند ملاقاتیں شیئر کی جاتی ہیں۔

"Constructive meetings with Israeli Ministers of

Justice @Ayelet__Shaked and Regional Cooperation @Tzachi_Hanegbi, Joint List Member of the Knesset @AidaTuma, and @IsraelMFA discussing #HumanRights in Israel and the OPTs, #Gaza, #MEPP, #FoRB*"

https//:x.com/tariqahmadbt/status/984879473853128705?t=7QNfXXvKx7zs7e-RpsmfpQ&s=09

ایک طرف قادیانی جماعت کے یہ اہم عہدیداران اسرائیلیوں کی حمایت اور ہمدردیوں میں مشغول ہیں تو دوسری طرف قادیانی خلیفہ مرزا مسرور نے اپنے خطبوں میں فلسطینی مسلمانوں کو طعن کرتے ہوئے واضح کہا کہ مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق لڑائی لڑنی چاہیے۔ اگر کوئی جائز لڑائی ہے بھی تو صرف فوج سے لڑیں، نہتے شہریوں (یہودیوں) سے نہیں......

https//:youtu.be/mqHoeERSQV4?si=nAIPNSiGEeysvTSP

https//:twitter.com/islaminind/status/1715607453910355973?t=XZsBDqGb5I7P3rp3dbUWVQ&s=19

بین الاقوامی شہرت یافتہ کالم نگار گائیڈون لیوی کا کہنا ہے کہ اسرائیل اور دنیا کو تسلیم کرنا چاہیے کہ دو ریاستی حل کا نظریہ مردہ اور اس کا دوبارہ زندہ ہونا ناممکن ہے۔ اسرائیل کی اس جرات مندانہ آواز نے سخت الفاظ میں غزہ پر جاری اسرائیلی فضائی حملوں کو فوری طور پر بند کرنے کا مطالبہ کیا اور مزید کہا کہ مبینہ طور پر زمینی حملہ کسی بھی قیمت پر نہیں ہونا چاہیے۔ ایسی ہوتی ہے نا انصافی کو روکنے کی 'وائس فار پیس' خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب یا نظریہ سے ہو جیسا کہ **Gideon Levy** نے آواز اٹھائی۔ اس کے برعکس **Voice for Peace** اور **Love for all, hatred for none** وغیرہ ایسے خودساختہ نعرے لگانے والے قادیانیوں کی تمام تر ہمدردیاں اسرائیل کے ساتھ دیکھی جا سکتی ہیں...... ہم یہاں قادیانی جماعت کے ذمہ داران سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں خود اسرائیلی صحافی سارے حقائق بیان کر رہا ہے اور اپنی حکومت سے سوالات کر کے ان کو ان کے ناجائز اقدامات کی روک تھام کا واضح طور پر کہہ رہا ہے تو دوسری طرف آپ کی جماعت کی طرف سے انصاف، امن اور محبت کے # ہیش ٹیگ کے ساتھ یعنی **Voice for Peace** اور **Love for all, hatred for none** ایسے جھوٹے نعروں کے ساتھ ساتھ نا انصافی سے بھرے خطبات اور

ٹویٹس شیئر ہو رہی ہیں......کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟

Gideon Levy مزید کہتے ہیں:

’’میں اسرائیل میں پیدا ہوا اور محبِّ وطن ہوں۔ میرے نزدیک یہ کوئی اسرائیلی فلسطینی تنازعہ نہیں ہے بلکہ ایک وحشیانہ اسرائیلی قبضہ ہے جس کا خاتمہ ضروری ہے‘‘۔

https//:youtu.be/a5zw3Yz-yas?si=ZQIUWNWytVmw0N_V

اب ہم آپ کے سامنے قادیانی جماعت کی عرب ممالک میں اسرائیلی سپورٹ کے حوالہ سے ایمن عودہ کی تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

ایمن عودہ قادیانی (اسرائیلی سیاست دان) قادیانی جماعت کا ایک اہم رکن ہے۔ وہ (ٹویٹر پر AyOdeh@ کے نام سے) (پیدائش یکم جنوری 1975ء) ایک اسرائیلی عرب وکیل اور سیاست دان کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی پرورش کبابیر کے محلے حیفا میں ہوئی۔ مزید اہم معلومات اور تفصیلات کے لیے بلاگ ملاحظہ فرمائیں:

https//:ahmadiyyafactcheckblog.com/2021/11/15/who-is-aymen-oden-born-a-qadiani-ahmadi-in-kababir-and-now-a-politician-working-with-israel/

ایمن عودہ کے بارے میں چند باتیں جو سب کو معلوم ہونی چاہیے۔

-1 وہ ایک اسرائیلی سیاستدان ہے

-2 وہ قادیانی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔

-3 وہ مسجد الاقصیٰ جو یروشلم میں ہے، اسے شہید کروانا چاہتا ہے کیونکہ اس کا ماننا ہے کہ مسجد الاقصیٰ صرف قادیان میں ہے اور یروشلم میں ہیکل سلیمانی ہے جس پر پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قبضہ کیا پھر سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے (نعوذ باللہ)۔

-4 یہ مسلمانوں کے قتل کو جائز سمجھتا ہے کیونکہ پوری دنیا کے مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے منکر ہیں۔

-5 یہ اسرائیلی قادیانیوں کی نظر میں ہیرو ہے کیونکہ یہ قادیانیت کی نمائندگی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کی بھرپور حمایت کرتا ہے۔

6- یہ شخص مسلمانوں کو واجب القتل کہتا ہے اور یہودیوں کے قتل کے خلاف ہے۔

7- اس کے مطابق تمام مسلمان جہنمی ہیں لیکن کوئی ایک بھی یہودی جہنم میں نہیں جائے گا بلکہ سب یہودی جنتی ہیں۔

اب لوگوں کو سمجھ جانا چاہیے کہ قادیانی یہودیوں کے مفادات کے لیے کیوں کام کر رہے ہیں۔

https//:m.facebook.com/story.php?story_fbid=pfbid02sGNtrqECMMCuLZtVnKJTHDNbjDYsdNQq69UhyqG5aKjM1YpCZd6aZd89sJs7J9fPl&id=61551070923258&sfnsn=scwspmo&mibextid=6aamW6(

غلام مجتبیٰ

مرزا قادیانی کی یہودیوں کے لیے ایک عظیم خدمت

جدید تحقیق سے یہ بات سامنے آ رہی ہے کہ قادیانی تحریک، جس کا آغاز عین اس زمانے میں ہوا جب یہودی قوم پرستی کی تحریک صہیونیت شروع کی گئی۔ بنیادی طور پر صہیونی تحریک کی ایک ذیلی شاخ تھی جس کا مقصد یہودیت کے قدیم فلسفۂ فکر کا احیاء اور سیاسی سطح پر برطانوی سامراج اور یہودی تخریب کاروں کی اعانت تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس تحریک کے خدوخال نمایاں ہو رہے ہیں۔ جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی کے زمانے کے واقعات کو صحیح پس منظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی تمام کارروائی، داخلی انتشار، برطانوی سامراج کی حمایت اور صہیونیت کی ترویج کے لیے تھی۔ مرزا قادیانی نے اپنی سچائی کے نام نہاد ثبوتوں میں الیگزنڈر ڈوئی (John Alexander Dowie) کے ساتھ ایک مقابلہ کو خوب اچھالا ہے اور اسے اپنی صداقت کا نشان قرار دیا۔ ہم پہلے ڈوئی کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص کون تھا؟ اس کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے ساتھ مرزا قادیانی کے مقابلے کی غرض وغایت کیا تھی؟ جان الیگزنڈر ڈوئی 25 مئی 1847ء کو پیدا ہوا۔ یہ اسکاٹ لینڈ کے شہر ایڈنبرا کا باشندہ تھا۔ 1860ء میں جنوبی آسٹریلیا چلا گیا جہاں دینی اجتماعات سے خطاب کرنے کا فریضہ ادا کرنے لگا۔ 1888ء میں ڈوئی امریکہ چلا گیا دو سال بعد شگاگو پہنچ گیا۔ یہاں اس نے 22 فروری 1896ء کو ایک نئے دینی سلسلہ کی بنیاد رکھی اور ایک یہودی شہر صہیون (ZION) بسایا۔ صہیون میں قائم ہونے والے نئے سلسلے کا نام کرسچن کیتھولک اپاسٹالک چرچ رکھا گیا۔

(انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، زیر لفظ ڈوئی جان الیگزنڈر) جس کا وہ جنرل اوورسیر تھا۔

1899ء میں ڈوئی نے دعویٰ کیا کہ وہ خدا اور اسرائیل کے درمیان طے پانے

والے اس معاہدے کا پیمبر ہے جس کا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام وغیرہ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ جس کے مطابق اسرائیل نے خدا سے کچھ وعدے کیے تھے اور خدا نے ان کے جواب میں وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کی حفاظت کرے گا اور ان کو اپنی برکات سے نوازے گا۔ ڈوئی کا دعویٰ تھا کہ ملاکی نبی کی پیش گوئی کے مطابق وہ ایلیاء نبی ہے (ڈکشنری آف امریکن بائیوگرافی ج2 مؤلفہ امین جانس اینڈ ڈیومس مالون نیویارک 1959ء ص414) جو یہود کو نجات دلائے گا اور خدا کے وعدوں کو پورا کرائے گا۔ ملاکی نبی کی کتاب میں مذکور ہے: ''دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے وہ درست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو، ناگہاں اپنے ہیکل میں آموجود ہوگا۔ ہاں! عہد کا رسول جس کے تم آرزومند ہو آئے گا، رب الافواج فرماتا ہے......تم میرے موسیٰ کی شریعت یعنی ان فرائض واحکام کو جو میں نے حورب پر تمام بنی اسرائیل کے لیے فرمائے۔ یادرکھو! دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر ایلیاء نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور وہ باپ کا دل بیٹے کی طرف اور بیٹے کا باپ کی طرف مائل کرے گا۔ مبادا میں آؤں اور زمین کو ملعون کروں۔'' (عصر نامہ قدیم ملاکی نبی کی کتاب باب:3،4، آیت:4-6)

1901ء میں ادھر ہندوستان میں مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ادھر شکاگو (امریکہ) میں ڈوئی نے ایلیاہ نبی ہونے کا دعویٰ کرکے جھیل مشی گن کے کنارے یہودیوں کو شہر صہیون میں بسانے کے وسیع پروگرام پر عمل درآمد شروع کردیا۔ یہ شہر کلی طور پر ڈوئی کی ملکیت تھا۔ دور دراز علاقوں سے لوگ اس علاقے میں آباد ہونے لگے۔ ڈوئی کی اس لحاظ سے بڑی شہرت تھی کہ وہ دعا کے ذریعے روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج کرتا ہے۔
(ڈکشنری آف بائیوگرافی)

ڈوئی کو ناکام کرنے کے لیے پادریوں اور ڈاکٹروں نے اس پر سوالزامات لگائے لیکن وہ عدالت میں انہیں ثابت نہ کرسکے اور ڈوئی بچ گیا۔ اس مقدمے کے بعد اس کے مریدوں کی تعداد میں خوب اضافہ ہوا۔ اس کے شہر صہیون میں پانچ ہزار افراد بستے تھے۔ کوئی تھیٹر، ڈانس ہال، شراب خانہ وغیرہ وہاں موجود نہ تھا۔ نشہ استعمال کرنے اور سور کھانے

پر سخت پابندی تھی اور عبادات سے پہلے سائرن بجائے جاتے تھے۔ شہر کی صنعتوں، ان کے بینکوں اور کالجوں پر اس کا شخصی کنٹرول تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے مریدوں کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی۔ چھ زبانوں میں اس کا لٹریچر چھپنے لگا اور یہودی سرمایہ کے بل بوتے پر مشن روانہ کیے جانے لگے۔ **1903**ء میں ڈوئی اپنے تین ہزار مریدوں کو لے کر نیویارک پہنچ گیا جہاں اس نے بحث وگفتگو کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا۔ (ڈکشنری آف بائیوگرافی)

اب اس بات کی طرف توجہ مبذول کی جاتی ہے کہ مرزا قادیانی نے اس سے مقابلہ کیوں کیا اور اس مقابلہ سے یہودی صہیونیوں کو کیا فائدہ حاصل ہوا؟ اس مسئلے کو سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ انیسویں صدی کے اختتام پر یہودی قوم پرستی کے آغاز کے زمانے میں بہت سی تحریکیں جاری تھیں۔ پیرس میں ہنگری نژاد یہودی **(Max Nordau)** یہودی ریاست کے قیام کے لیے راہ ہموار کر رہا تھا۔ جرمنی میں ولف سان **(Wolf Sohn)** اور انگلینڈ میں ڈی ہاس **(De Haas)** عیسائیوں کے تعاون سے اس تحریک کو پھیلا رہے تھے۔ (اکساڈس **(Exedus)** از لیون یورس، نیویارک ص **221**)

یہی کام امریکہ میں ڈوئی انجام دے رہا تھا۔ لیکن یہ تمام یہودی چاہتے تھے کہ خدا کے وعدوں کے مطابق فلسطین میں یہودیوں کی ریاست قائم ہو۔ لیکن ڈوئی ذاتی اغراض کے لیے امریکہ کے شہر شکاگو سے **42** میل دور جھیل مشی گن کے کنارے یہودی ریاست کی بنیاد رکھ رہا تھا اور یہ بات یہودیوں کے عالمی کنونشن منعقدہ بیسل **(Basel)** (سوئٹزرلینڈ) کے پروگرام کے مخالف تھی۔ اس کنونشن میں جس کے انعقاد میں وی آنا کے صحافی اور صہیونیت کے بانی تھیوڈر ہرزل کی کوششوں کو بڑا دخل تھا، یہ طے پایا تھا کہ فلسطین میں یہودی وطن قائم کیا جائے۔ **(Hestzbery A the Zionist Idia- Newyork 1959)**

تھیوڈر ہرزل نے اپنی ڈائری میں جو **1934**ء میں تل ابیب سے شائع ہوئی، لکھا ہے: ''بیسل **(Basel)** میں، میں نے یہودی ریاست قائم کر دی ہے۔ اگر میں اسے بلند آواز سے کہوں تو لوگ ہنسیں گے لیکن پانچ سالوں میں اور پچاس سالوں میں یقیناً اسے قبول کر لیا جائے گا۔'' (لیون یورس)

یہودی قوم پرستی کی تحریک کے آغاز میں ہی برطانوی سامراج نے صہیونی تخریب کاروں سے گٹھ جوڑ کرلیا تھا۔ برطانوی سامراج کی نظریں مشرق وسطیٰ کی طرف لگی ہوئی تھیں اور وہ یہودیوں کو اپنے ساتھ ملا کر سلطنت عثمانیہ کا تختہ الٹنا چاہتا تھا۔ اس سازش کی تکمیل کے لیے یہودیوں کو پہلے جزیرہ نما سنیائی میں آباد ہونے کی جگہ پیش کی گئی۔ اس کے بعد افریقہ کا علاقہ یوگنڈا پیش کیا گیا۔ یہودیوں نے ان علاقوں میں بسنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ان کی اکثریت کا یہ دعویٰ تھا کہ انبیاء کی پیش گوئیوں کے مطابق ایسے کسی علاقے میں آباد کاری کا کوئی ذکر نہیں اور صرف فلسطین میں آباد ہو کر ہی ان نوشتوں کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ (لیون یورس)

سیاسی صہیونی اس بات کے سخت مخالف تھے کہ فلسطین کے علاوہ کسی اور جگہ یہودی ریاست قائم کی جائے۔ 1900ء میں پچاس ہزار یہودی فلسطین پہنچ چکے تھے اور صہیونیوں کی آباد کاری کی تنظیم (Zion Colonizing Society) عظیم یہودی سرمایہ داروں روش چائلڈ اور ڈی شومان کے سرمائے سے زمین خریدنے میں مصروف تھی۔ Rath Schildde Sehumann Foundation اور Palestine Investment Corporation کے علاوہ ایک اور آباد کاری کی سوسائٹی Zeon Setyle Ment Society فلسطین میں یہودی جلاوطنوں کو آباد کرنے میں ہاتھ بٹا رہی تھی۔ یہ جلاوطن روس، پولینڈ، آسٹریلیا وغیرہ سے ہزاروں کی تعداد میں آ رہے تھے۔ ان یہودیوں کی آمد کا سلسلہ اتنی تشویش ناک صورت اختیار کر چکا تھا کہ ترکی کے خلیفہ سلطان عبدالحمید دوم کو ان کی آمد پر پابندی لگانی پڑی۔ (لیون یورس)

واضح رہے کہ ہندوستان میں ترکوں کے خلاف یہودی قوم پرستی کی تحریکوں کے زمانے میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نہایت ذلیل پروپیگنڈا کیا اور ان کے بعد ان کے بیٹے مرزا محمود نے یہ کام سنبھالا۔

ڈوئی کے منصوبے کی بدولت عالمی صہیونی تحریک کو نقصان پہنچ رہا تھا۔ یورپ سے فلسطین کی طرف روانگی میں کمی واقع ہوگئی تھی اور مذہب کے دلدادہ یہودی ڈوئی کو ایلیاہ

سمجھتے ہوئے امریکہ میں جمع ہو رہے تھے۔ ڈوئی کی تحریک پر مذہب کا رنگ حاوی تھا، اس لیے سطحی خیال کے مذہبی جنونی اس کی طرف متوجہ تھے۔ اس کے علاوہ وہ عیسائیت کی آڑ میں اس تحریک کو چلا رہا تھا۔ اس کے پروگرام کو نا کام بنانے کے لیے برطانوی سول سروس میں کام کرنے والے یہودیوں نے اپنے ازلی گماشتے مرزا غلام احمد قادیانی کی پیٹھ ٹھونکی اور انہیں ڈوئی سے بھڑوا دیا۔ مقصد یہ تھا کہ اس مناظرہ بازی میں الجھا کر اس کی گرفت کو کمزور کیا جائے اور اس کے خلاف مذہبی ہتھکنڈے استعمال کیے جائیں اور حربوں کے ذریعہ نا کام بنانے کا یہ بھی ایک حربہ تھا۔

مرزا قادیانی نے اسے مباہلہ کا ایک مضمون روانہ کیا اور صہیونیوں کی مدد سے اسے امریکہ کے بڑے بڑے نامی اخباروں میں شائع کرایا گیا۔ ویسے اس نے مرزا قادیانی کو جواب دینا تک گوارا نہ کیا۔ مرزا قادیانی کی کتاب (تتمہ حقیقت الوحی ص 72-70، خزائن ج 22 ص 507-505) جس میں یہ اشتہار چھپا۔ آخر کار ڈوئی نے اپنے پرچے میں یہ جواب دیا:

- ''ہندوستان میں ایک بے وقوف مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا اور یہ کہ تو کیوں اس شخص کا جواب نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر میں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو میں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص 73، خزائن ج 22 ص 509)

مرزا قادیانی نے ڈوئی کو لکھا کہ وہ اپنے عقیدے میں جھوٹا ہے اور ان کی زندگی ہی میں مر جائے گا اور اگر مباہلہ نہ بھی کرے تب بھی عذاب سے نہ بچ سکے گا۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص 73، خزائن ج 22 ص 509)

نیویارک کے دورے میں ڈوئی نے تین لاکھ ڈالر صرف کیے جس پر لوگوں نے اعتراض کیے لیکن اس نے توجہ نہ دی بلکہ تمام دنیا کے دورے کا پروگرام بنایا تا کہ مختلف علاقوں سے جلاوطن یہودیوں کو جمع کرے۔ اس نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ اگر مطلوبہ رقم نہ دیں گے تو انہیں شہر صہیون سے نکال دیا جائے گا۔ (انسائیکلو پیڈیا امریکا زیر لفظ ڈوئی)

اس اعلان کے بعد خود وہ صہیونی بہشت (Zion Paradise Plantation) کے قیام کے لیے میکسیکو چلا گیا۔ (امریکن بائیوگرافی)

24 ستمبر 1905ء کو اسے فالج ہوا اور اس کے مرید اسے جمیکا لے گئے۔ اس عرصے میں اس کے خاص دوست ولبر گلن والیوا (Wilber Glen Voliva) نے جسے صہیون کے تمام اختیارات حاصل تھے، بغاوت کر دی اور اپریل 1906ء میں ڈوئی کو معزول کر کے شہر صہیون کی جائیداد پر قابض ہو گیا۔

(New Century Cyclopedia of Names vol.1 New York 1954 p.13)

ڈوئی پر تعدد ازواج اور دیگر سنگین الزامات لگا کر اس کی ممبر شپ منسوخ کر دی۔ ڈوئی نے شگاگو آ کر بڑے ہاتھ پاؤں مارے لیکن 9 مارچ 1907ء کو مر گیا۔ (Welster's Biographical Dictionary 1964) اور خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکا۔

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ ان کی پیش گوئی کی وجہ سے وہ ''اپنے آباد کردہ شہر صہیون سے بڑی حسرت سے نکالا گیا جس کو اس نے کئی لاکھ روپیہ خرچ کر کے آباد کیا تھا۔ نیز سات کروڑ نقد روپیہ سے جو اس کے قبضہ میں تھا، اس کو جواب دیا گیا اور اس کی بیوی اور اس کا بیٹا اس کے دشمن ہو گئے اور اس کے باپ نے اشتہار دیا کہ وہ ولد الزنا ہے۔ پس اس طرح وہ قوم میں ولد الزنا ثابت ہوا اور یہ دعویٰ کہ میں بیماروں کو معجزہ سے اچھا کرتا ہوں، یہ تمام لاف وگزاف اس کی جھوٹی ثابت ہوئی۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص76، خزائن ج22 ص512)

ان تمام باتوں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ڈوئی کے ساتھ مقابلہ میں مرزا قادیانی نے جس زور وشور کا مظاہرہ کیا، اس کی وجہ صہیونی یہودیوں کی سازش تھی اور مرزا قادیانی ان کے آلۂ کار کے طور پر کام کر رہے تھے۔ ڈوئی عالمی صہیونی پروگرام کو نقصان پہنچا رہا تھا اور مسیح سے قبل آنے والے ایلیاہ نبی ہونے کا دعویٰ کر کے امریکہ کے شہر شکاگو میں یہودی شہر صہیون کی بنیاد رکھ چکا تھا۔ یہ صہیونیوں کے مفاد کے خلاف تھا اور مرزا قادیانی نے اسی لیے کوسوں دور بیٹھے اس شخص سے مقابلہ کیا۔ ڈوئی بائبل کی پیش گوئی کے مطابق

صہیونی شہر قائم کرنے کا مدعی تھا اور خود کو مسیح کا پہلا حواری بتاتا تھا، اس لیے بعض یہود نواز عیسائی بھی اس کے ساتھ تھے۔ واضح رہے کہ اسی زمانے میں انگلستان کا وزیر اعظم سر بالفور تھا جو سکہ بند یہودی اور صہیونیت کا دلدادہ تھا۔ بالفور ڈیکلریشن اسی کے نام سے مشہور ہے۔ غرض ڈوئی سے مقابلہ مرزا قادیانی کی صہیونی یہود کے لیے ایک عظیم خدمت ہے اور اسرائیل کے قیام کے لیے ایک قربانی ہے۔ آپ کی اٹوٹ وفاداری کی وجہ ہی سے عرب ممالک میں اسرائیل کا ناپاک وجود قائم ہوا۔ آپ کو صہیونیت کے حاشیہ بردار اور عظیم تر یہودیت کے پرچارک کے طور پر ہمیشہ یاد رہے گا۔

ایس منصور حسن

قائداعظم اور فلسطین

ارض فلسطین ساری دنیا میں وہ واحد مقام ہے جو مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں میں یکساں طور پر مقدس اور محترم ہے۔ اسی ارض مقدس پر مسلمانوں کا بیت المقدس اور قبلہ اول ہے۔ یہیں سے حضور اکرم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں یہودی ہیکل سلیمانی کی بازیابی کے لیے گریہ وزاری کرتے تھے اور یہی سرزمین حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا گہوارہ ہے اور اس نسبت سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں کے لیے بھی محترم ہے۔ مسلمانوں نے جب حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں فلسطین کو فتح کیا اور یہاں اسلامی پرچم لہرایا تو اس کے دروازے ہر اس قوم اور مذہب کے پیروکاروں کے لیے وا رکھے جو اس سرزمین کی تقدیس و تکریم کے دعویدار ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی اس وسیع النظری، وسعت قلبی اور مذہبی رواداری کے باوجود عیسائی فلسطین کو مسلمانوں سے چھیننے کے لیے صلیبی جنگیں کرتے رہے اور مسلسل شکست کے نتیجہ میں حقیقت کا اعتراف کرنے کے بجائے ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف کدورتوں میں اضافہ ہوتا گیا حالانکہ اس دوران بھی مسلمان اپنی روایتی مذہبی رواداری کا ثبوت دیتے رہے۔ تاہم عیسائی موقع کی تاک میں رہے۔

جب جنرل ایلن بی کی زیر کمان برطانوی فوج بیت المقدس میں فتح سے ہمکنار ہوئی تو لندن کے پریس نے نہ صرف اسے نئی صلیبی جنگ قرار دیتے ہوئے اس کی تعریف کی بلکہ ''ٹائمز'' نے اسے بیت المقدس کی ''نجات'' اور ''عیسائیت کی تاریخ میں انتہائی یادگار واقعہ قرار دیا'' اور لکھا ''ایلن بی کی زیر کمان فرانسیسی، اطالوی اور انگریزی افواج کے بین الاقوامی

کردار نے صلیبی جنگوں کے دوران مغربی اتحاد کی یاد تازہ کردی"۔ایلن بی جب بیت المقدس کے دروازہ پر پہنچا تو مغربی تاریخ دانوں نے فخریہ طور پر کہا" آج صلیبی جنگ کا خاتمہ ہو گیا"۔

اس دوران صہیونیت نے برطانیہ اور امریکہ میں اپنے قدم اس قدر مضبوطی سے جما لیے تھے کہ برطانیہ اور امریکہ کے بڑے بڑے سیاست دان اور حکمراں طبقہ کے افراد ان کے زیر اثر آ چکے تھے، نہ صرف یہ بلکہ ان میں سے بعض خود بھی صہیونی ہونے کے دعویدار تھے۔صہیونیت کے زیر اثر منظّم یہودیوں نے فلسطین سے اپنے دیرینہ تعلق کی بنیاد پر اپنے لیے ایک مستقل وطن کے حصول کے اس موقع کو مناسب ترین سمجھا اور امریکی صدر ولسن اور برطانوی حکمرانوں کی مدد سے برطانیہ کی کابینہ میں یہ منصوبہ پیش کیا کہ فلسطین میں یہودیوں کا وطن فوری طور پر قائم کیا جائے۔ یہ منصوبہ **1914**ء میں برطانوی کابینہ کی ایک اہم شخصیت ہربرٹ سیموئل نے پیش کیا۔اس کے بعد ہی سے فلسطین میں یہودیوں کا وطن قائم کرنے کے لیے صہیونی لابی سرگرم عمل ہو گئی۔ **1917**ء میں لارڈ رچرڈ جیمز بالفور نے امریکی صدر ولسن کی منظوری سے برطانوی کابینہ کے اس فیصلہ کا اعلان کیا کہ ملکۂ معظّمہ کی حکومت فلسطین میں یہودی وطن کے قیام کے منصوبہ کو ہمدردی کی نظر سے دیکھتی ہے تو ساری دنیا کے یہودیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اس اعلان کے بعد ہی سے جو اعلان بالفور کے نام سے مشہور ہوا، ساری دنیا سے یہودی ترک وطن کر کے فلسطین پہنچنا شروع ہو گئے۔

یہ وہ دور تھا جب برصغیر میں انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کی مہم شروع ہو گئی تھی اور مسلمانانِ برصغیر آزادی کی تحریک کے زیر اثر انگریزوں کے خلاف اور خلافت عثمانیہ کی حمایت میں تحریک خلافت چلا رہے تھے اور مسلم لیگ مسلمانوں کے حقوق کی جدوجہد کر رہی تھی۔اس وقت تحریک خلافت کے زور کے باعث مسئلہ فلسطین برصغیر کے مسلمانوں کی اس توجہ سے محروم ہو گیا جو اس کا حق تھا۔تاہم مسلم لیگ مسئلہ فلسطین سے بالکل غافل نہ تھی۔ چنانچہ آل انڈیا مسلم لیگ نے **1918**ء سے ہی اپنے سالانہ اجلاسوں میں برطانیہ اور امریکہ کے اس منصوبہ کی پرزور الفاظ میں مذمت کی کہ فلسطین میں یہودیوں کا قومی وطن بنایا جائے۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے **1934**ء میں انگلستان سے واپسی کے بعد جب مسلم

لیگ میں نئی روح پھونکی اور مسلم لیگ کا احیا کیا تو اسلامیانِ ہند کے لیے علیحدہ وطن پاکستان کی صبر آزما جدوجہد کے ساتھ ہی فلسطین کے مسلمانوں کے مسائل حل کرنے کے لیے بھی آواز بلند کی اور آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاسوں سمیت مختلف مواقع پر حکومت برطانیہ سے پرزور الفاظ میں مطالبہ کیا کہ برطانیہ عربوں سے کیے گئے وعدوں پر عمل کرے اور فلسطین میں یہودیوں کی غیر قانونی آبادکاری کا سلسلہ بند کر کے فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کے منصوبہ کو ترک کر دے۔ کیونکہ اس بنیاد پر فلسطین کو یہودیوں کا وطن نہیں بنایا جا سکتا کہ وہاں کبھی یہودی آباد تھے، یہ جواز قطعی بے بنیاد ہے۔ قائداعظم نے بڑے سخت الفاظ میں یہ استفسار بھی کیا کہ آخر کسی دوسرے ملک میں یہودیوں کو جگہ کیوں نہیں دی گئی؟

قائداعظم محمد علی جناح نے 12 اکتوبر 1936ء کو مسلم لیگ کے ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے برطانیہ کی اس پالیسی کی مذمت میں ایک قرارداد منظور کی جو اس نے فلسطین کے بارے میں اختیار کر رکھی تھی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے 65 ویں سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں 15 اکتوبر 1937ء کو اپنے خطبہ صدارت میں مسئلہ فلسطین پر اپنی دوٹوک رائے کا اظہار کرتے ہوئے برطانوی پالیسی کو عربوں کے ساتھ غداری قرار دیا اور عربوں سے یکجہتی کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانانِ ہند عربوں کی جدوجہد میں ان کے ساتھ ہیں۔ قائداعظمؒ نے فرمایا:

❑ ’’سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو اس مسئلہ نے جذباتی بنا دیا ہے۔ برطانوی حکومت کی تمام تر پالیسی اپنے بالکل آغاز سے عربوں کے ساتھ غداری کے مترادف ہے۔ ان کے اعتماد کرنے کی فطرت سے بھرپور فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ برطانیہ عظمیٰ نے جنگ عظیم کے دباؤ کے دوران عربوں کے لیے جو اعلان جاری کیا تھا، اس سے انحراف کیا ہے۔ اس اعلان میں عرب سرزمین کے لیے مکمل آزادی اور ایک عرب کنفیڈریشن کی ضمانت دی گئی ہے۔ تاہم جھوٹے وعدوں کے ذریعہ انہیں استعمال کرنے کے بعد انتدابی اختیارات کے ساتھ وہ خود مسند حکومت پر بیٹھ گئے اور بدنام زمانہ ’’بالفور اعلانیہ‘‘ جاری کر دیا جو نہ صرف ناقابل عمل بلکہ بیک وقت تضادات کا شکار ہے۔ بعدازاں یہودیوں کے لیے ایک وطن کی

تلاش کی پالیسی پرعمل پیرا ہوتے ہوئے برطانیہ عظمیٰ نے اب فلسطین کی تقسیم کی تجویز پیش کر دی اور رائل کمیشن کی سفارشات نے اس المیہ کو بالکل مکمل کر دیا۔ اگر اس پرعمل درآمد کیا گیا تو عربوں کے اپنے وطن میں ان کی ہر جائز خواہش کی مکمل تباہی و بربادی کا باعث بنے گا اور اب ہم سے یہ کہا گیا ہے کہ ہم حقائق پر نظر کریں! تاہم یہ صورتحال کس نے پیدا کی؟ یہ کام برطانوی مدبرین کے ہاتھوں ہوا ہے اور انہوں نے دانستہ یہ صورتحال پیدا کی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لیگ آف نیشنز نے رائل کمیٹیوں کی اس اسکیم کو منظور نہیں کیا ہے اور ہمیں ایسی ہی توقع کرنی چاہیے، اس کا از سرنو جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ تاہم کیا یہ عربوں کو ان کے حقوق دینے کی صحیح کوشش ہے؟''

قائداعظمؒ نے دوٹوک الفاظ میں کہا۔

- ''میں برطانیہ عظمیٰ کو بتانا چاہوں گا کہ فلسطین کے اس سوال کو اگر منصفانہ اور مساویانہ طور پر حل نہیں کیا گیا، ہمت اور حوصلہ سے اس کا فیصلہ نہیں کیا گیا تو ایسا موڑ ثابت ہوگا جس سے برطانیہ کی تاریخ بدل جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ میں صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ ساری دنیا کے لیے بول رہا ہوں اور ہر مکتبہ فکر کے منصف مزاج افراد میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ برطانیہ عظمیٰ جنگ سے پہلے اور جنگ کے بعد عربوں کے ساتھ پوری دنیا کے سامنے کیے جانے والے اعلان، وعدوں اور ارادوں پرعمل درآمد کرنے میں ناکام ہوتا ہے تو گویا وہ اپنی قبر کھود رہا ہوگا۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک انتہائی کشیدہ اور شدید جذباتی فضا پیدا کر دی گئی ہے۔ برطانوی حکومت شدید مایوسی کی حالت میں ظالمانہ اقدامات کر رہی ہے اور فلسطین میں عربوں کی رائے سے انتہائی بے رحمی سے نمٹ رہی ہے۔ عرب تمام مخالف حالات کے خلاف جو دلیرانہ اور بامقصد جدوجہد کر رہے ہیں، مسلمانانِ ہند اس جدوجہد میں ہر طرح سے عربوں کی تائید اور حمایت کریں گے''۔

اس کے بعد قائداعظم نے اس یقین کا اظہار کرتے ہوئے کہ عرب اس جدوجہد میں فتحیاب ہوں گے۔ مسلم لیگ کے اجلاس سے اجازت طلب کرتے ہوئے کہا:

- ''کیا میں آل انڈیا مسلم لیگ کی جانب سے عربوں کی اس صحیح، بامقصد اور مبنی

برانصاف جدوجہد میں خوشی، حوصلہ اورعزم کا پیغام بھیج سکتا ہوں''۔

قبل ازیں صدر استقبالیہ کمیٹی راجہ صاحب محمود آباد نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں فلسطین کے مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا۔

❑ ''چشم اسلام اپنے قبلہ اول کو دیکھ رہی ہے۔ ہندوستانی مسلمان بھی شدید تشویش کے ساتھ ان واقعات پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ فلسطین کے عربوں کے حقوق کی مزید پامالی سے ایک ایسی آگ بھڑک اٹھے گی جس کے نتائج خطرناک ہو سکتے ہیں''۔

17 اکتوبر 1937ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے کھلے اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت مختلف قراردادیں منظور کر کے اس ضمن میں اسلامیان ہند کے جذبات واحساسات کا اظہار کیا گیا۔ ایک قرارداد منظور کر کے کہا گیا کہ ''آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانانِ ہند کے نام پر یہ اعلان کرتی ہے کہ رائل فلسطین کمیشن کی سفارشات اور وزیر خارجہ برائے نوآبادیات نے اس کے بعد جو بیانات دیئے، وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے متصادم ہیں''۔

دوسری قرارداد کے ذریعہ مسلم ممالک کے حکمرانوں سے اپیل کی گئی کہ وہ اپنے طاقتور اثرات اور بہترین کوششوں کو جاری رکھیں تا کہ فلسطین کے مقامات مقدسہ کی تقدیس کو غیر مسلم تسلط کے ہاتھوں پامال ہونے سے محفوظ رکھا جا سکے اور یہودی سرمایہ سے شروع کی جانے والی برطانوی سامراج کی غلامی سے ارض مقدس کے عربوں کو بچایا جا سکے۔

تیسری قرارداد کے ذریعہ آل انڈیا مسلم لیگ نے عزت مآب مفتی اعظم فلسطین کی زیر قیادت عرب اعلیٰ کمیٹی اور سپریم کونسل پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور فلسطین کی مقامی انتظامیہ کو متنبہ کیا کہ وہ اس اشتعال میں مزید اضافہ نہ کرے جو اس ملک کے عوام کے خلاف متشدد پالیسی سے عالم اسلام میں پہلے ہی پیدا ہو چکا ہے۔ اجلاس نے برطانوی حکومت کو بھی متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ ''اگر یہ فلسطین میں یہودی نواز پالیسی کو تبدیل کرنے میں ناکام رہی تو مسلمانان ہند بقیہ اسلامی دنیا کے ساتھ مل کر برطانیہ کو اسلام دشمن سمجھیں گے اور اپنے عقائد کے مطابق تمام ضروری اقدامات کرنے پر مجبور ہوں گے''۔

قائداعظم نے فلسطین میں عربوں کے حقوق کی پامالی، عربوں کے ساتھ برطانوی حکومت کی وعدہ خلافی اور فلسطین میں عربوں کی مرضی ومنشا کے خلاف ان پر یہودیوں کو مسلط کر کے وہاں یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کے خلاف جس موثر انداز میں آواز بلند کی تھی، اس سے فلسطینی حقوق کے علمبردار دیگر عرب باشندے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ مجلس مدافعت فلسطین، مصر کے صدر محمود علی علویہ پاشا نے جون 1938ء کو قائداعظم کو مکتوب کر کے انہیں مطلع کیا کہ صہیونیوں کے مقابلے اور فلسطین اور فلسطینی حقوق ومفادات کے تحفظ کے لیے مصر کی پارلیمنٹ کے ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔ انہوں نے اس کمیٹی کی کانفرنس میں قائداعظم کو شرکت کی دعوت دی۔ محمود علی علویہ پاشا نے قائداعظم کو تحریر کیا۔

❑ ڈیئر سر! میں آپ کو مطلع کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں کہ صہیونیوں کے مقابلے میں مسئلہ فلسطین اور وہاں کے حقوق ومفادات کی مدافعت وتحفظ کی غرض سے مصر کی پارلیمنٹ اور مجلس اعلیٰ کے ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جس کا میں صدر ہوں۔ چونکہ کمیٹی کی خواہش ہے کہ تمام عالم اسلام کی اسمبلیوں اور مجالس قانون ساز کے مسلم ارکان کا تعاون اس کام میں حاصل کیا جائے۔ لہٰذا میں آپ کی خدمت میں یہ مکتوب تحریر کر رہا ہوں اور اطلاع دیتا ہوں کہ ہماری کمیٹی نے ایک قرارداد منظور کی ہے کہ آئندہ ستمبر میں بلودان (شام) میں ایک کانفرنس منعقد کی جائے تاکہ تمام مسلم نقطہ نظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسئلہ فلسطین پر غور کیا جا سکے۔

مجھے امید ہے کہ آپ اس امر پر پوری توجہ صرف کریں گے اور ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں گے اور ہندوستانی مجلس قانون ساز کا ایک وفد اس کانفرنس میں شرکت کے لیے روانہ کر کے اس کانفرنس میں شریک ہوں گے اور جلد ہی ہمیں اپنی رائے سے مطلع و ممنون فرمائیں گے"۔

26 تا 29 دسمبر 1938ء پٹنہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا 26 واں سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کے پہلے روز 26 دسمبر کو قائداعظم نے اپنے خطبہ صدارت میں مسئلہ فلسطین پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا۔

❑ ''فوری مسائل جن سے ہمیں نمٹنا ہے اور جو سبجیکٹ کمیٹی کے سامنے زیر غور آسکتے ہیں، ان میں سے ایک مسئلہ فلسطین ہے۔ مجھے علم ہے کہ مسئلہ فلسطین پر مسلمانوں کے جذبات میں کس قدر زبردست طلاطم پیدا ہوا ہے۔ مجھے علم ہے کہ اپنی قومی آزادی کی جنگ میں مصروف عربوں کو اگر ضرورت پیش آئی تو مسلمان کوئی قربانی دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔ آپ کو معلوم ہے کہ عربوں سے انتہائی شرمناک سلوک کیا جارہا ہے۔ مردوں کو جو اپنے ملک کی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں، غنڈہ قرار دیا جاتا ہے اور انہیں ہر قسم کے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ انہیں اپنے ملک کا دفاع کرنے کے جرم میں مارشل لا کی مدد سے سنگینوں کی نوک پر رکھا جاتا ہے۔ تاہم کوئی بھی قوم یا افراد جو بحیثیت ایک قوم رہنے کے خواہشمند ہوں، وہ عظیم قربانیاں پیش کیے بغیر اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتے جس طرح کہ فلسطین کے عرب پیش کر رہے ہیں۔ ہماری تمام ہمدردیاں ان بہادر مجاہدوں کے ساتھ ہیں جو غاصبوں کے خلاف جنگ آزادی لڑ رہے ہیں اور انہیں انتہائی شدید ناانصافیوں کا نشانہ بنایا جارہا ہے''۔

سالانہ اجلاس کے دوسرے روز 27 دسمبر کو قائداعظم کی زیر صدارت آل انڈیا مسلم لیگ کی سبجیکٹ کمیٹی کے اجلاس میں ایک قرارداد پیش کر کے ''بالفور اعلان فلسطین'' (Balfour Declaration Palestine) میں برطانوی حکومت کی ظالمانہ پالیسی اور یہودیوں کی ہمدردی کو غیر منصفانہ اور اس اقدام کو فلسطین کو برطانوی سلطنت کا ایک حصہ بنانے کی کوشش قرار دیا گیا تاکہ برطانوی سامراج مستحکم ہو اور عرب ممالک کے وفاق کے نظریہ اور دوسرے مسلم ممالک کے ساتھ ان کے ممکنہ اتحاد کو ناکام بنایا جائے۔ قرارداد میں مزید کہا گیا کہ برطانوی حکومت فلسطین کے مقدس مقامات میں اپنی آئندہ فوجی کارروائیوں کے لیے فضائی اور بحری اڈے بنانا چاہتی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے عربوں پر جو ظلم وستم روا رکھا گیا ہے، تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مسلم لیگ کا یہ اجلاس ان عربوں کو جنہیں ہر قسم کے ظلم وستم اور جبر وتشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے اور جو ارض مقدس کی حفاظت، اپنے قومی حقوق کے تحفظ اور اپنے وطن عزیز کو آزاد کرانے کے لیے ہر قسم کی قربانیاں پیش کر رہے ہیں، ہیرو اور شہدا سمجھتا ہے اور ان کی بہادری اور شجاعت پر انہیں

مبارکباد پیش کرتا ہے۔ نیز برطانوی حکومت کو یہ انتباہ کرتا ہے کہ اگر اس نے فلسطین میں یہودیوں کے داخلہ کو فوری طور پر نہیں روکا اور مجوزہ کانفرنس میں عربوں کے حقیقی راہنما اور ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندہ مفتی اعظم کو شامل نہ کیا تو کانفرنس ایک مذاق کے سوا کچھ نہ ہوگی۔ یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ مسئلہ فلسطین ساری دنیا کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے اور اگر برطانوی حکومت عربوں کے مطالبات پورے کرنے میں ناکام ہوگئی تو ہندوستانی مسلمان کوئی بھی پروگرام بنا سکتے ہیں اور کسی بھی قربانی کے لیے تیار رہیں گے جس کا فیصلہ مسلم بین الاقوامی کانفرنس کرے گی تاکہ عربوں کو برطانوی استحصال اور یہودی تسلط سے محفوظ رکھا جا سکے۔ نیز یہ کہ اس کانفرنس میں ہندوستانی مسلمانوں کی مناسب نمائندگی ہوگی۔ لیگ کا یہ اجلاس برطانوی حکومت کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر اس نے برطانوی اور امریکی باشندوں کے بعض حلقوں میں پائے جانے والے اس تاثر کو کہ فلسطین کو یہودیوں کو قومی وطن بنا دیا جائے، عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی تو اس سے مستقل بدامنی اور تصادم کی راہ ہموار ہوگی‘‘۔

28 دسمبر **1938**ء کو تیسرے روز کے اجلاس میں جو قائداعظم کی زیر صدارت ہوا۔ **27** دسمبر کی رات کو سبجیکٹ کمیٹی کی منظور کردہ قرارداد کو دو گھنٹے کی بحث و تمحیص کے بعد منظور کر لیا گیا۔ مولانا مظہرالدین نے قرارداد فلسطین پیش کرتے ہوئے بالفور اعلانیہ پر شدید تنقید کی اور کہا کہ فلسطین کے یہودیوں کے لیے برطانوی ہمدردی کو سامراجی مقاصد کے لیے ابھارا جا رہا ہے۔ انہوں نے برطانیہ پر الزام لگایا کہ وہ عربوں کو اپنے ہی لوگوں کے خلاف اکسا رہا ہے۔ فلسطین میں برطانوی پالیسی اسلامی عقائد کے لیے براہ راست چیلنج ہے کیونکہ فلسطین میں مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں۔ انہیں دھوکا دے کر یہ یقین نہیں دلایا جا سکتا کہ برطانیہ نے مسئلہ فلسطین حل کرنے کے لیے جو کانفرنس طلب کی ہے، اس میں فلسطینی عربوں کو مکمل نمائندگی حاصل ہوگی۔ سر رضا علی سمیت تقریباً تمام صوبوں کے مندوبین نے اس موضوع پر خطاب کیا۔ سر رضا علی نے کہا کہ ’’دنیا برطانیہ کے اس موقف کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ چونکہ جرمنی، یہودیوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہا ہے، اس لیے انہیں عربوں پر مسلط کر دیا جائے‘‘۔ انہوں نے کہا کہ عربوں پر برطانوی ظلم و تشدد

اس ظلم وتشدد سے بہت زیادہ ہے جو جرمنی نے یہودیوں پر کیا۔ ایک طرف تو معاہدہ ورسائی کو صرف اس کی خلاف ورزی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے، دوسری طرف برطانیہ فلسطین میں اپنی پالیسی کی حمایت میں بالفور اعلانیہ کو اپنانے پر مصر ہے۔ مسئلہ فلسطین پر آئندہ ہونے والی کانفرنس کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بے شمار ناانصافیاں اس مسئلہ کی بنیاد ہیں۔ پروفیسر عبدالستار خیری نے قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ انگریز اور ہندو دونوں مسلمانوں کے لیے یہودیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بھارت میں گاندھی ہندو یہودیوں کا لیڈر ہے۔ ابوسعید انور نے کہا کہ ہندوستان کے 9 کروڑ مسلمان فلسطینی عربوں کی جدوجہد میں ساتھ دینے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ ایک اور مندوب عبدالخالق نے فلسطین میں برطانوی پالیسی کے بارے میں کہا کہ اس کا واحد مقصد یہ ہے کہ سفید فاموں کی آڑ میں سلطنت کی سالمیت کو برقرار رکھا جائے۔ دیگر مندوبین نے بھی قرارداد پر بحث میں حصہ لیا۔ بحث کے خاتمہ کے بعد صدر اجلاس قائداعظم محمد علی جناح نے قرارداد رائے شماری کے لیے پیش کی جو اتفاق رائے سے منظور کر لی گئی۔

حکومت برطانیہ نے فلسطینی عربوں اور یہودیوں میں مصالحت اور مفاہمت کرانے کے لیے ایک کانفرنس منعقد کی جو 7 فروری 1939ء سے 17 فروری 1939ء تک لندن میں جاری رہی۔ مصر سے علی مہر پاشا، عراق سے نور السعید اور سعودی عرب سے امیر فضل نے اس کانفرنس میں عربوں کی نمائندگی کی۔ فلسطینی عربوں نے جن کی نمائندگی جمال حسینی کر رہے تھے، مذاکرات میں صہیونیوں کے ساتھ بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ یہودی ایجنسی نے عالمی یہودی برادری کی طرف سے کانفرنس میں نمائندگی کی۔ تاہم انتہائی کوششوں کے باوجود یہ کانفرنس ناکام ہوگئی۔

قائداعظم نے اس کانفرنس میں مسلم لیگ کی نمائندگی کے لیے چوہدری خلیق الزماں اور عبدالرحمان صدیقی پر مشتمل مسلم لیگ کا ایک وفد تشکیل دیا۔

قائداعظم نے وزیراعظم برطانیہ، وزیر ہند چیمبرلین اور وزیر نوآبادیات میلکم میکڈانلڈ کو تار روانہ کر کے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ فلسطین کانفرنس میں مسلم لیگ

کے نمائندوں کو شرکت کی اجازت دی جائے۔ قائداعظم نے اپنے تار میں انتباہ کیا کہ کانفرنس کی ناکامی بہت تباہ کن ثابت ہوگی اور سارے عالم اسلام میں اس کے تشویشناک نتائج پیدا ہوں گے۔

قائداعظم نے یہ اعلان بھی کیا کہ فلسطین کانفرنس لندن میں 7 فروری یا اس کے قریب شروع ہوگی۔ چنانچہ مسلمانان ہند 8 فروری کو پورے ہندوستان میں یوم فلسطین منائیں۔ 6 فروری کو قائداعظم نے ایک بیان میں فلسطین سے مسلمانوں کی مذہبی و جذباتی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''فلسطین مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہے اور مقامات مقدسہ سے مسلمانوں کا گہرا تعلق ہے''۔

مسلمانانِ ہند نے قائداعظم کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے ہندوستان کے طول و عرض میں یوم فلسطین منایا۔ مسلمانانِ ہند نے مختلف شہروں، قصبات، دیہات غرض گلی کوچوں میں 8 فروری کو یوم فلسطین کے سلسلہ میں جلسے منعقد کیے اور متعلقہ شہروں، قصبات، دیہات کی سڑکوں اور گلیوں میں گشت کیا۔ کلکتہ میں یوم فلسطین کے سلسلہ میں منعقد عظیم الشان جلسے سے فلسطین کے لیے مسلمانان ہند کے والہانہ جذبات اور مذہبی وابستگی کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جلسہ میں 60 ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔

فلسطین کانفرنس میں مسلم لیگ کی نمائندگی کے لیے قائداعظم کی ان کوششوں کے باوجود حکومت ہند، برطانوی حکومت سے فلسطین کانفرنس میں مسلم لیگ وفد کی شرکت کی اجازت حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ چنانچہ 7 فروری 1939ء کو جب لندن میں فلسطین کانفرنس شروع ہو چکی تھی، ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں عبدالرشید چوہدری نے تحریک التوا پیش کر کے مطالبہ کیا کہ فلسطین کانفرنس میں مسلم لیگ کے وفد کو شرکت کی اجازت اور مسلمانان ہند کی نمائندگی دلانے میں حکومت ہند کی ناکامی پر بحث کی جائے۔ ہوم ممبر میکسویل نے تحریک تاخیر سے پیش کیے جانے پر اعتراض کیا۔ قائداعظم نے تحریک التوا کی حمایت میں انتہائی جامع تقریر کی اور تحریک التوا بروقت ہونے کی تائید میں استدلال پیش کیے، تاہم تحریک التوا پیش کرنے کی اجازت نہیں ملی۔

مسلم لیگ کی مرکزی اسمبلی پارٹی نے 8 فروری 1939ء کو نئی دہلی میں ایک اجلاس منعقد کر کے تحریک التوا پیش کرنے کی اجازت نہ دینے پر اظہار افسوس کیا۔ اجلاس میں وزیر ہند کے اس برقیہ پر بھی غور کیا گیا جو انہوں نے فلسطین کانفرنس میں مسلم لیگ کے وفد کی شرکت کے لیے قائداعظم کے ارسال کردہ برقیہ کے جواب میں بھیجا تھا۔

حکومت برطانیہ نے گو کہ مسلم لیگ وفد کو فلسطین کانفرنس میں شرکت کی اجازت نہیں دی، تاہم مسلم لیگ کے وفد نے 23 مارچ 1939ء کو لندن میں وزیر ہند لارڈ زٹلینڈ اور مسٹر اے آر بٹلر سے ملاقات کی اور انہیں فلسطین کے بارے میں مسلمانوں کے جذبات و احساسات سے آگاہ کیا۔ وفد کے ارکان چودھری خلیق الزماں اور عبدالرحمان صدیقی نے حالات کے تازہ تغیرات پر تعجب کا اظہار کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ حکومت مسلمانان ہند کے نقطہ نظر کا لحاظ کرتے ہوئے نیز فلسطین کے عربوں کے ساتھ انصاف کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی پالیسی کو شائع کرنے سے پہلے نظر ثانی اور دوبارہ غور کرے گی۔

قائداعظم محمد علی جناح نے 8 اپریل 1939ء کو نئی دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے کونسل کو مشورہ دیا کہ جب تک برطانوی حکومت کی تجاویز شائع نہ ہو جائیں اور لیگ کے نمائندے لندن سے واپس نہ آ جائیں، اس سلسلہ میں کارروائی کو ملتوی رکھا جائے۔

دوسرے روز یعنی 9 اپریل کو نئی دہلی صوبہ مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس کے دوسرے کھلے اجلاس میں قائداعظم نے اپنی تقریر کے دوران مسئلہ فلسطین پر اظہار خیال کرتے ہوئے برطانوی حکومت سے دریافت کیا کہ ''فلسطین کانفرنس میں ہمارے نمائندوں کو شریک ہونے کا حق کیوں نہ ملا''۔ قائداعظم نے اپنی تقریر میں ساری دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''حیدرآباد ہو، فلسطین ہو یا دنیا میں کسی جگہ کے مسلمان کا سوال ہو، ہماری ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں''۔

دریں اثنا مسلم لیگ کا وفد 11 مئی 1939ء کو لندن سے واپس آ گیا اور اسی روز ارکانِ وفد چوہدری خلیق الزماں اور عبدالرحمان صدیقی نے اخبار نویسوں کو بیان دیا کہ جب

وہ لندن سے روانہ ہوئے تو فلسطین کانفرنس کسی تصفیہ کے بغیر ختم ہو چکی تھی۔

2 جولائی 1939ء کو قائداعظم کی صدارت میں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا۔ جس میں فلسطین کانفرنس میں شرکت کے لیے مسلم لیگ کے تشکیل کردہ وفد کے ارکان چوہدری خلیق الزماں اور عبدالرحمان صدیقی نے بھی شرکت کی۔ اسی اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ فلسطین کے عربوں کو مالی امداد کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے قائداعظم کی زیر صدارت ایک عرب فنڈ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اسی طرح جب 27 اور 28 اگست 1939ء کو نئی دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس قائداعظم کی زیر صدارت منعقد ہوا تو دو روزہ اجلاس کے آخری روز یعنی 28 اگست کو قائداعظم کی زیر صدارت اختتامی اجلاس نے پھر مسئلہ فلسطین پر غور کیا اور فیصلہ کیا کہ 27 رجب المرجب کو پورے ہندوستان میں یوم فلسطین منایا جائے۔

اس دوران برصغیر کے مسلمان انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے اور ہندوؤں کی بالادستی، فرقہ وارانہ منافرت اور معاندانہ رویہ سے اپنے مذہب، ثقافت، تہذیب و تمدن، معاشرت اور معیشت کو محفوظ رکھنے کے لیے قائداعظم محمد علی جناح کی غیر متزلزل، پرعزم اور ناقابل شکست قیادت میں قیام پاکستان کی جدوجہد میں مصروف تھے اور ایسے وقت میں جب قرارداد پاکستان پیش کی جانے والی تھی، اس وقت بھی قائداعظم نے فلسطین کے مسلمانوں اور ان کے مسائل کو فراموش نہ کیا اور اسلامیان ہند کے لیے قرارداد پاکستان کی شکل میں مطالبہ پاکستان پیش کرنے سے ایک روز قبل 22 مارچ 1940ء کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے 25 ویں سالانہ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے مسئلہ فلسطین کو حل کرنے کا پرزور مطالبہ کیا اور برطانوی حکومت کے کھوکھلے وعدوں پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

- ''ہم سے کہا گیا کہ عربوں کے مناسب قومی مطالبات پورے کرنے کے لیے کوششیں اور پرخلوص کوششیں کی جا رہی ہیں، تاہم ہم صرف پرخلوص کوششوں، بہترین کوششوں اور سنجیدہ کوششوں سے مطمئن نہیں ہو سکتے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ فلسطین میں عربوں

کے قومی مطالبات کو فوری طور پر پورا کیا جائے''۔

23 مارچ 1940ء کو قرارداد لاہور پیش کی گئی جو بعد ازاں قرارداد پاکستان کے نام سے موسوم ہوئی اور قیام پاکستان کی اساس بنی اور 24 مارچ 1940ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا اختتامی اجلاس ہوا تو اجلاس نے قائد اعظم کی زیر صدارت ملکی امور پر غور کرنے کے بعد مسئلہ فلسطین حل کرنے میں غیر معمولی تاخیر پر تشویش کا اظہار کیا۔ یہ تشویش ایک قرارداد کی صورت میں ظاہر کی گئی جسے عبدالرحمان صدیقی نے پیش کیا اور سر رضا علی صدیقی نے اس کی تائید کی۔

قرارداد میں کہا گیا کہ آل انڈیا مسلم لیگ فلسطین میں عربوں کے ساتھ مصالحت کرنے میں حکومت برطانیہ کی حد سے زیادہ تاخیر پر شدید تشویش کا اظہار کرتی ہے اور صاف اور دوٹوک زبان میں اپنی سوچی سمجھی یہ رائے ریکارڈ کراتی ہے کہ ''فلسطین میں ایسے انتظامات باعث امن نہیں ہو سکتے جو عالم اسلام اور بالخصوص مسلمانانِ ہند سے کیے گئے ان وعدوں اور جذبوں کے خلاف ہوں، جو 1914ء۔ 1918ء کی جنگ میں مسلمانوں کی فعال امداد حاصل کرنے کے لیے کیے گئے تھے۔ مزید برآں لیگ حکومت برطانیہ کو متنبہ کرتی ہے کہ وہ ارض مقدس میں عربوں کو کچلنے اور انہیں زیر نگیں کرنے کے لیے اپنی فوج کی بڑی تعداد کا فائدہ اٹھانے کا خطرہ مول نہ لے''۔

اس وقت تک صہیونیت نے امریکہ میں بھی اپنے پاؤں اس قدر مضبوطی سے جما لیے تھے کہ امریکی سیاستدان اور حکومت بھی ان کے اشاروں پر چلنے پر مجبور ہو گئی تھی بلکہ ان میں صہیونیت کے ہمدرد اور علمبردار بھی پیدا ہو چکے تھے۔ امریکیوں نے اعلان بالفور میں بھی اہم کردار ادا کیا تھا اور فلسطین کے یہودیوں کو بھاری مالی امداد بہم پہنچائی تھی۔ مئی 1942ء میں صہیونیوں کی مشہور بالیٹمور کانفرنس بھی نیویارک میں ہوئی تھی۔ بالیٹمور کانفرنس میں صہیونیوں نے جو پروگرام مرتب کیا تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ فلسطین میں ایک آزاد اور خود مختار یہودی ریاست قائم کی جائے جس کا اپنا پرچم، اپنی فوج اور اپنا نظم و نسق ہو اور جس پر برطانیہ کی انتدابی حکومت کا کوئی اختیار نہ ہو۔ اس اجلاس کی صدارت بن گوریان نے کی۔ بالٹیمور کانفرنس کے بعد فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کی تحریک کی باگ ڈور

امریکیوں کے ہاتھ میں آ گئی جنہوں نے اس ضمن میں بڑے زور وشور سے کارروائیاں شروع کیں۔ ان کی ان کوششوں اور اثر و رسوخ کے باعث 1943ء۔ 1944ء میں امریکی کانگریس اور سینٹ میں بالٹیمور پروگرام کے حق میں قراردادیں پیش کی گئیں۔ امریکہ میں صہیونی اس قدر منظّم اور موثر قوت بن چکے تھے کہ نیویارک اور الینوئے ریاستوں میں ان کے ووٹ صدارتی انتخاب میں فیصلہ کن کردار ادا کرتے تھے۔ امریکہ کے بیشتر ذرائع ابلاغ کی ملکیت اسی وقت یہودیوں نے حاصل کر لی تھی اور وہ حکومت پر دباؤ ڈالنے اور رائے عامہ پر اثر انداز ہونے کی قوت وصلاحیت کے حامل ہو چکے تھے۔ یہودیوں نے اپنے اس اثر و رسوخ کو صہیونی ریاست کے قیام کے لیے خوب خوب استعمال کیا حتیٰ کہ 1944ء تک صورتحال یہ ہوگئی کہ روز ویلٹ نے امریکہ کی صہیونی تنظیم کے نام ایک پیغام میں اپنی اعانت اور تعاون کا یقین دلایا۔ اگست 1945ء میں امریکی صدر ٹرومین نے برطانوی وزیراعظم ایٹلی کو یہ تجویز پیش کی کہ یورپی یہودیوں کی آبادکاری کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ایک لاکھ یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے۔ 17 دسمبر 1945ء میں امریکی سینٹ نے ایک قرارداد منظور کر کے حکومت امریکہ سے کہا کہ وہ فلسطین میں یہودیوں کے لامحدود داخلہ اور آبادکاری کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے۔ اپریل 1946ء میں اینگلو امریکی تحقیقاتی کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کر کے ٹرومین کی نہ صرف حمایت کی بلکہ یہ سفارش کی کہ اس امر کی اجازت فوری طور پر دی جائے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا 30 واں سالانہ اجلاس نئی دہلی میں جب 24 تا 26 اپریل 1943ء منعقد ہوا تو 26 اپریل کے اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح کی زیرِ صدارت ایک قرارداد منظور کر کے ان حالات اور واقعات پر شدید تشویش اور اندیشوں کا اظہار کرتے ہوئے ان اقدامات کی مذمت کی گئی۔ قرارداد میں کہا گیا۔

- ''آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس امریکہ میں کیے جانے والے نئے صہیونی پروپیگنڈے کو تشویش کی نظر سے دیکھتا ہے جس کے ذریعہ امریکی حکومت پر یہ دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ برطانوی حکومت کو اس امر پر راضی کرنے کے لیے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے کہ

فلسطین میں یہودیوں کے ترک وطن کر کے آنے پر تمام موجودہ پابندیوں کو ختم کرے اور فلسطین کو یہودی ریاست بنانے کی پالیسی اختیار کرے۔

اس اجلاس کی رائے میں اس نئے صیہونی اقدام کا مقصد یہ ہے کہ جنگ کے ہنگامی حالات اور یورپ میں یہودیوں پر کیے جانے والے ظلم وتشدد کے پیش نظر جنگ کے یہودی مہاجرین کے لیے نئے فلسطین کا دروازہ کھول کر فلسطین میں یہودی اکثریت کو نا قابل تبدیل اٹل حقیقت بنا دیا جائے''۔

اجلاس میں اس اقدام کی مذمت کرتے ہوئے کہا گیا۔

❑ ''یہ اجلاس اپنے اس مطالبہ کا اعادہ کرتا ہے کہ فلسطین اور شام میں عرب آزادی کے عرب مطالبات کو پورا کیا جائے اور برطانوی حکومت کے کسی ایسے اقدام یا حرکت کے خلاف انتباہ کرتا ہے جو عرب قومی مفادات کے لیے ضرر رساں ہو اور اعلان کرتا ہے کہ کسی ایسی پالیسی کو تمام عالم اسلام، جمہوریت، انصاف اور عربوں کے اپنے وطن عزیز میں ان کے حقوق کی پامالی قرار دیتے ہوئے اس کی شدید مزاحمت کرے گا''۔

قائداعظم نے فلسطین میں یہودیوں کو آباد کرنے کے لیے امریکی صدر ٹرومین کی تجویز پر شدید ردعمل ظاہر کرتے ہوئے برطانوی وزیراعظم ایٹلی کو ایک تار ارسال کیا جس میں انہوں نے کہا:

❑ ''صدر ٹرومین کی فلسطین میں یہودیوں کے داخلہ کی مبینہ تجویز ایک دوسرے ملک میں دست اندازی ناپسندیدہ اور قطعی طور پر غیر منصفانہ ہے۔ قرطاس ابیض اور برطانیہ کے وعدوں کی خلاف ورزی نہ صرف مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی ہوگی، بلکہ برطانیہ کے وقار اور عزت کی آزمائش بھی ہو جائے گی۔ آپ کو اس بات کی اطلاع دینا میرا فرض ہے کہ عربوں کی قربانیوں پر یہودیوں کو راضی رکھنے کی کسی بھی کوشش کے خلاف مسلمانانِ عالم دلی نفرت و بیزاری کا اظہار کریں گے اور مسلمانان ہند سمیت ساری دنیا کے مسلمان اس کی پوری مزاحمت کریں گے جس کا نتیجہ نہایت تباہ کن ہوگا''۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اکتوبر 1945ء میں جب کوئٹہ کا دورہ کیا تو 16 اکتوبر

1945 ء کو کوئٹہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

❑ ''دنیائے اسلام کا ہر مرد اور عورت کٹ مرے تب یہودی بیت المقدس پر قبضہ کرسکیں گے''۔

مزید فرمایا:

❑ ''میں امید کرتا ہوں کہ یہودی اپنے ناپاک منصوبہ میں کامیاب نہیں ہوں گے اور برطانیہ عظمیٰ اور امریکہ وہاں سے ہاتھ اٹھالیں تب میں دیکھوں گا کہ یہودی کس طرح القدس کو فتح کرتے ہیں، اگرچہ ہم محکوم ہیں۔ تاہم ہمارے دل اور ہمارے روح ان لوگوں کی ہمدردی سے لبریز ہیں جو اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہم کو امید رکھنی چاہیے کہ اہل فلسطین اور اہل جاوا اس آزمائش میں کامیاب ہوں گے''۔

قائداعظم نے مزید کہا:

❑ ''5 لاکھ سے زائد یہودیوں کو اہل فلسطین کی مرضی کے بالکل خلاف القدس میں جگہ دی جا چکی ہے۔ کیا مجھے یہ بتایا جائے گا کہ کسی اور ملک نے انہیں اپنے یہاں جگہ دی؟ یہودی فلسطین میں یہ مقصد سامنے رکھ کر داخل ہوئے ہیں کہ اس القدس کو جسے وہ دو ہزار سال پہلے کھو چکے تھے پھر فتح کریں، وہ اس پر برطانیہ اور امریکہ کی مدد سے پھر قابض ہونا چاہتے ہیں''۔

قائداعظم نے 8 نومبر **1945** ء کو بمبئی میں مسلمانوں کے ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانان عرب کو یقین دلایا کہ برطانوی سامراج اور فلسطین میں یہودیوں کے غیر آئینی داخلہ کے خلاف وہ جدوجہد کر رہے ہیں، مسلمانانِ فلسطین صرف اس کا تماشا دیکھتے رہنے پر اکتفا نہیں کریں گے۔ قائداعظم نے فرمایا:

❑ ''ہم مسلمانان ہند اس سوال پر عالم عرب اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ قطعی طور پر متفق ہیں۔ سوال صرف فلسطین میں یہودیوں کے قومی وطن کا نہیں بلکہ درحقیقت یہ سوال برطانوی سنگینوں اور امریکی روپے کی مدد سے فلسطین کو دوبارہ فتح کرنے کا ہے جسے دو ہزار سال قبل وہ ہاتھ سے کھو چکے ہیں۔ مجھے یہودیوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے اور میں جانتا ہوں کہ مہذب یورپ کے بعض حصوں میں ان کے ساتھ نہایت نازیبا سلوک کیا گیا ہے لیکن

فلسطین کو یہودیوں کی اس قدر کثیر تعداد سے آخر کیوں بھرا جا رہا ہے؟ عربوں کو ایسی دھمکی کیوں دی جا رہی ہے جو انہیں فلسطین میں نیست و نابود کر کے رکھ دے؟ اگر یہودی فلسطین کو دوبارہ فتح کرنے کے خواہشمند ہیں تو وہ برطانیہ اور امریکہ کا سہارا لیے بغیر عربوں کا مقابلہ کریں"۔

اس کے بعد قائداعظم نے پہلی جنگ عظیم (1914ء) کے چھڑنے سے لے کر فلسطین کے تازہ واقعات تک بیان کیے اور کہا کہ برطانوی انتداب کے وقت سے فلسطین کی تاریخ سیاہ ہوگئی۔ برطانوی حکومت نے فلسطین کے عربوں کو زبان دی تھی کہ انہیں فلسطین میں کامل خودمختاری اور آزادی دے دی جائے گی۔ چنانچہ اس زبانی قرارداد کے سلسلہ میں برطانیہ نے پہلی عالمگیر جنگ میں فلسطین کے عربوں کی خدمات اور خون کا اچھی طرح استعمال کیا۔ کرنل لارنس آف عرب نے برطانیہ کے اس عہد کا واسطہ دے کر عربوں کی خدمات حاصل کی تھیں لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ برطانوی حکومت اپنے عہد کے ایفا میں ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے اور اپنے عہد کے خلاف فلسطین میں انتداب قائم کرنا چاہتی ہے تو اس نے عربوں کو دوبارہ منہ نہیں دکھایا۔ ایک مسلمان ہمیشہ اپنی زبان کا سچا اور صادق القول ہوتا ہے اور جب فریق ثانی اپنا عہد توڑ دیتا ہے تو پھر صورتحال کو گوارہ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ برطانیہ وعدہ کرنے میں بہت مشاق ہے اور پھر ان وعدوں کو پورا نہ کرنے کے لیے بہانے تراشنے کا بھی ماہر ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو اس نے عربوں سے وعدہ کیا کہ انہیں فلسطین میں کامل آزادی اور خودمختاری دی جائے گی اور دوسری طرف اعلان بالفور میں یہودیوں سے ان کے قومی وطن کے قیام کا وعدہ کر لیا۔ اس طرح یہودیوں کو فلسطین میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی اور عربوں کو بے دخل کر دیا گیا۔

جلسہ میں ایک قرارداد منظور کر کے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ فلسطین میں یہودیوں کا داخلہ بند کر دے۔

قائداعظم نے نئی دہلی میں 24 جنوری 1946ء کو ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندہ کو انٹرویو دیتے ہوئے اس موقف کا اعادہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت برطانیہ اپنے وعدوں سے منحرف ہو جائے گی تو مسلمانانِ ہند اپنے مشرق کے عرب بھائیوں کو ہر طرح کی

امداد پہنچانے پر آمادہ ہیں۔

ایسوسی ایٹڈ پریس کے نامہ نگار نے جب قائداعظم سے یہ سوال کیا کہ کیا بمبئی کے اخبار وطن کی یہ خبر سچ ہے کہ آگرہ کے مسلمان دوکاندار یہودی مال کا بائیکاٹ کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو اس قسم کے اقدامات فوری ردعمل کا نتیجہ ہیں۔ قائد اعظم نے مزید فرمایا:

❑ ''مسلمانان ہند کے دل اپنے عرب بھائیوں کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک مسلم لیگ نے انہیں باقاعدہ طور پر کوئی حکم نہیں دیا ہے تاہم اگر برطانیہ قرطاس ابیض میں کیے گئے وعدوں سے منحرف ہو گیا تو پھر ہم مسلمان عرب بھائیوں کی امداد کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں''۔

اسی طرح 10 اپریل 1946 کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ دہلی میں ایک قرارداد منظور کر کے اینگلو امریکی تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ پر شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا۔

قائداعظم نے 5 جون 1946ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ دہلی میں اپنے خطبہ صدارت میں مسئلہ فلسطین پر اینگلو امریکی کمیشن کی رپورٹ کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا:

❑ ''اینگلو امریکی کمیشن نے یہ سفارش کی ہے کہ ایک لاکھ یہودیوں کو فلسطین میں آباد کیا جائے، میں اس سفارش کی قطعی طور پر مذمت کرتا ہوں۔ میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اس کے سوا کسی دوسرے نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اس سفارش میں دیانت کو بالکل ملحوظ نہیں رکھا گیا اور حق و انصاف کے تمام اصول پس پشت ڈال دیئے گئے ہیں۔ میں عربوں سے یہ کہوں گا کہ وہ اس سفارش کی مزاحمت کریں اور ایک یہودی کو بھی فلسطین میں داخل نہ ہونے دیں۔ مسلمانانِ ہند عربوں کی مدد کریں گے''۔

۞......۞......۞

حسن محمود عودہ

جھوٹ آخر جھوٹ ہے!

میری پیدائش حیفا (فلسطین) میں 1955ء میں قادیانی ماں باپ کے گھر ہوئی۔ بدقسمتی سے میرے آباؤ اجداد مرزا غلام احمد قادیانی کی حقیقت کے بارے میں کچھ جانے بغیر 1928ء میں قادیانیت کو قبول کر بیٹھے، جو کہ ہمارے ملک میں ہندوستانی مبلغین کے ذریعے سے پہنچی تھی۔ انھیں یہ بتایا گیا کہ یہ اسلام کی اصلاح کے لیے آسمانی دعوت ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں مسیح موعود اور مہدی موعود ظاہر ہو گئے ہیں۔

میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ قادیانیت ہی صحیح اسلام اور قادیانی ہی سچے مسلمان ہیں اور دوسرے لوگ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ہم مرزائیت کے بارے میں صرف مرزائی علماء کی تحریرات پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ نظریہ پختہ ہو گیا کہ قادیانی ہونے کی حیثیت سے میں ہی برحق ہوں اور جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود، مہدی موعود پر ایمان نہیں لاتے، وہ باطل پر ہیں۔ میں نے مرزائیت کے بارے میں مرزائی لٹریچر ہی پڑھا تھا۔ مسلمانوں نے مرزائیت اور مرزا غلام احمد کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے، وہ میرے علم میں نہیں تھا۔

مرزائیت کے اندرونی ماحول اور مرزائیوں کے آپس کے تعلقات کے بارے میں بات لمبی ہو جائے گی۔ مجھے اس بارے میں وسیع تجربہ حاصل ہے۔ مختصراً یہی کہہ سکتا ہوں کہ مرزائی ایسے پُرگھٹن ماحول میں رہتے ہیں، جہاں کسی فرد پر دوسروں کے اخلاق و اطوار مخفی نہیں ہیں۔ میں اپنے آپ کو کسی عیب سے پاک نہیں سمجھتا اور مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی قادیانی یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ قادیانی جماعت نے کسی بھی جگہ پر ایک اچھی جماعت ہونے کی مثال پیش کی ہے، یہی وجہ ہے کہ مرزائیت کے ماحول کا فساد، بہت سے مرزائیوں

سے مخفی نہیں ہے۔

ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے میں سویڈن چلا گیا، جہاں خلیفہ ثالث مرزا ناصر سے **1978**ء میں دو مرتبہ میری ملاقات ہوئی۔ اس وقت خلیفہ کے ساتھ ملاقات میرے لیے ایک اہم اور خاص واقعہ تھا۔ خلیفہ کے مقربین میں جگہ حاصل کرنے کے لیے میں نے سویڈن کو خیر باد کہا اور قادیان چلا آیا جو کہ مرزائیت کا پہلا ہیڈ کوارٹر اور اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی جائے پیدائش ہے۔

1979ء میں، میں نے قادیانی مبلغ بننے کے لیے قادیان میں تعلیم کا آغاز کیا۔ خلیفہ اور دوسرے ذمہ دار لوگ میرا خاص خیال رکھتے تھے، کیونکہ میں قیام پاکستان کے بعد پہلا اور مرزائیت کے آغاز کے بعد دوسرا یا تیسرا عرب طالب علم تھا، جو قادیان میں قادیانیت کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی عربی تصنیفات کے مطالعہ کے علاوہ اس کی اردو تصانیف کو سمجھنے کے لیے اردو زبان بھی سیکھتا تھا۔

قادیان میں میرا قیام تقریباً سات ماہ رہا۔ چھ ماہ ''بیت الضیافۃ'' میں اور ایک ماہ غرفۃ الریاضۃ میں۔ یہ وہی کمرہ ہے جہاں مرزا قادیانی نے نصف برس تک مسلسل روزے رکھنے کے دوران اپنے خود ساختہ دعویٰ میں تمام انبیاء سے ملاقات کی۔ مجھے کہا گیا کہ مرزا کا گھر، جو ''شعائر اللہ'' میں سے ہے، اس میں قیام سے بڑی برکتیں ملیں گی۔ مرزا کا گھر ''بیت الذکر'' ''بیت الفکر'' ''بیت الدعا'' اور ''مسجد مبارک'' وغیرہ نام کے کمروں پر مشتمل ہے۔ بیت سے مراد ایک الگ کمرہ ہے۔ بیت الدعا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جو مرزا نے دعاء کے لیے مخصوص کیا تھا۔ بیت الفکر ایک دوسرا کمرہ ہے جس کو اس نے فکر یعنی تالیف وتصنیف کے لیے خاص کیا تھا۔ ''بیت الذکر'' وہ ذکر کے لیے استعمال کیا کرتا تھا۔ اس کا نام ''مسجد مبارک'' بھی ہے۔ اس کے دروازہ پر لکھا ہے۔ ''**من دخله كان امنا**'' اور کمرے کی اندرونی طرف دیوار پر لکھا ہے۔ ''**بشارة تلقاها النبيون**'' وہ بشارت جو نبیوں کو ملی۔ مسجد کے ساتھ ایک کمرہ ہے جس کا نام ایہ الحجر الاحمر ہے، ایک اور کمرے کا نام ''حقیقت الوحی'' ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی کمرے ہیں۔ قادیان میں اپنی تعلیم کی یہ مختصر مدت گزارنے کے

بعد میں حیفا واپس چلا گیا، تا کہ قادیانی مبلغین کی مدد کروں۔ پھر ایک سال کے بعد مجھے مرزائی لڑکی سے شادی کرنے اور دوسری مرتبہ سالانہ جلسہ میں، جو مرزا کی وصیت کے مطابق ہر سال منعقد ہوتا ہے، شرکت کرنے کے لیے دوبارہ قادیان جانا تھا۔ پھر حیفا واپس آنے کے بعد **1984**ء میں مجھے مرزائی خدام کا اور میری اہلیہ کو لجنتہ اماء اللہ کا سربراہ بنا دیا گیا۔ **1985**ء میں خلیفہ رابع مرزا طاہر نے مجھے مرزائی مبشر مقرر کیا اور لندن میں خلافت کے نئے مرکز میں بلا لیا۔ **1986**ء کے شروع میں میرے لندن پہنچنے کے فوراً بعد خلیفہ نے پہلی دفعہ اپنی جماعت میں عربی سیکشن کی بنیاد رکھی اور مجھے اس کا ڈائریکٹر مقرر کیا۔ **1988**ء میں خلیفہ نے مجھے اپنی تقاریر و خطبات کو عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے منتخب کیا اور عربی زبان میں ایک ماہنامہ مجلّہ شائع کرنے کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی۔

ان ذمہ داریوں کے علاوہ میں تبلیغی اور تدریسی کاموں میں بھی مشغول رہا۔ مثلاً برطانیہ آنے والے مبلغین کو لیکچرز دینا، برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کو دعوت مرزائیت دینے کے لیے تبلیغی مجالس منعقد کرنا، ان مجالس میں، میں نے مسلمان علماء اور طلبا سے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کی سچائی کے بارے میں بحث و مباحثہ کیا، جس سے میرے ذہن میں ایسے سوالات پیدا ہوئے، جن کی وجہ سے مجھے مرزا قادیانی کی شخصیت و دعوت کے بارے میں اپنے مطالعہ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ یہ میرے ترک مرزائیت کی اسباب میں سے ایک تھا۔

ایک اور سبب، میرا شخصی تجربہ اور مرزائی نظم و ضبط کا مشاہدہ تھا۔ خلیفہ اور داعین پر مشتمل اس نظام کے مشاہدے سے مجھے یقین ہو گیا کہ مرزائیت حق سے بہت دور ایک گمراہ تحریک ہے۔ ادارے میں میرے عملی تجربہ کے اضافہ کے ساتھ ساتھ مرزائی عقائد اور نظام کے بارے میں میرے شکوک و شبہات بھی بڑھتے گئے۔

جون **1988**ء میں مخالفین مرزائیت کے نام مرزا طاہر کی ''دعوت مباہلہ'' بھی قابل ذکر ہے۔ اس وقت سے میں منتظر تھا کہ مرزائیت کی حقانیت پر کوئی آسمانی نشانی اور معجزہ ظاہر ہو گا حتیٰ کہ خلیفہ نے پہلی نشانی کے ظہور کا اعلان کیا۔ یعنی صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق شہید کر دیے گئے۔ صدر پاکستان نے اگرچہ دعوت مباہلہ کو قبول کیا نہ اس پر کوئی

توجہ دی، لیکن پھر بھی مرزائی (اپنے علم میں) ان کی شہادت کو آسمانی نشان سمجھتے تھے۔ جن مسلم علماء نے دعوت مباہلہ کو قبول کیا تھا اور انسانیت پر مرزائیت کی گمراہی کو آشکارا کیا تھا، وہ صحیح سالم زندگی بسر کر رہے تھے۔ مرزائیوں کے اس طرز عمل پر مجھے حیرت ہوئی اور اس حیرت میں اضافہ، تب ہوا جب خلیفہ طاہر نے اس ''آسمانی نشانی'' کے ظہور پر، خوشی کے اظہار کے طور پر، ''ٹل فورڈ'' میں، جہاں میں مقیم تھا، مرزائیوں میں تقسیم کرنے کے لیے مٹھائی بھیجی۔

اس وقت سے میں اس دعوت مباہلہ کے اصل مقصد کے بارے میں متلاشی ہوا کہ آیا، یہ حقیقت مباہلہ ہے یا محض ڈھونگ؟ خدا سے دعا مانگی کہ **اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنا به.**

میں دس جون کے اعلان مباہلہ اور اس کے وقت کے تعین کے پس پردہ اسباب پر غور کرتا رہا۔ مرزا طاہر احمد نے اعلان مباہلہ سے قریباً ایک سال قبل اعلان کیا تھا کہ اس نے پیرس میں ایک خواب دیکھی ہے، جس میں کہا گیا ہے **Friday the 10th** (دس تاریخ کو جمعہ کا دن) چنانچہ مرزائی 10 تاریخ والے ہر جمعہ کے دن کسی خاص اور اہم واقعہ کے رونما ہونے کے منتظر رہتے، تا آنکہ خلیفہ نے 10 جون 1988ء بروز جمعۃ المبارک اس انگریزی خواب کو پورا کرنے کے لیے دعوت مباہلہ دی۔ یہ میرے غور وفکر کا ایک پہلو تھا، دوسرے پہلو سے میں نے دنیا میں مرزائیت کے اندرون خانہ نظر ڈالی۔ 1989ء میں، جو مرزائیت کی تاسیس کی صدی پورا کرنے کا سال تھا، میں نے دیکھا کہ ادارہ اپنی سو سالہ کاوشوں کے نتائج کی پردہ پوشی کے لیے نئے اعلانات میں مشغول ہو رہا ہے، جس سے مجھے مرزائیت کے دھوکا، گمراہی اور خلق خدا کے لیے ضلالت ہونے میں شک بھی نہ رہا۔ خلیفہ اور ادارہ کی خاص کوشش یہی تھی کہ وہ ہر متعلق و غیر متعلق کے سامنے اپنی سو سالہ کامیابیوں کا اظہار کریں۔ اس صورت حال میں حقیقت کو سمجھ لینا مشکل نہ رہا اور پھر میں جماعت مرزائیہ کے اندرونی و بیرونی احوال سے بخوبی واقف بھی تھا۔ اب میں نے مرزائیت کو ایک نئے نقطہ نگاہ سے دیکھا۔ میں نے مرزا قادیانی کے قبل ازاں تسلیم شدہ دعاوی کو پرکھا اور اس کے بارے میں علماء اسلام کی تحریرات کا مطالعہ کیا، چنانچہ مجھ پر چند

ایسے امور واضح ہوئے، جن سے میں پہلے واقف نہیں تھا یا یوں سمجھیں کہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ مرزائیت سے میرے ذہنی و قلبی بُعد کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا۔ جن اشکالات سے میرا واسطہ پڑا، ان میں سے چند یہ ہیں:۔

1- سچا مرزائی بننے کے لیے اپنی آمدنی کا 10 فیصد جماعت کو ادا کرنا لازمی ہے۔

2- مقبرہ الجنتہ میں جگہ حاصل کرنے کے لیے آمدنی کا کم از کم پندرہ فیصد ادا کرنا ضروری ہے۔

3- مرزا کا ساٹھ سال سے متجاوز عمر میں ایک کمسن لڑکی سے نکاح پر اصرار کرنا اور یہ کہنا کہ ''یہ اللہ کا حکم اور ارادہ ہے'' اور پھر جب لڑکی نے اس کو ٹھکرا دیا اور نکاح نہ ہو سکا تو مرزائی یہ عذر کرنے لگے کہ اس پیشین گوئی کا نصف حصہ اس صورت میں پورا ہو گیا ہے۔

4- اس جماعت کی بنیاد پڑے ایک صدی گزر گئی، لیکن اس کا اندرونی ماحول فساد اور خرابی کی نذر ہوتا جا رہا ہے۔ مجھے پختہ یقین ہو گیا کہ یہ جماعت جب اپنی اصلاح پر قادر نہیں ہے تو اہل عالم کی اصلاح کیسے کرے گی؟

5- 99 فیصد مرزائی اسلام سے مرتد ہوئے ہیں، مرزا اپنے دعوے مسیحیت و مہدیت کے باوصف، غیر مسلموں کو تو اسلام میں داخل نہ کر سکا، البتہ مسلمانوں میں سے ہی اپنی ملت تیار کر لی۔

یہ اشکالات ''مشتے نمونہ از خروارے'' کا مصداق ہیں، بہر حال میں نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ طیبہ کے ساتھ مرزا قادیانی کی سیرت کا موازنہ کیا تو مجھے شب و روز کا فرق نظر آیا۔ میں نے ترک مرزائیت اور قبول اسلام کا عزم صمیم کر لیا۔ جون 1989ء میں، میں نے اپنے والدین اور اقرباء سے مل کر انھیں اپنے قبول اسلام کی خوشخبری سنائی۔

17 جولائی 1989ء کو میں نے اپنی اہلیہ اور بچوں کے ساتھ مرکز الاحمدیہ میں اپنے مکان کو چھوڑ کر ایک دوسرے مکان میں سکونت اختیار کی۔ میں نے پہلا کام یہ کیا کہ

قریبی مسجد میں 21 جولائی 1989ء کے خطبہ جمعہ کے بعد مرزائیت سے برات اور قبول اسلام کا اعلان کیا۔ اس کے بعد میں چند دوستوں سے ملا اور انھیں مرزائیت کے بارے میں اپنے تجربات اور مطالعہ سے آگاہ کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ میری اہلیہ، بیٹے، بعض رشتہ دار اور دوست بھی مرزائیت کو ترک کر کے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ سویڈن میں محترم احمد محمود رئیس قادیانی جماعت، حیفا میں میرے بھائی صالح عودہ نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ اور مراکش اور الجزائر کے دیگر حضرات نے بھی ترک مرزائیت کر کے اسلام قبول کر لیا ہے۔ **فالحمد للہ رب العالمین اللھم زد و بارک**۔ مرزائی جماعت کے عقائد، مثلاً یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی والدہ مکرمہ حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ ہجرت کر کے کشمیر چلے آئے تھے اور وہاں ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پا گئے اور ان کی قبر بھی وہیں ہے اور یہ کہ ان کا مثیل ''مرزا غلام احمد'' ہے اور اس کا لقب بھی مسیح موعود ہے، تو اگرچہ سبب ترک مرزائیت نہیں بنے، البتہ عقائد مرزا کی حقیقت جاننے میں بے حد مددگار ثابت ہوئے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ قبول اسلام (ظاہراً) کسی سبب پر موقوف نہیں، بلکہ قانون خداوندی ہے۔ **فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام**، البتہ کسی آدمی کے لیے اکتشاف حقیقت کو آسان بنا دینا بھی ہدایت ہی ہے۔ مجھ پر اللہ کی یہ رحمت ہوئی کہ اس نے مرزا قادیانی کی حقیقت کے بارے میں علم کو میرے لیے آسان کر دیا۔ مرزا قادیانی جس کو میں ''نبی'' اور صاحب وحی رسول سمجھتا تھا، اس کی ہر بات میرے لیے حق تھی جن کے انکار کی میرے لیے کوئی گنجائش نہ تھی، میں نے سرے سے اس کے ایسے دعاوی کی جانچ ہی نہ کی۔

مثلاً یہ کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سری نگر کشمیر کے علاقہ میں مدفون ہیں یا یہ کہ اللہ نے اسے خطاب کیا ہے کہ ''**اسمع ولدی، انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی**'' ایک مخلص قادیانی یا جس کی ذہنی تربیت مرزائی طریق کار کے مطابق ہوئی ہو، وہ مرزا غلام لعین کو اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل نہیں تو کم از کم اسے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمتر سمجھنے کو تیار نہیں ہے۔ والعیاذ باللہ۔ مرزا غلام احمد اپنی کتاب

''خطبہ الہامیہ'' میں لکھتا ہے:۔

- ''ہمارے نبی کی روحانیت الف خامس میں اپنی مجمل صفات کے ساتھ طلوع ہوئی۔اس وقت اس کی ترقی کی انتہا نہ ہوئی تھی، پھر کامل ہوئی اور یہ روحانیت الف سادس کے آخر میں یعنی اس وقت ظاہر ہوئی ہے، تاکہ اپنے کمال ظہور کو پہنچے اور اپنے نور کے غلبہ سے ہمکنار ہو۔ پس میں ہی وہ نور مظہر اور نور معبود ہوں۔ ایمان لاؤ اور کافروں میں سے نہ ہو اور جان لو کہ ہمارے نبی جیسے الف خامس میں مبعوث ہوئے تھے، اسی طرح الف سادس کے آخر میں مسیح موعود کی صورت میں مبعوث ہوئے ہیں، بلکہ حق تو یہ ہے کہ آپ کی روحانیت الف سادس کے آخر یعنی ان ایام میں پہلے سالوں سے زیادہ قوی اور کامل ہے۔''

مرزا غلام احمد قادیانی نے جان لیا تھا کہ وہ اپنے زمانہ کے عام فقراء اور اہل ثروت سے کیسے پیسے بٹور سکتا ہے۔ایک ایسے زمانے اور ملک میں جہاں جہالت کا دور دورہ تھا، اس نے اسلام اور رسول اکرم ﷺ کی مدح کے نام پر پیسے بٹورنے شروع کیے، لیکن اس میدان میں وہ تنہا نہ تھا۔اس نے اپنے لیے ایک خاص بلند مرتبہ پسند کر لیا اور بزعم خویش ایک عام داعی دین سے آہستہ آہستہ مجدد، مہدی، مسیح، آدمؑ اور مافوق الفطرت کی طرف ترقی کرتا چلا گیا۔اس کے خوش حال اور مخلص پیروکار اسے خادم اسلام سمجھتے ہوئے اس کا دفاع کرتے رہے۔ وہ اس کے دعویٰ مسیحیت، مہدویت، رسالت، آخر الزمان، مثل محمد اور بروز جمیع انبیاء میں چھپے ہوئے زہر سے غافل اور جاہل ہیں۔ بالاختصار، مرزا نے دین اسلام کی مدح و توصیف کے ذریعہ سے پیروکاروں پر اپنے دعاوی کے زہر قاتل کو اسلام کے لبادے میں چھپانے کی کوشش کی۔ وہ جانتا تھا کہ عام مسلمانوں کو لوٹنا بجز اس ذریعہ کے ممکن نہیں ہے۔

یہ مرزائیوں کی بدقسمتی ہے کہ وہ مرزا کے اسلام کی مدح میں چند اشعار اور اس کی ''مزعومہ وحی الٰہی (مثلاً "I Love You" ''**انت منی وانا منک، انت من ماء نا انت منی بمنزلة عرشی و غیرھا**'' کے بدلے میں اس کی نبوت مسیحیت اور مہدویت پر ایقان کر بیٹھے، جب کہ بفضل اللہ، مسلمانوں کی اکثریت نے اس کے مذکورہ دعاوی کو قبول نہیں کیا ہے۔ بہت سے عیسائیوں نے بھی اسلام، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ

کی مدح میں لکھا ہے، مگر مسلمانوں نے صرف حق کو قبول کیا اور ہمیشہ باطل کی تردید کی ہے۔

میں نے مرزائیت کو اس کے مخصوص منہج کی وجہ سے یا اس سبب سے ترک نہیں کیا ہے کہ اس جماعت میں عموماً گھٹیا قسم کے لوگ کام کرتے ہیں، بلکہ ان میں اچھے آدمی بھی ہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ مرزا غلام احمد سے دھوکا کھا گئے۔ ان مرزائیوں سے گزارش ہے کہ وہ مرزائیت اور مرزا قادیانی کے بارے میں مسلمانوں کی کتابوں کا مطالعہ کریں اور خدا سے ہدایت طلب کریں۔ **انه هو الهادی وهو السمیع المجیب**۔ مرزائی حضرات جان لیں کہ خلیفہ کے حکم کی اطاعت میں مسلمانوں کی ہر قسم کی تحریرات کو نظر انداز کرنے سے ان کے لیے حقیقت کو معلوم کرنا آسان نہیں ہوگا۔ مرزائی، تا حال اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں بلکہ وہ صرف اپنے آپ کو برحق اور باقی سب کو، جن میں مرزا غلام احمد کے منکرین بھی ہیں، باطل پر سمجھتے ہیں۔ انھوں نے اسلام سے ہٹ کر اپنا ایک علیحدہ جماعتی تشخص بنایا ہے جس کو احمدیت یا بقول بعض ''اسلام صحیح'' کہا جاتا ہے۔ اس کے مطابق، مرزائی کا مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ، مرزائی عورت کا مسلمان سے نکاح، معصیت اور مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا منکرات میں سے ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں، بلکہ وہ مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے، کیونکہ ان کے نزدیک جو مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کی اتباع نہیں کرتا، ''غیر احمدی'' یا دوسرے لفظوں میں کافر ہے۔ مرزا اور مرزائیت کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے ہی متعدد اسلامی تحریکات نے مرزائیوں کے بارے میں ''غیر مسلم'' ہونے کے فتوے صادر کیے۔ مرزائیت کے مستقبل پر ان فتوؤں کا بڑا اثر پڑا ہے، کیونکہ عالم اسلام اور دنیا پر، مرزائیت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے، ان فتوؤں نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی وجہ سے مرزائیت کی ترقی رک گئی ہے اور مرزائی دعوت و تبلیغ سے ہٹ کر اپنے مسلمان ہونے کے دفاع کی کوششوں میں لگ گئے ہیں۔ اگر وہ مرزا غلام احمد کو چھوڑ کر صرف اسلام پر راضی ہوتے، تو انھیں اس دفاع کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

میں مرزا غلام احمد قادیانی کو سچا ماننے سے انکار کرتا ہوں۔ میں سوچتا تھا کہ دنیا بھر کے مسلمان جو کلمہ پڑھتے، قرآن مجید کی تلاوت کرتے، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے

احکام بجالاتے ہیں، آخر یہ سب لوگ قادیانیوں کے نزدیک کافر کیوں ہیں؟ مرزا قادیانی کی تصویر کا دوسرا رخ آج تک ہم سے چھپایا گیا تھا۔ خاندان مرزا اور قادیانی قیادت کے بارے میں تصورات اور عقیدت کی دنیا بہت حسین تھی، لیکن جب عملاً واسطہ پڑا اور قریب سے دیکھا تو عقیدت کا یہ محل لرزنے لگا۔ دل نے گواہی دی کہ جو لوگ دنیا بھر کی دینی اور روحانی قیادت کے دعویدار ہیں، ان کی اپنی زندگی اس معیار پر پوری نہیں اترتی۔ اسرائیلی حکومت کے ساتھ قادیانی جماعت کے مرکز ''حیفا'' کے بہت خوشگوار مراسم ہیں۔ اسرائیلی پولیس اور رضا کار فورس میں سینکڑوں قادیانی نوجوان کام کرتے ہیں۔ حیفا کا قادیانی مرکز اسرائیلی حکومت کا وفادار ہے۔ تنظیم آزادی فلسطین کے ساتھ قادیانیوں کا کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اسے دشمنوں اور مخالفوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ قادیانی مراکز اور عبادت گاہوں کی تعمیر میں اسرائیلی حکومت فنڈز بھی فراہم کرتی ہے اور ہر طرح کا تعاون بھی میسر آتا ہے۔

عکرمہ نجمی

جو میں نے دیکھا!

میں دنیا بھر میں اپنے سبھی احمدی دوستوں کے سامنے یہ اعلان کرتا ہوں کہ، احمدیت (قادیانیت) کے بانی (مرزا غلام احمد) کے بارے میں مجھ پر یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ وہ ایک جھوٹا اور بدکردار انسان تھا، اور اس کی جماعت (قادیانیت) اس کے بعد مسلسل جھوٹ، گمراہی اور کھوٹے پیمانہ پر قائم ہے۔

ہر آدمی کے لیے یقیناً یہ بات باعث حیرت ہوگی کہ وہ (بحث و تحقیق کے بعد) اس طرح کے نتیجہ پر پہنچے، لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں کہ ہم اب اپنی اگلی نسل کو 'شھادۃ الزور' کی بنیاد پر خیانت اور گمراہی کے راستہ میں چھوڑ کر انہیں مزید مصیبتوں کے دلدل میں دھکیل دیں۔

احمدیت (قادیانیت) کے ساتھ میرا گزرا ہوا یہ زمانہ جو ولادت سے لے کر اب تک تقریبا نصف صدی پر مشتمل تھا، اس کے آخری ایام میں، مَیں عالم عرب کے مختلف مما لک میں جماعت احمدیہ (قادیانیت) کا مرکزی ذمہ دار تھا، اور نئے مبایعین کی ذمہ داری بھی مجھ پر تھی، اور اسی طرح کچھ دوسری ذمہ داریاں بھی میرے سپرد تھیں، اور اس سے پہلے عربی چینل کے ڈائریکٹر کی نیابت اور دوسرے فرائض بھی انجام دے رہا تھا۔

میں پیدائشی احمدی (قادیانی) ہوں، اور میرے نانا کبابیر (فلسطین) میں عودہ خاندان کے سب سے پہلے قادیانی تھے، جو تقریبا 90 سال قبل قادیانی ہوئے۔ میں نے جب ہوش سنبھالا اور دین کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے اس جماعت کی تعلیمات کو بغور پڑھا اور دل وجان سے ان تعلیمات کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیا اور کبابیر میں کافی عرصہ اس جماعت کا مرکزی رکن رہا، پھر جب 2007ء میں لندن منتقل ہوا تو لندن مرکز میں تقریبا ایک سال کام کرتا رہا اور میں مرزائی خلیفہ کے بہت مقربین میں سے تھا اور ان کی عبادت گاہ

کا مؤذن بھی رہا اور نائب امام کے فرائض بھی انجام دیتا رہا۔

بلاشبہ آپ اس وقت انتہائی کٹھن صورتحال سے گزر رہے ہوتے ہیں جب آپ کسی جماعت کی آغوش میں آنکھیں کھولیں اور پھر اس کی خدمت میں دل وجان ایک کردیں اور اس کام سے عشق کی حد تک لگاؤ ہوجائے اور اس کی خدمت کی خاطر آپ اپنی پوری زندگی صرف کردیں، اس گمان میں کہ یہ کام اللہ اور حق مبین کے لیے ہورہا ہے، لیکن پینتالیس سال گزارنے کے بعد آپ کو یہ اندازہ ہو کہ یہ جماعت پہلے دن سے ہی جھوٹ وفریب کی بنیاد پر قائم تھی اور یہ جماعت نہ اسلام کے لیے کوئی خدمات سرانجام دے رہی ہے، نہ انسانیت کی ترقی کے لیے، بلکہ یہ صرف اپنی ذات اور جماعت کی مصلحت کے لیے اپنی قوت صرف کررہی ہے۔

بہرحال میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ جس نے غیر جانبدارانہ بحث وتحقیق کے بعد محض اپنے فضل وکرم سے مجھے اس جماعت سے نکلنے میں میری مدد فرمائی اور اب میں یقین کے اس مرحلہ پر پہنچ چکا ہوں کہ اب میں اپنی یہ ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ میں اپنی گواہی اور اس جماعت کے ساتھ گزارا ہوا اپنا تجربہ لوگوں سے شیئر کروں، شاید اللہ تبارک وتعالیٰ ان قابل قدر اور مخلصین لوگوں کو احمدیت سے نجات حاصل کرنے میں مدد فرمائیں جو اس جماعت کی اصلیت سے ناواقف اور بے خبر ہیں، یا ان کے اندر اس جماعت کی حقیقت کا سامنا کرنے کی صلاحیت نہیں، یا وہ لوگ جو اس بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتے۔

میں کافی عرصہ سے اس بات کو نوٹ کر رہا تھا کہ یہ جماعت ہانی طاہر صاحب (فلسطین) کی باتوں کا حقیقت پسندانہ جواب نہیں دے پا رہی، چنانچہ مرزائی خلیفہ نے ایک دن اس بارے میں میری رائے لی، تو میں نے کہا: درحقیقت ان کی باتوں کا دندانِ شکن جواب نہیں دیا جارہا، تو خلیفہ نے کہا کہ آپ بحث وتحقیق کریں اور ان کا جواب دیں۔ چنانچہ میں نے بحث وتحقیق کرنے کا تہیہ کرلیا، مگر پھر ندامت ہوئی اور بحث وتحقیق کا ارادہ ترک کرنا چاہا۔ مجھ پر اس بات کا خوف وقلق طاری تھا کہ اگر واقعی تمہاری جماعت جھوٹی

ثابت ہوگئی، تو تم کیا کرو گے اور اگلی زندگی کا کیا لائحہ عمل ہوگا اور ان دوستوں کا کیا ہوگا جنھیں تم نے اس جماعت کا حصہ بنایا تھا اور اپنے اہل خانہ وا قارب اور بچوں کا سامنا کیسے کرو گے؟ انھیں یہ سب حقائق کیسے بتاؤ گے اور ان کا ردعمل کیا ہوگا اور ان پر اس کے کیسے نفسیاتی اثرات مرتب ہوں گے؟

اس کے بعد دعا کا سلسلہ شروع ہوا اور میں نے اپنے رب سے یہ معاہدہ کرلیا کہ میں صرف حق وسچ کا ساتھ دوں گا اور حق کو تھام لوں گا چاہے مجھے اس کی کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے، کیوں کہ آخر میں مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا ہی مطلوب ہے۔ چنانچہ اس دوران میں بہ کثرت اس دعا کا ورد کرنے لگا: (**اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الحَقَّ حَقًّا وَارزُقنَا اتِّبَاعَہٗ، وَاَرِنَا البَاطِلَ بَاطِلاً وَارزُقنَا اجتِنَابَہٗ**). (ترجمہ: اے اللہ ہمیں حق کو حق سمجھنے، اور اسے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما)

اس کے بعد بحث وتحقیق اور دردناک قصوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ اس دوران میں ہمیشہ کرب کی صورتحال سے گزرا، کیوں کہ مجھے میرے من کی بات کہیں بھی نہ ملی، مجھے اس بات کا غم کھائے جارہا تھا کہ میں عصر حاضر کے سب بڑے دھوکے کا حصہ بنا رہا۔ مثلاً مرزا قادیانی کی عربیت کے بارے میں سب سے بڑا جھوٹ بولا گیا تھا، حالانکہ اس کی عربی کے اکثر الفاظ اور خوبصورت تعبیرات ''حریری'' و ''ہمدانی'' کے مقامات سے چرائے گئے تھے۔ مثلاً مقامات کے تحقیقی مطالعے کے دوران میں نے مقامات حریری کے اولین **40** صفحات میں تقریباً **1000** ایسے جملوں کی نشاندہی کی جو مرزا صاحب کی متعدد کتابوں میں وہاں سے چرا کر سجائے گئے تھے۔

اس دردناک راستے کے مختلف موڑوں سے گذرنے کے بعد امانت کی ادائیگی کا مرحلہ آیا اور اپنے نتائج تحقیق احمدیت کے سب سے بڑے آدمی یعنی خلیفہ وقت کے سامنے پیش کرنے کا مرحلہ درپیش ہوا۔ چنانچہ میں نے ایک تفصیلی خط تحریر کیا اور ملاقات کا وقت طے ہوگیا۔ وہ ایک مشکل ملاقات تھی، میرے احساسات کی دنیا میں طوفان برپا تھا اور درد

کے مارے میرا دل نچڑا جاتا تھا۔ خیر میں نے خط ان کے حوالہ کر دیا، جس کا مضمون یہ تھا:

''قابل احترام، بعد از سلام

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ گواہی دے رہا ہوں، کہ میں کبھی بھی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ میں اس تکلیف دہ مقام پر کھڑا ہوں گا۔ لیکن میں اس وقت جس صدمے میں مبتلا ہوں، اس کی ہولناکی نے میرے دل کو درد سے بھر دیا ہے اور اس کا براہ راست اثر میری صحت پر بھی بری طرح ظاہر ہو رہا ہے۔

آپ کے ساتھ میں نے زندگی کے بہت خوبصورت اور کٹھن ایام گزارے۔ میرا یہ خواب تھا کہ اس جماعت کے ذریعہ اسلام کی خدمت کروں۔ میں اس جماعت کے ساتھ اتنا خوش تھا کہ اس کی خدمت کے لیے ہمہ تن مصروف رہتا تھا اور اس پر من تن اور دھن قربان کرنے کے لیے تیار رہتا تھا۔ میرا گمان تھا کہ میں اللہ کی راہ میں یہ خدمات سرانجام دے رہا ہوں۔ اسی بناء پر ہم احمدیوں کی بہت سی غلطیوں سے صرف نظر کرتے رہے اور ان سے اچھا گمان برقرار رکھتے رہے اور یہ سب جماعت کے بانی اور ان کے خلیفہ سے ہماری محبت کی بنیاد پر تھا۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ ان حقائق سے صرف نظر کرتے رہیں جو پچھلے چند ماہ میں ہماری نظر سے گزرتے رہے، لیکن کب تک؟ کس میں یہ طاقت ہے کہ جانتے بوجھتے اللہ کی نعمت کو چھوڑ کر اپنی عقل کے برخلاف چلتا رہے؟ انسان کب تک اپنے آپ کو دھوکا دے سکتا ہے؟

ہانی طاہر صاحب کی باتوں کے جوابات حقیقت پسندی سے بالکل عاری، بلکہ ذاتیات اور سب وشتم سے لبریز تھے۔ اسی طرح ان میں نرمی اور محبت نام کے کسی جذبے کا کچھ اثر نہ تھا جس سے ہماری جماعت کا تکبر اور جابرانہ چہرہ ہی ظہور پذیر ہوا اور یہ کہ یہ جماعت لوگوں کی سوچنے کی صلاحیت پر قدغن لگاتی ہے۔ حالانکہ ہانی طاہر صاحب اخوت و مودت، سوچ وفکر اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کی دعوت دیتے رہے اور انہوں نے اب تک اپنا یہ طرز جاری رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ بعض لوگوں نے انہیں گالی گلوچ کی پستیوں کی طرف کھینچنے کی بہت کوشش کی، جو انہوں نے ناکام بنا دی، انہوں نے صرف اتنا ہی تو کیا تھا

کہ بانیٔ جماعت کی عبارتیں پیش کرتے رہے۔

جس بات پر مجھے سب سے زیادہ تکلیف ہوئی وہ یہ تھی کہ جماعت اپنے مؤسس کے دفاع میں یک جان نہ ہوسکی اوران لوگوں پر یہ کام چھوڑ دیا جو ذاتی بغض اور نفرت میں مبتلا تھے اوران کی جانب سے ہانی طاہر صاحب کی باتوں کا تحقیقی اوراساسی جواب بن نہ پایا۔ جماعت کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ چند اشخاص کو ذاتی حیثیت میں جماعت کا نمائندہ سمجھ لیا گیا ہو۔کیا وجہ ہے کہ جماعت کی جانب سے آفیشل طور پر ہانی طاہر کے اعتراضات کا جواب نہیں دیا گیا بلکہ جماعت تو ایک طرف جماعت کے عرب ونگ کی جانب سے بھی کوئی جواب سامنے نہیں آیا۔

کیا ''اہلِ حق'' کی جماعت اپنے ارکان کو مخالفین کی بات سننے اور سمجھنے کی کوشش کرنے سے منع کرسکتی ہے؟ یا کسی سچے گروہ کو اپنے مخالفین کے شبہات سے متاثر ہونے کا خوف ہوسکتا ہے؟ حق اتنا ضعیف کب سے ہوگیا؟؟

ہم علماء ومشائخ پر کتنی تنقید کیا کرتے تھے کہ وہ لوگوں کو ہمارا چینل دیکھنے سے منع کرتے ہیں، ہم نے کتنی ہی باراس آیت سے استدلال کیا جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کامیاب لوگ جو بات سنتے ہیں، اس میں سے بہترین کی پیروی کرلیتے ہیں۔ اوراب جو کچھ جماعت میں ہورہا ہے، وہ یہ ہے کہ اکابرینِ جماعت احمدیہ لوگوں کو سختی سے منع کررہے ہیں کہ کسی مخالف کی بات یا رائے کو ہرگز توجّہ سے نہ سنیں، اوراس حکم کو آپ کی طرف بھی منسوب کیا جارہا ہے۔

جہاں تک جماعت پر وارد ہونے والے اعتراضات کا تعلق ہے تو جب ہانی طاہر نے کہا کہ اگرسن **1906**ء میں یہ جماعت چار لاکھ نفوس پر مشتمل تھی، تو سن **1944**ء میں بھی اس کی تعداد صرف چار لاکھ کیسے ہوسکتی ہے؟ حالانکہ خلیفہ صاحب کہتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانے کے بعد جماعت کے ارکان میں کئی سو گنا اضافہ ہوا؟ تواس کے جواب میں اہلِ جماعت کی طرف سے یہ طرزِ عمل اپنایا گیا کہ اپنے مدّعا کو باربار دہرایا جانے لگا، یہ کس قسم کا جواب ہوا؟

جب ہانی نے بانیٔ سلسلہ کی کتابوں سے سیکڑوں نحوی اور گرامر کی غلطیوں کا ذکر کیا

تو اہلِ جماعت نے کسی ایک مضمون میں بھی اس اعتراض کا کوئی قابلِ قبول جواب نہیں دیا۔ حد تو یہ ہے کہ جماعت میں موجود کسی عربی دان سے جو نحو اور گرامر پر عبور رکھتا ہو، یہ مطالبہ تک نہیں کیا گیا کہ وہ اس اعتراض کا جواب دے!! حالانکہ ہانی بار بار چیلنج کر رہے تھے۔

اسی طرح جب انھوں نے دسیوں مضامین میں نشان دہی کی کہ بانیٔ سلسلہ نے کیسے مقاماتِ حریری سے سرقہ کیا تو جماعت کی جانب سے متضاد اور متناقض قسم کے ادھورے جوابات کے ذریعے ٹرخانے کی کوشش کی گئی۔ کبھی کہا گیا کہ بانیٔ سلسلہ نے ہرگز کبھی ''مقامات حریری'' پڑھی تک نہ تھی، کبھی کہا گیا کہ بانی سلسلہ نے حریری کے اسلوب سے بس تاثر قبول کیا اور کبھی کہا گیا کہ مرزا صاحب نے جان بوجھ کر اس کتاب سے اقتباس لیے تاکہ لوگوں کی توجہ کتاب کی طرف مبذول کروائی جا سکے۔

لیکن جواب دینے کی ان سب پر جوش مگر ناکام کوششوں کے باوجود جماعت کی طرف سے مقامات حریری اور بانیٔ جماعت کی عبارات میں بے تحاشا اور شدید مماثلت کا کوئی جواز نہیں پیش کیا گیا۔ مثلاً مقامات حریری کے اوّلین تیس صفحات میں سے بانیٔ سلسلہ نے **500** سے زائد جملے لے کر اپنی کتابوں میں بکھیر رکھے ہیں اور اس کی کوئی توجیہ یا تاویل نہیں کی جا سکتی سوائے یہ کہ مان لیا جائے کہ مرزا صاحب نے واقعتاً یہ جملے مقامات سے اٹھائے ہیں اور وہ نقل کیے بغیر مضبوط عبارت لکھنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ مگر یہ تسلیم کرنے سے اس عقیدے کا کیا ہوگا جس کے مطابق مرزا صاحب کو اللہ نے عربی زبان کے **40** ہزار کلمات الہام فرمائے تھے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر وہ اچھی عبارت لکھنے کے لیے حریری پر اعتماد کیوں کرتے؟

اسی طرح جب ہانی طاہر نے اس جعل سازی کا تذکرہ کیا جو مرزا صاحب کی تحریرات میں قرآن، حدیث، مفسرین اور اولیاء کی کتابوں کے جھوٹے حوالوں کی شکل میں پائی جاتی ہے، تو جماعت کی طرف سے کوئی جواب سامنے نہیں آیا۔ حالانکہ ہانی صاحب نے **20** سے زائد ایسے جھوٹے حوالوں کا ثبوت بہم پہنچایا تھا جو بانیٔ سلسلہ کی تحریروں میں لائے گئے تھے اور اصل مصادر میں ان کا کوئی سراغ نہ تھا۔ بالکل یہی صورت حال مرزا صاحب

کے ان جھوٹے حوالوں کا ہے جو انھوں نے اپنی ہی دوسری کتابوں کے دیے ہیں مگر ان کتابوں میں محوّلہ عبارتوں کا کچھ نام نشان نہیں ہے۔

اسی طرح جس وقت ہانی طاہر صاحب نے مرزا صاحب کی جانب سے بطور معجزہ پیش کی گئی کتاب ''اعجاز المسیح'' کا رد لکھا، اس کے معجزہ ہونے کے بطلان کو ثابت کیا اور فیصلہ کرنے کے لیے ایک غیر جانبدار کمیٹی کی تشکیل کا مطالبہ کیا تو اس پر کسی ایک احمدی کی جانب سے کسی قسم کا کوئی تبصرہ سامنے نہیں آیا پس ان کے اس رد کو مسترد نہ کیا جا سکا۔

وہ صدمہ جو بانیٔ سلسلہ کی بداخلاقی اور گالم گلوچ کا علم ہونے کے بعد مجھے پہنچا، وہ بہت بڑا تھا۔ مرزا صاحب کی یہ عبارتیں ہم ہرگز قبول نہیں کر سکتے کہ ہمارے بچوں کے کان میں کبھی پڑیں، یا ہم دنیا میں سر اٹھا کر کسی کو دکھا سکیں۔ میں بہت بے آرام ہوا جب میں نے دیکھا کہ مرزا صاحب نے اپنی ایک کتاب میں پے در پے ایک ہزار لعنتیں درج کی ہیں۔ اسی طرح ایک پہلے سے شادی شدہ عورت سے شادی پر اصرار کرنا اور لوگوں کے سامنے بار بار اس بارے میں اعلان مشتہر کرنا، یہ سب باتیں ہمارے ہاں جرم اور باعث عار سمجھی جاتی ہیں اور کوئی شخص اس طرح کی باتوں کو قابلِ قبول نہیں سمجھتا۔

اسی طرح بانیٔ سلسلہ کی عبارات میں خود مذاہب کی تحقیر کا عنصر بھی شامل ہے۔ مثال کے طور پر عیسائیت اور اس کے عقائد کو ناپاک کہنا، جیسا کہ عبداللہ آتھم کے بارے میں کہا: ''وہ اپنے ناپاک نصرانی عقائد کے دفاع میں کتابیں لکھنے سے اچانک باز آ گیا حالانکہ یہ اس کا مشغلہ تھا''۔ اور یہ کہنا کہ: ''عیسائی مذہب جھوٹ بولنے میں دنیا میں پہلے نمبر پر ہے، پس یہ وہ لوگ ہیں جو الوہی کتابوں میں خیانت سے باز نہیں آئے، انھوں نے سیکڑوں جھوٹی کتابیں گھڑ لیں''۔ یا دینِ مسیحی کے بارے میں یہ کہنا: ''یہ ایسا دین ہے جس سے انسان کو متلی آ جاتی ہے''۔

جہاں تک بانیٔ سلسلہ کی غیبی پیش گوئیوں کا تعلق ہے، تو یہ بات بہرحال واضح ہے کہ وہ سچ ثابت نہیں ہوئیں، بلکہ ان کے بالکل برعکس معاملہ بھی پیش آتا رہا، اور جماعت کی جانب سے ان کے پورا نہ ہونے کی جو تاویلات گھڑی جاتی ہیں، وہ افسوسناک حد تک غلط

اور مغالطہ آمیز ہیں بلکہ اہلِ جماعت کو تو کبھی ان پیشین گوئیوں سے متعلق جھوٹی عبارتیں بھی گھڑنی پڑیں، جیسا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مرزا صاحب کے بعد بھی زندہ رہنے والے معاملے میں اہلِ جماعت کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اکتوبر **1907**ء میں ایک اشتہار میں لکھا تھا کہ: ''ہم میں سے جھوٹا شخص سچے کی موت کے بعد زندہ رہے گا''، حالانکہ ہمیں اس عبارت کا کوئی نام ونشان مجموعہ اشتہارات میں نظر نہیں آیا۔

مجھے آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ میں اب بانی سلسلہ کو اپنے دعووں میں سچا نہیں مانتا۔ میں آپ کے بارے میں بہت نیک گمان رکھتا ہوں، میرا ماننا ہے کہ آپ ہی وہ واحد شخصیت ہیں جن کے پاس احمدیت کے اس مسئلے کا بنیادی حل موجود ہے، آپ چاہیں تو موجودہ احمدیوں اور ان کی اگلی نسل کو اس دلدل سے نکال سکتے ہیں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ لوگوں کو یک دم اس جماعت کی حقیقت بتانا بہت مشکل ہے، بلکہ اس کے منفی اثرات شاید زیادہ ہوں، لیکن ان حقائق سے پردہ پوشی کر لینا زیادہ بڑا جرم ہوگا، اگر واقعی آپ اس مسئلہ کو جڑ سے اکھاڑنے میں کامیاب ہو گئے تو یقین جانیے تاریخ آپ کو ان سنہرے الفاظ میں یاد کرے گی جن میں پہلے کسی کو یاد نہیں کیا گیا ہوگا اور آپ کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ہاں سے بہترین بدلہ ملے گا۔ میں آخری دم تک آپ کی مدد کے لیے تیار ہوں، اگر آپ میری تجویز کو قابلِ عمل سمجھیں۔ اور اللہ ہی میرا مقصود ہے! فقط''

خط میں نے ان کے سپرد کیا تو انھوں نے پوچھا کہ آپ نے اس میں کیا لکھا ہے؟ میں نے جواب دیا: آپ کے اس کو پڑھنے سے پہلے میرے لیے اس پر بات کرنا ممکن نہیں ہے، لیکن معاملہ بہت ہولناک ہے اور میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میری پوری زندگی اس طرح ایک کابوس میں بدل جائے گی۔ انہوں نے کہا: کیا بات ہے؟ کہیں تم جماعت کو چھوڑنا تو نہیں چاہتے؟ میں نے کہا: میری درخواست ہے کہ آپ کے اس خط کے مشمولات سے واقف ہونے تک ہم گفتگو کو مؤخر کر دیں تو انہوں نے کہا: ٹھیک ہے، مجھے ایک دو دن کا ٹائم دو، میں پڑھ لیتا ہوں اور پھر ہم دوبارہ ملاقات کریں گے۔ مگر تقریبا چالیس منٹ بعد میرا چوکیدار گھبرایا ہوا آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ حضور (یعنی مرزا مسرور) نے آپ کو ابھی اور

اسی وقت طلب کیا ہے۔ چنانچہ میں دوبارہ حاضر ہوا، تو انھوں نے مجھ سے کہا: کہ آپ نے بانیٔ سلسلہ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہ غیر منطقی اور نا قابلِ قبول ہے۔ مجھ سے گفتگو کے دوران ان کی باڈی لینگو یج نیم مردہ تھی حتیٰ کہ ان کے دونوں ہاتھ کانپ رہے تھے، وہ لرزتے ہوئے بات کر رہے تھے اور ان کی آواز ٹوٹ رہی تھی۔ انھوں نے کہا: میں نے آپ کا پورا خط پڑھ لیا ہے اور میں آپ کو آپ کی ملازمت اور جماعت سے بالکلیہ اخراج کرنے پر مجبور ہوں۔

اس طرح انھوں نے موضوعِ زیرِ بحث پر گفتگو کے امکانات کا خاتمہ کر دیا، بجائے اس کے کہ وہ میرے ساتھ بحث کرتے یا ایسی نا قابلِ انکار دلیلیں لے کر آتے جو ان کے عملی اور روحانی تجربات پر مشتمل ہوتیں، یا کوئی ایسا معجزہ دکھاتے جس طرح کے ان کی دعاؤں کی قبولیت کے قصے مشہور ہیں اور جو مجھے کبھی نظر نہیں آئے۔ جی ہاں بجائے اس کے کہ وہ بانیٔ سلسلہ کی سچائی پر اپنے یقین کی مثال پیش کرتے، انھوں نے مجھے سے کہا کہ میں آپ کو آپ کی ملازمت اور جماعت سے بالکلیہ اخراج کرنے پر مجبور ہوں۔

اس مرحلے پر کچھ اور بھی اہم تفصیلات ہیں جو میں ان شاء اللہ بعد میں ذکر کروں گا۔ لیکن یہاں ایک بات کا تذکرہ ضروری ہے میں نے اس ملاقات کے آخر میں خلیفہ صاحب سے کہا کہ: آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟ انہوں نے کہا: غالباً میں بھی وہی کرتا جو تم نے کیا!

اسی لمحے کے بعد میرے ساتھ گالی گلوچ، کردار کُشی کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا گیا جو ہر اس شخص کو ہزار دفعہ سوچنے پر مجبور کر دے جو احمدیت سے توبہ کرنے کا خیال بھی اپنے دل میں لانا چاہے، یا وہ کرے جو میں نے کیا، یا حقیقت پسندی سے احمدیت کا جائزہ لینے کی کوشش کرے اور آزادی کے ساتھ وہ سانس لینے کی کوشش کرے جو میں نے لیے۔ ان تفصیلات کے بارے میں عنقریب میں ان شاء اللہ بات کروں گا۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو حق و سچ قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور انھیں اپنے خاندان اپنے بچوں، اور عزیز و اقارب کو حق و سچ بتانے کی ہمت عطا

فرمائے، خواہ یہ سب بتدریج اور مرحلہ وار ہی کیوں نہ ہو۔ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ جھوٹ و منکرات نشر کرنے سے باز آجائیں، بلکہ ان پر یہ لازم ہے کہ حقیقت کی تلاش اور سچ کو پڑھنے اور سمجھنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں، اور ہر بات کو باریک بینی اور مستند ذرائع سے جانچنا شروع کریں۔اور جس بات کا جواب دیا جائے، وہ باقاعدہ طریقے سے اور ماہرینِ فن کے ذریعے سے دیا جائے۔خاص طور پر عربی زبان کی اہلیت اور استعداد کے حوالے سے بھی، جس میں مرزا صاحب کے ہلکے پن کے بارے میں سب لوگ جان چکے ہیں۔

میرا دل سب احمدیوں کے لیے کھلا رہے گا، اس امید کے ساتھ کہ وہ میرا بائیکاٹ کرنے کے جماعتی فیصلے کی پابندی نہیں کریں گے، نہ کسی دوسرے غیر اخلاقی حکم کی بجا آوری کریں، نہ جھوٹے پروپیگنڈے پر کان دھریں گے، اور نہ دونوں طرف کی بات سنے بغیر اپنی طرف سے فیصلہ صادر کریں گے۔اس لیے کہ دشمنی اور نفرت سے صرف سازشی فطرت کے لوگوں کی ہی خوشی ہوتی ہے کیونکہ ان کی گزر بسر کا مدار اسی پر ہوتا ہے۔

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

اسرائیل سے قادیان تک پھیلی ہوئی ابلیسی تحریک

یہ جولائی 2007ء کی بات ہے۔ لاہور کا ایک خوبرو نوجوان شہزاد، ملک کے ایک مشہور و معروف قومی اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اخبار کے ورق الٹتے ہوئے اچانک اس کی نظر کلاسیفائیڈ اشتہارات پر پڑی۔ پھر ان میں سے ایک اشتہار پر اس کی نگاہیں گڑ کر رہ گئیں۔ ''دوستیاں کیجیے......کامیاب بنیے !!'' اشتہار میں بتایا گیا تھا کہ ہر نوجوان دیے گئے رابطہ نمبروں پر کال کر کے نئے دوست تلاش کر سکتا ہے۔ جو لڑکے بھی ہو سکتے ہیں اور لڑکیاں بھی...... یہ نئے تعلقات اس کی زندگی میں نئی جان ڈال دیں گے۔

شہزاد ان دنوں ویسے بھی فارغ تھا۔ اس کی زندگی بے مزہ سی گزر رہی تھی۔ ایسے اشتہارات اس نے پہلے بھی دیکھے تھے مگر اب اس نے پہلی بار انھیں آزمانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اشتہار میں دیے گئے نمبروں پر رابطہ کیا۔ اس رابطے کے نتیجے میں اسے کئی لڑکوں اور لڑکیوں کا تعارف کرایا گیا۔ ان کے فون نمبرز دیے گئے۔ شہزاد نے ان میں سے ایک لڑکی ''روحی'' کو دوستی کے لیے منتخب کیا اور اس کے نمبر پر کال کی۔ دونوں میں ہیلو ہائے ہوئی۔ پھر باقاعدہ ملاقات کے لیے جگہ کا تعین ہوا۔ لڑکی نے خود بتایا کہ وہ لاہور کے فلاں جوس سینٹر میں مل سکتی ہے۔ شہزاد وہاں پہنچ گیا۔ اس طرح روحی سے اس کی پہلی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات نے اسے ایک نئی دنیا کی سیر کرائی۔ عیش و عیاشی کی دنیا، رنگ رلیوں کی دنیا، جہاں شرم و حیا نامی کوئی شے نہیں ہوتی۔ روحی اس دنیا میں داخلے کا دروازہ تھی۔ آگے لڑکیوں کی ایک لمبی قطار تھی۔ شہزاد کی دوستیاں بڑھتی چلی گئیں۔ اسے ہوش تب آیا جب اسے جسم میں شدید توڑ پھوڑ کا احساس ہوا۔ اس نے ڈاکٹروں سے معائنہ کروایا تو پتا چلا کہ وہ ایڈز کا مریض بن چکا ہے۔ شہزاد کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ وہ اپنا علاج کراتا۔ تب اسی گروہ کے

سرکردہ افراد نے علاج کی پیش کش کی مگر شرط یہ تھی کہ وہ ان کے گروہ کے لیے کام کرے۔ شہزاد کو موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ وہ ہر خطرناک سے خطرناک اور ناجائز سے ناجائز کام کے لیے تیار ہو گیا۔ ویسے بھی حلال وحرام کا فرق تو وہ کب کا بھول چکا تھا۔

گروہ کے منتظمین خود سات پردوں میں تھے۔ وہ شہزاد کو اپنی لڑکیوں کے ذریعے مختلف کام بتاتے تھے۔ یہ کام عجیب وغریب تھے۔ شہزاد ایک پڑھا لکھا اور ذہین نوجوان تھا۔ جلد ہی وہ گروہ کے کاموں کو خاصی حد تک سمجھ گیا۔ گروہ کے منصوبے آہستہ آہستہ اس پر عیاں ہونے لگے۔ یہ منصوبے بے حد خوفناک تھے۔ یہ گروہ ملک میں ایڈز کا وائرس پھیلا رہا تھا۔ ہیپاٹائٹس سی کی بیماری کو فروغ دے رہا تھا۔ ہزاروں افراد اس کا نشانہ بن چکے تھے۔ آزاد خیال نوجوان، ہسپتالوں کے مریض اور جیلوں کے قیدی اس کا خاص ہدف تھے۔ آزاد خیال نوجوانوں کو دوستی کے اشتہارات کے ذریعے پھنسایا جاتا تھا۔ یہ اشتہارات میڈیا میں مختلف عنوانات سے آ رہے تھے۔ ان کے ذریعے نوجوانوں کا تعلق جن لڑکیوں سے ہوتا تھا، وہ ایڈز اور دوسری مہلک بیماریوں میں مبتلا تھیں۔ ان سراپا بیمار عورتوں کو مختلف این جی اوز سے اکٹھا کیا گیا تھا۔ ان عورتوں کی بیماری اس درجے کی تھی کہ ان کے ساتھ اختلاط سے بھی انسان ایڈز میں مبتلا ہو سکتا تھا، مگر گروہ کے لوگ اس پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔ ان کا انتظام اتنا پختہ تھا کہ لڑکی سے پہلی ملاقات کے وقت نوجوان جو مشروب (جوس، کولڈ ڈرنک یا شراب) پیتا تھا، اس میں پہلے سے خطرناک جراثیم ملا دیے جاتے تھے۔ ایڈز کی کئی مریضائیں معقول علاج، بہتر معاوضے اور عیش وعشرت کی چند گھڑیوں کے عوض اس گروہ کے لیے یہ کام کرتی تھیں، جبکہ بہت سی عورتیں جو زمانے سے انتقام لینا چاہتی تھیں، رضا کارانہ طور پر سرگرم تھیں۔ ان میں سے کئی ایک کا تعلق بھارت سے تھا۔ بہت سی عورتیں مجبور ہو کر یہ کام کر رہی تھیں کیونکہ ان کے بچے اس گروہ کے قبضے میں تھے، ان سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ احکام کی تعمیل کرتی رہیں، ایڈز پھیلاتی رہیں تو ان کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوا کر ان کا مستقبل شاندار بنا دیا جائے گا۔

ان بے فکرے نوجوانوں کے علاوہ ہسپتالوں، پاگل خانوں اور جیل خانوں کے

مریض ان کا دوسرا ہدف تھے۔ یہ گروہ پاکستان کے طول وعرض میں ایسی لاکھوں سرنجیں پھیلا رہا تھا جو ایڈز یا ہیپاٹائٹس سی کے مریضوں کے خون سے آلودہ ہوتی تھیں۔ کئی بڑے ہسپتالوں میں اس گروہ کے ایجنٹ موجود تھے۔ وہاں آنے والی سرنجوں میں یہ ایڈز اور ہیپاٹائٹس زدہ سرنجیں ایک مخصوص تناسب سے ملی ہوتی تھیں۔ اتنی سرنجوں کو آلودہ کرنے کے لیے گروہ نے پاگل خانوں میں سرگرم اپنے ایجنٹوں کے ذریعے پاگل افراد کو اپنا نشانہ بنایا ہوا تھا۔ ان کو ایڈز یا ہیپاٹائٹس سی میں مبتلا کرنے کے بعد ان کا خون بڑی مقدار میں نکالتے رہنے کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

گروہ کا تیسرا ہدف جیل کے قیدی تھے۔ ان میں سے کم مدت کی سزا پانے والے حد درجے منفی اور لادینی ذہنیت رکھنے والے قیدیوں کو خاص تجزیے کے بعد منتخب کر کے علاج کے بہانے ایڈز زدہ کر دیا جاتا تھا۔ جب یہ قیدی رہا ہوتے تو بیماری کے باعث ان کا کوئی مستقبل نہ ہوتا تھا۔ یہ گروہ ان سے رابطہ کر کے انھیں اپنا رضا کار بنا لیتا تھا۔ یہ قیدی ویسے ہی تخریبی ذہن کے مالک ہوتے تھے۔ اپنی محرومیوں کا دنیا سے بدلہ لینے کے لیے وہ ایڈز پھیلانے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ انھیں کانوں کان یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ انھیں ایڈز میں مبتلا کرنے والے ''مہربان'' یہی ہیں۔

گروہ کا ایک خاص کام دوسرے لوگوں کی اسناد کو اپنے کارکنوں کے لیے استعمال کرنا تھا۔ اس مقصد کے لیے اخبارات میں تبدیلی نام اور ولدیت کے اشتہارات شائع کر دیے جاتے۔ گروہ کے کسی کارکن کو کسی ملازمت کے لیے جو مطلوبہ سند درکار ہوتی، اس کا انتظام اس طرح ہوتا تھا کہ پہلے کمپیوٹر پر اپنے کارکن کی ولدیت سے ملتے جلتے نام والی ولدیت سرچ کی جاتی۔ مثلاً: ظفر ولد جمیل کو کہیں بھرتی کرانا ہوتا تو نیٹ سے جمیل نام کی ولدیت رکھنے والے افراد کی فہرست حاصل کر لی جاتی۔ پھر ظفر کا تبدیلی نام کا اشتہار شائع کرا کے تبدیل کر دیا جاتا۔ اس طریقے سے گروہ کے ان گنت افراد کو ڈپلی کیٹ اسناد دلوا کر کئی اہم اداروں میں بھرتی کیا جا رہا تھا۔ جیل خانوں، ہسپتالوں اور پاگل خانوں میں بھی ان کی خاصی تعداد پہنچا دی گئی تھی۔ گروہ کی آمدن کے کئی ذرائع تھے۔ شہزاد کو اتنا معلوم ہو سکا

کہ بڑی گرانٹ اسے باہر سے ملتی ہے۔ دیگر ذرائع خفیہ تھے۔ البتہ ایک ذریعہ آمدن بہت واضح تھا۔ وہ ایڈز اور دوسرے مہلک امراض کی ادویہ کی تجارت کا۔ ایک طرف تو خود یہ گروہ ان امراض کو پھیلا رہا تھا اور دوسری طرف ان کی ادویات منہ مانگے داموں فروخت کر کے بے تحاشا دولت کما رہا تھا۔

ایک مدت تک شہزاد بھی اپنا دین و ایمان بھول کر اس گروہ کے لیے کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ان کے قابل اعتماد کارکنوں میں شامل ہو گیا۔ تب ایک دن گروہ کے سرکردہ افراد نے اسے طلب کیا اور حیرت انگیز حد تک پُرکشش مراعات کی پیش کش کی مگر ساتھ ہی ایک غیر متوقع مطالبہ بھی کیا۔ ''تم قادیانی بن جاؤ۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو آخری نبی مان لو۔'' شہزاد ہکا بکا رہ گیا۔ آج اسے معلوم ہوا کہ یہ گروہ قادیانی ہے۔ اس نے سوچنے کی مہلت طلب کی اور اس کے بعد مزید کھوج میں لگ گیا۔ اس جستجو میں گروہ کی ایک پرانی کارکن ''روبینہ'' نے اس کی مدد کی۔ روبینہ نے جو انکشافات کیے، وہ شہزاد کے لیے کسی ایٹمی دھماکے سے کم نہیں تھے۔ اس نے بتایا: ''بلاشبہ یہ قادیانی گروہ ہے مگر اکیلا نہیں۔ یہ ایک بیرونی خفیہ ایجنسی موساد کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔ یہ کام ایک وسیع جنگ کے تناظر میں ہو رہا ہے۔ اسے ہم حیاتیاتی جنگ (Biological War) کہہ سکتے ہیں۔''

شہزاد کی یہ سچی کہانی چند روز قبل ہی سامنے آئی ہے۔ اسے پڑھ کر میں لرز گیا ہوں۔ میں اس پر یقین نہ کرتا شاید آپ بھی اسے سچ ماننے میں متذبذب ہوں کیونکہ یہ بات حلق سے اُترنا واقعی مشکل ہے کہ آیا کوئی گروہ بلاتفریق لاکھوں کروڑوں پاکستانیوں کو اس طرح خفیہ انداز میں قتل کرنا کیوں چاہے گا؟ امریکا کی جنگ تو مجاہدین سے ہے۔ قادیانیوں کی لڑائی تو علما اور ختم نبوت والوں سے ہے۔ انھیں عوام کے اس قتل عام سے کیا حاصل ہوگا؟ شہزاد کی کہانی میں اس کا جواب نہیں ملتا، مگر اس کا جواب خود یورپی میڈیا پر آنے والی رپورٹوں سے مل سکتا ہے۔ ان رپورٹوں کے مطابق اس وقت یورپ اور امریکا میں انسانی آبادی تیزی سے مٹنے کا خطرہ واضح طور پر محسوس ہو رہا ہے۔ وہاں کے ''فری سیکس'' معاشرے میں اب کوئی عورت ماں بننا چاہتی ہے نہ کوئی مرد باپ۔ تقریباً ہر فرد کا یہ

ذہن بن چکا ہے جب جنسی تسکین کے لیے آزاد راستے موجود ہیں تو شادی کا بندھن اور بچوں کا جھنجھٹ سر کیوں لیا جائے؟ اس بظاہر پُرفریب خیال کے پیچھے اجتماعی خودکشی کا طوفان چلا آ رہا ہے۔ جس قوم کے اکثر لوگ بچے پیدا نہ کرنا چاہتے ہوں وہاں شرح پیدائش کیوں کم نہ ہوگی؟ چنانچہ وہاں اب آبادی تیزی سے سمٹنے لگی ہے۔ سابق امریکی صدارتی امیدوار پیٹرک جے بجاچن نے واضح طور پر لکھا ہے: ''2050ء تک یورپ سے دس کروڑ افراد صرف اس لیے کم ہو جائیں گے کہ متبادل نئی نسل پیدا نہیں ہوگی۔'' اس نے لکھا ہے: ''2050ء تک جرمنی کی آبادی 8 کروڑ سے گھٹ کر 5 کروڑ 90 لاکھ رہ جائے گی۔ اٹلی کی آبادی 5 کروڑ سے کم ہو کر صرف 4 کروڑ رہ جائے گی۔ اسپین کی آبادی میں 25 فیصد کمی ہو جائے گی۔''

یہ وہ صورتِ حال ہے جس سے گھبرا کر مغربی دنیا کی حکومتیں عوام کو افزائش نسل کی ترغیبات دینے پر مجبور ہو گئی ہیں مگر کتے بلیوں کی طرح آزادانہ جنسی ملاپ کے عادی گورے اب کسی بھی قیمت پر یہ آزادی کھونا نہیں چاہتے۔ کوئی بڑے سے بڑا انعام انھیں بچے پالنے کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے سنجیدہ نہیں بنا سکتا۔ یہ بات درجہ یقین کو پہنچ گئی ہے کہ اس صورتِ حال کا تدارک نہ ہونے کے باعث 60,50 سال بعد دنیا میں عیسائی، اقلیت میں رہ جائیں گے اور کرۂ ارض پر 60 سے 65 فیصد آبادی مسلمانوں کی ہوگی جو اپنی نسل مسلسل بڑھا رہے ہیں۔ خود یورپی ممالک میں کئی بڑے بڑے شہروں میں مسلم آبادی 50 فیصد کے لگ بھگ آ جائے گی۔ اس صورتِ حال میں مغربی طاقتوں نے اپنے ہاں افزائش نسل سے زیادہ توجہ مسلم دنیا کی نسل کشی پر دینا شروع کر دی ہے۔ پاکستان کو اس مقصد کے لیے پہلا ہدف اس لیے بنایا گیا ہے کہ یہ مسلم دنیا میں آبادی کے لحاظ سے تین بڑے ملکوں میں سے ایک ہے۔ پھر یہاں کی آبادی اپنی اسلام پسندی، علما و مدارس کی کثرت اور جہادی پس منظر کی وجہ سے پہلے ہی مغرب کا خاص ہدف ہے۔ اس کے علاوہ یہاں مغرب کے مددگار قادیانیوں کا مضبوط نیٹ ورک ہے۔ چنانچہ یہودی لابی اس مقصد کے لیے متحرک ہوگئی ہے۔ اس کے لیے پاکستان کے قادیانی ان کے شریک کار بن گئے

ہیں۔شہزاد جیسے ہزاروں لڑکے اور روحی جیسی ہزاروں لڑکیاں ان کے چنگل میں ہیں۔اپنے ایڈز زدہ جسموں کے ساتھ وہ طوعاً و کرہاً ان کے لیے کام کر رہے ہیں۔شہزاد کے بیان کے مطابق قادیانی گروہ موساد کے اس تعاون کو پاکستان کے سیکورٹی اہداف کے خلاف بھی استعمال کر رہا ہے۔جراثیم زدہ لڑکیوں کا نیٹ ورک حساس اداروں کے محبّ وطن افراد تک پھیلانے کی کوششیں پوری سرگرمی سے جاری ہیں جن کا نوٹس لینا ضروری ہے۔

مجھے یہ حساس ترین معلومات دیتے ہوئے شہزاد نے واضح طور پر آگاہ کیا کہ اسے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔قادیانیوں نے اسے مرزا قادیانی پر ایمان لانے کی پیشکش کر کے اس کی سوئی ہوئی ایمانی غیرت کو جھنجھوڑ دیا تھا۔شہزاد نے ان کی پیش کش ان کے منہ پر دے ماری اور اس گروہ کی جڑوں کو کھود کر ان کا کچا چٹھا صحافی برادری تک پہنچا دیا۔شہزاد اپنا کام کر چکا، اب اس کا جو بھی انجام ہو وہ بھگتنے کے لیے تیار ہے۔میں اپنا فرض سمجھتے ہوئے یہ حقائق آپ تک پہنچا رہا ہوں۔

ہم چیف جسٹس، چیف آف آرمی اسٹاف اور آئی ایس آئی کے سربراہ سے بطور خاص گزارش کرتے ہیں کہ اس بارے میں تحقیقات کر کے پاکستانیوں کی نسل کشی کے اس خوفناک منصوبے کو ناکام بنائیں، ورنہ مستقبل میں جہاں آبادی سے محروم یورپ و امریکا خودکشی کریں گے، وہاں پاکستان بھی لق و دق صحرا بن کر اپنی پہچان سے محروم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس برے وقت سے پہلے ہمیں سنبھلنے کی توفیق عطا فرمائے! قارئین سے گزارش ہے کہ اخبارات اور چینلوں پر آنے والے دوستی کے اشتہارات پر نظر رکھیں اور ان کے خطرات سے اپنے متعلقہ احباب کو خبردار کریں۔''

شہزاد کی یہ کہانی مجھے ملک کے ایک معروف لکھاری اور مصنف نے لکھ کر بھیجی کہ آپ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے، اسے شائع کر دیجیے۔میں نے ان سے اصرار کیا کہ میں کہانی کے اصل کردار اور راوی سے ملنا چاہتا ہوں۔انھوں نے تلاش کے بعد بتایا کہ وہ رابطے میں نہیں ہے۔بھیس بدل کر مفروروں جیسی زندگی گزار رہا ہے۔اس پر میں نے مطالبہ کیا کہ اس کا اصل خط بھیجا جائے۔انھوں نے اصل خط روانہ کر دیا۔میں نے بنظر غائر

کئی مرتبہ اس کا مطالعہ کیا اور قیافہ شناسی کے جو گُر آتے تھے، انھیں بروئے کار لاتے ہوئے نقل و اصل میں فرق اور داستان و زیب داستان میں امتیاز کی بھر پور کوشش کی۔ سچ کا پلڑا بھاری محسوس ہوتا تھا...... لیکن مبینہ حقائق و واقعات اتنے تہلکہ خیز تھے اور بہت سے ایسے چہروں سے پردہ اُٹھتا کہ زلزلہ آ جاتا۔ زلزلے کے یہ جھٹکے اتنے لطف آور اور حوصلہ آزما ہوتے کہ ان کا دیا ہوا جھولا جھولنے کی پہلے سے تیاری ضروری قرار پاتی تھی۔ لہٰذا بندہ نے یہ خط لاہور بھیج دیا۔ وہاں کے کچھ اللہ والوں نے جب خط میں نشان زدہ جگہوں کا گشت کیا تو انھیں بھی حقیقت کا شبہ، گمان کے اندیشے پر غالب محسوس ہوا۔ اس پر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ خود موقع واردات پر جانا چاہیے اور جائے وقوعہ پر پہنچ کر شواہد و قرائن اکٹھے کرنے چاہئیں تاکہ سند رہیں اور بوقت ضرورت کام آئیں۔ کہانی کی سچائی کو زمینی حقائق کی کسوٹی پر پرکھنے کا عمل بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف تھا...... لیکن اسلام اور پاکستان کے خلاف مصروف کار ان بھڑوں کا ڈنک اس کے بغیر نکالنا بھی ممکن نہ تھا لہٰذا بندہ نے اللہ کا نام لیا، رخت سفر باندھا اور لاہور جا پہنچا۔ شہر زندہ دلانِ لاہور میں کیا کچھ بدتمیزیاں ہو رہی تھیں اور کیسی کچھ بدتہذیبی کا طوفان برپا کیا گیا تھا، یہ داستان المناک بھی ہے اور توجہ طلب بھی۔ اگر ایمان کی رمق انسان میں باقی ہو اور غیرت کی چنگاری بالکل بجھ نہ گئی ہو تو یہ پڑھنے سننے والے کو اس داستان کے مکروہ کرداروں کے خلاف اپنے حصے کا کام کرنا چاہیے۔ یہ ہمارے ایمان و غیرت کا تقاضا بھی ہے اور ہمارے تحفظ و بقا کا مسئلہ بھی۔ میں نے واردات کے عینی مشاہدے کے بعد کیا کچھ دیکھا؟ یہ آپ کو پوری طرح سمجھ نہ آئے گا جب تک آپ اس گمنام نوجوان کا خط نہ پڑھ لیں۔ لہٰذا پہلے یہ خط ملاحظہ کیجیے پھر چند مشاہداتی اطلاعات جو اہلِ وطن کا امتحان ہیں اور ان کے سامنے ایک زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۞......۞......۞

محمد متین خالد

حاصل مطالعہ

یہودیت کیا ہے اور یہودی کیا ایمان رکھتے ہیں؟

یہودیت کیا ہے، یہودی کون اور کیا ہیں؟ کیا یہودیت صرف ایک مذہب ہے؟ کیا یہ ایک تہذیبی شناخت ہے یا صرف ایک نسلی گروہ ہے؟ کیا یہودی لوگوں کا ایک قبیلہ ہے یا وہ ایک قوم ہیں؟ یہودی کیا ایمان رکھتے ہیں اور کیا وہ سب ایک ہی طرح کے عقائد پر ایمان رکھتے ہیں؟

ڈکشنری میں یہودیوں کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ یہودی: ''یہوداہ کے قبیلے کا ایک رکن''، ''ایک اسرائیلی''، ''چھٹی صدی قبل از مسیح سے فلسطین کی سرزمین پر موجود قوم کا ایک فرد''، ''ایک ایسا شخص جو قدیم یہودی لوگوں کی نسل کے بقیہ یا تبدیلی مذہب کے وسیلہ سے یہودی قوم سے تعلق رکھتا ہو''، اور ''وہ شخص جس کا مذہب یہودیت ہے''۔

ربانی (ربیوں کی) یہودیت کے مطابق، یہودی وہ ہے جس کی ماں یہودی ہو یا وہ جس نے رسمی طور پر یہودی مذہب کو قبول کر لیا ہو۔ اِس تصور کی پشت پناہی کے لیے اکثر احبار 24 باب 10 آیت کا حوالہ دیا جاتا ہے، اگرچہ توریت اِس عقیدے کی حمایت میں کوئی خاص دعویٰ نہیں کرتی۔ بعض ربیوں کا کہنا ہے کہ یہودی ہونے کا اِس بات سے قطعی طور پر کوئی تعلق نہیں ہے کہ یہودی کہلانے والا شخص کیا ایمان رکھتا ہے۔ یہ ربی ہمیں بتاتے ہیں کہ کسی شخص کو یہودی ہونے کے لیے یہودی قوانین اور رسومات کی پیروی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حقیقت میں اگر ایک یہودی کا خُدا پر بالکل بھی ایمان نہ ہو پھر بھی وہ مندرجہ بالا ربانی تشریحات کے مطابق یہودی ہی ہے۔

لیکن دیگر ربی وضاحت کرتے ہیں کہ جب تک کوئی شخص توریت کے احکامات پر عمل نہ کرے اور میمونیدس (قرون وسطیٰ کے دور کے عظیم ترین یہودی علماء میں سے ایک

موسیٰ بن میمن) کے بیان کردہ ''ایمان کے تیرہ اصولوں'' کو قبول نہ کرے، وہ یہودی نہیں ہو سکتا۔ جو شخص اِن اصولوں کو نہیں مانتا، وہ نسلی (حیاتیاتی) طور پر تو یہودی ہو سکتا ہے، لیکن وہ یہودیت کے ساتھ حقیقی تعلق نہیں رکھتا۔ بائبل کی پہلی پانچ کتابوں (توریت) میں موجود پیدائش 14 باب 13 آیت میں (حضرت) ابرہام کو عام طور پر پہلے یہودی یعنی ''عبرانی'' کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ ''یہودی'' نام یا لقب (حضرت) یعقوب کے بارہ بیٹیوں اور اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ایک یہوداہ کے نام سے ماخوذ ہے۔ ظاہر ہے کہ نام/لقب ''یہودی'' ابتدا میں ان لوگوں کو پیش کرتا تھا جو یہوداہ کے قبیلے کے رکن تھے، لیکن (حضرت) سلیمان کے دورِ حکومت (1 سلاطین 12 باب) کے بعد جب سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی، یہ اصطلاح یہوداہ کی سلطنت کے ہر ایک شخص کے لیے استعمال ہونے لگی، جن میں یہوداہ، بنیمین، اور لاوی کے قبیلے شامل تھے۔ آج بہت سے لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ وہ تمام لوگ یہودی ہیں جو اِس بات سے قطعی نظر کہ وہ اسرائیل کے کون سے قبیلے میں پیدا ہوئے، بس جسمانی طور پر ابرہام، اضحاق، اور یعقوب کی نسل سے ہیں۔

پس یہودی کیا ایمان رکھتے ہیں اور یہودیت کے بنیادی اصول کیا ہیں؟ موجودہ دُنیا میں یہودیت کی پانچ بڑی اشکال یا فرقے پائے جاتے ہیں۔ یہ آرتھوڈکس، قدامت پسند، ریفامڈ (اصلاحی)، تنظیم نو کے حامی اور انسانیت پرست ہیں۔ ہر گروہ کے عقائد اور مذہبی تقاضے حیرت انگیز طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ احبار کی کتاب اور دیگر کتب میں پائے جانے والے 613 احکامات یہودی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے اور اُنہیں منظّم کرتے ہیں۔ احبار 20 باب 1-7 آیات اور استثنا 5 باب 6-21 آیات میں بیان کردہ دس احکام ساری شریعت کا مختصر خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ یہودی تعلیم کے مطابق مستقبل میں مسیح (خُدا کا ممسوح) آئے گا اور وہ ایک بار پھر یہودیوں کو اسرائیل کی سرزمین میں اکٹھا کرے گا۔ اس وقت مردوں کی عام قیامت ہو گی اور اس وقت 70 عیسوی میں رومیوں کی طرف سے تباہ کی گئی یروشلم کی ہیکل دوبارہ تعمیر کی جائے گی۔......

یہودیوں کو اکثر خدا کے چنے ہوئے لوگوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اِس کا یہ

مطلب نہیں ہے کہ اُن کو دیگر گروہوں سے کسی بھی طرح افضل سمجھا جائے۔خروج 19 باب 5 آیت جیسی بائبل کی آیات سادگی سے بیان کرتی ہیں کہ خُدا نے اسرائیل کو توریت کا مطالعہ کرنے، واحد خدا کی پرستش کرنے، سبت کے دن کو آرام کرنے، اور عیدوں کو منانے کے لیے چُنا۔ یہودیوں کو دوسروں سے بہتر ہونے کے لیے نہیں چنا گیا۔

https://www.gotquestions.org/Urdu/Urdu-judaism.html

اسلام اور یہودیت میں تضاد

یہودی مذہب وہ آسمانی مذہب ہے جس کا انحصار زیادہ تر توریت، تلمود، علماء، مفتیان اور قضاۃ یہود کے فتاویٰ یا فیصلوں پر ہے۔ حالاں کہ یہ آسمانی مذہب ہے، لیکن زمانے کے اتار چڑھاؤ اور یہودیوں کی دنیا پرستی کے سبب اتنے زیادہ تاریخی مدوجزر اور عروج وزوال سے گزرا ہے کہ تحریفات کا اتنا ضخیم ڈھیر لگ گیا کہ جس کی وجہ سے اصل مذہب کو پہچاننا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ بہر حال موجودہ زمانے میں یہودی مذہب کی جو بھی شکل موجود ہے، اس پر یہودی تاریخ اور یہودیوں کے دوسری اقوام سے تعلقات کا گہرا مطالعہ کیے بغیر مذہب یہود کو سمجھنا تقریباً محال ہے۔ یہود اہل کتاب شمار کیے جاتے ہیں اور اپنے مذہب کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت اتنی زیادہ عظیم اور باوقار ہے کہ دنیا کے تین بڑے مذاہب اسلام، عیسائیت اور یہودیت ان کو ابوالانبیاء مانتے ہیں۔ اور علماء کے ایک عام تخمینے کے مطابق پوری دنیا میں من جانب اللہ مبعوث ہونے والے انبیاء میں سے آدھے سے بھی زیادہ انبیاء ورسل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل میں سے ہی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے ہیں مثلاً ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، داؤد، سلیمان، ایوب، یونس، شمویل، الیاس، الیسع، زکریا، یحییٰ علیہم السلام اور خاتم الانبیاء امام الانبیاء سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی نسل سے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام بذات خود دسویں پشت میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت سام سے نسلاً منسوب ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام (Sem/Shem) کی وجہ سے ہی یہود کو سامی (Semitic) کہا جاتا ہے اور اسی لفظ سے سامیت (Semitism/Semitic) الفاظ تاریخ میں رائج ہوگئے۔ یہود اپنے نسلی تفاخر اور اپنی قوم میں انبیاء اور سلاطین کی کثیر تعداد سے اتنے غرور و تکبر میں مبتلا ہوگئے کہ جہاں ایک وقت میں دنیا کی افضل ترین قوم شمار ہوتے تھے، غرور و تکبر کی وجہ سے خدا کی نظر سے اتنے زیادہ گرے کہ ان پر قرآن کریم کی زبان میں ''مغضوب'' لفظ کا اطلاق ہونے لگا حتی کہ ان میں رائج لادینیت، خدا فراموشی بلکہ الٰہی مخالفت، قتل انبیاء کے ارتکاب وغیرہ اعمال قبیحہ و ذلیلہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں سورہ اعراف میں یہ آیت نازل فرمادی:

- **"واذ تاذن ربک لیبعثن علیهم الی یوم القیامة من یسومهم سوء العذاب ان ربک لسریع العقاب وانه لغفور رحیم"** (الاعراف:167)

خدا کا تصور

اسلام توحید خالص ہے اور کسی بھی طرح کا ذرا سا بھی شرک اسلام میں برداشت نہیں ہے۔ **اَلاَ لِلّٰہ الدِینُ الخَالِص** (الزمر:3)'' اور **فَادعوا اللّٰہَ مُخلِصِینَ لَه الدِین** (المومن:14) جبکہ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم کی سورہ توبہ کی آیت **وقالت الیهود عزیر ابن اللّٰه** (التوبہ:30) سے ثابت ہے۔

کتابیں

اسلام کی اہم ترین کتاب قرآن کریم ہے اور اس کے بعد حدیث مبارکہ کا مرتبہ ہے۔ قرآن کریم میں کسی بھی قسم کی تحریف نہ تو ہوئی ہے اور نہ ہو سکے گی کیوں کہ اس کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔ (الحجرات:9) جبکہ یہودیت میں اہم ترین کتاب توریت ہے اور اس کے بعد تلمود کا مرتبہ ہے۔ اس میں بے شمار تحریفات اور ترمیم و اضافے ہو چکے ہیں۔

ملائکہ

اسلام میں فرشتے بالکل معصوم مانے جاتے ہیں۔ (تحریم:6) جبکہ یہودیت میں فرشتے معصوم نہیں مانے جاتے۔ (کتاب پیدائش: باب 1 تا 6)

السبت

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا اور پیدا فرمانے میں یا ان کا انتظام کرنے میں اس کو کوئی تھکن محسوس نہیں ہوئی نہ اس کو آرام کی ضرورت پیش آئی جیسا کہ قرآن کریم کی آیت الکرسی نامی معروف آیت سے ثابت ہے **اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنة ولانوم ولایودہ حفظھما** (البقرہ:255) جبکہ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ساتویں دن آرام کیا اور یہی سبت (آرام) آج بھی یہود کا ہر ہفتہ کا سب سے اہم دن ہے۔(کتاب پیدائش:باب:20)

تبلیغ دین

اسلام دین تبلیغ ہے اور اسی پر اس کی بقاء ہے"**بلغوا عنی ولو آیة**" (الحدیث) جبکہ یہودیت اصلاً نسلی مذہب ہے۔ بنی اسرائیل کے علاوہ کسی اور شخص کا یہودی بننا ناممکن ہے۔

جنت

دین اسلام کے مطابق ہر وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کا حکم اپنے وقت کے نبی کے مطابق مانا اور اس پر عمل کیا، وہ جنت کا مستحق ہے چاہے وہ نسلاً کچھ بھی ہو۔جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے:**ومن عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مومن فاولٓئک یدخلون الجنة** (المومن:40) جبکہ یہودیت کے مطابق صرف یہودی اور نصاریٰ جنت میں جائیں گے جیسا کہ قرآن کریم یہود ونصاریٰ کے دعوے کو پیش کرتا ہے:**وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان ھودًا و نصاریٰ** (البقرہ:111)

خدا کے بیٹے یا اس کے دوست

اسلامی عقائد کے مطابق اللہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔جیسا کہ قرآن کریم کی آیت "**قل ھو اللّٰہ احد**......" (اخلاص:1) جبکہ یہود کا یہ تصور ہے کہ وہ سب خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں جیسا کہ قرآن کریم ان کے دعوے کو سورہ مائدہ میں بیان کرتا ہے "**نحن ابنؤا اللّٰہ واحباؤہ قل فَلِمَ یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر**" (مائدہ:18)

مذہب کا نام

دین اسلام اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری اوراس کے حضور اپنی تمام خواہشات کو نچھاور کر دینے کی وجہ سے اسلام کہلاتا ہے، یعنی مکمل فرماں برداری علماً وعملاً۔اس کے برعکس یہودیت حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے یہودا کے نام سے منسوب ہے کیوں کہ اس کی اولاد دوسرے بھائیوں کی اولاد کے مقابلے میں زیادہ ترقی پذیر ہوئی اور بڑھی۔آج بھی اس کی نسل موجود ہے جبکہ باقی بھائیوں کی نسلیں غائب ہو چکی ہیں۔

دین کی وسعت

دین اسلام نہایت ہی وسیع ہے۔دنیا کے کونے کونے میں اس کے ماننے والے موجود ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دین فطرت ہے۔(الروم:30) جبکہ یہودیت دین فطرت نہیں ہے بلکہ دین نسل یا دین قبیلہ ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں سے ہی جتنے لوگ پیدا ہوئے یا پیدا ہوتے رہیں گے، وہی لوگ دین یہود کے متبعین اور مستحق ہیں۔

انبیاء ورسل

دین اسلام تمام انبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے۔وہ شخص جو کسی ایک بھی نبی پر ایمان نہ لائے، وہ اسلام سے خارج مانا جاتا ہے۔(البقرہ:285) جبکہ یہودی مذہب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عہد نامہ قدیم کے سب سے آخری نبی حضرت ملا کی علیہ السلام تک ہی سب نبیوں پر ایمان لانے کے لیے اصرار کرتا ہے لیکن حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لیے بالکل مصر نہیں بلکہ ایک یہودی کے لیے ان جلیل القدر انبیاء پر ایمان لانا بالکل ضروری نہیں۔(عہد نامہ قدیم)

افضل الانبیاء

اسلام کے مطابق خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء اور سب سے آخر میں آنے والے ہیں۔آپ کے بعد ہر قسم کی نبوت ختم ہے۔"**ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين**"(احزاب:40)

جبکہ یہودیت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام افضل الانبیاء ہیں اور حضرت ملاکی علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ (موسیٰ میمونائڈ کے 13 اصول وعہد نامہ قدیم کتاب ملاکی)

فضائل انبیاء/ مقام انبیاء

اسلام تمام انبیاء کو معصوم مانتا ہے جبکہ یہودیت نے تقریباً ہر ایک نبی کو داغدار بنادیا ہے۔ (کتاب پیدائش حضرت آدم، ابراہیم، یعقوب کے واقعات۔ کتاب سلاطین: اول دوم حضرت داؤد، حضرت سلیمان وغیرہ کے واقعات)

حضرت داؤداور سلیمان علیہما السلام

اسلام ان دونوں برگزیدہ حضرات کو انبیاء کی فہرست میں شمار کرتا ہے۔ (انعام: 84) جبکہ یہودیت ان دونوں حضرات کو صرف سلاطین مانتی ہے اور انبیاء ورسل کی فہرست سے خارج کرتی ہے۔ (کتاب سلاطین اول، دوم)

ذبیح اللہ......اسماعیل یا اسحٰق علیہما السلام

اسلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ مانتا ہے: (الصفت: 102) جبکہ یہودیت حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح اللہ مانتی ہے۔ (کتاب پیدائش، باب: 22)

اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام

اسلام حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام دونوں کو انبیاء مانتا ہے اور بہت ہی احترام ومحبت سے دونوں کو دیکھتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات سے ثابت ہے اور دونوں کو قابل اتباع اور ہدایت کا نمونہ بتایا ہے۔ (الصفت: 112، الانعام: 86) اس کے برعکس یہودیت حضرت اسحاق علیہ السلام کو تو بنی اسرائیل کا جدامجد سمجھتی ہے اور نہایت ہی عزت وتکریم بخشتی ہے لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہت ہی برے اور نازیبا الفاظ سے یاد کرتی ہے جیسا کہ توریت کی کتاب پیدائش سے ثابت ہے کہ اس کا ہاتھ ہر ایک شخص کے خلاف اور ہر ایک شخص کا ہاتھ اس کے خلاف یعنی گویا نعوذ باللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عداوت کا ایک نمونہ بنا کر پیش کردیا ہے۔ (کتاب پیدائش)

قرآن شریف اور توریت

اسلام کی سب سے اوّل اور سب سے عظیم کتاب یعنی قرآن کریم ہر طرح کی تحریف یا کمی وبیشی سے محفوظ ہے اور اس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود لیا ہے ''**انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون**'' (الحجر:9) جبکہ یہودیت کی سب سے اہم ترین کتاب توریت ہے جس میں خود علماء یہود کے مطابق نہ جانے کتنی تحریفات ہو چکی ہیں۔ اصل توریت تو کہیں نہیں ملتی، صرف اس کی مختلف زبانوں میں تراجم ملتے ہیں جو تقریباً سبھی الگ الگ ہیں۔

عورت اور نبوت

اسلام کے مطابق کوئی بھی عورت رسول یا نبی نہیں گزری ہے۔ وجہ یہ ہے کہ نبوت و رسالت جس صلاحیت کو چاہتی ہے، وہ صلاحیت و اوصاف عورت کے اندر اس کی فطری ساخت کی وجہ سے اس میں پیدا نہیں ہو سکتے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ (یوسف:109) جبکہ یہودیت کے مطابق عورت نبی ہو سکتی ہے۔ عہد نامہ قدیم میں کئی عورتوں کے نام انبیاء کی فہرست میں شامل ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام

اسلام حضرت لوط علیہ السلام کو ہدایت کا نمونہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ (الانعام:86، 87) جبکہ یہودیت حضرت لوط علیہ السلام کو نعوذ باللہ ایک زانی کے بطور پیش کرتی ہے۔ (کتاب پیدائش باب:14-19)

حضرت یعقوب علیہ السلام

اسلام میں حضرت یعقوب علیہ السلام بھی نمونہ ہدایت ہیں۔ (الانعام:84) جبکہ یہودیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو نعوذ باللہ دھوکا باز کہا گیا ہے۔ ان پر اپنے سسر کو دھوکا دینے کا الزام ہے اور اپنے بھائی ایسوع ایدوم کی فرضی شکل وصورت اور لباس اوڑھ کر اپنے باپ سے ایسوع کے واسطے کی دعا اپنے لیے لینے کا الزام ہے۔ (کتاب پیدائش)

حضرت داؤد علیہ السلام

اسلامی تعلیمات کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام بھی ہدایت کے چراغ ہیں۔ قرآن کریم ان کی بڑی تعریف کرتا ہے اور جالوت ظالم کو ابدی نیند سلانے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ (الانعام:86، البقرہ:251) اس کے برعکس یہودیت حضرت داؤد علیہ السلام پر اپنے ایک سپاہی یا کمانڈر کو مروا کر اس کی بیوی سے شادی کرنے کا الزام لگاتی ہے۔(کتاب سلاطین)

حضرت سلیمان علیہ السلام

اسلام حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدایت کا نمونہ، گناہوں سے معصوم اور نبی برحق مانتا ہے۔ انہیں ہر قسم کے کفر و سحر و بت پرستی کے ارتکاب سے بری تسلیم کرتا ہے۔(البقرہ:102) جبکہ یہودیت حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدایت کا نمونہ نہیں مانتی، ان کو صرف ایک بادشاہ تسلیم کرتی ہے، گناہوں سے پاک بھی نہیں مانتی، کفر و سحر اور بت پرستی کا الزام آپ پر لگاتی ہے۔(سلاطین دوم)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک سچا مسلمان اور حنیف مانتا ہے۔(آل عمران:67) جبکہ یہودیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بطور یہودی کے پیش کرتی ہے اور ان پر اتنا فخر کرتی ہے کہ یہود اپنے گناہوں پر نادم بھی نہیں ہوتے کہ حضرت ابراہیم کی وجہ سے خدا ان کے گناہ معاف کر دے گا۔(انجیل لوقا و مرقس)

نماز

اسلام میں نماز میں وہ سارے ارکان موجود ہیں جن کے ذریعے آدمی کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا حق ادا کر سکتا ہے جبکہ یہودیت میں رکوع، سجدہ اور قیام وغیرہ نہیں ہے۔

قبلہ

نماز میں قبلہ/کعبہ (مکہ مکرمہ) کی طرف رخ کرنا لازمی ہے۔(البقرہ:144)

جبکہ یہودیت کے مطابق نماز میں یروشلم (ہیکل سلیمانی) کی طرف رخ کرنا لازمی ہے۔(کتاب دانیال)

قبر

اسلام میں میت کو قبر میں قبلہ رخ لٹایا جاتا ہے اور یہودیت میں میت کو یروشلم (بیت المقدس) کے رخ پر لٹایا جاتا ہے۔

نمازوں کی تعداد

اسلام میں پانچ وقت کی نماز یعنی: فجر،ظہر،عصر،مغرب،عشاء لازمی ہے جبکہ یہودیت میں صرف تین وقت کی عبادت فجر،ظہر اور مغرب واجب ہے۔

نماز مع الجماعت

اسلام میں جماعت کے لیے کم سے کم دو آدمی لازمی ہیں جبکہ یہودیت میں کم سے کم **11** آدمی لازم ہیں۔

حج وزیارت

اسلام میں عاقل، بالغ اور صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں کم سے کم ایک بار بیت اللہ شریف کا حج کرنا لازمی ہے۔(آل عمران:**79**) جبکہ یہودیت میں زمانۂ قدیم میں ہیکل سلیمانی کے زمانے میں سال میں کم سے کم تین بار ہر یہودی کو ہیکل کی زیارت کرنا لازمی تھا۔(کتاب احبار)

مسجد اقصیٰ یا ہیکل سلیمان

اسلام مسجد اقصیٰ کو قدیم ہیکل سلیمانی کے مقام پر بنا ہوا نہیں مانتا۔اصل مسجد عمر ہے جس کو بعد میں خلیفہ عبدالملک بن ولید نے بنوایا تھا جبکہ یہودیت موجود اقصیٰ کو قدیم منہدم ہیکل سلیمانی کے مقام پر مانتی ہے۔

موت

اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کسی کی موت سن کر یہ کہتا ہے"**انا للہ و انا الیہ راجعون**"موت ایک حقیقت مانی جاتی ہے اور اس سے کوئی بھی متدین مسلمان

نہیں ڈرتا بلکہ حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں موت دنیاوآخرت کے درمیان ایک پل مانی جاتی ہے ''**الموت قنطرة بين الدنيا والآخرة**'' (جمعہ: 8، المومنون: 15) اس کے برعکس یہودیت میں ایک یہودی موت کا نام سن کر یہ کہتا ہے: قاضی صادق بابرکت ہو **"Blessed be the true judge"** یہودی موت کے نام سے ہی گھبراتا ہے حتیٰ کہ جب موت آتی ہے تو مرنے والے کو اس کا نام بدل کر پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا ہی کو اصل سمجھتے ہیں اور ہزاروں سال جینا چاہتے ہیں۔ (البقرہ: 96)

صوم

اسلام میں صوم کا وقت فجر کے وقت سے شروع ہو کر غروب شمس تک ہے یہاں تک کہ رات ہو جائے۔ (البقرہ: 187) جبکہ یہودیت میں روزہ کا وقت سورج کے غروب سے لے کر اگلے روز کے غروب شمس تک ہے یعنی 42 گھنٹے کا روزہ ہوتا ہے۔

سود

اسلام میں سود کی مکمل ممانعت ہے۔ (آل عمران: 130، البقرہ: 275 تا 279) جبکہ یہودیت میں کسی یہودی سے سود نہیں لیا جا سکتا؛ لیکن یہودی غیر یہودی سے لے سکتا ہے۔ (کتاب استثناء باب: 23، آیات: 20، 21)

شراب کا استعمال

اسلام شراب کو پینا مطلقاً حرام قرار دیتا ہے چاہے زیادہ ہو یا کم ہو۔ (المائدہ: 91، 92) جبکہ یہودیت توریت کے اعتبار سے تو شراب کو حرام قرار دیتی ہے (کتاب احبار: باب: 10، آیت: 9) لیکن تلمود کے اعتبار سے ربیوں کے یہاں شراب کے استعمال پر آراء مختلف ہیں، بعض بالکل حرام قرار دیتے ہیں اور بعض تھوڑی مقدار میں پینے کو روا رکھتے ہیں۔

ختنہ

اسلام میں ختنہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ سنت ابراہیمی ہے۔ اس لیے

اسلام میں آج تک رائج ہے۔ یہودیت میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کی کچھ صدیوں بعد تک ختنہ رائج تھا لیکن عیسائیت کے اثر و رسوخ بڑھنے کی وجہ سے سینٹ پال کے بعد ختنہ پر پابندی لگادی گئی، اس لیے آج یہود میں بھی یہ سنت ابراہیمی مفقود ہوگئی ہے۔

(رسولوں کے اعمال، عہد نامہ جدید، اسلام اور یہودیت میں تضاد از ڈاکٹر عبدالخالق علیگ مطبوعہ ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 10۔11، جلد: 89، اکتوبر، نومبر 2005ء)

میں اور میری جماعت

❑ ''میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد، میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضٰی اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا، اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل برلاس ہے۔''

(کتاب البریہ (حاشیہ) صفحہ 144 روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 162 از مرزا قادیانی)

❑ ''ہمارے خاندان کی قومیت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ قوم کے برلاس مغل ہیں۔'' (تریاق القلوب صفحہ 145 مندرجہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 273 از مرزا قادیانی)

❑ ''ہمارا خاندان جو اپنی شہرت کے لحاظ سے مغلیہ خاندان کہلاتا ہے، اس پیشگوئی کا مصداق ہے کیونکہ اگر چہ سچ وہی ہے کہ جو خدا نے فرمایا کہ یہ خاندان فارسی الاصل ہے مگر یہ تو یقینی اور مشہود و محسوس ہے کہ اکثر مائیں اور دادیاں ہماری مغلیہ خاندان سے ہیں اور وہ چینی الاصل ہیں یعنی چین کے رہنے والی۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 209 مندرجہ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 209 از مرزا قادیانی)

❑ ''میں باپ کے لحاظ سے قوم کا مغل ہوں مگر بعض دادیاں میری سادات میں سے تھیں۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 192 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 363 از مرزا قادیانی)

❑ ''اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے نہ مغلیہ۔ نہ معلوم کس غلطی سے مغلیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہو گیا۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 78 مندرجہ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 81 از مرزا قادیانی)

❑ ''میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے

اور بنی فارس اور بنی فاطمہؓ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے۔''

(تریاق القلوب صفحہ 158 مندرجہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 286، 287 از مرزا قادیانی)

❑ ''ہمارے خاندان کی قومیت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ قوم کے برلاس مغل ہیں۔'' (تریاق القلوب صفحہ 64 مندرجہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 273 از مرزا قادیانی)

❑ ''بعض دادیاں ہماری شریف اور مشہور خاندان سادات سے ہیں۔ لیکن مغل قوم کے ہونے کے بارے میں خدا تعالیٰ کے الہام نے مخالفت کی ہے۔''

(تریاق القلوب صفحہ 64 مندرجہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 273 از مرزا قادیانی)

❑ ''میرے پاس فارسی ہونے کے لیے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں۔''

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 19 مندرجہ روحانی خزائن، جلد 17 صفحہ 116 از مرزا قادیانی)

قادیانی جماعت کے بانی آنجہانی مرزا قادیانی کا مزید کہنا ہے:

❑ ''میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی اور دونوں خونوں سے حصہ رکھتا ہوں۔''

(ایک غلطی کا ازالہ، ص 7 مندرجہ روحانی خزائن جلد 18، ص 216 از مرزا قادیانی)

❑ ''دھرمسالہ سے خبر آئی کہ اس جگہ اپنی جماعت کے جتنے آدمی تھے، سب بچ گئے۔ فرمایا ''**كففت عن بني اسرائيل**۔'' والی وحی ان کے معاملہ میں تو پوری ہوگئی۔ خدا نے اس غریب جماعت کا نام اس وقت بنی اسرائیل رکھا ہے''۔

(ملفوظات احمد جلد نمبر 4 ص 263 طبع جدید از مرزا قادیانی)

❑ **أنت فيهم بمنزله موسىٰ، يأتي عليك زمن كمثل زمن موسىٰ. انّا ارسلنا اليكم رسولاً شاهدًا عليكم كما أرسلنا الىٰ فرعون رسولا.**

(اے مرزا) تو مجھ سے بمنزلہ موسیٰ (علیہ السلام) کے ہے۔ تیرے پر موسیٰ (علیہ السلام) کے زمانہ کی طرح ایک زمانہ آئے گا۔ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول (مرزا قادیانی) بھیجا ہے، اسی رسول کی مانند جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔

(استفتاء، ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص 208 مندرجہ روحانی خزائن جلد 22، ص 713 از مرزا قادیانی)

❑ ''پس اس اُمت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ

کرہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا اور اس اُمت کے یوسف کی بریت کے لیے 25 برس پہلے ہی خدا نے آپ گواہی دے دی اور اور بھی نشان دکھلائے مگر یوسف بن یعقوب اپنی بریت کے لیے انسانی گواہی کا محتاج ہوا''۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 77 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 99 از مرزا قادیانی)

❑ ''کففت عن بنی اسرائیل.''

''اس وحی میں خدا تعالیٰ نے مجھے اسرائیل قرار دیا اور مخلص لوگوں کو میرے بیٹے۔ اس طرح پر وہ بنی اسرائیل ٹھہرے''۔

(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات از مرزا قادیانی ص 451، 452 طبع جدید)

❑ ''کففت عن بنی اسرائیل.''

''فرمایا، بنی اسرائیل سے مراد وہ قوم ہے جس پر اس قسم کے واقعات تکلیف وارد ہوئے ہوں جیسے کہ بنی اسرائیل پر فرعون کے زمانہ میں ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت بنی اسرائیل سے مشابہ ہے''۔

(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات از مرزا قادیانی ص 448، 449 طبع جدید)

❑ ''یعنی بنی اسرائیل جن میں کثرت سے نبی اور رسول آئے اور خدا تعالیٰ کے عظیم الشان فضلوں کے وہ وارث اور حقدار ٹھہرائے گئے تھے۔ لیکن جب اس کی روحانی حالت بگڑی اور اُس نے راہِ مستقیم کو چھوڑ دیا، سرکشی اور فسق و فجور کو اختیا کیا، نتیجہ کیا ہوا؟ **ضربت علیهم الذلة و المسکنة** (البقرہ: 61) کی مصداق ہوئی، خدا تعالیٰ کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا اور ان کا نام سور اور بندر رکھا گیا''۔

(ملفوظات احمد جلد نمبر 4 ص 145 طبع جدید از مرزا قادیانی)

❑ ''بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود

غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور نا کارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔"

(شہادت القرآن صفحہ 99 مندرجہ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395 از مرزا قادیانی)

❑ "خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبولِ الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گرا دیتا ہے۔ پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں۔ تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے۔ پھر میں کس خوشی کی امید سے لوگوں کو جلسہ کے لیے اکٹھے کروں۔" (شہادت القرآن صفحہ 2 (آخر) مندرجہ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 396 از مرزا قادیانی)

❑ "میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے۔ یہ کون سی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے۔ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔" (شہادت القرآن صفحہ 99 مندرجہ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395 از مرزا قادیانی)

❑ "اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔"

(شہادت القرآن صفحہ 99، مندرجہ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395 از مرزا قادیانی)

- **"عتل بعد ذلک زنیم."** (القلم:13)

قرآن مجید میں زنیم کا لفظ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں کہ وہ شخص جو کسی قوم کا فرد تو نہیں مگر اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کرتا ہے۔"

(تفسیر صغیر صفحہ 763 از مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی)

- مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں **عتل بعد ذلک زنیم،** (القلم:13) کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زنیم کے معنی ہیں ولد الزنا (یعنی زنا کی پیداوار، ولدالحرام۔(ازالہ اوہام صفحہ 29، 30 مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 116، 117 از مرزا قادیانی)

(قادیانیوں کو لاجواب کیجیے از محمد متین خالد)

کادیاں یا قادیاں

"مرزا صاحب کادیانی ہمیشہ اپنے گاؤں "کادیاں" کو "قاف" سے لکھا کرتے تھے اور ان کے خدام کا بھی یہی دستور ہے۔ "کاف" کے لکھنے میں خدا جانے انہوں نے کیا قباحت سمجھی کہ کوشش پر کوشش جاری ہے کہ کوئی "کاف" سے نہ لکھے۔ ہر ایک شخص کسی املا میں مختار ہے جو چاہے لکھے مگر ایسا حق کسی کو حاصل نہیں کہ غلط لکھے۔ مرزا صاحب اور اُن کے خدام کے پاس بظاہر کوئی دلیل اس پر موجود نہیں کہ "قاف" ہی سے صحیح ہے، تاوقت یہ کہ کوئی مدلل ثبوت اس کی صحت کا نہ ہو کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ ضرور قاف سے لکھے۔ اس سوال کا (کہ کادیاں صحیح ہے یا قادیاں) فیصلہ تشحیذ الاذہان کادیان بابت ماہ دسمبر **1911**ء سے بآسانی ہوسکتا ہے اور ہمیں اُمید کہ جماعت مرزائیہ عموماً اور خلیفہ مرزا صاحب خصوصاً اس فیصلہ کو قبول کریں گے۔ کیوں کہ یہ فیصلہ خود اُن کے پیغمبر مرزا صاحب کی طرف منسوب ہے اور اُمید ہے کہ اب آئندہ تمام مرزائی "قادیاں" نہ لکھا کریں گے بلکہ "کادیاں" لکھنے کی عادت ٹھہرائیں گے۔

تشحیذ الاذہان ماہ دسمبر **1911**ء کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر بعنوان "حمامۃ البشریٰ" ایک نظم اکمل نامی ایک مشہور مرزائی کی جودت طبع کا نتیجہ ہے یہ نظم طرابلس کے مسلمانوں کی طرف لکھی گئی ہے اور مضمون یہ ہے کہ مسلمان یہودیوں کی مانند

سلطنت سے اس لیے محروم ہو گئے کہ انہوں نے مسیح موعود (یعنی مرزا کادیانی) کا انکار کیا۔ گویا اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر مسلمان، مرزا کادیانی پر ایمان لائیں گے تو انہیں سلطنت مل جائے گی۔ اگر چہ دکھانے کے لیے جماعت مرزائیہ گورنمنٹ عالیہ کی وفاداری کا بہت کچھ راگ گاتی ہے لیکن دلی جذبات کا نقشہ اکمل کے اس مضمون سے عیاں ہے خیر اس سے ہمیں کیا۔ ہمارے نزدیک یہ بھی مثل ان عشقیہ نظموں کے ہے جن میں وہمی اور فرضی معشوق کے خدوخال اور ہجر و وصال پر قابلیت خرچ کی جاتی ہے۔ اس نظم میں ایک شعر یہ ہے:

ہند میں بستی ہے اک کدعہ بنام احمد
اہل فارس سے بس آنا تھا غلام احمد

اس شعر میں ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ مہدی موعود مقام ''کدعہ'' یا ''کرعہ'' میں پیدا ہوگا اور دوسرے مصرعہ میں اس پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمائی ہے مہدی موعود کی پیش گوئی کو اس پیش گوئی سے ملانا جو رجل فارس کے متعلق ہے ایسی ہی بات ہے کہ

مسکن ملاح در چین است و کشتی در فرنگ

خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ خود مرزا صاحب کو اپنی قومیت کے متعلق کوئی وثوق نہیں اور دبی زبان سے سیادت میں قدم رکھنے کے متمنی معلوم ہوتے ہیں۔ لفظ ''کدعہ'' سے فائدہ اٹھا کر مرزا صاحب نے کادیان کو پیش کیا۔ بہت سا حصہ کدعہ اور ''کادیاں'' کا آپس میں ملتا جلتا ہے، اس لیے مرزا صاحب نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ میاں اکمل بھی مندرجہ بالا شعر میں اسی فائدہ کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم اس وقت یہ بحث نہیں چھیڑتے کہ یہ ادعا صحیح ہے یا غلط۔ بلکہ ہم مرزائیوں کو اس پر توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اگر ان کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ ''کدعہ'' سے مراد ''کادیاں'' ہے تو لفظ ''کادیاں'' کو صحیح سمجھیں اور قادیاں کو غلط قرار دیں۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ ''کدعہ'' یا ''کرعہ'' دونوں میں ''کاف'' ہے نہ کہ ''قاف'' لیکن اگر ان کے نزدیک ''قادیاں'' صحیح ہے تو ''کدعہ'' سے فائدہ اٹھانا ایک بے سُود امر ٹھہرا۔

اگر لفظ کدعہ ڈاک خانہ مہر میں ہوتا یا پوسٹل لسٹ میں ہوتا تو افسران ڈاک خانہ کی منت خوشامد کر کے ''قاف'' سے ''قدعہ'' لکھوانا آسان تھا کیونکہ ڈاک خانہ کی مہر میں کادیاں کا نام پہلے اس طرح درج تھا kadian۔ کچھ عرصہ ہوا مرزائیوں نے افسران سررشتہ ڈاک سے منت خوشامد کر کے اس طرح لکھوا دیا qadian۔ یہ تو آسان تھا لیکن کتابوں میں ''کدعہ'' کو ''قدعہ'' بنانا محال ہے اس لیے مرزائی جماعت دونوں شقوں میں سے کسی کو اختیار کر لے پیش گوئی سے فائدہ اُٹھانا چھوڑ دے یا اب ''کادیاں'' لکھا کرے۔ دیکھیں جماعت مرزائیہ اس کے متعلق کیا رائے قائم کرتی ہے!!!''

(ردِ قادیانیت اور سنی صحافت از محمد ثاقب رضا قادری)

سلطنت سے ہوئے محروم جو مانند یہود

اے کبوتر ذرا پیغام مرا لے جانا
جو ٹرپلی کے مسلمان ہیں انہیں دے آنا
ایک دن تھا کہ حکومت تھی تمہاری اس جا
نہ تو جرمن کا خطر اور نہ تھا اٹلی کا
امن سے چین سے دن رات بسر ہوتے تھے
جاگتے اپنی خوشی اپنی خوشی سوتے تھے
قہر نازل ہوا مولےٰ کا **یکایک** ایسا
دیکھنے سننے میں آیا نہیں اب تک ایسا
چھن گیا ملک کئی بھائی ہوئے ہیں مقتول
حق تو منصف ہے ضرور اس کی وجہ ہے معقول
لا یغیر کو میں پڑھتا ہوں تو کھل جاتا ہے
لوگ جب بدلیں تو انعام بدل جاتا ہے
سلطنت سے ہوئے محروم جو مانند یہود
ہے یقیناً ہوا انکار مسیح موعود

جس سے ظاہر ہوا موعود کوئی اور ہی تھا
جس کے بارے میں ہے **لا مھدی الا عیسیٰ**
ہند میں بستی ہے اک کدعہ بنام احمد
اہل فارس سے بس آنا تھا غلام احمد

(نظم 'حمامۃ البشریٰ' از قاضی ظہور الدین اکمل قادیانی مطبوعہ تشحیذ الاذہان دسمبر **1911**ء جلد **2**، شمارہ **12**)

مرزائیت، یہودیت، عیسائیت اور اسلام ایک تقابل، ایک جائزہ

یہودی عقیدہ: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو مصلوب کر کے قتل کر دیا گیا۔

عیسائی عقیدہ: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو مصلوب کر کے قتل کر دیا گیا۔

مرزائی عقیدہ: یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا، انہیں شدید زخمی کیا جس سے وہ بے ہوش ہو گئے، یہودی انہیں مردہ سمجھ کر چلے گئے۔

(ازالہ اوہام، صفحہ 196 مندرجہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 296 اور نزول المسیح صفحہ 20، مندرجہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 396 حاشیہ)

قرآن مجید کا فیصلہ: **وما قتلوہ وما صلبوہ**، اور نہ انہوں نے اسے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) قتل کیا نہ مصلوب کیا۔ (النساء: **157**)

نتیجہ: کیا مرزا قادیانی کا کوئی امتی قرآن و حدیث سے ثابت کر سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا؟

یہودی عقیدہ: (مرزا قادیانی لکھتا ہے) یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دو مسیح ظاہر ہوں گے اور آخری مسیح (جس سے اس زمانہ کا مسیح مراد ہے) پہلے مسیح سے افضل ہو گا۔

(حقیقت الوحی صفحہ **154**، مندرجہ روحانی خزائن جلد **22** صفحہ **158** از مرزا قادیانی)

مرزائی عقیدہ: مسیح ابن مریم دو ہیں: ایک بنی اسرائیل والے اور دوسرا امت محمدیہ کا مسیح (بالکل یہودیوں والا عقیدہ)

قرآن وحدیث کا فیصلہ: قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں انبیا کی تاریخ میں صرف ایک عیسیٰ اور مسیح کا ذکر ہے اور وہ ہیں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔ قرآن و حدیث میں کہیں یہ اشارتاً بھی ذکر نہیں کہ دو مسیح بن مریم ہیں۔ ایک اسرائیل والے،

دوسرے اس امت والے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ جو مسیح قرب قیامت نازل ہوں گے، وہ وہی ہیں جو مجھ سے پہلے نبی ہوئے ہیں اور میرے اور ان کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہوا۔ حدیث کے الفاظ ہیں **لم یکن بینی و بینه نبی** نہیں ہوا میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی۔ انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں پوری نقل کی ہے۔

(حقیقۃ النبوۃ حصہ اوّل مندرجہ انوار العلوم جلد 2 صفحہ 508 از مرزا محمود قادیانی خلیفہ)

ایک نہایت اہم بات: قرآن کریم نے یہود و نصاریٰ کے تمام کفریہ عقائد کو وضاحت کے ساتھ رد کیا، چاہے وہ حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے کا عقیدہ ہو، چاہے وہ تین خداؤں کا عقیدہ ہو، چاہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل یا مصلوب کیے جانے کا عقیدہ ہو......لیکن ایک عقیدہ ایسا بھی ہے جس کی قرآن نے خود تصدیق کی ہے اور اس کا رد نہیں کیا، وہ ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا رفع الی السماء کا عقیدہ............ جہاں قرآن نے ان کے قتل اور مصلوب ہونے کا رد کیا، وہیں صاف فرما دیا............ **بل رفعه الله الیه**............ اللہ نے ان کا اپنی طرف رفع کرلیا...... کیا کوئی قادیانی قرآن و حدیث سے کوئی ایسی دلیل دکھا سکتا ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے عقیدے کا رد ہو؟ (قادیانیوں کو لاجواب کیجیے از محمد متین خالد)

مرزائیت میں یہودیت و نصرانیت

اس مضمون میں یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ مرزائیت کے اکثر عقائد یہودیت اور عیسویت سے ملتے جلتے ہیں:

یہودیت: یہودی لوگ خدا تعالیٰ کو جسمانی اور مجسم قرار دے کر عالم جسمانی کی طرح اس کا ایک جز سمجھتے ہیں اور ان کی نظر ناقص میں یہ سمایا ہوا ہے کہ بہت سی باتیں جو مخلوق پر جائز ہیں، وہ خدا پر بھی جائز ہیں اور اس کو من کل الوجوہ منزہ خیال نہیں کرتے اور ان کی توریت میں جو محرف اور مبدل ہے، خدا تعالیٰ کی نسبت کئی طور کی بے ادبیاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ پیدائش کے 32 باب میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ

یعقوب علیہ السلام سے تمام رات تک کشتی لڑتا رہا اور اس پر غالب نہ ہوا۔‘‘
(براہین احمدیہ ص388 حاشیہ، خزائن ج1 ص464)

- ’’کیونکہ میں نے تھکی ہوئی جان کو آسودہ کیا اور ہر غمگین روح کو سیر کیا۔ اس پر میں جاگا اور نگاہ کی اور میری نیند مجھے میٹھی ہوئی۔‘‘(یرمیاہ: 31 ص25،26)
- ’’بیدار ہو، کیوں سو رہتا ہے۔ اے خداوند جاگ! ہم کو ہمیشہ کے لیے ترک مت کر۔‘‘(زبور23،24، رسالہ ریویو، جلد22 نمبر2 ص23، بابت ماہ فروری1923ء)

مرزائیت: مرزا قادیانی کو 3 فروری 1903ء کو الہام ہوا: ’’**اصلی واصوم. اسھر وانام. واجعل لک انوار القدوم. واعطیک ما یدوم. ان اللہ مع الذین اتقوا**‘‘ میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا، جاگتا ہوں اور سوتا ہوں اور تیرے لیے اپنے آنے کے نور عطاء کروں گا اور وہ چیز تجھے دوں گا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی۔ خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔‘‘

(الحکم ج7 نمبر5 ص16 کالم1، 7فروری1903ء، البشریٰ ج2 ص79، تذکرہ ص379، طبع چہارم از مرزا قادیانی)

نوٹ: الفاظ: ’’**واجعل لک انوار القدوم واعطیک مایدوم**‘‘ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ بقول مرزا قادیانی کے، یہاں خدا متکلم ہے اور مرزا قادیانی مخاطب ہے۔ پس الفاظ: ’’**اسھر وانام**‘‘ خدا کے متعلق ہیں نہ کہ مرزا قادیانی کے متعلق۔

قرآنی تعلیم: خدا تعالیٰ کے تھکنے اور نیند سے اونگھنے کی کھلی کھلی تردید قرآن مجید میں ہے۔‘‘(ریویو جلد22 نمبر2، ص22، فروری1923ء)

یہودیت: اور بہترے تو کہنے لگے کہ یسوع میں بدروح ہے اور دیوانہ ہے۔‘‘

(انجیل باب:10 درس:20، اخبار فاروق قادیان ص10، مورخہ 14 اگست 1932ء)

مرزائیت: ’’اور ایک مرتبہ یسوع کے چاروں حقیقی بھائیوں نے اس وقت کی گورنمنٹ میں درخواست بھی دی تھی کہ یہ شخص دیوانہ ہوگیا ہے۔ اس کا کوئی بندوبست کیا جاوے۔ یعنی عدالت کے جیل خانہ میں داخل کیا جاوے تاکہ وہاں کے دستور کے موافق اس کا علاج ہو تو یہ درخواست بھی صریح اس بات پر دلیل ہے کہ یسوع

درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہوگیا تھا۔“

(کتاب ست بچن حاشیہ ص 171، خزائن ج 10 ص 295 از مرزا قادیانی)

نوٹ: انجیل متی ومرقس ولوقا ویوحنا میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ (معاذ اللہ) یسوع درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہوگیا تھا۔

یہودیت: ”حسب بیان یہود مسیح سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا۔“

(رسالہ ریویوج 29 نمبر 1 ص 29)

مرزائیت: ”عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص 6 حاشیہ، خزائن ج 11 ص 290)

یہودیت: ”اور بموجب بیان یہودیوں کے اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ محض فریب اور مکر تھا۔“ (چشمہ مسیحی ص 9، خزائن ج 20 ص 344)

مرزائیت: ”اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص 7 حاشیہ، خزائن ج 11 ص 291)

یہودیت: یہودیوں نے اسے مے خوار یعنی شرابی کہا۔“

(ریویوج 1 نمبر 8 ص 308، اگست 1902ء)

مرزائیت: ”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔“ (کشتی نوح ص 65 حاشیہ، خزائن ج 19 ص 71)

- ”یحییٰ جو نشہ نہیں پیتے تھے تو معلوم ہوا کہ اس وقت بھی منع تھی۔ مسیح نے مرشد کی تقلید کیوں نہ کی۔“ (اخبار بدر قادیان ص 10، مورخہ 7 نومبر 1902ء)

نوٹ: انجیل متی ومرقس ولوقا ویوحنا میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ یسوع مسیح شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ انجیل متی کے باب 26 کے درس 29 میں انگریزی میں لفظ (VINE) ہے جس کے معنی انگور کے ہیں۔ اس جگہ لفظ (WINE) نہیں ہے۔

یہودیت: ’’یہودی اپنی تاریخ کی رو سے بالاتفاق یہی مانتے ہیں کہ موسیٰ سے چودہویں صدی کے سر پر عیسیٰ ظاہر ہوا۔ دیکھو یہودیوں کی تاریخ۔‘‘

(کشتی نوح ص13 حاشیہ،خزائن ج19 ص14)

❑ ’’یہودیوں کی تاریخ سے بالاتفاق ثابت ہے کہ یسوع یعنی حضرت عیسیٰ، موسیٰ کے بعد چودہویں صدی میں ظاہر ہوا تھا اور وہی قول صحیح ہے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ ص187،خزائن ج21 ص359)

مرزائیت: ’’تیسری مشابہت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میری یہ ہے کہ وہ ظاہر نہیں ہوئے جب تک کہ حضرت موسیٰ کی وفات پر چودہویں صدی کا ظہور نہیں ہوا۔ ایسا ہی میں بھی آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے چودہویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص115 حاشیہ،خزائن ج17 ص209)

نوٹ: قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نبویہ ﷺ سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے چودہویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت مسیح سے 1571 سال پیشتر پیدا ہوئے تھے اور 1451 سال قبل مسیح میں فوت ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

یہودیت: ’’یہود کی تاریخی روایت ہے کہ حضرت مسیح نے ایک استاد سے سبقاً سبقاً توریت پڑھی تھی۔‘‘ (ضمیمہ تفہیمات ربانیہ ص12)

مرزائیت: ’’اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا استاد ایک یہودی تھا۔ جس سے انہوں نے ساری بائبل پڑھی اور لکھنا بھی سیکھا۔‘‘ (اربعین نمبر2 ص16،خزائن ج17 ص358)

❑ ’’یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت مسیح نے ایک یہودی استاد سے سبقاً سبقاً توریت پڑھی تھی اور طالمود کو بھی پڑھا تھا۔‘‘ (نزول المسیح ص60،خزائن ج18 ص438)

نوٹ: سورۃ آل عمران پارہ 3 کے رکوع 13 میں ہے: ’’**ویعلمه اللکتاب والحکمة والتورة والانجیل**‘‘ (آل عمران:48) (اور اللہ سکھائے گا عیسیٰ (علیہ السلام) کو لکھنا اور حکمت اور توریت اور انجیل) قرآن مجید اور صحیح حدیث نبوی ﷺ میں یہ

کہیں نہیں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک یہودی استاد سے توریت پڑھی تھی۔

یہودیت: ''یہود اور نصاریٰ کی دو زبردست قومیں اس بات پر متفق ہیں کہ خود مسیح بن مریم ہی کو صلیب پر لٹکایا گیا۔'' (عسل مصفی [حصہ اوّل] از مرزا خدا بخش قادیانی ص 479)

''دیکھو یہودی اور عیسائی دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح صلیب دیا گیا۔''

(اخبار بدر قادیان ص 7، مورخہ 2 جون 1918ء)

مرزائیت: ''حضرت مسیح علیہ السلام ہی پکڑے گئے اور وہی مصلوب ہوئے۔ مگر صلیب کی پوری شرائط ان پر نافذ نہیں ہوئیں۔'' (عسل مصفی حصہ اوّل از مرزا خدا بخش قادیانی ص 469)

- ''مسیح پر جو یہ مصیبت آئی کہ وہ صلیب پر چڑھایا گیا اور کیلیں اس کے اعضا میں ٹھوکی گئیں۔ جن سے وہ غشی کی حالت میں ہو گیا۔ یہ مصیبت درحقیقت موت سے کچھ کم نہیں تھی۔'' (ازالہ اوہام ص 392، خزائن ج 3 ص 302)

یہودیت: ''یہودی فاضل جو اب تک موجود ہیں اور بمبئی اور کلکتہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ عیسائیوں کے اس قول پر کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے ہیں۔ بڑا ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 170، خزائن ج 21 ص 338 حاشیہ)

- ''مگر اب تو یہودیوں اور تمام عقلمندوں کے نزدیک مسیح کا آسمان پر محض ایک فسانہ اور گپ ہے۔'' (چشمہ مسیحی ص 8، خزائن ج 20 ص 348)

مرزائیت: ''حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے۔''

(مسیح ہندوستان میں ص 12، خزائن ج 15 ص 14)

نوٹ: یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کے منکر ہیں۔ مرزائی بھی منکر ہیں۔ یہودی فاضلوں کی طرح مرزائی مولوی فاضل بھی اپنے مخالفوں کے اس قول پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے بڑا ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں۔

یہودیت: ''توریت میں یہ لکھا تھا کہ جو شخص صلیب پر کھینچا جائے وہ لعنتی ہے۔ یعنی اس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔''

(کتاب البریہ ص 197 حاشیہ، خزائن ج 13 ص 231 از مرزا قادیانی)

مرزائیت: ''کیا یہ الفاظ جو استثنا 21 باب 23 آیت میں ہیں کہ اس کی لاش رات بھر درخت پر نہ لٹکی رہے۔ کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ خدا کا ملعون ہے۔ صاف بتاتا ہے کہ پھانسی دیا ہی وہ جاتا ہے جو مجرم ہو۔ غیر مجرم پھانسی دیا ہی نہیں جاتا۔ اس لیے مصلوب ضرور ملعون عنداللہ ہے۔''

(اخبار فاروق قادیان ص 21، مورخہ 6، 13، 20، 27 جولائی 1916ء)

ان مندرجہ بالا 10 دلائل کے لکھنے کے بعد اب ذیل میں اس امر کو ثابت کیا جاتا ہے کہ مرزائی مذہب کے بعض مسائل عیسائی مذہب کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔

عیسویت: ''ان دونوں کتابوں یعنی ملاکی نبی اور متی کی کتاب سے ظاہر ہے کہ اوّل ملاکی نبی نے باالہام ووحی الٰہی خبر دی کہ حضرت عیسیٰ کے آنے سے پہلے اوّل ایلیا یعنی حضرت الیاس آئیں گے اور حضرت عیسیٰ نے یہ وحی الٰہی لوگوں پر ظاہر کیا کہ یوحنا یعنی یحییٰ زکریا کا بیٹا وہی ایلیاء ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔''

(عسل مصفی حصہ اوّل از مرزا خدا بخش قادیانی ص 109)

مرزائیت: ''کیا اس (خدا) کو طاقت نہیں کہ ایک آدمی کی روحانی حالت کو ایک دوسرے آدمی کے مشابہ کر کے وہی نام اس کا بھی رکھ دیوے؟ کیا اس نے اسی روحانی حالت کی وجہ سے حضرت یحییٰ کا نام ایلیا نہیں رکھ دیا تھا؟''

(ازالہ اوہام ص 411، خزائن ج 3 ص 313)

نوٹ: قرآن کریم کی کسی آیت میں اور کسی صحیح حدیث نبوی میں یہ نہیں آیا ہے کہ حضرت یحییٰ، حضرت الیاس نبی کے مثیل تھے اور حضرت یحییٰ نے خود بھی کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میں مثیل الیاس ہوں۔

عیسویت: ''اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔'' (نیا عہد نامہ انجیل متی باب اوّل درس 18)

مرزائیت: ''حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ 22 برس کی مدت تک

نجاری کا کام بھی کرتے رہے۔“

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص303 حاشیہ،خزائن ج3 ص354،355)

نوٹ: قرآن مجید کی کسی آیت اور کسی صحیح حدیث نبوی میں یوسف نجار کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

عیسویت: ”یہود اور نصاریٰ کی تاریخ متواتر سے جس پر یونانی اور رومی کتب تاریخ بھی شہادت دیتی ہیں۔ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوچکی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام 33 برس کی عمر میں مصلوب ہوئے اور یہی چاروں انجیلوں کی نصوص صریحہ سے سمجھا جاتا ہے۔“

(کتاب البریہ ص242،243 حاشیہ،خزائن ج13 ص277،278)

مرزائیت: ”ہر ایک کو معلوم ہے کہ واقعہ صلیب اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش آیا تھا جب کہ آپ کی عمر صرف 33 برس اور چھ مہینے کی تھی۔“

(تحفہ گولڑویہ ص210،خزائن ج17 ص311)

عیسویت: (نیو لائف آف جیزس ج اوّل ص410) پر ہے۔ پس اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ قریب چھ گھنٹہ صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا۔ تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بے ہوشی تھی اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت ہی خوشبودار دوائیاں مل کر اسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اس کی بے ہوشی دور ہوئی۔“

(تحفہ گولڑویہ ص212،خزائن ج17 ص313)

مرزائیت: ”حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ مگر غشی کی حالت ان پر طاری ہوگئی تھی۔ بعد میں دو تین روز تک ہوش میں آگئے اور مرہم عیسیٰ کے استعمال سے (جو آج تک صدہا طبی کتابوں میں موجود ہے جو حضرت عیسیٰ کے لیے بنائی گئی تھی) ان کے زخم بھی اچھے ہوگئے۔“ (حقیقت الوحی ص36،37،خزائن ج22 ص39)

عیسویت: ”خداوند یسوع مسیح ہرگز شارع نہ تھا۔ جن معنوں میں کہ حضرت موسیٰ صاحب شریعت

تھا۔ جس نے ایک کامل مفصل شریعت ایسے امور کے متعلق دی کہ مثلاً کھانے کے لیے حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے وغیرہ کوئی شخص انجیل کو بغیر غور کے سرسری نگاہ سے بھی دیکھے تو اس پر ضرور ظاہر ہو جائے گا کہ یسوع مسیح صاحب شریعت نہ تھا۔''

(جے اے لیفرائے بشپ لاہور کے الفاظ مندرجہ تتمہ حاشیہ ٹائٹل پیج متعلقہ خطبہ الہامیہ، خزائن ج 16 ص 14)

مرزائیت: ''حضرت مسیح ناصری الگ شریعت کے مالک نہ تھے۔ بلکہ متبع شریعت توریت ہو کر آئے تھے اور اسی کے متبع اور مفسر تھے۔'' (النبوۃ فی القرآن ص 65 حاشیہ)

عیسویت: ''عیسائیوں میں سے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی طور پر ہے۔''

(تحفہ گولڑویہ ص 210، خزائن ج 17 ص 311، ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 172، خزائن ج 21 ص 342)

مرزائیت: ''نزول کے اجمالی معنوں میں یہ گروہ اہل سنت کا سچا ہے۔ کیونکہ مسیح کا بروزی طور پر نزول ہونا ضروری تھا۔ ہاں! نزول کی کیفیت بیان کرنے میں ان لوگوں نے غلطی کھائی ہے۔ نزول صفت بروزی تھا نہ کہ حقیقی۔''

(ضرورۃ الامام ص 25، خزائن ج 13 ص 496)

عیسویت: ''عیسائی تواریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت تک عیسائیوں کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور ان کا رفع روحانی ہوا ہے۔'' (کتاب البریہ ص 229 حاشیہ، خزائن ج 13 ص 264)

مرزائیت: ''مسیح کا ہرگز رفع جسمانی نہیں ہوا، نہ اس رفع کا کچھ ثبوت ہے اور نہ اس کی کچھ ضرورت تھی۔ ہاں! ایک سو بیس برس کے بعد رفع روحانی ہوا ہے۔''

(کتاب البریہ ص 241، 242 حاشیہ، خزائن ج 13 ص 276، 277)

عیسویت: ''جو کوئی یسوع کے قدم بقدم چلے گا۔ وہ ضرور ناکام ہوگا۔ جیسا کہ یسوع ناکام ہوا۔ تمام دنیا کی تاریخ میں نامرادی کی کوئی مثال یسوع کی نامرادی سے بڑھ کر نہیں ہے۔ یسوع کو کسی امر میں بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔''

(ایک عیسائی کا قول مندرجہ اخبار بدر ص 10، مورخہ 22 مارچ 1906ء)

مرزائیت: ''غرض جس قدر جھوٹی کرامتیں اور جھوٹے معجزات حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ کسی اور نبی میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی اور عجیب تر یہ کہ باوجود ان تمام فرضی معجزات کے ناکامی اور نامرادی جو مذہب کے پھیلانے میں کسی کو ہوسکتی ہے۔ وہ سب سے اوّل نمبر پر ہیں۔ کسی اور نبی میں اس قدر نامرادی کی نظیر تلاش کرنا لاحاصل ہے۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص45، خزائن ج21 ص58)

(مرزائیت میں یہودیت ونصرانیت از مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ مطبوعہ احتساب قادیانیت جلد 3 ص 529)

مسیح الدجال

دنیا میں بدی کے دو بڑے ناموں میں ایک نام شیطان کا ہے اور دوسرا دَجّال کا۔ دَجّال دنیا کا وہ سب سے زیادہ قابلِ نفرت شخص ہے، جسے اللہ کے آخری نبی، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دنیا کا سب سے بڑا فتنہ قرار دیا اور اس کے شر سے پناہ مانگنے کی دعا فرمائی، جب کہ یہودیوں کے نزدیک یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ قابلِ عزت ومحترم شخصیت ہے، جسے وہ اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔

ان کے عقیدے کے مطابق، مسیح الدجال، حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے جو دنیا میں یہودیت قائم کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی بادشاہت کو زندہ کرے گا۔ یہودیوں کا ایمان ہے کہ دَجّال نمودار ہونے کے بعد دنیا بھر سے تمام غیر یہودیوں کو قتل کردے گا۔ مسجدِ اقصیٰ شہید کر کے عظیم الشّان ہیکلِ سلیمانی تعمیر کرے گا، جس کے بعد پوری دنیا پر بنی اسرائیل کی حکومت ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے یہودی ایک طویل عرصے سے نہ صرف مسیح الدَجّال کے آنے کا بڑی بے چینی سے انتظار کررہے ہیں، بلکہ اس کے فقید المثال استقبال کی تیاریوں میں بھی مصروف ہیں۔

فلسطینیوں کی سرزمین پر غاصبانہ قبضہ کر کے یہودی ریاست اسرائیل کا قیام مسیح الدَجّال کے استقبال کا پہلا قدم تھا۔ دَجّال مشرق سے نمودار ہوکر مدینے کی جانب بڑھے گا، لیکن مدینے کے محافظ فرشتے اس کا رخ دمشق کی جانب پھیر دیں گے۔ دَجّال کے ساتھ 70 ہزار مسلّح یہودی ہوں گے۔ یہ رَبّ ہونے کا دعویٰ کرے گا، اس کے ساتھ مصنوعی

جنت، دوزخ، پانی کی نہر اور غذا کا پہاڑ ہوگا۔ اس کے ساتھ شیطان کی فوج بھی ہوگی جن کی مدد سے یہ بارش برسائے گا، لوگوں کو زندہ کرے گا، کھیت کھلیان سرسبز و شاداب کرے گا اور اس کا یہ سحر و شیطانی تماشا ابھی جاری ہی ہوگا کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور اسے جہنّم واصل کر دیں گے۔

دجّال کا لفظ عربی زبان میں جعل ساز، ملمّع ساز، فریبی، جھوٹے اور گم راہ کن شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے، جب کہ دجل کے معنیٰ کسی نقلی چیز پر سونے کا پانی چڑھانے کے ہیں۔ اس بدترین شخص کا نام دجّال شاید اسی لیے رکھا گیا ہوگا کہ جھوٹ، فریب، دھوکا دہی، غلط بیانی اور دنیا کی تمام تر خباثتیں اس کی مکروہ شخصیت کے نمایاں ترین وصف ہیں۔ اس کا ہر فعل، ہر عمل، ہر قول شیطانیت سے بھرپور اور فتنہ فساد کا سبب ہوگا۔ حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ہشام بن عامرؓ سے سنا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کوئی مخلوق (فتنہ فساد میں) دجّال سے بری نہ ہوگی۔'' (صحیح مسلم، 7395، 7396)۔ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو دجّال جسمانی طور پر دکھا دیا گیا اور آپ ﷺ نے فتنۂ دجّال کو دنیا کے تمام فتنوں میں سے عظیم تر فتنہ قرار دیا۔ یہود و نصاریٰ، جس کے استقبال کی تیاریوں میں عرصۂ دراز سے عمومی طور پر مصروف ہیں، چناں چہ قیامت سے پہلے دجّال کا آنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہونا احادیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔

مختلف احادیثِ مبارکہ میں حضور خاتم النبیین ﷺ نے دجّال کا جو حلیہ بیان فرمایا، وہ اس طرح سے ہے۔ ''پستہ قد، بھاری بھرکم جسم اور مکروہ چہرے پر الجھے ہوئے بے ترتیب گھنگھریالے بالوں والا ایک شخص، جس کی دائیں آنکھ کانی، جیسے انگور کا ابھرا ہوا دانہ، سرخ رنگ اور دونوں آنکھوں کے درمیان یعنی ماتھے پر ک ف ر (کافر) لکھا ہوگا۔''
(صحیح مسلم، 7364، 429، 427)۔

دجّال کے پیروکاروں کی اکثریت یہودیوں اور عورتوں پر مشتمل ہوگی۔ دجّال جب نمودار ہوگا، تو اس کے لشکر میں ستر ہزار یہودی پیروکار ہوں گے جن کے سروں پر طیلسان

کی عبائیں ہوں گی۔(صحیح مسلم، 7392)۔سیّدنا حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا''دجّال اصفہان کی یہودی بستی سے ظاہر ہوگا،اس کے ساتھ ستّر ہزار یہودی ہوں گے۔انھوں نے سبز رنگ کی شالیں کندھوں پر ڈال رکھی ہوں گی۔''(مسندِ احمد، 12983)۔سیّدنا جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔''نہ کوئی ایسا فتنہ رونما ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا، جو فتنہءِ دجّال سے زیادہ سنگین ہو۔''(مسندِ احمد، 12974)دجّال چالیس راتوں میں پوری دنیا گھومے گا،سوائے مکّہ اور مدینہ کے۔

لُد (Ludd/Lod/Lydda) شہر موجودہ دَور میں اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب سے 15 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل جب حضور نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی،اس وقت لد ایک چھوٹا سا غیر اہم گاؤں تھا۔اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ شہر بین الاقوامی شہرت اختیار کرے گا۔اسرائیلی حکومت اس شہر پر خصوصی توجّہ دیتی ہے۔یہاں ایک بین الاقوامی جدید ہوائی اڈا بھی ہے جس کا ایک ٹرمینل جدید ترین سہولتوں سے آراستہ کیا گیا ہے اور 1999ء میں قائم ہونے والے اس ٹرمینل کو ابھی تک نہیں کھولا گیا۔یہودیوں کا خیال ہے کہ جب ان کا مسیح الدجّال دنیا میں آئے گا تو پوری دنیا کو یہودی بنا دے گا،لیکن اگر بقول مسلمانوں کے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد اس کی جان کو کوئی خطرہ محسوس ہوا،تو اسے فوری طور پر اس جدید ٹرمینل سے تیز ترین جہاز میں سوار کروا کر کسی اہم دور یورپی یا امریکی شہر بھیج دیا جائے گا۔اِن شاء اللہ تعالیٰ آنے والا وقت ثابت کرے گا کہ یہودیوں کا یہ مقدّس مسیح کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اپنے بدترین انجام سے دوچار ہوگا اور اس کی مددگار شیطانی قوّتیں ناکام و نامراد ہوں گی۔

حضرت امّ شریک رضی اللہ عنہا نے عرض کیا،''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس وقت اہلِ عرب کہاں ہوں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا،''اس دن وہ کم ہوں گے اور تقریباً سبھی (عربی) بیت المقدّس میں ہوں گے۔ان کا امام ایک نیک آدمی ہوگا۔''(علمائے کرام فرماتے ہیں کہ وہ حضرت مہدی علیہ السلام ہوں گے)ان کا امام انھیں صبح کی نماز پڑھانے

کے لیے آگے بڑھے گا کہ اچانک اسی صبح حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام زمین پر اتریں گے۔ان کا امام الٹے پاؤں پیچھے ہٹے گا، تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو نماز پڑھائیں، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے کاندھوں کے درمیان (کمر پر) ہاتھ رکھ کر اس سے فرمائیں گے۔''آپ ہی نماز پڑھائیں، کیوں کہ اقامت آپ کے لیے کہی گئی ہے۔'' چناں چہ ان کا امام انھیں نماز پڑھائے گا۔ جب وہ فارغ ہوگا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔''دروازہ کھولو۔'' دروازہ کھولا جائے گا، تو آگے دَجّال موجود ہوگا۔اس کے ساتھ ستّر ہزار یہودی ہوں گے۔ ہر ایک کے پاس مزیّن تلوار اور سبز چادر ہوگی۔ جب دَجّال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا، تو اس طرح کرنے لگے گا، جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے، چناں چہ وہ فرار ہو جائے گا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے،''تو مجھ سے بھاگ کر میری ضرب سے بچ نہیں سکتا۔'' پھر آپ اسے لد شہر کے مشرقی دروازے پر جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔تب اللہ تعالیٰ یہودیوں کو شکست دے دے گا اور یہودیوں کے درخت، غرقد کے علاوہ اپنی پیدا کردہ ہر چیز کو بولنے کی طاقت عطا فرما دے گا، پھر یہودی جس چیز کی آڑ میں بھی چھپے گا، وہ چیز آواز لگائے گی''اے اللہ کے مسلمان بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، آ کر اسے قتل کر دے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''عیسیٰ ابنِ مریم علیہا السلام میری امّت میں انصاف کرنے والے جج اور عادل امام ہوں گے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا''جس مسلمان نے سورۃ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کر لیں۔ وہ دَجّال کے فتنے سے محفوظ کر لیا گیا۔'' (صحیح مسلم، 1883)۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جب تم تشہد سے فارغ ہو جاؤ، تو چار چیزوں سے پناہ مانگو، جہنّم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح دَجّال کے شر سے۔'' (صحیح مسلم، 1326)۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''آخری زمانے میں (ایسے) دَجّال (فریب کار) کذاب ہوں گے، جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے، جو تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباؤ اَجداد نے۔تم ان سے دور رہنا

(کہیں) وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔''(صحیح مسلم،16)۔

دَجّال کی حقیقت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ اس پر احادیث کی تعداد 430 ہے۔ دَجّال کے فقید المثال استقبال کی تیاریوں کے سلسلے میں یہودی دَجّالی قوتوں کے ہوش ربا اقدامات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ تمام تر اِنسانی اور شیطانی وسائل کے ساتھ دَجّال کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندۂ مومن کا سخت امتحان اور یہود و نصاریٰ کی آخری امید ہے۔ بادشاہت کے خواب کی تعبیر کے لیے دَجّالی یہودی قوتیں چودہ سو برس سے برسرِ پیکار ہیں۔ صلیبی جنگوں میں ذلت آمیز اور شرم ناک شکست نے یہود و نصاریٰ کے گٹھ جوڑ کو مزید جلا بخشی، انھیں اندازہ ہوگیا کہ تلوار کی نوک مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو ختم نہیں کرسکتی، چناں چہ شیطانی ہتھکنڈے اور دَجّالی داؤ پیچ آزمانے کا فیصلہ کیا گیا، جس کے بہت جلد حیران کن نتائج سامنے آئے۔ سازش، منافقت، جھوٹ، فریب، دھوکا، بدعہدی، وہ دَجّالی ہتھیار تھے، جنہوں نے بہت جلد امتِ مسلمہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسا کہ دنیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی ریاست اور تین برِّ اعظموں پر بادشاہت کرنے والی سلطنتِ عثمانیہ کا شیرازہ بکھرنا دَجّالی فتنے کی بہت بڑی کام یابی تھی۔ پھر مسلم ممالک میں کرپٹ، نا اہل بدعنوان اور لالچی حکم رانوں کے اقتدار نے کام مزید آسان کردیا۔ مال و متاع اور جاہ وحشم کی حرص و ہوس نے ان حکم رانوں کو یہود و نصاریٰ کا غلام بنا دیا ہے۔ مسلم ممالک کو آپس میں لڑانا، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا، سیاسی اور مسلکی اختلافات کو دشمنیوں میں تبدیل کرکے امت میں انتشار پیدا کرنا، مسلمانوں کے مالی، مادّی اور اِنسانی وسائل پر شب خون مارنا، معاشی معاملات کو سود دَر سود گردنوں تک جکڑ دینا، بااثر طبقے کی بڑی تعداد کو ڈالر کی چمک کے عوض خرید لینا، نوجوان نسل کو اچھی تعلیم، بہتر روزگار، پرامن ماحول اور پر تعیش زندگی کا تصور دے کر ان کی سوچ، ذہن اور صلاحیتوں کو اپنا غلام بنا لینا، مسلم ممالک میں امن وامان کی فضا اس حد تک خراب کردینا کہ باصلاحیت اور اہل افراد خود ملک چھوڑنے پر مجبور ہوجائیں۔ آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور یہودی مالیاتی اداروں کے ہاتھوں مسلمانوں کے مالیاتی، معاشی، سیاسی، سماجی، تجارتی اور کاروباری نظام کو گروی رکھ دینا۔ نیز، الیکٹرانک

میڈیا اور آرٹیفیشل انٹیلی جنس کے ذریعے فحاشی و عریانیت کے ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کی تہذیب و تمدّن اور دینی اقدار کو تباہ و برباد کر دینا، درحقیقت ان دجّالی قوّتوں ہی کا شاخسانہ ہے۔ (دجال المسیح از محمود میاں نجمی، مطبوعہ سنڈے میگزین (روزنامہ جنگ) 9 جولائی، 16 جولائی اور 23 جولائی 2023ء سے ماخوذ)

قادیانیوں کا محاسبہ

مکہ معظّمہ کے روزنامہ 'الندوۃ' نے مسئلہ قادیانیت پر سعودی عرب اور ممالک اسلامیہ کے ممتاز و مقتدر علماء کا ایک مشترکہ بیان جاری کیا ہے جس میں اس خیال کا اظہار کیا گیا ہے کہ قادیانیت اور یہودیت وصہیونیت کے درمیان خفیہ رابطے موجود ہیں۔ انہی رابطوں کی بنیاد پر اسرائیل میں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مرکز کام کر رہا ہے۔ یہ مشترکہ بیان روزنامہ 'الندوۃ' کی 16ء جون کی اشاعت میں شائع ہوا ہے اور مشترکہ بیان دینے والوں میں نائجیریا کے علماءِ دین الشیخ السید امین کتبنی، الشیخ حسن المشاط، الشیخ محمد نور سیف، الشیخ حسنین الخلوف، مفتی مصر السابق، الشیخ ابوبکر جرمی اور سعودی عرب کے علماء میں الشیخ محمد علوی المالکی، الشیخ اسماعیل زین، الشیخ محمود ندیم الطرازی اور الشیخ عبداللہ بن سعد وغیرہ شامل ہیں۔

مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ اسلام اور وحدت اسلامیہ کے خلاف قادیانیت برسرپیکار ہے۔ چونکہ مسلمان استعماری طاقت کی راہ میں ہمیشہ رکاوٹ رہے ہیں۔ اس لیے انگریزی استعمار نے قادیانیت کو پیدا کیا تا کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں میں اختلاف وافتراق پیدا کیا جائے اور مسلمانوں کا جذبہ جہاد کمزور کیا جائے۔ آج قادیانیت اور یہودیت و صہیونیت کے درمیان خفیہ اور گہرے مضبوط رابطے موجود ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر کے اسلامی قوت کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ اس غرض کے لیے مختلف عرب ممالک میں بھی قادیانیت کے مراکز کام کر رہے ہیں اور اسرائیل کے زیر قبضہ مصری، شامی اور اردنی علاقوں میں بھی قادیانیت کے مرکز قائم ہیں اور قادیانی اپنے اغراض ومقاصد کے لیے کروڑوں روپے صرف کر رہے ہیں۔

مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ حال ہی میں قادیانیوں نے اپنا مرکز افریقہ منتقل

کر لیا ہے اور افریقہ میں مسلمان مبلغین کی تعداد نا کافی ہے۔ اس لیے خدشہ ہے کہ قادیانیوں کا یہ مرکز افریقی مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو سکے گا۔ اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاریاں کرنی چاہئیں۔ ہم تمام اسلامی حکومتوں اور جماعتوں کو اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ قادیانیت کے زبردست خطرے کو پہچانیں اور اس کے مقابلے کا چیلنج قبول کریں۔ اس سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ تمام اسلامی حکومتیں پہلے تو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں نیز مسلمان ملکوں کی حدود میں اس گمراہ گروہ کو کام کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور قادیانیت کے خلاف جہاد کے لیے مکہ معظّمہ کو اہل اسلام کا ہیڈ کوارٹر بنایا جائے۔ (قادیانیت ہماری نظر میں از محمد متین خالد)

افغان پٹھان، مرزا قادیانی کی نظر میں

❑ ”دوسرے قرائن بھی صاف بتلا رہے ہیں کہ حقیقت میں یہ لوگ (افغان پٹھان) اسرائیلی ہیں۔ مثلاً کوہ سلیمان جو اول افغانوں کا مسکن تھا، خود یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس پہاڑ کا یہ نام اسرائیلی یادگار کے لحاظ سے رکھا گیا ہے۔

دوسرے ایک بڑا قرینہ یہ ہے کہ قلعہ خیبر جو افغانوں نے بنایا، کچھ شک نہیں کہ یہ خیبر کا نام بھی محض اسرائیلی یادگار کے لیے اس خیبر کے نام پر جو عرب میں ہے جہاں یہودی رہتے تھے، رکھا تھا۔

تیسرا قرینہ ایک یہ بھی ہے کہ افغانوں کی شکلیں بھی اسرائیلیوں سے بہت ملتی ہیں۔ اگر ایک جماعت یہودیوں کی، ایک افغانوں کی جماعت کے ساتھ کھڑی کی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کا منہ اور ان کا اونچا ناک اور چہرہ بیضاوی ایسا باہم مشابہ معلوم ہوگا کہ خود دل بول اٹھے گا کہ یہ لوگ ایک ہی خاندان میں سے ہیں۔

چوتھا قرینہ افغانوں کی پوشاک بھی ہے۔ افغانوں کے لیے لمبے کرتے اور جبے، یہ وہی وضع اور پیرایہ اسرائیلیوں کا ہے جس کا انجیل میں بھی ذکر ہے۔

پانچواں قرینہ ان کے وہ رسوم ہیں جو یہودیوں سے بہت ملتے ہیں۔ مثلاً ان کے بعض قبائل ناطہ اور نکاح میں کچھ چنداں فرق نہیں سمجھتے اور عورتیں اپنے منسوب سے بلا

تکلف ملتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے۔ مگر خوانین سرحدی کے بعض قبائل میں یہ مماثلت عورتوں کی اپنے منسوبوں سے حد سے زیادہ ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے جس کو برا نہیں مانتے بلکہ ہنسی ٹھٹھے میں بات کو ٹال دیتے ہیں کیونکہ یہود کی طرح یہ لوگ ناطہ کو ایک قسم کا نکاح ہی جانتے ہیں جس میں پہلے مہر بھی مقرر ہو جاتا ہے۔

چھٹا قرینہ افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے پر یہ ہے کہ افغانوں کا یہ بیان کہ قیس ہمارا مورث اعلیٰ ہے، ان کے بنی اسرائیل ہونے کی تائید کرتا ہے کیونکہ یہودیوں کی کتب مقدسہ میں سے جو کتاب پہلی تاریخ کے نام سے موسوم ہے، اس کے باب 9 آیت 36 میں قیس کا ذکر ہے اور وہ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ اس سے ہمیں پتہ ملتا ہے کہ یا تو اسی قیس کی اولاد میں سے کوئی دوسرا قیس ہوگا۔ جو مسلمان ہو گیا ہوگا اور یا یہ کہ مسلمان ہونے والے کا کوئی اور نام ہوگا اور وہ اس قیس کی اولاد میں سے ہوگا اور پھر بباعث خطا و حافظہ اس کا نام بھی قیس سمجھا گیا۔ بہر حال ایک ایسی قوم کے منہ سے قیس کا لفظ نکلنا جو کتب یہود سے بالکل بے خبر تھی اور محض ناخواندہ تھی۔ یقینی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ یہ قیس کا لفظ انہوں نے اپنے باپوں سے سنا تھا کہ ان کا مورث اعلیٰ ہے۔ پہلی تاریخ آیت 29 کی یہ عبارت ہے۔ ''اور میرے قیس پیدا ہوا اور قیس سے ساؤل پیدا ہوا اور ساؤل سے یہونتن۔''

ساتواں قرینہ اخلاقی حالتیں ہیں۔ جیسا کہ سرحدی افغانوں کی زود رنجی اور تلون مزاجی اور خود غرضی اور گردن کشی اور کج مزاجی اور کج روی اور دوسرے جذبات نفسانی اور خونی خیالات اور جاہل اور بے شعور ہونا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ یہ تمام صفات وہی ہیں جو توریت اور دوسرے صحیفوں میں اسرائیلی قوم کی لکھی گئی ہیں۔ اور اگر قرآن شریف کھول کر سورۂ بقرہ سے بنی اسرائیل کی صفات اور عادات اور اخلاق اور افعال پڑھنا شروع کرو تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا سرحدی افغانوں کی اخلاقی حالتیں بیان ہو رہی ہیں اور یہ رائے یہاں تک صاف ہے کہ اکثر انگریزوں نے بھی یہی خیال کیا ہے۔ برمیر نے جہاں یہ لکھا ہے کہ کشمیر

کے مسلمان کشمیری بھی دراصل بنی اسرائیل ہیں، وہاں بعض انگریزوں کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اوران تمام لوگوں کوان دس فرقوں میں سے ٹھہرایا ہے جومشرق میں گم ہیں جن کا اب اس زمانہ میں پتہ ملا ہے کہ وہ درحقیقت سب کے سب مسلمان ہوگئے ہیں۔ پھر جبکہ افغانوں کی قوم کے اسرائیلی ہونے میں اتنے قرائن موجود ہیں اور خود وہ تعامل کے طور پر اپنے باپ دادوں سے سنتے آئے ہیں کہ قوم اسرائیلی ہیں اور یہ باتیں ان کی قوم میں واقعات شہرت یافتہ ہیں تو سخت ناانصافی ہوگی کہ ہم محض تحکم کے طور سے ان کے ان بیانات سے انکار کریں، ذرا یہ تو سوچنا چاہیے کہ ان کے دلائل کے مقابلہ پر ہمارے ہاتھ میں انکار کی کیا دلیل ہے؟ یہ ایک قانونی مسئلہ ہے کہ ہر ایک پرانی دستاویز جو چالیس برس سے زیادہ کی ہو، وہ اپنی صحت کا آپ ثبوت ہوتی ہے۔ پھر جبکہ صدہا سال سے دوسری قوموں کی طرح جو اپنی اپنی اصلیت بیان کرتی ہیں، افغان لوگ اپنی اصلیت قوم اسرائیل قرار دیتے ہیں تو ہم کیوں جھگڑا کریں اور کیا وجہ کہ ہم قبول نہ کریں؟ یاد رہے کہ یہ ایک دو کا بیان نہیں، یہ ایک قوم کا بیان ہے جو لاکھوں انسانوں کا مجموعہ ہے اور پشت بعد پشت کے گواہی دیتے چلے آئے ہیں۔ اب جبکہ یہ بات فیصلہ پا چکی کہ تمام افغان درحقیقت بنی اسرائیل ہیں............تاریخ سے ثابت ہے کہ افغانوں کا عروج جو بنی اسرائیل ہیں، شہاب الدین غوری کے وقت سے شروع ہوا اور جب بہلول لودی افغان تخت نشین ہوا۔ تب ہندوستان میں عام طور پر افغانوں کی امارت اور حکومت کی بنیاد پڑی اور یہ افغان بادشاہ یعنی بہلول بہت حریص تھا کہ ہندوستان میں افغانوں کی حکومت اور امارت پھیلا دے اور ان کو صاحب املاک اور جاگیر کرے۔ اس لیے اس نے اپنی سلطنت میں جوق جوق افغان طلب کر کے ان کو عہدے اور حکومت اور بڑے بڑے املاک عطا کیے اور جب تک کہ ہندوستان کی سلطنت بہلول اور شیر شاہ افغان سوری کے خاندان میں رہی، تب تک افغانوں کی آبادی اور ان کی دولت اور طاقت بڑی ترقی میں رہی، یہاں تک کہ یہ لوگ امارت اور حکومت میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے۔ افغانوں کی سلطنت اور اقبال اور دولت کے تصور کے وقت احمد شاہ ابدالی سدوزئی کے اقبال پر بھی ایک نظر ڈالنی چاہیے۔ جو افغانوں میں سے ایک زبردست بادشاہ

ہوا ہے اور پھر تیمور شاہ سدوزئی اور شاہ زمان اور شجاع الملک اور شاہ محمود اور امیر دوست محمد خان اور امیر شیر علی خان ہوئے اور اب بھی والی ملک کابل افغان ہے جو اس ملک کا بادشاہ کہلاتا ہے یعنی امیر عبدالرحمٰن۔

ان تمام واقعات سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کو جو دوبارہ آزادی اور شوکت اور سلطنت کا وعدہ دیا گیا تھا، وہ ان کے مسلمان ہونے کے بعد آخر پورا ہوگیا۔ اس سے توریت کی سچائی پر ایک قوی دلیل پیدا ہوتی ہے کیونکہ توریت کے وہ تمام وعدے بڑی قوت اور شان کے ساتھ انجام کار پورے ہوگئے"۔(ایام الصلح صفحہ 73 تا 77 مندرجہ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 299 تا 303 (حاشیہ) از مرزا قادیانی)، (ثبوت حاضر ہیں جلد 4 از محمد متین خالد)

اسرائیلی فوج میں قادیانی

قادیانی مذہب کے عجیب وغریب مذہبی دیومالا اور الجھے ہوئے معتقدات پر حال ہی میں حکومت پاکستان نے جونئی پابندیاں لگائی ہیں، اس پر پورے عالم اسلام میں اطمینان کا سانس لیا گیا۔ مختلف مسلمان ملکوں میں پاکستان کے عوام اور حکومت کے ان نئے اقدامات پر بڑے جوش وخروش کا مظاہرہ کیا گیا اور اسے پورے عالم اسلام میں سراہا جا رہا ہے۔ پہلا فوری ردعمل یہاں مقبوضہ فلسطین میں ہوا، جہاں سے مسلمانوں نے حکومت پاکستان کے نام تار کے ذریعے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس کا مطالبہ کیا ہے کہ اسرائیل میں قادیانی مشن کی پراسرار سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لیا جائے۔ افریقی ممالک میں اسلام کے نام پر ارتداد پھیلانے کا جو کام یہ کلٹ (Cult) کر رہا ہے، اس کا ازالہ کیا جائے اور حکومت پاکستان اپنے سرکاری اداروں اور سفارت خانوں سے اس مذہب کے لوگوں کو پاک کرے۔ کیونکہ اس طرح پاکستان کا نام داغدار ہو رہا ہے اور یہ لوگ پاکستان کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ مزید برآں مقبوضہ فلسطین میں الخلیل کے شہر کے بعض سربرآوردہ مسلمانوں نے اس کا انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل کے فوجی اداروں میں کئی سو قادیانی کام کر رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں کچھ قادیانی زائر، کوسٹاریکا اور اٹلی کے پاسپورٹ پر اسرائیل پہنچے ہیں۔ یاد رہے کہ لندن، روم، نیویارک، لکمبرگ، کوپن ہیگن میں

اسرائیلی سفارت خانوں اور قادیانی مراکز کے درمیان باقاعدہ رابطہ موجود ہے۔ یہاں الخلیل شہر کے بعض سربرآوردہ حضرات نے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ اب قادیانی انتقامی کارروائی کے لیے زیرزمین مدد یہودیوں سے لیں گے جبکہ ان کی زیرزمین کارروائیاں کچھ عرصہ سے بہت تیز ہوگئی ہیں۔ پاکستان کے لیے آئندہ دس بارہ ماہ سخت آزمائش کے ہوں گے جس میں یہ گروہ ہر اس تخریبی عمل کے ساتھ متحرک تعاون کرے گا، جو پاکستان میں بدامنی، افراتفری اور انتشار کو فروغ دے۔ اسرائیلی پارلیمنٹ میں اسرائیلی دوستوں کی تمام تصاویر لگی ہیں، جن میں قادیانی مذہب اور بہائی مذہب کے سربراہوں کی تصاویر بھی ہیں۔ اسرائیل میں قادیانی مشن اور قادیان (ہندوستان) کے درمیان براہ راست رابطہ موجود ہے اور وفود آتے اور جاتے ہیں۔ مقبوضہ فلسطین کے مسلمانوں نے پاکستان کے مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ پورے ہوش کے ساتھ آپس میں یگانگت و اتحاد قائم کریں اور تفرقہ، انتشار اور افراتفری سے اجتناب کریں۔ پاکستان اور اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ قومی وحدت اور مکمل اتحاد ہی سے کیا جاسکتا ہے''۔ (روزنامہ ''مشرق'' کوئٹہ **14** جنوری **1986**ء)

پاکستان کے راز اسرائیل کیسے پہنچے اور اصل مجرم کون؟

واشنگٹن پوسٹ کی ایک اشاعت میں انکشاف کیا گیا ہے کہ امریکی بحریہ میں اعلیٰ عہدے پر فائز جوناتھن جے پولارڈ کو **1985**ء میں اسرائیل کے لیے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ واشنگٹن پوسٹ نے پولارڈ کے مقدمے سے اچھی طرح واقف ایک ذریعے کے حوالے سے بتایا ہے کہ پولارڈ نے اسرائیل کو پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی تمام تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور اسلام آباد کے قریب واقع ایٹمی تنصیبات کی مصنوعی سیاروں کے ذریعے لی گئی تصاویر بھی فراہم کی ہیں۔ اطلاعات کے مطابق پولارڈ نے اسرائیل کو جو معلومات فراہم کی ہیں، ان میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام اور پاکستان کو ملنے والی امریکی امداد کی تفصیلات کے علاوہ تیونس میں پی ایل او کے صدر دفتر میں موجود تمام انتظامات شامل ہیں اور ان ہی معلومات کی بنیاد پر اسرائیل نے یکم اکتوبر **1985**ء میں تیونس میں پی ایل او کے صدر دفتر کو بآسانی نشانہ بنایا تھا''۔ (روزنامہ ''آغاز'' کراچی **26** فروری **1987**ء)

یہودیوں کے عالم اسلام خصوصاً پاکستان کے متعلق جو عزائم ہیں، وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ جب اسرائیل نے عراق کی ایٹمی تنصیبات پر اچانک حملہ کر کے اسے تباہ کیا تو اس وقت کے اخبارات میں اسرائیل کی یہ دھمکی شائع ہوئی تھی کہ وہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات بھی تباہ کر دے گا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کے عوام ہر آڑے وقت میں عربوں کے ساتھ رہے ہیں۔ انہوں نے جس قسم کی بھی امداد طلب کی، پاکستان نے کوئی پس و پیش نہیں کیا۔ اس لیے پاکستان، یہودیوں کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتا رہتا ہے۔

یہ ہمارے ملک کی بدقسمتی یا حکمرانوں کی بے بسی ہے کہ جب کوئی ملک دھمکیاں دیتا ہے یا ہمارے وطن عزیز کے بارے میں غلط خیالات کا اظہار کرتا ہے تو واویلا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو جی فلاں یہ کہہ رہا ہے لیکن ہماری آستینوں میں جو زہریلے سانپ چھپے ہوئے ہیں، ان سے ہم قطعی طور پر غافل ہیں۔ اسی غفلت کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ایٹمی پروگرام سے متعلق اہم راز دشمن کے پاس پہنچ چکے ہیں۔

قادیانی جماعت کے آنجہانی پیشوا مرزا ناصر نے کہا تھا کہ میرے اور ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے کئی شاگرد کہوٹہ کے ایٹمی پلانٹ میں کام کر رہے ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو پاکستان کا کوئی راز، راز رہ ہی نہیں سکتا۔ ادھر کوئی منصوبہ بنا، ادھر اسرائیل پہنچ گیا۔ کیونکہ ربوہ اور تل ابیب میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ وہاں کے ہزاروں قادیانی اسرائیل میں نہ صرف موجود ہیں، بلکہ فوج میں بھرتی ہو کر یہودیوں کا حق نمک ادا کر رہے ہیں۔ اس تعلق کے علاوہ قادیانیوں کے پیشوا کے مطابق اسرائیلی اور مرزائیوں میں خونی رشتہ قائم ہے۔ وہ مغل برلاس تھا لیکن اس نے یہودیوں سے محبت و مودت کا رشتہ استوار کرنے کے لیے کہا کہ وہ نصف فاطمی اور نصف اسرائیلی ہے۔ (یعنی آدھا مسلمان اور آدھا یہودی حالانکہ وہ پورا یہودی تھا اس لیے کہ ان کا آلہ کار تھا) اسی خونی رشتہ کی وجہ سے قادیانی یہودیوں کی ملازمت اور ان کی خدمت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس سے بڑی خدمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ پاکستان کے راز اسرائیل کے پاس پہنچا دیئے گئے ہیں۔

کوئی جاسوس خواہ کتنا ہی بڑا تعلیم یافتہ اور اپنے فن میں ماہر کیوں نہ ہو، وہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اسے ایسے افراد میسر نہ آ جائیں جو اس ملک کے مخالف اور دشمن ہوں۔ مذکورہ بالا اسرائیلی جاسوس، جس نے پاکستان کی ایٹمی تنصیبات سے متعلق تمام معلومات اسرائیل کو فراہم کی ہیں، انہیں فراہم کرنے میں ان قادیانی ملازمین کا ہاتھ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو بقول آنجہانی مرزا ناصر کے کہوٹہ کے ایٹمی پلانٹ اور دوسرے حساس ترین عہدوں پر فائز ہیں اور حکمران ان کو برطرف کرنے کے بجائے پال رہے ہیں۔ وہ ہمارا کھاتے ہیں اور ہمارے ہی ملک کی جڑیں کھوکھلی کررہے ہیں۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کی حقیقت کو صرف ایک جملہ میں بیان کر دیا کہ ''قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے'' اسی لیے ڈاکٹر صاحب نے فتنہ قادیانیت کی حقیقت پالینے کے بعد یہ مطالبہ کیا تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس مطالبہ کی بنیاد پر امت مسلمہ نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جو **1974**ء میں قومی اسمبلی کے ذریعے پورا ہوا۔ اس کے بعد **1984**ء میں ایک آرڈیننس کے ذریعے انہیں اسلامی اصطلاحات اور شعائر اسلامی کے استعمال سے روک دیا گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ غیر مسلم قرار پا جانے کے بعد بھی ہمارے کچھ مسلمان افسروں کی بے غیرتی یا بے حسی کی وجہ سے وہ اب بھی اپنے آپ کو اصلی مسلمان اور باقی مسلمانوں کو سرکاری مسلمان کہہ رہے ہیں اور اسلامی اصطلاحات و اسلامی شعائر کا استعمال کر رہے ہیں۔ بہرحال ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے قادیانیت کے متعلق جو کچھ کہا تھا، وہ بالکل صحیح تھا کہ قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے''۔ (ہفت روزہ ''وجود'' کراچی 8 دسمبر **1991**ء)

پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل کا سفر ممکن نہیں، پاکستان سیاح کیسے پہنچ گئے؟

پاکستانی سیاحوں کے ایک گروپ کے اچانک اسرائیل پہنچ جانے اور وہاں یروشلم کے مہنگے ترین ہوٹل ''ہلٹن'' میں قیام کی خبر پر دارالحکومت کے سیاسی اور بعض سفارتی حلقوں میں خاصی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ بعض اسلامی ممالک کے سفارت کاروں نے اس خبر پر حیرت کا اظہار کیا ہے۔ اگرچہ پاکستان کی وزارت خارجہ نے اس سلسلے میں کسی ردعمل کا

اظہار نہیں کیا ہے۔تاہم پاکستان کے بعض سیاسی حلقے اس بات پر حیرت کا اظہار کر رہے ہیں کہ یہ پاکستانی کس طرح یروشلم پہنچ گئے کیونکہ حکومت پاکستان کی طرف سے جاری کیے گئے سرکاری پاسپورٹ میں اسرائیل وہ واحد ملک ہے، جس کا اندراج نہیں ہوتا اور اس پاسپورٹ پر اسرائیل تک سفر کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ان حلقوں کا خیال ہے کہ یہ پاکستانی کسی دوسرے ملک کے شہری ہو سکتے ہیں اور ان کے پاس کسی یورپی ملک کے پاسپورٹ ہوں گے جن کی بنیاد پر وہ یروشلم پہنچے ہیں۔بعض باخبر حلقوں کا خیال ہے کہ یروشلم جانے والے یہ پاکستانی احمدی بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ احمدیوں کی بڑی تعداد پہلے بھی اسرائیل میں موجود ہے۔(روزنامہ ''نوائے وقت'' ملتان، 20 ستمبر 1992ء)

مقبوضہ کشمیر میں اسرائیل سے کمانڈوز کی آمد......وہ یہودی ہیں یا قادیانی؟

مقبوضہ کشمیر میں حزب المجاہدین کے کمانڈر انچیف سید صلاح الدین نے کہا ہے کہ بھارتی حکومت ایک مدت سے اسرائیلی کمانڈوز کو مجاہدین کے خلاف استعمال کر رہی ہے اور 6 لاکھ بھارتی فوج کے ہمراہ اسرائیل کی خفیہ ایجنسی ''موساد'' کے کمانڈوز بھی سرگرم عمل ہیں۔انہوں نے کہا کہ بھارت میں کشمیر میں جہاد کی تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لیے اسرائیل سے 300 کمانڈوز منگوائے گئے ہیں جو سرینگر میں گورنر ہاؤس میں مقیم ہیں۔ مجاہدین کے ہاتھوں 6 اسرائیلیوں کے اغواء کے بعد ان کی حفاظت کے انتظامات سخت کر دیئے گئے ہیں۔اس دوران ایجنسی افغان پریس کی گزشتہ برس کی یہ خبر صحیح ثابت ہوئی ہے کہ قابض بھارتی حکام نے کشمیری حریت پسندوں کو کچلنے کے لیے اسرائیلی مشیروں اور کمانڈوز کی خدمات حاصل کر لی ہیں اور انہیں سرینگر کے نواح میں ''ٹورسٹ ہٹس'' میں ٹھہرایا ہوا ہے۔بدھ کی رات جھیل ڈل میں کشمیری مجاہدین اور اسرائیلی کمانڈوز میں تصادم سے ایجنسی افغان پریس کی خبر کی تصدیق ہوگئی۔ یہ اسرائیلی اور مشیر اور کمانڈوز گزشتہ برس جون میں سابق گورنر جگ موہن کے آخری دنوں میں سرینگر پہنچے تھے۔اسرائیلی مشیروں کی تعداد 36 ہے اور ان کا بھارت کے ''بلیک کیٹ'' کمانڈوز سے گہرا رابطہ ہے۔اسرائیلی مشیروں کے

قابض انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں اور گورنر سے مشاورتی اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔ انہیں فلسطین کے تجربے کے حوالے سے مسلم حریت پسندوں کو ختم کرنے والے ماہرین کے طور پر بلایا گیا ہے۔(روزنامہ ''جنگ'' کراچی، 29 جون 1991ء)

اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے وزارت خارجہ حکومت پاکستان کے ترجمان نے کہا کہ ''مقبوضہ کشمیر کی موجودہ صورت حال میں وہاں اتنی بڑی تعداد میں اسرائیلی سیاحوں کی مبینہ موجودگی کوئی گٹھ جوڑ ہی معلوم ہوتی ہے۔ وادی میں اسرائیلی کمانڈوز کی موجودگی کے بارے میں یہاں رسمی بریفنگ کے دوران ایک سوال پر ترجمان نے کہا ہے کہ میں اس معاملہ سے متعلق میڈیا رپورٹوں پر کوئی تبصرہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ تاہم کوئی بھی شخص مشکل ہی سے اس پر یقین کرے گا کہ اتنی بڑی تعداد میں اسرائیلی سیاح محض وہاں کشمیر کے حسین مناظر کی سیر وتفریح کے لیے گئے تھے۔ ہم ان رپورٹوں پر تجزیہ کر رہے ہیں اور اخباری رپورٹوں کے بارے میں حقائق جمع کر رہے ہیں۔ اس کا بغور جائزہ لینے کے بعد ہی کوئی ردعمل سامنے آئے گا۔ واضح رہے کہ پریس رپورٹوں کے مطابق ان اسرائیلی کمانڈوز کے مقبوضہ کشمیر جانے کا مقصد بھارتی حکومت کی اعانت اور تعاون سے کہوٹہ میں پاکستانی کی ایٹمی تنصیبات کو حملہ کا نشانہ بنانا تھا''۔(روزنامہ ''جسارت'' کراچی 29 جون 1991ء)

اسرائیلی کمانڈوز کی مقبوضہ کشمیر میں آمد پر جمعیۃ علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

''بھارت پاکستان کے ایٹمی کہوٹہ کی تباہی کے لیے یہودیوں سے گٹھ جوڑ کر چکا ہے، جس کا واضح ثبوت سرینگر میں کشمیری حریت پسندوں کے ہاتھوں یرغمالی بنائے جانے والے اسرائیلی کمانڈوز ہیں، جنہوں نے کہوٹہ پلانٹ کو تباہ کرنے کے لیے آلات نصب کر دیے تھے۔ کراچی پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اسرائیلی کمانڈوز کو بروقت کشمیری حریت پسندوں نے یرغمالی بنا کر یہودیوں اور ہندوؤں کی اس سازش کو ناکام بنا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیری حریت پسندوں کے اس اقدام نے نہ صرف کہوٹہ پلانٹ کو تباہی سے بچا لیا، بلکہ پاکستان کو بھی تحفظ فراہم کیا ہے۔ علامہ

نورانی نے کہا کہ ان حالات میں جب کہ کشمیر میں اپریل 1990ء سے غیر ملکی باشندوں کے جانے پر پابندی عائد ہو، اتنی بڑی تعداد میں سیاح کس طرح جاسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ دراصل سیاح نہیں بلکہ اسرائیلی کمانڈوز تھے، جن کی خدمات امریکہ نے بھارت کے تعاون سے حاصل کیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو امریکی امداد سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا کیونکہ یہ ایڈ نہیں بلکہ ایڈز ہے۔ امریکہ خلیج کی جنگ کے بعد عالمی غنڈہ گرد بن کر ابھرا ہے۔ وہ عراق کے بعد اب پاکستان سے نمٹے گا۔ مولانا نورانی نے امریکہ سے سوال کیا کہ وہ جنوبی افریقہ اور اسرائیل سے ان کے ایٹمی پروگراموں کے بارے میں کیوں دریافت نہیں کرتا؟ اسے صرف پاکستان کے جوہری پروگرام کی کیوں فکر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل 1986ء سے کہوٹہ پلانٹ کو تباہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ سرینگر سے قبل سری لنکا میں بھی یہودیوں کی دہشت گرد تنظیم نے کہوٹہ تباہ کرنے کے لیے اڈہ قائم کیا تھا۔ تاہم یہ کوشش بھی ناکام ہوئی''۔ (روزنامہ ''امن'' کراچی 3 جون 1991ء)

مقبوضہ کشمیر میں اسرائیلی کمانڈوز کی آمد کے بارے میں آپ نے خبر پڑھی اور ساتھ ہی وزارت خارجہ کے ترجمان اور علامہ شاہ احمد نورانی کا بیان بھی ملاحظہ فرما لیا۔ تبصروں میں اصل حقائق کو پیش نہیں کیا۔ اصلی حقیقت یہ ہے کہ جو پی ایل او کے سربراہ نے مس بے نظیر بھٹو کو کہا تھا کہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو اصل خطرہ اپنوں سے ہے، گویا اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ اپنے کون ہیں۔ لیکن ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں اور اب بھی واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں کہ وہ قادیانی ہیں، جن کا امریکہ سرپرست ہے اور جو اسرائیلی فوج میں کثیر تعداد میں موجود ہیں جبکہ ان کا مشن بھی وہاں موجود ہے۔ حالانکہ کسی اور تنظیم حتیٰ کہ عیسائیوں کو بھی وہاں مشن کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس سے یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہے کہ قادیانیوں کے یہودیوں سے گہرے مراسم ہیں یا صاف اور واضح لفظوں میں قادیانی یہودیوں کے جاسوس اور ایجنٹ ہیں۔ دوسری طرف بھارت میں قادیانیوں کا مرکز ہے، اس لحاظ سے ان کے ہندوؤں سے گہرے مراسم ہیں۔

بھارت پاکستان پر دو حملے کر چکا ہے۔ 1971ء کی جنگ میں مشرقی پاکستان پر

بھارت نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں پاکستان دولخت ہوگیا۔ سرحدوں پر بھارت پاکستان کو نقصان پہنچانے میں مصروف تھا جبکہ اندرونی طور پر قادیانی خصوصاً مسٹر ایم ایم احمد بھارت کی وکالت کر رہا تھا۔ پاکستان کو دولخت کرنے میں جس طرح بھارت کا ہاتھ ہے، اسی طرح قادیانیوں کا بھی ہے۔ اب باقی ماندہ پاکستان کے بارے میں بھی ان کے عزائم خطرناک نظر آتے ہیں اور وہ اپنے سرپرست امریکہ کے اشارے پر ملک کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں۔ (ہفت روزہ ''وجود'' کراچی 25 اگست 1989ء)

کہوٹہ پر حملے کے لیے قادیانی، بھارت، اسرائیل مشترکہ منصوبہ

اسرائیلی فضائیہ کے طیارے بھارتی تعاون سے کہوٹہ کی ایٹمی تنصیبات پر حملے کے لیے پاکستانی سرحدوں کے قریب پہنچ چکے تھے لیکن پرواز شروع کرنے کے بعد اس انکشاف کے بعد کہ آئی ایس آئی کو اسرائیل اور بھارت کے اس مشترکہ ناپاک مشن کا پتہ چل چکا ہے اور ان حملہ آوروں کو فضا میں ہی تباہ کرنے کے لیے تیار ہے، ان طیاروں کو واپس بلا لیا گیا۔ یہ دعویٰ ہفت روزہ ''تکبیر'' میں شائع شدہ ایک رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد نے جنوبی بھارت میں ایک ڈمی کہوٹہ بنوایا۔ جس پر حملے کی تربیت بھارتی اور اسرائیلی ایک ساتھ حاصل کرتے رہے۔ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف سرگرمیوں کے ضمن میں موساد کے اعلیٰ عہدیدار بغیر کسی اعلان کے بھارت آتے اور بھارتی خفیہ حکام کے ساتھ بریفنگ کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔

رپورٹ میں انکشاف کیا گیا کہ کہوٹہ پر فضائی حملے کے لیے موساد نے ہوابازوں اور سراغ رساں ماہرین کا جو گروپ تیار کیا، اس کی قیادت ایک پاکستانی کے ہاتھ میں تھی۔ موساد نے اس پاکستانی کو جس کے پاکستان میں پتے کے بارے میں حکام خاموش ہیں، یورپ کے ایک ملک میں ایک لڑکی کے ساتھ پکڑا اور اسے بلیک میل کر کے اس مشن کے لیے تیار کیا۔ اس سے پہلے عراق کے ایٹمی ری ایکٹر پر حملے کی قیادت کے لیے بھی ''موساد'' نے ایک عراقی ہواباز کو استعمال کیا تھا۔ ایسے معرکوں کے لیے حکمت عملی یہ اپنائی گئی ہے کہ حملہ آور ہوائی جہازوں کا ایک ہواباز اپنے ٹارگٹ کی زباں اور لہجے میں بات کرتا ہے۔ اس

طرح ٹارگٹ، ملک کی فضائیہ اور زمینی عملے کو یہ شبہ نہیں ہوتا کہ کوئی اجنبی اس کی حدود میں گھس آیا ہے یا گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس طرح مکمل طور پر حیران کر دینے کا عنصر موجود رہتا ہے۔ عراق پر اسرائیلی فضائی حملے کی تفصیلات، پاکستان کے سراغرساں اداروں کے پاس موجود ہے۔ اسرائیلیوں نے اس آپریشن کو آپریشن بیبیلون (Babylon) کا نام دیا تھا۔ اس حملے میں حملہ آور طیاروں کی ترتیب یہ تھی کہ ایف 15 اور ایف 16 طیارے اکٹھے کیے گئے تھے اور یہ حملہ غروب آفتاب کے وقت کیا جانا تھا۔ جنگی ماہرین کی زبان میں ٹائپ آف اٹیک یہ تھا کہ طیارے بہت نیچی پرواز کرتے ہوئے اپنے ہدف تک پہنچیں گے۔

رپورٹ کے مطابق موساد نے کہوٹہ پر فضائی حملے کا جو منصوبہ بنایا تھا، اس میں بھی حملے کا وقت غروب آفتاب رکھا اور طیاروں کی ترتیب بھی عراقی ایٹمی ری ایکٹر پر حملے جیسی تھی۔ ایف 15 اور ایف 16 طیاروں کے ذریعے عراق کے ایٹمی مرکز اور کہوٹہ پر حملے کے اسرائیلی منصوبے میں فرق یہ تھا کہ کہوٹہ کے لیے انہوں نے ایک پاکستانی کو قابو کیا اور تل ابیب میں اس کی تربیت کی۔ اسے آزمانے کی غرض سے پہلے ایک عرب ملک میں ایک مشن پر پاسپورٹ پر پاکستان آیا، اس نے اپنے ذرائع سے پاکستانی سرحد عبور کی اور فیروز پور سے ''را'' نے اسے طیارے کے ذریعے بھارت میں اس مقام پر پہنچایا، جہاں امریکی پاسپورٹ پر سفر کرنے والے ''موساد'' کے ایک اعلیٰ افسر نے اس کی بریفنگ کی۔ تاہم جس وقت وہ ان سرگرمیوں میں مصروف تھا، پاکستانی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کو پورے اسرائیلی منصوبے کا علم ہو چکا تھا۔ اسے بغیر کسی مزاحمت کے اپنے مشن پر آگے بڑھنے دیا گیا۔ 1987ء میں جب اسرائیلی طیاروں نے اس پاکستانی پائلٹ کی قیادت میں بھارت کے ایک ہوائی اڈے سے پرواز کی تو پاکستانی فضائیہ اور دوسرے ادارے اس حملے کو ناکام بنانے کے لیے تیار تھے۔ اسرائیلیوں پر یہ انکشاف پرواز شروع کرنے کے بعد ہوا اور انہوں نے پاکستانی سرحدوں کے قریب پہنچ کر اپنا رخ بدل لیا۔ اس طرح ''موساد'' بڑی عرق ریزی اور محنت سے تیار کردہ منصوبے کے باوجود آئی ایس آئی کے سامنے ہار گئی۔

''ہفت روزہ'' کی رپورٹ کے مطابق ''موساد'' کی کشمیر میں سرگرمیاں تیز تر ہو

گئی ہیں اور کشمیر موساد کی خصوصی ایجنسی کا مرکز بن چکا ہے۔ کہوٹہ کی تباہی موساد کی ترجیح نمبر دو تھی۔ ''موساد'' کا اصل مقصد بھارتی حکام کو ان طریقوں سے آگاہ کرنا تھا، جن کو بروئے کار لا کر مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی کو اس طرح دبایا جا سکتا تھا۔ جس طرح اسرائیلیوں نے مقبوضہ مغربی کنارے اور غزوہ کی پٹی میں فلسطینی عوامی تحریک ''انتفاضہ'' کو ختم کر دیا تھا پاکستان میں ایجنٹوں کا حصول اسرائیل کے لیے مشکل نہیں۔ پاکستانی قادیانیوں کا ایک مرکز حیفا میں موجود ہے اور یہودیوں اور قادیانیوں کے مقاصد مشترکہ ہیں۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں اسلحہ اور بعض آلات کی سمگلنگ میں بعض سابق فوجی افسر بھی شامل ہیں۔ جن کا تعلق قادیانی گروپ سے ہے۔ کہوٹہ کے سلسلے میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ کہوٹہ کی اطلاع عام ہونے سے بھی پہلے ''موساد'' کہوٹہ کی تلاش میں ہے اور جس اسرائیلی ایجنٹ نے پاکستانی حکام کو خاص قاتل کیمیائی مادوں کے بارے میں اطلاع دی تھی، وہ بھی کہوٹہ مشن پر ہی تھا۔ یاد رہے پاکستانی حکام نے جاسوسی کے کم از کم تین کیس ایسے پکڑے جن میں اقوام متحدہ کے عہدیدار ملوث تھے اور مذکورہ بالا ایجنٹ بھی انہی اسرائیلی ایجنٹوں میں سے ایک تھا۔ (روزنامہ ''پاکستان'' لاہور 10 ستمبر 1991ء)

پاکستان کے جوہری پروگرام کے خلاف ہندو یہود کی سازش

ایک ممتاز عصری جریدے نے اپنے جنوبی ایشیا کے نمائندے جناب رافت یحییٰ کے حوالے سے اس سازش پر سے تفصیل کے ساتھ پردہ اٹھایا ہے، جو پاکستان کے کہوٹہ پلانٹ کو تباہ کرنے کے لیے پاکستان کے دو دشمنوں بھارت اور اسرائیل نے مل کر تیار کی تھی اور جس کے مطابق گزشتہ جولائی میں اس پر عمل ہونا تھا لیکن کشمیری حریت پسندوں کے ہاتھوں مقبوضہ کشمیر میں بعض اسرائیلی کمانڈوز کی گرفتاری کی وجہ سے اس سازش پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ اسرائیلی کمانڈوز کی گرفتاری کے بعد جو معلومات ملی ہیں، ان کے مطابق ان کمانڈوز کو یہ کام سونپا گیا تھا کہ کہوٹہ کے آس پاس پاکستان کے فوجی طیاروں کی نقل و حرکت کا مکمل سراغ لگائیں اور ایسے انتہائی پیچیدہ آلات کہوٹہ کے قریب ترین علاقے میں چوری چھپے نصب کر دیں، جو پاکستان کے ریڈار اور مواصلات کے نظام کو ناکارہ بنا دیں۔

منصوبے کا اگلا مرحلہ یہ تھا کہ ساٹھ سے زیادہ کمانڈوز کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے پاکستان کے جوہری منصوبے کے قریب ترین مقام پر اتار دیا جائے گا۔ان کے ذمے حسب ذیل کام ہوں گے۔

1- کہوٹہ کے سکیورٹی گارڈز کا خاتمہ کر کے ان سے نجات حاصل کی جائے۔

2- علاقے میں فضائی تحفظ کے نظام کو مفلوج کر دیا جائے۔

3- ری ایکٹر کے قریب انتہائی طاقتور بم اور دھماکہ خیز مواد نصب کر دیئے جائیں۔

مصری جریدے کی رپورٹ کے مطابق 1981ء میں جب اسرائیل،عراقی ری ایکٹر کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو بھارت اور اس کے درمیان، پاکستان کی جوہری استعداد کی تباہی کی کوششوں میں قریبی ارتباط پیدا ہو گیا۔ بھارت اپنے طور پر کہوٹہ کو (خاکم بدہن) تباہ کرنے کی کوشش اسرائیل کے تعاون سے کرنا چاہتا تھا، کیونکہ متعدد وجوہات کی بناء پر ان دونوں میں سے کوئی ایک مجوزہ منصوبے پر عمل کرنے کی استعداد نہ رکھتا تھا۔ اسرائیل کہوٹہ سے اس قدر دور تھا کہ ہندوستان کی سہولتوں سے فائدہ اٹھائے بغیر اس کے لیے موثر کارروائی کرنا ممکن نہ تھا۔خود ہندوستان اول تو کماحقہ وہ فنی اور تکنیکی مہارت نہ رکھتا تھا جو پیش نظر مقصد کے لیے درکار تھی اور ثانیاً وہ پاکستان کی جوابی کارروائی سے بھی خوف زدہ تھا۔اس لیے پاکستان کے ان دونوں دشمنوں نے طویل صلح مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ مل کر مشترکہ طور پر کوئی کارروائی کی جائے۔ ہندوستان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اگر اسرائیل کے اشتراک سے کوئی اقدام کیا جائے گا تو اس پر کہوٹہ کی تباہی کا الزام قطعیت سے عائد کرنا آسان نہیں رہے گا۔ ہندوستان کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ اگر تنہا وہ پاکستان کی جوہری تنصیبات کو نقصان پہنچانے کا ذمہ دار گردانا گیا تو عالم عرب اور عالم اسلام میں اس کا انتہائی شدید ردعمل ہوگا اور اس کے لیے مسلمان دنیا سے خوشگوار روابط برقرار رکھنا ممکن نہیں رہے گا۔

جریدے کے نمائندے نے اسرائیلی خفیہ ایجنسی ''موساد'' کے ایک کارندے اور ایجنٹ کی ایک کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے، جس میں وہ صاف کہتا ہے کہ انہوں نے پاکستان کے جوہری ری ایکٹر کی مجوزہ تباہی کے پورے منصوبے کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا اور

1984ء میں بعض ہندوستانی جوہری سائنس دانوں کو اسرائیل مدعو کیا گیا تھا تاکہ کہوٹہ پر حملے کی پوری منصوبہ بندی کی جاسکے۔ ''موساد'' کے ایجنٹ آسٹروسکی نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ اسرائیلی ماہرین نے ہندوستانی کمانڈوز کو کہوٹہ کے پلانٹ پر حملے کے لیے مکمل تربیت بھی دی تھی۔ جریدے کے نمائندے رافت یحییٰ نے ایک اور کتاب کے حوالے سے یہ انکشاف کیا ہے کہ امریکی یہودی جوناتھن پولارڈ نے جسے 1985ء میں اسرائیل کے لیے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا، پاکستان کے جوہری پروگرام کے بارے میں امریکی خفیہ معلومات اسرائیل کی خفیہ ایجنسی ''موساد'' کو فراہم کی تھی اور انہی کی بنیاد پر اسرائیلی وزیراعظم بیگن نے مسلمان جوہری سائنس دانوں کے قتل کے ایک منصوبے کی ذاتی طور پر نگرانی کی تھی اور اس منصوبے کے ایک حصے کے طور پر مصری جوہری سائنس دان ڈاکٹر المشاد کو پیرس میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح وزیراعظم شمیر بھی مسلمان جوہری سائنس دانوں کو ختم کرنے کے ایک منصوبے کی نگرانی کر رہے ہیں اور اس میں پاکستان کے ممتاز جوہری سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کے قتل کا پروگرام بھی شامل ہے۔ اخباری نمائندے کا کہنا ہے کہ پاکستان کے جوہری استعداد کو نقصان پہنچنے کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلمان دنیا کے پاس جو بچی کھچی جوہری استعداد ہے، وہ بھی ختم ہو جائے گا اور ایک طرف اسرائیل اور دوسری طرف بھارت جوہری طاقتوں کے طور پر ابھریں گے۔ اس طرح پاکستان ایک سیاسی قوت کے طور پر منظر سے ہٹ جائے گا اور یہی اس وقت انتہا پسند ہندو عناصر کا اصل ہدف ہے۔

مصری جریدے کی یہ رپورٹ کسی انکشاف کی حیثیت نہیں رکھتی لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کے جوہری پروگرام کے خلاف ہندو و یہود کی سازش ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جو آہستہ آہستہ ساری دنیا کے علم میں آتی جارہی ہے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ حکومت پاکستان اور اس کے متعلقہ ادارے بھی پوری صورتحال سے بخوبی آگاہ ہوں گے اور نہ صرف انہیں ان خطرات کا بھرپور احساس ہوگا جو دشمنوں کی سازشیں ہمارے لیے پیدا کر رہی ہیں اور مزید پیدا کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں بلکہ وہ ان کا توڑ کرنے کے لیے تمام

امکانی تدابیر اختیار کر چکے ہوں گے۔

(معروف صحافی ارشاد احمد حقانی کا کالم مطبوعہ روزنامہ ''جنگ'' لاہور 14 ستمبر 1991ء)

کہوٹہ پر حملہ کی خبریں

اس عنوان سے نیر زیدی نمائندہ خصوصی ''روزنامہ جنگ'' مقیم واشنگٹن لکھتے ہیں:

''میں ستمبر 1984ء میں جب اسلام آباد گیا تو بھارتی حملے کی افواہ گرم تھی۔ افواہ کیا تھی بلکہ یقین تھا کہ بھارت کہوٹہ پر حملہ کر سکتا ہے۔ میں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں سے ملنے گیا، وہ تھکے ہوئے سے لگ رہے تھے۔ ان کی آنکھیں سرخ تھیں۔ میں نے پوچھا کہ قبلہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ رات بھر یہ ہوتا ہے کہ سرحد پار جب بھارتی طیارے اُڑتے ہیں اور ہمارے ریڈار پر ان کی علامت ملتی ہے تو ہم سب الرٹ ہو جاتے ہیں، اس کے بعد سو نہیں سکتے''۔ (روزنامہ ''جنگ'' لاہور 13 جنوری 1992ء)

کہوٹہ میں تباہی پھیلانے کی کوشش ناکام

''ایک حساس صوبائی ایجنسی کی رپورٹ پر کہوٹہ کے حساس علاقے کے قریب واقع ایک دکان سے بھاری مقدار میں خطرناک دھماکہ خیز مواد برآمد کر لیا گیا۔ اس طرح تباہی پھیلانے کی سازش ناکام بنا دی گئی۔ صوبائی ایجنسی نے اسسٹنٹ کمشنر کہوٹہ کو اطلاع دی کہ کہوٹہ کے علاقہ پنجاڑ میں کریانہ کی ایک دکان میں بھاری مقدار میں دھماکہ خیز مواد اور بارود موجود ہے۔ اس اطلاع پر کہوٹہ پولیس کے ہمراہ چھاپہ مارا گیا اور عبدالغفور کی دکان سے 25 کلوگرام بارود، 21 ایکسپ اوسو باکس، 15 میٹر سیفٹی فیوز اور دو درجن ڈیٹونیٹر برآمد کر لیے گئے۔ دکان کا مالک عبدالغفور فرار ہو گیا جبکہ اس کے بیٹے زیفور احمد کو گرفتار کر لیا گیا۔ دونوں کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔ کہوٹہ سے حساس علاقہ میں خطرناک بارود اور دھماکہ خیز مواد کی اتنی بڑی مقدار میں برآمدگی کے بعد خفیہ ایجنسیوں اور پولیس حکام نے یہ تحقیقات شروع کر دی ہے کہ اس دکان میں دھماکہ خیز مواد ذخیرہ کرنے کا مقصد کیا تھا اور یہ دھماکہ خیز مواد کہاں سے لایا گیا اور کیا اس دھندے میں کوئی دہشت گرد یا تخریب کار تو ملوث نہیں، ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر پولیس نے تفتیش شروع کر دی ہے''۔ (روزنامہ ''جنگ'' لاہور 7 فروری 1992ء)

کہوٹہ ایٹمی پلانٹ کے قریب اسرائیلی جاسوسہ گرفتار

''حساس اداروں نے پاکستان کے حساس ترین ایٹمی علاقے کہوٹہ کے قریبی مضافات میں غیر معمولی کارروائی کرتے ہوئے درمیانی عمر کی ایک اسرائیلی جاسوسہ کو گرفتار کرنے کے بعد آئی ایس آئی اور آئی بی حکام کے حوالہ کر دیا ہے اور ذمہ دار ذرائع سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق یہ کارروائی قریباً آٹھ دن پہلے اتوار کے روز اس وقت کی گئی جب مذکورہ اسرائیلی جاسوسہ کو مشکوک حالت میں کہوٹہ ایٹمی پراجیکٹ کے قریب گاؤں میں پھرتے ہوئے دیکھا گیا جس کے فوراً بعد حساس اداروں نے کارروائی کرتے ہوئے اس اسرائیلی جاسوسہ کو گرفتار کر لیا۔ ذمہ دار ذرائع نے مزید بتایا کہ یہ اسرائیلی جاسوسہ بظاہر سنسکرت بولتی ہے تاہم وہ اردو سمیت اکثر زبانیں جانتی ہے اور اسے کافی عرصہ سے کہوٹہ کے گرد و نواح میں دیکھا جا رہا تھا۔ اسرائیلی جاسوسہ کے بارے میں مزید بتایا گیا ہے کہ ان نواحی علاقوں کی دیہاتی عورتوں جیسا لباس پہنتی تھی اور مضافاتی علاقوں کے لوگوں کے مطابق وہ کئی دفعہ یہاں دیکھی جا چکی ہے۔ ان ذمہ دار ذرائع کے مطابق یہ واقعہ پیش آنے کے فوراً بعد کہوٹہ کے اردگرد تمام علاقوں میں انتہائی زبردست حفاظتی انتظامات کیے گئے جبکہ حفاظتی نکتہ نگاہ سے بھاری تعداد میں پاک فوج کے کمانڈوز تعینات کر دیئے گئے۔ ان ذرائع نے مزید بتایا کہ اس واقعہ کے بعد اردگرد کے علاقوں میں موجود حساس اداروں کو ریڈ الرٹ کر دیا گیا ہے۔ شام کے وقت اندھیرا پھیلنے کے فوراً بعد کہوٹہ ایٹمی پلانٹ اور اردگرد کے علاقوں میں بجلی کا بلیک آؤٹ کر دیا جاتا ہے۔ ان ذمہ دار ذرائع نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ منصوبہ کے مطابق اسرائیلی جاسوسہ نے اردگرد کہوٹہ کی مکمل رپورٹ تیار کرنے کے بعد اسے بھارت اور اسرائیل کے حساس اداروں کے حوالہ کرنا تھا، جس کے بعد کہوٹہ کے قریب کشمیر سے ملنے والی پہاڑیوں کے درمیان اور اسرائیل نے مشترکہ کمانڈوز ایکشن کرتے ہوئے ان علاقوں میں پیراٹروپرز گرانے تھے جس کے بعد کہوٹہ کو تباہ کرنے کی مکروہ سازش کی جاتی۔ ان ذرائع کے مطابق اگر یہ منصوبہ ناکام ہو جاتا تو دوسرے منصوبے کے تحت بھارتی اور اسرائیلی جنگی جہازوں نے پیراشوٹ بم گرا کر کہوٹہ ایٹمی پراجیکٹ کو نقصان پہنچانا تھا۔ تاہم

اس اسرائیلی جاسوسہ کی گرفتاری سے یہ منصوبہ ناکام بنا دیا گیا۔ان ذمہ دار ذرائع نے مزید بتایا کہ اسرائیلی جاسوسہ اس وقت حساس اداروں کی تفتیشی سیلوں میں ہے، جہاں اس سے مزید پوچھ گچھ کی جارہی ہے''۔(روزنامہ''جنگ''لاہور 14اکتوبر 1992ء)

پاکستان میں شمسی توانائی کے منصوبے ناکام بنانے کی سازش کا انکشاف

''حد درجہ ذمہ دار ذرائع نے پاکستان میں شمسی توانائی کے منصوبے کو ناکام بنانے کی ایک سازش کا انکشاف کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اس سازش میں کئی ملکی اور غیر ملکی عناصر شامل ہیں۔معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان سارے معاملات کا جائزہ لے رہی ہے اور عنقریب ہی سنسنی خیز انکشافات کی توقع ہے۔ذرائع کے مطابق اس سازش میں مرکزی کردار ایک ہندو اور ایک قادیانی خاتون سائنس دان نے ادا کیا ہے۔پاکستان کے خلاف اس عالمی سازش کا ابتدائی انکشاف اسلام آباد میں پاکستان ایٹمی توانائی کمیشن کے سائنس دانوں کے ایک اجتماع میں اس وقت ہوا جب ایک وزیر مملکت کی موجودگی میں پاکستان کے ایک ممتاز سائنس دان نے اس سکینڈل کا ایک واضح اشارہ دیا۔اسلام آباد میں وزیر مملکت سردار آصف احمد علی کی صدارت میں پاکستان نیوکلیئر سوسائٹی کا اجلاس جاری تھا کہ ممتاز سائنس دان ڈاکٹر عتیق مفتی اپنی نشست پر کھڑے ہوگئے اور انھوں نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا کہ 84 کروڑ ڈالر کی اس سازش پر بھی غور کیا جائے جو سی آئی اے کے ایک لیٹر پر ایکفیک کمپنی کو توانائی کے شعبہ میں ایک ٹھیکہ دینے سے شروع ہوئی اور یہ سازش بھی ایک ہندو نے ترتیب دی تھی۔وفاقی وزارت سائنس و ٹیکنالوجی کے سب سے زیادہ سینئر سائنس دان ڈاکٹر عتیق مفتی کے اس سوال پر اجلاس میں سناٹا چھا گیا۔تاہم کسی نے ان کے اس سوال کا جواب نہیں دیا، بعد ازاں نمائندہ جنگ نے اس اہم سائنس دان سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے کہا کہ بہتر ہے کہ اس معاملے پر میری زبان نہ کھلوایئے۔میں نے ایک لفظ بھی آپ کو بتایا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے، مجھے منظر سے ہٹانے کے لیے مجھ پر پہلے ہی دو حملے کیے جاچکے ہیں۔مجھے ابھی خاموش رہنے دیجیے، ان الفاظ کے ساتھ سابق ڈائریکٹر جنرل نیشنل انسٹیٹیوٹ آف سلیکون ٹیکنالوجی اور موجودہ ممبر پاکستان سائنس فاؤنڈیشن ڈاکٹر عتیق مفتی

کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے اور وہ اچانک کانفرنس ہال سے غائب ہو گئے۔ عالمی شہرت یافتہ سائنس دان اور حکومت پاکستان کے گریڈ 21 کے یہ افسر پاکستان کے ساتھ ہونے والی اس واردات کی مزید تفصیلات بتانے سے انکاری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں بہت جلد صدر مملکت غلام اسحاق خان کو ایک تفصیلی خط میں توانائی کے شعبہ میں پاکستان کے خلاف ہونے والی اس سازش سے پردہ اٹھاؤں گا۔ اس اہم قومی معاملے پر جنگ کی آزادانہ تحقیق کے نتیجے میں سنسنی خیز انکشافات ہوئے ہیں۔ حد درجہ ذمہ دار ذرائع نے بتایا ہے کہ نیشنل انسٹیٹیوٹ آف سلیکون ٹیکنالوجی (این آئی ایس ٹی) کے ذریعہ پاکستان میں سولر سیلوں اور فوٹو وولٹک سیلوں میں تجارتی پیمانے پر تیاری کو روکنے کی جس سازش کا ڈراپ سین اب سامنے آیا ہے، اس کا آغاز ایک عشرہ پہلے ایک عالمی اجارہ دار ملک کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اب ان عالمی اجارہ داروں کے مقاصد پورے ہو گئے ہیں۔ اب این آئی ایس ٹی کی تمام مشینیں اور سائنسی آلات تقریباً بے کار ہو گئے ہیں، اور پاکستان، شمسی توانائی کی ٹیکنالوجی سے محروم ہو گیا ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ 1993ء میں اقوام متحدہ کے فنڈز کے ذریعہ سلیکون ٹیکنالوجی کے لیے تعمیر ہونے والی ایک عظیم الشان بلڈنگ کا افتتاح اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے کرنا تھا مگر مبینہ طور پر وزارت سائنس کے اعلیٰ افسروں نے ڈیڑھ کروڑ روپے خورد برد کر لیے اور اس متعلقہ سائنس دان پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ نامکمل بلڈنگ کو مکمل قرار دینے کا سرٹیفکیٹ جاری کریں۔ سائنس دان کے انکار پر اسے مختلف نوعیت کی انتظامی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ تاہم پاکستانی سائنس دانوں نے سلیکون ٹیکنالوجی سے متعلق اقوام متحدہ کے مالی تعاون سے کام جاری رکھا اور سولر سیل بنانے کے پیچیدہ طریقہ کار کو دس سے بارہ گنا آسان بناتے ہوئے، پاکستان میں عالمی منڈی کے مقابلے میں 30 فیصدی کم اخراجات سے سولر سیل بنا کر دکھا دیئے۔ یہ سائنس دان نیشنل انسٹیٹیوٹ آف سلیکون ٹیکنالوجی قائم کرنے کے لیے اقوام متحدہ کی امداد سے پہلے اپنے گھروں سے میز کرسیاں اٹھا لائے اور مانگ تانگ کر لیبارٹری قائم کی مگر پاکستانی سائنس دانوں کی ان کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے سابق صدر ضیاء الحق کے دور کے آخری دنوں سے ملک کے اندر اور باہر

سازشوں پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا جواب بھی جاری ہے۔ امریکہ میں مقیم ایک خاتون ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز نے اعلیٰ ترین پاکستانی حکام کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ اس خاتون کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق قادیانی مذہب سے ہے۔ امریکہ میں ورجینا پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ کی سربراہ اس خاتون نے پاکستانی حکام کے سامنے ایک اسلامی یونیورسٹی کے قیام کا ارادہ ظاہر کیا اور بتایا کہ وہ پاکستان میں سلیکون ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے کروڑوں ڈالر کی سرمایہ کاری لائے گی۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز کو پاکستان میں پہلی مرتبہ نتھیا گلی میں ہونے والی ایک پاکستان سائنس کانفرنس میں ممتاز سائنس دان پروفیسر عبدالسلام اور ایٹمی توانائی کمیشن کے سابق چیئرمین منیر احمد نے پاکستانی سائنس دانوں سے متعارف کرایا تھا۔

ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز نے پاکستان آتے ہی سیاست دانوں اور اعلیٰ افسروں میں اپنے منصوبے کا جال پھیلا دیا۔ یہ خاتون سلیکون ٹیکنالوجی کے ممتاز ماہر ڈاکٹر عتیق مفتی کے گھر بھی گئیں اور ان کی اہلیہ کو ایک لاکھ روپے ماہانہ کے عوض اپنے ادارے کے بورڈ آف گورنرز میں خدمات سرانجام دینے کی پیشکش کی۔ ذرائع سے بتایا کہ ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز اپنے ساتھ دو امریکی ماہرین کو بھی پاکستان لے آئی۔ یہ خاتون حکومت پاکستان کے ساتھ 76 کروڑ روپے کے ایک ایسے منصوبے کو حتمی شکل دینے لگی ہے جس پر عملدرآمد کے بعد حکومت پاکستان سلیکون ٹیکنالوجی یا دیگر متعلقہ شعبہ میں، پاکستان میں ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز کے گروپ کے علاوہ کسی دوسرے کو کام نہیں کرنے دے گی۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ اس خاتون کے ایماء پر پاکستان میں بینکرز کنسورشیم قائم کر دیا گیا۔ اس خاتون نے حکومت پاکستان کو یقین دہانی بھی کرائی کہ وہ پاکستان میں تجارتی پیمانے پر سولر سیل بنائے گی اور سرکاری سطح پر سولر سیل کی تیاری کا کام ختم کر دیا جائے گا۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ پاکستان کے تین اہم سائنس دانوں نے اس خاتون کے منصوبے کی مخالفت کی اور یہ موقف اختیار کیا کہ اس طرح پاکستان میں مقامی سطح پر سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی کا عمل رک جائے گا مگر کسی نے ایک نہ سنی۔ جب اس خاتون نے پاکستان میں سائنس وٹیکنالوجی کے فروغ کا سرکاری عمل رکوا دیا

تو امریکہ میں اس خاتون کو ایک فراڈ کے کیس میں گرفتار کرلیا گیا۔ تاہم اس وقت تک پاکستان کے سرکاری اداروں میں اس سلسلے میں سائنسی تحقیق کا عمل رک کر رہ گیا تھا۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ مقامی سطح پر سولر سیلوں کی تیاری کے منصوبے کو سبوتاژ کرنے کے سلسلے میں ایک اہم کارروائی سابق وزیراعظم کے دور میں بھی ہوئی جبکہ کمار نامی ایک ہندو، ایک عرب شہزادے کا منیجر بن کر پاکستان آیا اور اس نے اعلیٰ ترین پاکستانی حکام کو سولر سیل کے سلسلے میں یہ تجویز پیش کی کہ وہ **300** میگاواٹ کے سولر سیل درآمد کرکے پاکستان لائے گا۔ اس مقصد کے لیے ایناٹاک نامی ایک کمپنی کو متعارف کرایا گیا اور اس کمپنی نے بہت سے پاکستانی افسروں کے بیرون ملک دورے کرائے اور سولر سیل درآمد کرنے کے لیے لیٹر آف انٹینٹ کے حصول کے لیے راہ ہموار کرلی۔ یہ فرم پاکستان ایٹمی توانائی کمیشن کے ایک سابق ملازم کو بھی بطور معاون اپنے ساتھ پاکستان لائی تھی۔ کمپنی نے حکومت پاکستان کے ساتھ کاغذوں پر یہ معاملہ کیا کہ چھ سال کے لیے **840** ملین ڈالر کا قرضہ اس کمپنی کو عالمی ذرائع سے دلایا جائے گا۔ اس کمپنی نے پاکستان میں سولر سیل بنانے کی ایک فیکٹری قائم کرنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ اس پیشکش کے بعد مقامی سطح پر سولر سیل بنانے کے لیے کوشش کرنے والے پاکستانی سائنس دانوں کے ساتھ زیادتیاں شروع ہوگئیں۔ نیشنل انسٹیٹیوٹ آف سلیکون ٹیکنالوجی کے اس وقت کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر عتیق مفتی کو کھلے الفاظ میں کہا گیا کہ اگر آپ نے سولر سیل بنانے کی کوشش کی تو ہم آپ کو دنیا کے لیے عبرتناک مثال بنادیں گے۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ کمار نامی ہندو سعودی شہزادے کے منیجر کے طور پر حکومت پاکستان کے افسروں کو سولر سیل کی فیکٹری کے قیام کا جھانسہ دیتے ہوئے اور بعدازاں جب اس کمپنی کو **10** میگاواٹ کے سولر سیل بنانے کے فیزبلٹی رپورٹ پیش کرنے کو کہا تو وہ کمپنی انکار کرکے واپس چلی گئی۔ ذرائع نے بتایا کہ عالمی اجارہ دار ایک ہندو کے ذریعہ پاکستان میں سولر سیل کے منصوبوں کو سبوتاژ کرنا چاہتے تھے۔ وہ اپنا کام سرانجام دے کر چلے گئے۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ پاکستان میں سلیکون ٹیکنالوجی کے ماہر ڈاکٹر عتیق مفتی ان دنوں اسلام آباد کی پاکستان سائنس فاؤنڈیشن کے ایک گوشے میں

بیٹھے ہیں۔ سائنس دانوں کی برادری میں انہیں شہید سائنس دان قرار دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو درجنوں عالمی فورموں میں شرکت کے دعوت نامے ملتے ہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ انہیں عالمی کانفرنسوں میں شرکت سے روکنے کی تدابیر کی جاتی ہیں۔ پاکستان میں شمسی توانائی کے منصوبوں کو سبوتاژ کرنے کے سلسلے میں ہونے والی عالمی سازشوں سے متعلق مزید سنسنی خیز انکشافات کی توقع ہے''۔ (روزنامہ ''جنگ'' لاہور 11 ستمبر 1992ء)

قادیانی جاسوسوں کی گرفتاری

روزنامہ ''خبریں'' لاہور مورخہ 5 جولائی 1995ء کی خبر کے مطابق خفیہ ایجنسی نے کمپیوٹر کے ادارے کے مالک اور اس کے ملازمین کو پاکستان کے اہم راز یہود و ہنود کو پہنچانے کے جرم میں گرفتار کر لیا۔ ادارے کا مالک آسٹریلوی نژاد ہے اور یہ سب لوگ قادیانی ہیں۔ پوری خبر اس طرح ہے:

''اسلام آباد (نیوز ڈیسک) ایف آئی اے نے مبینہ طور پر پاکستان کے ایٹمی اور دیگر خفیہ راز بھارت اور اسرائیل کو پہنچانے والے کمپیوٹر ایکسپرٹ ڈاکٹر مبشر احمد کو گرفتار کر کے اس کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے، جبکہ ایف آئی آر سربمہر کر دی گئی ہے۔ فرنٹیئر پوسٹ کی رپورٹ کے مطابق اسلام آباد کے بلیو ایریا میں میڈیا لنک کے نام سے واقع ایک کمپیوٹر فرم کا مالک ڈاکٹر مبشر احمد، جسے آسٹریلیا کی شہرت حاصل ہے، کو اپنے بھتیجے قاسم محمود کے ساتھ ایئر پورٹ جاتے ہوئے پچھلے مہینے کی 11 تاریخ کو ایف آئی اے نے گرفتار کیا تھا۔ ڈاکٹر مبشر قادیانی ہے اور اس کے دوستوں نے بتایا کہ اسے گرفتاری سے دس روز قبل ہی خفیہ والوں نے غائب کر دیا تھا جبکہ اس کے تین قادیانی ملازموں کو بھی تین ماہ قبل گرفتار کیا گیا تھا۔ اخبار نے یہ بھی لکھا ہے کہ میڈیا لنک کے توسط سے ڈاکٹر مبشر ملک کے حساس اداروں اور ایٹمی انرجی پلانٹ میں کمپیوٹرز کی تنصیب اور دیگر امور کی آڑ میں خفیہ طور پر معلومات حاصل کر کے دشمن ممالک کو فراہم کرتا تھا، جس کے انکشاف پر اسے فوری طور پر گرفتار کر لیا گیا۔ اس سلسلے میں اس کی آسٹریلوی شہرت رکھنے والی بیوی ساندرا احمد بھی اس کی خاطر خواہ مدد و معاونت کرتی تھی اور یہ سب رابطے وہ اپنی میوزک اکیڈمی کی آڑ میں کرتی

تھی۔ڈاکٹر مبشر کے دوستوں نے بتایا کہ خفیہ ایجنسی کی تحویل میں ڈاکٹر کو دل کا دورہ پڑا تو وہ اسے ایک فرضی نام سے ہسپتال لے آئے، جس پر اس کے گھر والوں کو اس کی ہسپتال میں علاج کی اطلاع دی گئی۔انہوں نے کوہسار تھانے میں ڈاکٹر کی گمشدگی کی اطلاع کر رکھی تھی۔اس کی بیوی نے جب آسٹریلوی سفارت خانے سے رابطہ کیا تو انہوں نے بھی مقدمے کے فیصلے تک پیشرفت کا اظہار نہیں کیا۔

قادیانی گروہ اول روز سے اسلام اور مسلمان کے دشمن کافروں کی وفاداری کا نہ صرف علی الاعلان اعتراف کرتا ہے بلکہ اس کو باعث افتخار سمجھتا رہا ہے۔مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزی حکومت سے غیر مشروط وفاداری کے اعلان کے ساتھ اپنے خاندان کی ان خدمات کا برملا اعتراف کیا ہے، جو 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانان برصغیر کے خلاف انگریزوں کی مدد کے لیے انجام دیں۔ان خدمات میں پچاس گھوڑے مع مسلح سواروں کے ساتھ پیش کرنے کے ساتھ مسلمانوں کی مخبری کی خدمت بھی شامل تھیں۔گویا مسلمان دشمنی کے ساتھ جاسوسی کا عمل قادیانی گروہ کے خمیر میں شامل چلا آ رہا ہے۔غالباً اسی بناء پر شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ”قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں“۔قیام پاکستان کے بعد سر ظفر اللہ قادیانی کو بعض حکومتی مجبوریوں کے سبب وزیر خارجہ مقرر کرنا پڑا تو اس نے بیرون ملک پاکستانی سفارت خانوں کو قادیانیت کی اشاعت کے مراکز بنانے کی پوری کوشش کی اور اندرون ملک، وزارت خارجہ کے محکموں میں قادیانیوں کی بھر مار کر دی۔

اسرائیل، مغربی سامراج کی زیر نگرانی عالم اسلام کے لیے ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔کسی غیر یہودی تنظیم کو وہاں اپنا مرکز قائم کرنے اور مشنری کام کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن یہ ایک تاریخی اور واقعاتی حقیقت ہے کہ قیام پاکستان کے وقت بھی اسرائیل میں قادیانی مشن باقاعدہ مصروف عمل تھا بلکہ اسرائیلی حکومت کی اسے پوری مدد حاصل تھی اور بعد میں اس مشن کے روابط، ربوہ اور قادیان دونوں قادیانی مراکز سے کوئی راز کی بات نہیں رہی۔حال ہی میں قومی ڈائجسٹ میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں سعودی گزٹ مورخہ یکم اپریل 1994ء کے حوالے سے یہ خبر دی گئی ہے۔”1986ء میں اسرائیل کے

وزیراعظم اسحاق شامیر (Yilzhak Shamir) نے قادیانی مشن کے مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک ملین (دس لاکھ) امریکی ڈالر کی رقم دی تھی''۔

روس کے اشتراک وتعاون اور انگریزوں کی مدد سے لندن سے سیٹلائٹ اور دنیا بھر میں ڈش انٹینا کے ذریعہ قادیانیت کی تشہیر کے لیے ''احمد یہ مسلم ٹیلیویژن'' کے نام سے نشریاتی ادارہ قائم کیا گیا ہے، جو مختلف زبانوں میں قادیانیت کی تبلیغ کرتا ہے اور اس میں مرزا طاہر قادیانی کے خطبے اور بیانات بھی نشر کیے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں قادیانیوں کو سرکاری سرپرستی میں ملک کے گوشے گوشے میں قادیانیت کی تبلیغ کے لیے سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔قومی ڈائجسٹ کی رپورٹ کے مطابق سری نگر سے مدارس اور بمبئی سے کلکتہ تک کوئی قابل ذکر شہر ایسا نہ ہوگا، جس میں قادیانیوں کے سینٹر قائم نہ کیے گئے ہوں اور یہ سینٹر خصوصیت سے ان ہی علاقوں میں قائم ہوئے ہیں، جہاں مسلمانوں کی اکثریت آباد ہوتی ہے۔ 1988ء میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن کے موقعہ پر مشرقی پنجاب میں شورش اور بدامنی کا طوفان برپا تھا اور علاقہ میں غیر ملکیوں کا داخلہ ممنوع تھا لیکن دنیا بھر کے قادیانیوں کو حکومت نے خصوصی اجازت دے دی تھی۔

ان اشارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہود و ہنود کے ساتھ قادیانیوں کی کیسی رشتہ داری ہے اور دنیا کی یہ دونوں قومیں نسلی افتخار کی دعویدار ہیں۔ پھر یہود کے ہاتھ میں اس وقت دنیا کی سیاسی باگ دوڑ بھی ہے اور مشرق ومغرب کی کوئی حکومت ان کے اشاروں کے بغیر نہیں چل سکتی۔اس پس منظر میں یہود و ہنود کی بین الاقوامی سطح پر قادیانی گروہ پر نوازشات کی بارش ہر ذی فہم کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ قادیانی گروہ ان اقوام عالم کا آلہ کار ہے اور ان اقوام کے اثر سے نکلنے کے لیے مسلمان جو اقدام اور راستہ اختیار کرنے کی سوچتے ہیں، اس کی مخبری اور جاسوسی کرکے مسلمانوں کو ناکام بنا دینے کی پالیسی قادیانیوں کا بنیادی مقصد ہے''۔

(اداریہ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی، جلد 16، شمارہ 6 تا 7، 7 تا 20 جولائی 1995ء)

کہوٹہ پلانٹ سے ایٹمی راز چوری کرنے کی اسرائیلی سازش

''کہوٹہ پلانٹ سے ایٹمی راز چوری کرنے کی سازش اس وقت ناکام بنا دی گئی

جب اسرائیل کی انٹیلی جنس ''موساد'' کے لیے کام کرنے والی ایک مبینہ جاسوسہ نے اپنے شوہر کے ذریعے پاکستان اٹامک انرجی کے کمپیوٹروں کے جدید نظام کی تنصیب کرتے وقت فلاپی پر اہم معلومات منتقل کر دیں۔ باخبر ذرائع کے مطابق انٹر سروسز انٹیلی جنس نے ایٹمی راز چوری کرنے کے اس منصوبے کو نا کام بنا کر ایک کمپیوٹر انجینئر گرفتار کر لیا جبکہ اس کے ساتھ اس سازش میں شامل مزید تین افراد گرفتار کیے گئے۔ مذکورہ کمپیوٹر انجینئر ایک ''غیر مسلم قادیانی'' ڈاکٹر بتایا گیا ہے جبکہ اس کی بیوی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اس کی غیر ملکی افراد سے روابط تھے۔ آئی ایس آئی نے تحقیقات کے بعد عدالتی کارروائی کے لیے کیس ایف آئی اے کے سپیشل تحقیقاتی یونٹ کے حوالے کر دیا ہے جس نے پنڈی میں سپیشل جج سے ملزموں کا ریمانڈ حاصل کر لیا ہے۔ اس ضمن میں اہم انکشافات متوقع ہیں۔ ذرائع کے مطابق اسرائیل کی طرف سے پاکستان کے ایٹمی راز چوری کرنے کی یہ پہلی کوشش نہ تھی۔ اس سے قبل بھی کہوٹہ پلانٹ میں کام کرنے والے بعض سائنس دانوں کو بلیک میل کر کے اہم راز چوری کرنے کی کوشش کی گئی۔ ذرائع کے مطابق ایک شخص کراچی کے ایٹمی پاور پلانٹ اور کہوٹہ سے انتہائی اہم معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہ سازش اس وقت نا کام ہو گئی جب اس کی ایک عزیزہ کو اس راز کا علم ہو گیا اور وہ ذہنی دباؤ کے باعث بیمار ہو گئی۔ ماہر نفسیات نے حساس اداروں کو آگاہ کیا کہ اس خاتون کے پاس کوئی بہت بڑا راز ہے۔ اس طرح اس خاتون نے ایٹمی راز چوری کرنے کی سازش کے بارے میں حساس اداروں کو آگاہ کیا''۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور **10** اگست **1995**ء)

شیزان کا بائیکاٹ، چند شبہات کا ازالہ

علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا: ''قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔'' قادیانیوں کے ایسے ہی کفریہ عقائد وعزائم اور علامہ اقبالؒ کے مذکورہ قول کی روشنی میں پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں **7** ستمبر **1974**ء کو قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس کے بعد **26** اپریل **1984**ء کو صدر پاکستان جنرل ضیاالحق نے تعزیرات پاکستان میں نئ

دفعات 298 بی اور 298 سی کا اضافہ کرتے ہوئے قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے غلط استعمال اور اپنے مذہب (قادیانیت) کی تبلیغ سے روک دیا۔ بعدازاں پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں نے بھی حکومت کے ان فیصلوں کی توثیق کرتے ہوئے نہ صرف قادیانیوں کو اپنے کفریہ عقائد کی تبلیغ وتشہیر سے منع کر دیا بلکہ اس کی خلاف ورزی پر سخت سزا بھی مقرر کی۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اس قانون کے نفاذ سے پہلے شیزان بیکرز اور ریسٹورنٹس میں جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی کی ایک بڑی تصویر آویزاں ہوتی تھی۔ جس کے نیچے جلی حروف میں ''بفیضانِ نظر حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام'' لکھا ہوتا تھا (نعوذ باللہ)۔ امتناع قادیانیت قانون کے نفاذ کے بعد تمام بیکرز اور ریسٹورنٹس سے یہ تصویر ہٹا دی گئی لیکن شیزان کمپنی بند روڈ لاہور کے اندر واقع جنرل منیجر کے دفتر میں آج بھی یہ تصویر آویزاں ہے جو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

شیزان کمپنی کا مالک معروف متعصب اور جنونی قادیانی شاہنواز تھا جس نے اپنی کمپنی کا نام شیزان اپنے ذاتی نام شاہنواز چوہدری کے حروف سے نکال کر بنایا تھا۔ 1990ء میں جب شیزان کمپنی کا مالک چوہدری شاہ نواز مرا تو قادیانی اخبار ''روزنامہ الفضل'' نے اس کی موت پر جو تعریفی کلمات کہے، وہ ہر قادیانی نواز کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں: قادیانی روزنامہ ''الفضل'' لکھتا ہے۔

''احباب جماعت کو نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ مکرم چوہدری شاہ نواز صاحب 23 مارچ 1990ء کی شب لاہور میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔ آپ کی عمر 85 برس تھی۔ محترم چوہدری شاہ نواز صاحب جماعت احمدیہ کے مخیرّ اور مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے احباب میں سے تھے۔ آپ کو روسی زبان میں ترجمہ وطباعت قرآن کریم کا سارا خرچ ادا کرنے کی بھی توفیق ملی۔ چنانچہ مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ نے جلسہ سالانہ 1983ء کے دوسرے روز 27 دسمبر کو خطاب فرماتے ہوئے محترم چوہدری شاہ نواز صاحب کا ذکر فرمایا۔

''روسی زبان میں ہم ابھی تک ترجمہ قرآن شائع نہیں کر سکے تھے، اس کے اخراجات بھی بہت زیادہ اٹھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے محترم چوہدری شاہ نواز صاحب کے دل میں یہ تحریک ڈالی، انہوں نے کہا کہ وہ روسی زبان میں ترجمہ ونظر ثانی کے سارے اخراجات ادا کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں مزید نیکی کی توفیق دی......ایک نیکی دوسری نیکی کو جنم دیتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں روسی زبان میں قرآن کریم کی طباعت کے بھی سارے اخراجات ادا کروں گا''۔ (روزنامہ الفضل 14 جنوری 1984ء)

اسی طرح خطاب جلسہ سالانہ لندن 1987ء کے موقع پر فرمایا ''مکرم چوہدری شاہ نواز صاحب کو رشین قرآن کریم کا خرچ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔'' حضور نے مزید فرمایا:

''جاپانی زبان کے متعلق چوہدری شاہ نواز صاحب کے بچوں نے اپنے باپ کے علاوہ یہ پیش کش کی ہے اور اس سلسلے میں بہت سی رقم جمع بھی کروا چکے ہیں۔''

(ضمیمہ قادیانی ماہنامہ ''خالد'' اکتوبر 1987ء۔ص 6 کالم 2)

قادیانی ''روزنامہ الفضل'' شیزان کے مالک چوہدری شاہنواز کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتا ہے:

''آپ پاکستان کے نمایاں صنعت کاروں میں سے تھے آپ نے نہایت کامیاب تجارتی ادارے قائم کیے ان میں شاہ نواز لمیٹڈ، شیزان انٹرنیشنل، شاہ تاج شوگر ملز اور شاہ نواز ٹیکسٹائل ملز شامل ہیں۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ، 26 مارچ 1990ء)

شیزان کی مصنوعات استعمال کرنے والوں کے لیے یہ ڈوب مرنے کا مقام ہے جب قادیانی مسلمانوں پر پھبتی کستے ہوئے کہتے ہیں کہ اس قرآن (تذکرہ، مجموعہ وحی الہامات مرزا قادیانی) کی اشاعت کے رقم مسلمانوں کی جیب سے آئی ہے جو بڑے شوق سے ہماری مصنوعات استعمال کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے قرآن علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مسلمانوں کا قرآن وہ ہے جو حضور خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا۔ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

اس میں آج تک معمولی زیر زبر کی بھی تبدیلی نہیں ہوسکی جبکہ قادیانیوں کا قرآن ''تذکرہ'' ہے جو جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی کے خود ساختہ الہامات پر مبنی ہے۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کے قرآن کا ایک حصہ اس پر دوبارہ نازل ہوا۔ قادیانی کمپنی کے مالک شاہنواز نے جو قرآن روسی یا جاپانی زبان میں شائع کروا کر تقسیم کیا، وہ قادیانیوں کا قرآن ''تذکرہ'' ہے۔

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں 7 ستمبر 1974ء کو ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے (مسلمانوں اور قادیانیوں کا تفصیلی موقف سننے کے بعد) قادیانیوں کو ان کے عقائد کی بنا پر متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ قادیانی آئین پاکستان کی اس شق کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں بلکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور باقی لوگ (اہل اسلام) غیر مسلم ہیں کیونکہ وہ ایک نئے نبی (مرزا قادیانی) کی نبوت کے منکر ہیں۔ دراصل ان کا یہ دعویٰ ہی فساد کا باعث بنتا اور فتنے کے دروازے کھولتا ہے۔ جو شخص پاکستان کے آئین کو تسلیم نہیں کرتا، اس کے تحت متعین کی گئی اپنی حیثیت کو نہیں مانتا، اصولی طور پر وہ آئین کے اندر دیے گئے اپنے حقوق کا مطالبہ بھی نہیں کرسکتا۔

قادیانیوں کو پاکستان میں ہر قسم کے کاروبار کی مکمل اجازت اور آزادی ہے۔ لیکن وہ اس آزادی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے کاروبار کی تشہیر کرتے وقت شعائر اسلامی کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں جو آئین و قانون کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی توہین کے بھی مترادف ہے۔ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں افطار کے وقت مسلمانوں کی اکثریت ٹی وی کے سامنے اذان کا انتظار کر رہی ہوتی ہے تو عین افطار کے وقت قادیانی کمپنی شیزان کے طرف سے ''روزہ کھولنے کی دعا'' کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس سے عام مسلمان، قادیانیوں کے دجل کا شکار ہو کر شیزان کمپنی کو بھی مسلمانوں کا ہی ایک ادارہ سمجھتا ہے اور پھر اس کی مصنوعات کا استعمال شروع کر دیتا ہے۔ اور جب اسے اس کے بائیکاٹ کا کہا جاتا ہے تو وہ تذبذب اور شبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔

اسرائیل میں قادیانی جماعت کی موجودگی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قادیانی

مذہبی نہیں بلکہ ایک خالص سیاسی جماعت ہے۔ یہودی دوسرا بنیا ہے جو کبھی خسارے کا سودا نہیں کرتا۔ اسرائیل نے قادیانیوں کو اپنے نظریاتی ملک میں جو مذہبی آزادی دے رکھی ہے، وہ اس کے اصول اور قواعد وضوابط کے صریحاً خلاف ہے۔ قادیانی جماعت یہودی ٹکڑوں پر پلنے والا استعماری پٹھو ہے۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق اسرائیلی فوج میں کئی سو قادیانی شامل ہیں جو فلسطینی مسلمانوں پر ظلم وتشدد میں پیش پیش رہتے ہیں۔ قادیانیوں اور اسرائیل کے باہمی تعلقات اور روابط کا اندازہ قومی اخبارات میں 22 فروری 1985ء کے ''یروشلم پوسٹ'' کے حوالے سے چھپنے والی تصویر سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں دو قادیانی مبلغوں کو اسرائیلی صدر کے ساتھ نہایت مودب انداز میں ملاقات کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اس تصویر میں اسرائیل میں سبکدوش ہونے والے قادیانی سربراہ شیخ شریف امینی نئے سربراہ شیخ محمد حمید کا اسرائیل کے صدر سے تعارف کروا رہے ہیں۔ اس موقع پر شیخ شریف نے قادیانیوں کو اسرائیل میں مکمل مذہبی آزادی دینے پر اسرائیلی حکومت کی تعریف کی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ یہ تصویر قادیانیوں کی اسلام دشمنی اور یہود دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسرائیلی صدر شیمون پیریز (Shimon Peres) نے ستمبر 2007ء میں اسرائیل کے شہر کبابیر (Kababir) میں واقع قادیانی عبادت گاہ کا دورہ کیا۔ اس موقع پر اسرائیلی صدر نے قادیانی جماعت کے اراکین سے خطاب کرتے ہوئے انہیں بین الاقوامی طور پر ہر ممکن امداد اور تعاون کا یقین دلایا۔ لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ اسرائیل میں مسلمانوں کی کسی کمپنی کو کاروبار کی اجازت نہیں جبکہ حیفا میں شیزان کمپنی کا سب سے بڑا پلانٹ ہے۔ اس طرح انہیں نہ صرف مشرقِ وسطیٰ میں کاروبار کرنے کی کھلی اجازت ہے بلکہ اپنی مصنوعات کی تشہیر کی بھی مکمل آزادی ہے۔ یہ بات مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

شیزان کمپنی سادہ لوح مسلمان دکاندار کو شیزان کی مصنوعات رکھنے پر دوسری کمپنیوں کے مقابلہ میں مفت ایمٹی یا زیادہ منافع دینے کا اعلان کرتی ہے۔ جس سے دکاندار لالچ میں آ کر نہ صرف اپنی دکان پر شیزان کی تمام مصنوعات رکھتا ہے بلکہ اپنی دکان کو پینٹ کروا کر شیزان کی تشہیر کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ ایسے میں اگر آپ کسی کاروبار سے وابستہ یا

دکاندار ہیں تو آپ کی دینی غیرت وحمیت کا تقاضا ہے کہ آپ ہر قسم کے لین دین اور خرید و فروخت میں قادیانیوں کی تمام تر مصنوعات بالخصوص شیزان وغیرہ کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ شیزان گستاخان رسول ﷺ مرزائیوں کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔اس کی آمدنی کا ایک کثیر حصہ دارالکفر ربوہ جاتا ہے۔ مسلمان اپنی کم علمی کی بنا پر اس کے مشروبات اور دیگر مصنوعات خرید کر کم از کم 30 پیسے فی روپیہ ربوہ فنڈ میں جمع کرواتے ہیں اور اس طرح اپنے آقا و مولا حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، دین اسلام اور وطن عزیز پاکستان کی مخالفت کے بھیانک جرم میں شریک ہو جاتے ہیں۔حالانکہ شیزان کی تمام اشیا حرام اور لحم الخنزیر کی حیثیت رکھتی ہیں۔معروف سابق قادیانی مرزا محمد حسین نے ہولناک انکشاف کرتے ہوئے کہا تھا کہ شیزان کمپنی کے مالک شاہنواز قادیانی کی خصوصی ہدایت پر اس کی تمام مصنوعات میں ربوہ کے نام نہاد بہشتی مقبرہ کی ناپاک مٹی بطور تبرک استعمال ہوتی ہے۔ لہٰذا شیزان کی تمام تر مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ ہر غیور مسلمان عاشق رسول ﷺ کا دینی و ملی فرض ہے۔(قادیانیوں کو لاجواب کیجیے از محمد متین خالد)

ہماری روح فروخت کے لیے نہیں ہے!

مئی 1950ء میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے امریکہ کا دورہ کیا اور تجارت وصنعت کے امریکی راہنماؤں نے ان سے ملاقات کی۔ ملاقات میں انہوں نے پاکستان کی جانب سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی صورت میں ہر ممکن فوجی اور اقتصادی مدد کا وعدہ کیا۔ امریکی صنعت کاروں نے بھی پاکستان کی نئی ریاست کے لیے ایسے پیکیج کی اہمیت کو اجاگر کیا۔لیاقت علی خان نے اپنے معروف لہجے میں جواب دیا: ''حضرات! ہماری روح فروخت کے لیے نہیں ہے''۔یاد رہے کہ 16 اکتوبر 1951ء کو انہیں ایک سازش کے تحت قاتلانہ حملے میں قتل کر دیا گیا۔

قومی اخبارات اور کراچی سے شائع ہونے والے ایک معروف جریدہ ہفت روزہ ''تکبیر'' (مارچ 1986ء) میں مشہور سراغرساں جیمز سالومن ونسٹنٹ کی یادوں کے حوالوں سے ایک چونکا دینے والا انکشاف شائع ہوا۔اس انکشاف سے ملک بھر کے سیاسی حلقے حیرت

زدہ رہ گئے۔جیمز سالومن نے بتایا کہ پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کوسید اکبر نے نہیں بلکہ ایک جرمن قادیانی جیمز کنزے نے قتل کیا تھا۔جرمن نژاد کنزے نے سر ظفر اللہ خاں کی تبلیغ اور ترغیب سے قادیانیت قبول کی۔اس کا نیا نام عبدالشکور رکھا گیا۔وہ کچھ عرصہ کوئٹہ میں رہا۔اس کی شادی ربوہ میں ہوئی جہاں وہ ایک عرصہ تک قیام پذیر رہا۔وہ سر ظفر اللہ کا لے پالک تھا۔لیاقت علی خان کو قتل کرنے کی سازش سر ظفر اللہ کی تخریبی ذہن کی پیداوار تھی۔جیمز سالومن نے بتایا کہ سید اکبر جو کہ لیاقت علی خاں کا مبینہ قاتل سمجھا جاتا ہے، وہ تو محض ایک دھوکا تھا۔(روزنامہ جنگ لاہور 9 مارچ، 1986ء) لیاقت علی خان کے قتل سے متعلق یہ رپورٹ آج بھی سنٹرل انٹیلی جنس کراچی کے دفتر میں موجود ہے۔

وزیراعظم لیاقت علی خان کو کشمیر اور بلوچستان میں قادیانی ریاست کے قیام کے بارے قادیانی پیش گوئیوں اور بیانات کا علم ہوگیا تھا۔اکھنڈ بھارت یا متحدہ ہندوستان کے بارے میں ان کی حکمت عملی اور خواہشات کے متعلق شناسائی کے بعد انہوں نے ایک خصوصی انٹیلی جنس سیل قائم کرنے کا حکم دیا تا کہ حساس عہدوں پر فائز قادیانیوں کی ایک فہرست تیار کی جاسکے اور ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھی جاسکے۔(امپیکٹ انٹرنیشنل، برطانیہ 27 ستمبر 1974ء) اسی سال فوجی افسران کی سازش (پنڈی سازش کیس) پکڑی گئی جس کا مقصد حکومت کا تختہ الٹنا تھا۔9 مارچ 1951ء کی نصف شب چیف آف جنرل سٹاف میجر جنرل اکبر خان، بریگیڈئیر ایم لطیف اور کچھ دیگر لوگوں کو ملک میں پرتشدد کارروائیوں کے ذریعے افراتفری پھیلانے اور وزیراعظم لیاقت علی خان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش تیار کرنے پر گرفتار کرلیا گیا۔ظفر اللہ خاں کے ہم زلف میجر جنرل نذیر احمد قادیانی کو جو اس وقت امپیریل ڈیفنس کالج لندن میں ایک تربیتی کورس پر گیا ہوا تھا واپس بلوا کر گرفتار کرلیا گیا۔

بعدازاں ایک میٹنگ میں لیاقت علی خان نے سر ظفر اللہ خاں قادیانی کو مخاطب کرکے کہا تھا: ''میں جانتا ہوں کہ آپ ایک خاص جماعت (قادیانی جماعت) کی نمائندگی کرتے ہیں۔''

معتبر ذرائع کے مطابق لیاقت علی خان قادیانیوں کو سیاسی جماعت کی حیثیت

دے کر خلاف قانون قرار دینے اور سر ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ کے عہدے سے الگ کرنے کا پکا فیصلہ کر چکے تھے اور وہ 16 اکتوبر 1951ء کو راولپنڈی کے جلسہ عام میں اس کا اعلان کرنے والے تھے۔ ادھر قادیانی سازشی قوتیں بھی تیار بیٹھی تھیں۔ جیمز سالومن کے بقول کنزے جلسہ عام میں سٹیج کے بالکل قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پٹھانوں والا لباس پہن رکھا تھا۔ جونہی شہید ملت لیاقت علی خان سٹیج پر آئے، کنزے نے فائرنگ کر کے انہیں شہید کر دیا اور ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت شور وغل میں سید اکبر کو قاتل مشہور کر دیا۔ کنزے راولپنڈی سے فرار ہو کر ربوہ پہنچا جہاں کئی ماہ روپوش رہنے کے بعد وہ جرمنی فرار ہو گیا۔ جیمز کنزے آج بھی مغربی جرمنی کے شہر برلن میں زندہ ہے۔ (قادیانیت، برطانوی سامراج کا خود کاشتہ پودا از محمد متین خالد)

منصور اعجاز

معروف امریکی بزنس مین منصور اعجاز قادیانی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ 1961ء میں امریکی ریاست فلوریڈا میں پیدا ہوا۔ اس کے والد کا نام ڈاکٹر مجدد احمد اعجاز تھا جس کا تعلق قادیانی جماعت سے تھا۔ وہ مشہور سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا کزن تھا۔ اس کا دادا اسماعیل اعجاز اور نانا نذیر حسین، قادیانی جماعت کے بانی آنجہانی مرزا قادیانی کے ابتدائی 313 ساتھیوں میں شامل تھے۔ منصور اعجاز کا والد ایٹمی سائنسدان کی حیثیت سے پاکستان کے جوہری توانائی کمیشن میں خدمات سرانجام دے رہا تھا لیکن 1974ء میں جب قادیانیوں کو ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو وہ امریکہ فرار ہو گیا۔ بعض اطلاعات کے مطابق وہ ایٹمی پروگرام کی اہم دستاویزات بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا اور وہاں سیاسی پناہ حاصل کر لی۔ چونکہ مجدد اعجاز پاکستان کے ایٹمی پروگرام میں رہا اور اس کی ایٹمی سائنسدانوں سے دوستیاں تھیں، لہٰذا اس نے کلنٹن انتظامیہ کو یہ پیشکش بھی کی کہ وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرانے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ بعد ازاں منصور اعجاز کا والد امریکہ کی مشہور ورجینیا ٹیک یونیورسٹی میں پروفیسر تعینات ہو گیا۔ اس نے امریکہ کے ایٹمی ہتھیاروں کے ڈیزائن کی تیاری میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ 1992ء میں کثرت شراب نوشی کی وجہ سے پھیپھڑوں اور دماغ کے کینسر سے 55 سال کی

عمر میں اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ نیویارک میں مقیم منصور اعجاز ایک ارب پتی امریکی بزنس مین ہے۔ اس نے 3 شادیاں کیں۔ آج کل وہ اپنی اسرائیلی نژاد بیوی کے ساتھ منا کو میں رہائش پذیر ہے۔ منصور اعجاز پچھلی دو دہائیوں سے امریکی سی آئی اے کے لیے ایجنٹ کے طور پر کام کر رہا ہے۔ سی آئی اے کا سابق ڈائریکٹر جیمز وولسی اس کا انتہائی قریبی رفیق کار ہے۔ منصور اعجاز بہت سالوں سے دنیا کے اہم چینلوں مثلاً سی این این، فاکس اور بی بی سی کے علاوہ کئی دوسرے یورپین ممالک کے پروگراموں میں تجزیہ کار کی حیثیت سے شریک ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے کالم اور مضامین باقاعدگی سے فنانشل ٹائمز، وال سٹریٹ جرنل، کرسچین سائنس مانیٹر، نیوز ویک اور انٹرنیشنل ہیرلڈ ٹریبیون وغیرہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ وہ ٹائمز آف انڈیا میں بھی کئی سال سے لکھ رہا ہے۔

اس نے کئی مواقع پر مقبوضہ بیت المقدس کے میئر کی دعوت پر اسرائیل کا دورہ کیا۔ اپنے ٹی وی تبصروں اور اخباری مضامین میں اس کا خاص نشانہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام اور آئی ایس آئی ہے جن کے خلاف وہ پچھلے 15 سال سے لکھ رہا ہے۔ منصور اعجاز کے مبینہ طور پر یہودی میڈیا سے انتہائی قریبی تعلقات ہیں۔ 7 جنوری 2004ء کو منصور اعجاز نے واشنگٹن پوسٹ میں اپنے مضمون میں لکھا کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام اس کینسر کی طرح ہے جس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ معتبر ذرائع کے مطابق اکتوبر 1995ء میں منصور اعجاز نے وزیراعظم بے نظیر بھٹو سے ملاقات کی اور امریکی سینیٹ میں براؤن ترمیم کی منظوری کے لیے ایک کروڑ 55 لاکھ ڈالر کی خطیر رقم لابنگ کی لیے مانگی اور مطالبہ کیا کہ یہ رقم اس کی ملکیت ڈیفنس ڈویلپمنٹ انٹرنیشنل نامی لابنگ فرم کو بطور فیس ادا کر دی جائے۔ بے نظیر بھٹو نے اتنی خطیر رقم دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر منصور اعجاز نے بے نظیر بھٹو سے کہا کہ اگر حکومت کے پاس اتنی رقم نہیں ہے تو حکومت پاکستان براؤن ترمیم کی منظوری کے لیے امریکی سینیٹروں کو راضی کرنے کے لیے ان کے تین مطالبات منظور کر لے۔ (1) اسرائیل کو تسلیم کیا جائے۔ (2) 1974ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے والی ترمیم ختم کی جائے۔ (3) قانون توہین رسالت ﷺ ختم کیا جائے۔

بے نظیر بھٹو نے ان مطالبات پر مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے ملاقات ختم کر دی۔ واشنگٹن کے پاکستانی سفارت خانے کے مطابق منصور اعجاز نے ایف سولہ طیاروں کے لیے کانگریس میں لابنگ کے لیے 15 ملین ڈالر مانگے اور یہ پیشکش بھی بے نظیر بھٹو کو کی کہ اگر حکومت پاکستان مذکورہ بالا مطالبات تسلیم کر لے تو پاکستان کو ایف سولہ طیارے بطور تحفہ مل سکتے ہیں۔ صدر پرویز مشرف کے دور میں منصور اعجاز کو مشیر سرمایہ کاری بنانے کی کوشش ہوئی تاہم حساس ادارے آڑے آ گئے اور وہ حکومتی مشیر نہ بن سکا۔ مشرف دور میں ہی منصور اعجاز کی والدہ لبنیٰ اعجاز کو مشیر سائنس و ٹیکنالوجی مقرر کرنے کی تجویز کافی آگے بڑھ گئی لیکن ایک مرتبہ پھر پاکستان کے حساس ادارے رکاوٹ بن گئے۔ اگر لبنیٰ اعجاز مشرف دور میں مشیر بن جاتی تو NIST اور CIT جیسے ادارے بھی اس کی تحویل میں دیے جانے کی تجویز تھی جس سے ان اداروں میں اخلاقی بے راہ روی پھیل جانے کا شدید خدشہ تھا۔ کہتے ہیں اس حمام میں سب ننگے ہیں۔ انٹرنیٹ پر mansoor ijaz junior jack co isstupid کے نام سے ایک ویڈیو موجود ہے جس میں 2004ء میں نیویارک امریکہ میں ایک ریسلنگ مقابلہ میں دو ننگی عورتوں کو کشتی کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ منصور اعجاز بڑے جذباتی انداز میں اس مقابلہ کی براہِ راست کمنٹری کر رہا ہے۔ گذشتہ دنوں تمام ٹی وی چینلز نے بھی اس ویڈیو کو بریکنگ نیوز کے طور پر نشر کیا۔ ہمارے وہ دوست جو قادیانی اخلاق اور شرافت کے سحر میں مبتلا ہیں، یہ ویڈیو ان کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔

(قادیانیت، برطانوی سامراج کا خود کاشتہ پودا از محمد متین خالد، قادیانیوں کو لاجواب کیجیے از محمد متین خالد)

قادیانی اور اسرائیل

سرکاری خبر رساں ایجنسی اے پی پی نے مصر سے شائع ہونے والے اخبار ''عقیدتی'' کے حوالے سے خبر دی ہے کہ اسرائیلی حکومت نے قادیانیوں کے ہیڈ کوارٹر اور ایک ٹی وی چینل کے لیے انہیں عمارات فراہم کر دی ہیں، نیز انٹرنیٹ پر ''یاہوویب'' کے نام سے صفحہ کھولا گیا ہے، جس میں اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کی کردار کشی کرنے کے لیے اسلام کے حوالے سے متعدد غلط رپورٹیں، قابل اعتراض تصاویر اور لائق شرم نغمات و

علامات شامل کیے گئے ہیں۔ اسلام کے متعلق فائل کو مسلم یا احمدیہ کا نام دیا گیا ہے۔
(روزنامہ جنگ کراچی اتوار 12، اکتوبر 1997ء)

''**الكفر ملة واحدة**'' کے مطابق قادیانی اور اسرائیلی گٹھ جوڑ قطعاً تعجب خیز نہیں ہے، لیکن اس سے قادیانی عزائم اور یہودی عزائم کے درمیان ہم آہنگی واضح ہو جاتی ہے۔ (ماہنامہ بینات کراچی رجب 1418ھ)

کیلیفورنیا نیو پلان

یہ 16 اپریل 2023ء کی بات ہے۔ پاکستانی نژاد قادیانی ڈاکٹر آصف محمود نے امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا میں امریکی نائب صدر کمالہ حارث (Kamala Harris) سے ملاقات کی اور پاکستان کی سیاسی امور پر گفتگو کی۔ اس نے اپریل 2023ء میں ہی کانگریس کے چند دیگر راہنماؤں براڈ شرمن (Brad Sherman)، ٹیڈ لیو (Taglio)، ایرک سوالو (Eric Swallow)، گریگرے میکس (Gregory Max)، روکھنہ (RoKhanna)، جیکی روزن (Jacky Rosen)، مائیک لیون (Mike Levin)، لنڈا سانشز (Linda Sanches) اور سینیٹر کیتھرین کورٹز مسٹو (Catherine Cortez Masto) سے بھی ملاقاتیں کیں۔ اب آپ ذرا ان شخصیات کی پروفائل پر غور کریں، آپ دنگ رہ جائیں گے۔ حیران کن طور پہ ان لوگوں میں سے کمالہ حارث بھارتی امریکی ہے جس نے حلف اٹھانے کے بعد بھارتی وزیراعظم نریندر مودی سے ملاقات بھی کی تھی۔ کانگریس مین بریڈ شرمن اور اس کی بیوی دونوں یہودی ہیں۔ کانگریس مین ٹیڈ لیو امریکی حکومت کے اندر اینٹی سیمیٹزم ٹاسک فورس کا کو چیئر مین ہے اور اس کی اس حوالے سے ایک تاریخ ہے۔ کانگریس مین روکھنہ ایک بھارتی امریکی شہری ہیں جن کی کوششوں سے حال ہی میں بھارتی وزیراعظم نریندر مودی نے امریکی کانگریس سے خطاب کیا ہے۔ کانگریس وومین جیکی روزن نے سیاست میں آنے سے پہلے ہینڈرسن میں ایک اصلاحی یہودی عبادت گاہ کی صدر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ کانگریس مین مائیک لیون جو اس ''کیلیفورنیا نیو پلان'' کا حصہ ہے نے بھی ایک یہودی گھرانے میں پرورش پائی اور اس کا باپ بھی ایک یہودی تھا۔

یعنی یہ جتنے بھی لوگ تھے وہ نہ صرف یہودی، نصرانی، قادیانی اور ہندو تھے، بلکہ پاکستان دشمن بھی تھے۔ ان ملاقاتوں کے نتیجے میں ایک جامع منصوبے پر اتفاق ہوا۔ منصوبے کو " کیلیفورنیا پلان " کا نام دیا گیا، اوراس پلان کے کئی بنیادی نکات پر اتفاق ہوا۔

1۔ پاکستان کا نیوکلیئر پروگرام رول بیک کر کے بالکل ختم کرنا اور پاکستان کو غیر ایٹمی کمزور ملک بنانا۔

2۔ پاک فوج کو کمزور کرنا اور پاک فوج اور پاکستان کی عوام کے درمیان فاصلے بڑھانا۔

3۔ پاکستان میں توہین مذہب، توہین رسالت ﷺ اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے والے قوانین کا خاتمہ کیا جائے۔

یہودی لابی یہاں تک خاموش رہنے والی نہیں بلکہ اس سے آگے بھی بڑھیں گے، لیکن یہ عوام کے شعور اور سمجھ کا امتحان ہوگا کہ وہ کب تک اس پراپیگنڈے کا شکار رہتے ہیں۔
(معروف دانشور جناب آر ایچ ریاض صاحب کی وال سے)

پڑھتا جا، شرماتا جا

قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود اپنی کتاب میں ''یہود کی فلسطین میں دوبارہ واپسی کی پیش گوئی'' کے عنوان سے لکھتا ہے:

❑ ''پھر اس کے بعد ایک اور وقت آئے گا کہ یہودیوں کو دنیا سے اکٹھا کر کے فلسطین میں لا کر بسا دیا جائے گا۔ وہ اب وقت آیا ہے جبکہ یہودی اس جگہ پر آئے ہوئے ہیں۔ لوگ ڈرتے ہیں اور مسلمان بھی اعتراض کرتے ہیں، چنانچہ کراچی اور لاہور میں مختلف جگہوں پر مجھ پر مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ یہ تو وعدہ تھا کہ یہ سرزمین مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے گی۔ میں نے کہا کہاں وعدہ تھا؟ قرآن میں تو لکھا ہے کہ پھر یہودی بسائے جائیں گے۔ کہنے لگے اچھا جی! یہ تو ہم نے کبھی نہیں سنا۔ میں نے کہا تمہیں قرآن پڑھانے والا کوئی ہے ہی نہیں تم نے سننا کہاں سے ہے۔ میری تفسیر پڑھو اُس میں لکھا ہوا موجود ہے۔ تو یہ جو وعدہ تھا کہ پھر یہودی آجائیں گے قرآن میں لکھا ہوا موجود ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں یہ موجود ہے کہ **فاذا جآء وعد الاخرة جئنابكم لفيفا**۔ جب آخری زمانہ کا وعدہ

آئے گا تو پھر ہم تم کو اکٹھا کر کے اس جگہ پر لے آئیں گے‘‘۔

(سیر روحانی (8) مندرجہ انوار العلوم ج 25 صفحہ 78 از مرزا بشیر الدین محمود)

یہی بات اسرائیل کی سابق وزیر اعظم گولڈا میئر (Golda Meir) نے کہی تھی: ’’یہ ملک (اسرائیل) خدا کی طرف سے کیے گئے وعدے کی تکمیل کے طور پر موجود ہے‘‘۔

واضح رہے کہ قادیانی خلیفہ نے صہیونیت کی حمایت میں مذکورہ بیان دینے سے پہلے 1924ء میں یروشلم کا دورہ کیا تھا۔ وہ 12 جولائی کو 10 افراد کی ایک جماعت کے ساتھ قادیان سے روانہ ہوا۔ 15 جولائی کی صبح بمبئی سے آٹھ دن بعد جہاز عدن (یمن) پہنچا۔ 28 کی شام کو جہاز پورٹ سعید میں داخل ہوا اور خلیفہ 3 دن قاہرہ میں رہا۔ پھر وہ یروشلم اور دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ قادیانیوں نے کبھی نہیں بتایا کہ مرزا محمود نے جدید دور کے اسرائیل اور شام میں کیا کیا؟ یہ تقریباً 100 سال سے راز ہی رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کس طرح اور کب دمشق میں اپنی جماعت قائم کی جو ناکام ہو کر کبابیر میں منتقل ہوگئی۔ ایک سال بعد، 1925 میں، اس نے باضابطہ طور پر معروف مبلغ جلال الدین شمس کو دمشق میں مشنری کے لیے بھیجا تھا۔

https://www.rabwah.net/britains-minister-of-state-lord-tariq-ahmad-visits-israel/

قادیانی یہودی، یک جان و دو قالب

قادیانیوں اور برطانیہ کا آپس میں گہرا تعلق اور تعاون ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اپنی ابتدا ہی سے اس جماعت کے بانی (آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی) برصغیر کے باقی طبقوں کے برعکس، ہندستان میں استعماری برطانوی حکومت کے ہمیشہ حامی رہے ہیں۔ انگریزی سلطنت کو ’رحمت، باعث برکت اور ایک سپر‘ قرار دیتے ہوئے انھوں نے اپنے پیروکاروں کو ہدایت کی ہے کہ ’’تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو‘‘۔ اپنی مختلف کتابوں، تقاریر اور بیانات میں انھوں نے اور ان کے بعد آنے والے قادیانی راہنماؤں نے ہر معاملے میں برطانیہ کا ساتھ دیا ہے اور برطانیہ نے بھی کھل کر ان کی سر پرستی کی ہے۔ بقول مولانا مودودی: ’’کفار کی غلامی جو مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی مصیبت ہے، [جھوٹے] مدعیان نبوت کے لیے وہی عین

رحمت اور فضل ایزدی ہے، کیونکہ اسی کے زیر سایہ ان لوگوں کو اسلام میں نئی نئی نبوتوں کے فتنے اٹھانے اور مسلم معاشرے کی قطع و برید کی آزادی حاصل ہوسکتی ہے۔اس کے برعکس مسلمانوں کی اپنی آزاد حکومت، جو مسلمانوں کے لیے ایک رحمت ہے ان لوگوں کے لیے وہی ایک آفت ہے کیوں کہ با اختیار مسلمان بہر حال اپنے ہی دین اور اپنے ہی معاشرے کی قطع و برید کو بخوشی برداشت نہیں کر سکتے''۔ (قادیانی مسئلہ از مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

اسی دیرینہ اور تاریخی تعلق کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانی جماعت کی بین الاقوامی بشمول برطانیہ سیاسی اور سفارتی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے۔ قادیانیوں کے موجودہ سربراہ مرزا مسرور آج کل امریکا کے دورے پر ہیں۔ برطانیہ میں قیام کے باعث ان کے لیے دوسرے ممالک میں دورے کرنے میں بہت آسانی ہے۔ ان کے ایما پر پارلیمنٹ کے اندر ایک کل جماعتی پارلیمانی گروپ کا قیام عمل میں آیا ہے جس میں پارلیمنٹ میں موجود تمام پارٹیوں کے ممبر پارلیمنٹ شامل ہیں۔ برطانیہ میں موجودہ برسرِ اقتدار حکومت میں ان کے اثر و رسوخ کا یہ عالم ہے کہ وزیر اعظم تھریسا مے نے اپنی پارٹی کے ایک قادیانی وزیر لارڈ طارق محمود احمد جو فارن آفس کے وزیر اور ہاؤس آف لارڈز (ایوانِ بالا) کے ممبر بھی ہیں، کو دنیا بھر میں 'مذہب اور عقیدے کی آزادی کو فروغ دینے کے لیے اپنا خصوصی ایلچی' (Prime Minister's Special Envoy on Freedom of Religion and Belief) مقرر کیا ہے۔

لارڈ طارق نے عہدہ سنبھالتے ہی اپنا پہلا دورہ اسرائیل سے شروع کیا۔ دورے سے قبل برطانوی ہاؤس آف لارڈز میں تقریر کرتے ہوئے انھوں نے فلسطینیوں پر واضح کیا کہ: ''جو لوگ اسرائیل کی ریاست کو تسلیم نہیں کرتے انھیں امن مذاکرات کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا''۔ لارڈ طارق نے اسرائیل میں حیفا شہر کا خصوصی دورہ کیا اور وہاں اپنی جماعت کے ہیڈکوارٹر بھی گئے۔ انھوں نے وہاں رہایش پذیر پاکستانی قادیانیوں سے ملاقات کی اور تسلیم کیا کہ اسرائیل میں مقیم قادیانی دوسری کمیونٹیز کے ساتھ وہاں خوشی سے رہ رہے ہیں''۔ انھوں نے قادیانیوں کی اسرائیل میں موجودگی کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا

کہ: ’’انھیں پاکستان ،الجزائر اور انڈونیشیا میں تنگ کیا جاتا ہے‘‘۔ درحقیقت بیرونِ ملک قادیانیوں کی موجودگی کا بہت بڑا سبب معاشی ہے، جسے مذہبی رنگ دے کر زیادہ سے زیادہ قادیانی خاندانوں کو مختلف ممالک میں آباد کر رہے ہیں۔ ’مذہبی جبر‘ کی آڑ میں مَیں پناہ گزینوں کا درجہ حاصل کر کے، میزبان ملکوں سے زیادہ سے زیادہ معاشی فوائد حاصل کیے جارہے ہیں، اور اس پردے میں مفاد حاصل کرنے والوں کو بھی اپنے مذہب میں ترقی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

قادیانیوں نے مغربی ممالک کے بااثر اور مقتدر حلقوں میں اپنے نیٹ ورک کے ذریعے خاصا رسوخ حاصل کر لیا ہے۔ حال ہی میں ایک پاکستانی نژاد برطانوی قادیانی بیرسٹر کریم اسد احمد خان کو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے داعش کے خلاف تحقیقات کے لیے سربراہ مقرر کیا ہے۔ اس تقرر کی خبر دیتے ہوئے قادیانیوں کے اخبار ربوہ ٹائمز (Rabwah Times) نے بیرسٹر کریم اسد احمد خان کا تعلق قادیانی کمیونٹی سے ظاہر کیا ہے۔ قادیانی بین الاقوامی ہمدردیاں سمیٹنے اور پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے ایک منظّم اور سوچے سمجھے طریقے سے اپنے آپ کو ایک مظلوم گروپ (Persecuted Community) کے طور پر پیش کر رہے ہیں حالانکہ بیرسٹر کریم ایک برطانوی شہری ہیں۔ بیرون ملک اپنے حامیوں کے ذریعے قادیانی پاکستان پر بین الاقوامی دباؤ میں اضافہ کر رہے ہیں۔

(قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی عالمی سرگرمیاں از جاوید اقبال خواجہ، مطبوعہ ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن نومبر 2018ء)

اپنی بیٹیوں کو قتل کر دو!!

کیابیر ایک چھوٹا سا شہر ہے جو کہ اسرائیل کے مقبوضہ فلسطین کے علاقے حیفا میں کارمل کی پہاڑی پر واقع ہے۔ یہ شہر اسرائیل ہی نہیں بلکہ تمام عرب دنیا میں قادیانی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ 1928ء میں جلال الدین شمس نامی قادیانی مبلغ نے اس آبادی کے ایک سرکردہ فرد، عبدالقادر عودہ کو یقین دلایا کہ ہندوستانی میں مرزا غلام احمد قادیانی نامی ایک مجدد پیدا ہوئے تھے جنہوں نے اسلام کی تجدید کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ حسب معمول مرزا

صاحب کے دعوائے نبوت ورسالت اور مہدویت ومسیح موعودیت سے اس نو احمدی کو تاریکی میں رکھا گیا تھا تاوقت یا کہ ان کے ذہن کو صاف کر کے قادیانیت پر راسخ نہ کر دیا گیا۔ اس بدقسمت واقعے نے فلسطین میں قادیانیت کی داغ بیل ڈالی اور جیسا کہ افریقہ کے دور دراز علاقوں میں ہوتا آ رہا ہے، تمام آبادی اور ان کی نسلیں آہستہ آہستہ قادیانیت کے قعر مزلت میں گرتی چلی گئیں۔ آج سے ایک دہائی پہلے تک اس شہر کے **2000** افراد قادیانی تھے مگر گذشتہ چند سالوں میں یہ تعداد گھٹ کر صرف **800** رہ گئی ہے۔

یہودیوں کی حکومت میں قادیانی جماعت کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس جماعت نے پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں انگریز سرکار کے لیے لازوال خدمات انجام دیں اور پورے مشرق وسطیٰ میں مسلمانوں کے بھیس میں قادیانی جاسوسوں نے بلاد اسلامیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ کبابیر کا شہر ایک ایسی پہاڑی پر واقع ہے جس کے ایک طرف اثلیث کی بندرگاہ ہے جو کہ اسرائیل کا انتہائی اہم بحری مرکز ہے جہاں پر یہودیوں کی اسلحہ ساز فیکٹری بھی قائم ہے۔ کبابیر کے دوسری طرف حیفا کی بندرگاہ۔ گویا کہ یہ حساس مقام دفاعی نقطۂ نظر سے اسرائیل کے لیے نہایت اہم ہے۔ اسرائیل کی تاریخ شاہد کہ اس نے اپنے دفاع کی خاطر فلسطینی مسلمانوں کی ہر اس آبادی کو تباہ و برباد یا بیدخل کر دیا جو اس کے لیے کسی طرح بھی خطرہ ثابت ہوسکتی تھی۔ چنانچہ قادیانیوں کی اس حساس مقام پر مستقل رہائش، یہودیوں سے ان کے قریبی تعلقات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی طرح اسرائیلی حکومت میں عرب احمدیوں کا اہم عہدوں پر فائز ہونا بھی اس تعلق کی شہادت دیتا ہے۔

میں، ڈاکٹر احمد عودہ، ایک فلسطینی مسلمان ہوں اور اب سویڈن میں مقیم ہوں۔ احمدی گھرانے میں میرے پیدائش، ایک بدقسمت حادثہ ہے۔ جس پر میرا کوئی کنٹرول نہ تھا جو آج بھی میرے گلے میں لعنت کے طاق کے طور پر پڑا ہوا ہے۔ میں شروع ہی سے ہی جماعت کی مختلف سرگرمیوں میں بہت متحرک تھا۔ خدام الاحمدیہ کا پریزیڈنٹ، مجلس شوریٰ کا ممبر، اسٹاک ہالم کی جماعت کا پریزیڈنٹ کے منصب پر فائز ہوا جس پر میں آخر وقت تک (**1989**ء) برقرار رہا۔ **1989**ء میں جب مرزا طاہر نے پہلی دفعہ مباہلہ کا چیلنج دیا تو مرزا

غلام احمد قادیانی کے اصل عقائد کا مجھ پر انکشاف ہوا۔ میں بمع اپنے دو بھائیوں صالح اور حسن کے احمدیت سے تائب ہوکر مسلمان ہوگیا۔

حال ہی میں، میں اپنے رشتہ داروں سے ملنے کبابیر گیا تو وہاں پر چند حیرت انگیز باتوں کا انکشاف ہوا جو میں قارئین کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے میں یہ واضح کر دوں کہ دنیا کے دوسرے علاقوں کی طرح اسرائیل میں بھی جماعت ہمیشہ ایک مشنری کے کنٹرول میں ہوتی ہے جسے مبشر کہا جاتا ہے۔ عموماً یہ ایک پنجابی قادیانی ہوتا ہے جس کے پاس انڈین یا انگلش پاسپورٹ ہوتا ہے، کیونکہ پاکستانی پاسپورٹ پر کوئی اسرائیل نہیں آ سکتا۔ مبشر کی یہ پوسٹ جماعت میں بہت سودمند جاتی ہے کیونکہ اوپر کی کمائی بہت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اسرائیل کا مشن بھی کچھ خاص مختلف نہ تھا۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ اسرائیل میں مبشروں کے اس رویہ نے عام قادیانیوں کو ان سے بہت بدظن کر دیا ہے۔ کوثر قادیانی سابقہ مشنری تھے جن کا تعلق انڈیا سے تھا۔ انہوں نے تحفے تحائف اور مسجد کے چندے کے نام سے خوب پیسے بٹورے حتیٰ کہ لندن مرکز تک شکایات پہنچائی گئی۔ بالآخر کوثر قادیانی کو بڑا بے آبرو ہو کر **1997**ء کے موسم گرما میں اسرائیل سے رخصت ہونا پڑا۔

مشنریوں کی ان حرکات کی وجہ سے فلسطین کی جماعت میں تین گروہ بن چکے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو مشنری اور لندن کے وفادار ہیں۔ دوسرے جو مشنریوں کی حرکتوں سے سخت نالاں ہیں مگر اب بھی لندن جماعت کے ساتھ ہیں اور تیسرے وہ ہیں جن کو نہ تو مشنریوں کی اور نہ ہی لندن جماعت کی پرواہ ہے۔

دسمبر **1997**ء میں انڈیا سے ایک نوجوان مشنری، باسط رسول ڈار صاحب، اسرائیل پہنچے۔ ان کا تعلق کشمیر سے تھا اور بڑے فخر سے وہ اپنے اجداد کا رشتہ یہودیوں سے جوڑتے ہیں۔ باسط رسول ڈار کو عربی سے بہت معمولی شغف ہے مگر انگریزی اچھی بولتے ہیں۔ ان کے سامنے سب سے بڑا کام مشنری انچارج کی گرتی ہوئی ساکھ کو بحال کر کے اس کی حاکمیت کو دوبارہ تسلیم کرانا تھا۔ اسرائیل میں قادیانیوں کی گرتی ہوئی تعداد مرکز کے لیے بہت تشویشناک تھی اور یہ باسط رسول ڈار کی ذمہ داری تھی کہ اس میں اضافہ کیا جائے تاکہ

1999ء کے جلسہ سالانہ میں قادیانیوں کو دکھایا جا سکے کہ مشرق وسطیٰ میں کتنے لوگ قادیانیت میں داخل ہوئے۔ یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ عرب دنیا میں قادیانی تحریک مکمل طور پر ناکام ثابت ہوئی۔ چنانچہ ماسوا گنے چنے چند لوگوں کے جو اپنی اغراض کے تحت جماعت میں شامل ہوئے ہیں، عام مسلمانوں نے اس تحریک کو مسترد کر دیا ہے۔

نئے مشنری صاحب نے آتے ہی تمام قادیانیوں کو تجدید بیعت اور بیعت فارم دوبارہ پر کر کے جمع کروانے کا حکم دیا۔ غالباً اپنی کارکردگی کا قادیانی خلیفہ کے سامنے مظاہرہ کرنے کا ارادہ ہوگا یا پھر یہ تاثر دینا ہوگا کہ اتنے لوگوں نے اس سال بیعت کی ہے! واللہ اعلم۔

فلسطین میں رہنے والے مسلمان ابھی اسلام اور قادیانیت کے فرق سے بڑی حد تک نا آشنا ہیں نہ ہی فلسطینی قادیانی اس معاملے میں بہت زیادہ باخبر یا محتاط ہیں۔ چنانچہ بہت سے خاندانوں میں مخلوط شادیاں ہو رہی ہیں حالانکہ مرزا قادیانی نے اپنے پیروکاروں کو مسلمانوں سے شادی بیاہ کا تعلق قائم کرنے، مسلمان امام کے پیچھے نماز پڑھنے اور مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنے سے قطعاً منع کر دیا تھا کیونکہ ان کی نظر میں تمام مسلمان کافر، جہنمی اور طوائف کی اولاد ہیں۔ ان حالات میں مشنری انچارج نے کیا رویہ اپنایا؟ آیئے دیکھتے ہیں:

جناب ایم۔ اے۔ عودہ دو جواں سال بچوں کے باپ ہیں۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں اور انگریزی زبان بآسانی بولتے ہیں۔ وہ انتہائی مخلص پیدائشی قادیانی ہیں جو پہلے کبابیر میں احمدیہ اسکول میں پڑھاتے تھے اور اب ٹھیکہ داری کرتے ہیں۔ ان کا بیٹا بھی بہت مخلص قادیانی ہے اور جلد ہی نئے مشنری سے قریب ہو گیا۔ اس کی بہن کی ایک مسلمان لڑکے سے منگنی ہو چکی ہے۔ چنانچہ جب ایم عودہ صاحب نے اپنے خاندان کا بیعت فارم پر کر کے دیا تو رسول ڈار صاحب نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مشنری صاحب نے ان سے کہا کہ وہ اپنی بیٹی کو مجبور کریں کہ وہ اس منگنی کو توڑ دے۔ جب ایم عودہ صاحب نے ایسا کرنے سے معذوری ظاہر کی تو مشنری انچارج نے ان کو حکم دیا کہ اس صورت میں وہ اپنی بیٹی کو قتل کر دیں۔ ایم عودہ صاحب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ لوگوں نے یہ کہہ کر معاملہ رفع دفع کروایا کہ ڈار صاحب صحیح انگریزی نہیں بول سکتے اس لیے غلط فہمی ہو گئی ہے۔ اس قسم کے

کئی واقعات ظہور پذیر ہونے کے بعد لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگی ہیں کہ یہ کیسے نبی کا مبشر ہے؟ ایک طرف حضور اکرم ﷺ تھے جنہوں نے آکر معصوم لڑکیوں کے قتل کی رسم کو بند کروایا اور دوسری طرف یہ مرزا غلام قادیانی کا مبشر ہے جو لڑکیوں کو قتل کا حکم دے رہا ہے۔
(ماہنامہ الفتویٰ انٹرنیشنل جولائی 1999ء مدیر جناب سید راشد علی)

اسرائیل میں قادیانی

حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا: ''قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔'' اس حقیقت میں ذرا سا بھی شک و شبہ نہیں کہ اسرائیل اور قادیانیت اسلام دشمن طاقتوں کی تخلیق اور سازش کا نتیجہ ہیں۔ یہ دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ بقول چودھری افضل حقؒ ''قادیانی فرقہ ضالہ کے فریب وقدح اور دجل و تلبیس سے بچنا ہر مسلمان کا قدرتی حق ہے۔ قادیانی برٹش امپریلزم کے کھلے ایجنٹ اور مسلمانوں میں ففتھ کالم کے طور پر کام کرتے ہیں۔ ان کا وجود مسلمانوں کی داخلی زندگی کے لیے اسرائیل سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔'' اسرائیل نے مسلمانانِ عرب پر جو ظلم و ستم توڑے ہیں، انہیں پڑھ کر ہلاکو اور چنگیز خان کے مظالم بھی شرما جاتے ہیں۔ خصوصاً اسرائیل نے فلسطین میں خون ناحق کے جو دریا بہائے ہیں، صرف وہی داستان مظالم پڑھ کر جسم پر رعشہ طاری اور شریانوں میں خون منجمد ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن آپ یہ پڑھ کر حیران ہو جائیں گے کہ 1972ء کی قومی اسمبلی میں مولانا ظفر احمد انصاری نے پارلیمنٹ کو یہ بتا کر حیران کر دیا کہ ''جہاں ننگ انسانیت یہودی درندے فلسطین و دیگر عرب ممالک کے مسلمانوں کے قیمتی خون سے ہولی کھیل رہے ہیں، وہاں 600 قادیانی فوجی بھی اسرائیل کی فوج میں باقاعدہ بھرتی ہیں اور اس چنگیزی فعل میں یہودی درندوں سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔''

اسرائیل میں کوئی بھی مذہبی مشن کام نہیں کر سکتا لیکن قادیانی مشن کو اسرائیل میں کام کرنے کی کھلی اجازت ہے۔ کچھ عرصہ قبل روزنامہ ''نوائے وقت'' کے صفحہ اوّل پر ایک چونکا دینے والی تصویر شائع ہوئی جس میں اپنے فرائض قبیح سے سبکدوش ہونے والے قادیانی مشن کا سربراہ دوسرے نئے آنے والے قادیانی مشن کے سربراہ کا تعارف اسرائیلی

صدر سے کروا رہا ہے۔ اخبار میں یہ راز فاش ہونے پر دارالکفر ربوہ کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں کی آنکھیں بھی کھل گئیں۔

اسرائیل میں قادیانی جماعت کی موجودگی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قادیانی مذہبی نہیں بلکہ ایک خالص سیاسی جماعت ہے۔ یہودی دوسرا بنیا ہے جو کبھی خسارے کا سودا نہیں کرتا۔ اسرائیل نے قادیانیوں کو اپنے نظریاتی ملک میں جو مذہبی آزادی دے رکھی ہے، وہ اس کے اصول اور قواعد وضوابط کے صریحاً خلاف ہے۔ قادیانی جماعت یہودی ٹکڑوں پر پلنے والا استعماری پٹھو ہے۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق اسرائیلی فوج میں کئی سو قادیانی شامل ہیں جو فلسطینی مسلمانوں پر ظلم وتشدد میں پیش پیش رہتے ہیں۔ قادیانیوں اور اسرائیل کے باہمی تعلقات اور روابط کا اندازہ قومی اخبارات میں 22 فروری 1985ء کے ''یروشلم پوسٹ'' کے حوالے سے چھپنے والی اس تصویر سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں دو قادیانی مبلغوں کو اسرائیلی صدر کے ساتھ نہایت مودب انداز میں ملاقات کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اس تصویر میں اسرائیل میں سبکدوش ہونے والے قادیانی سربراہ شیخ شریف امینی نئے سربراہ شیخ محمد حمید کا اسرائیل کے صدر سے تعارف کروا رہے ہیں۔ اس موقع پر شیخ شریف نے قادیانیوں کو اسرائیل میں مکمل مذہبی آزادی دینے پر اسرائیلی حکومت کی تعریف کی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ یہ تصویر قادیانیوں کی اسلام دشمنی اور یہود دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

''یروشلم پوسٹ'' کے حوالہ سے شائع ہونے والی تصویر میں اصل عبارت سے قادیانیوں کے اسرائیل کے ساتھ باہمی روابط کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ہندوستان میں بٹالہ کے نزدیک واقع قادیان اور پاکستان میں ربوہ کے بعد ان کا سب سے منظّم مرکز اسرائیل کے شہر ''حیفا'' میں ہے۔ اس وقت بھی جب اسرائیل میں مسلمانوں کا رہنا دوبھر ہے، قادیانیوں کو اسرائیل میں کام کرنے کی پوری آزادی ہے۔ فلسطینی عرب مسلمان آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور قادیانی اسرائیلی وزیرِ اعظم، صدر اور میئر وغیرہ سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ اسرائیل کا مسلمانوں پر ظلم وستم اور قادیانیوں پر اتنی عنایات! آخر کس صہیونی منصوبے کا حصہ ہیں؟

''لندن سے شائع ہونے والی کتاب ''اسرائیل اے پروفائیل'' ISRAEL) (A PROFILE میں انکشاف کیا گیا ہے کہ حکومت اسرائیل نے اپنی فوج میں پاکستانی قادیانیوں کو بھرتی ہونے کی اجازت دے دی ہے۔ یہ کتاب پولیٹیکل سائنس کے ایک یہودی پروفیسر آئی ٹی نومانی نے لکھی ہے اور اسے ادارہ پالمال، لندن نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ''1972ء تک اسرائیلی فوج میں چھ سو پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے ہیں۔'' (روزنامہ نوائے وقت لاہور صفحہ 5، 29 دسمبر 1975ء)

اسرائیلی مشن کے بارے میں قادیانیوں کا یہی موقف رہا ہے کہ یہ مشن قادیان (بھارت) کے ماتحت ہیں، حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ ربوہ (پاکستان) قادیانیوں کا ہیڈ کوارٹر ہے اور قادیانی جماعت کی تمام تنظیمیں اسی مرکز سے وابستہ ہیں اور اسی کے زیر انتظام چلتی ہیں۔ قادیانی اپنے نام نہاد اور جعلی نبی کی طرح جھوٹ بولنے میں ماہر ہیں۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کی موجودگی اور قادیانیوں کے اسرائیل کی حکومت کے ساتھ سفارتی تعلقات اور روابط کی قلعی تاریخی دستاویزات اور حقائق سے کھل جاتی ہے۔

اسرائیلی صدر شیمون پیریز (Shimon Peres) نے ستمبر 2007ء میں اسرائیل کے شہر کبابیر (Kababir) میں واقع قادیانی عبادت گاہ کا دورہ کیا۔ اس موقع پر اسرائیلی صدر نے قادیانی جماعت کے اراکین سے خطاب کرتے ہوئے انہیں بین الاقوامی طور پر ہر ممکن امداد اور تعاون کا یقین دلایا۔

اسرائیل میں قادیانیوں سے جو کام لیے جا رہے ہیں اور جو خدمات وہ انجام دیں گے، کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ یہ ایک دردناک اور درد رساں لطیفہ نہیں تو اور کیا ہے؟ سچ تو یہی ہے کہ اگر دوست کا دشمن دوست نہیں تو دشمن کا دوست کس طرح دوست ہو سکتا ہے؟

ریکارڈ کے مطابق تمام قادیانی مبلغین جو 1928ء سے اسرائیل میں تعینات تھے مثلاً جلال دین قمر، اللہ دتہ جالندھری، رشید احمد چغتائی، نور احمد اور چوہدری شریف، اسرائیل میں کام کرنے کے بعد ربوہ میں مقیم رہے۔ جب وہ بیرون ملک تھے تو ان کے خاندانوں کے ان سے پراسرار ذرائع سے باقاعدہ روابط موجود تھے۔ قادیانی جماعت کے

مجموعی تبلیغی ڈھانچے کا ایک حصہ اسرائیل میں احمدیہ مشن کی صورت میں موجود تھا۔ قادیانی خلیفہ اس جماعت کا سب سے بڑا سرخیل تھا۔ تمام مشنوں کے معاملات جن میں اسرائیلی مشن بھی شامل ہے، خلیفہ کے تحت تھے اور وہ ان کے معاملات کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ اسرائیل میں قادیانی امیران کی ہدایات اور احکامات کے تحت کام کرتا تھا۔

قادیانی اسرائیلی گٹھ جوڑ کا مسئلہ پاکستانی پریس میں فروری **1977**ء میں ایک بار پھر اٹھ کھڑا ہوا جب ہفت روزہ ''اسلامی جمہوریہ'' لاہور نے اپنی اشاعت **2** تا **8** جنوری **1977**ء کی اشاعت میں **19** اکتوبر **1976**ء کے یروشلم پوسٹ کے شمارے میں چھپی ہوئی ایک تصویر شائع کردی جو کہ ایک اسرائیلی تقریب کے دوران لی گئی تھی۔ ایک قادیانی وفد نے اسرائیلی صدر سے ملاقات کی اور اس کے ساتھ تصاویر بنوائیں۔ تصویر میں اسرائیلی صدر کے علاوہ مشیر اقلیتی امور منصور کمال، ایک فلسطینی احمدی منصور عود اور اسرائیل میں قادیانی مبلغ جلال الدین قمر نمایاں تھے۔ پاکستان اور اسلام کے بارے میں قادیانی خلیفہ مرزا طاہر کی ہمدردیاں اس وقت شدید تنقید کی زد میں آ گئیں جب انہوں نے اپنے نصب العین کی حمایت میں صہیونی امداد کے حصول کے لیے ایک خصوصی وفد اسرائیل بھیجا۔ احمدیہ مشن اسرائیل کے نئے انچارج شیخ شریف احمد امینی نے اسرائیلی صدر کی قادیانی راہنماؤں

سے ملاقات کی تصویر دیتے ہوئے اس کے نیچے لکھا:

''شیخ شریف احمد امینی جو کہ احمدیہ، ہندوستانی مسلمان فرقے کا اسرائیل چھوڑ کر جانے والا انچارج ہے اور آج کل حیفا میں مقیم ہے وہ اپنے جانشین شیخ محمد حمید کا تعارف اسرائیل کے قائم مقام صدر ہرزوگ سے بیت حناسی میں (21 نومبر 1985ء) کروا رہا ہے۔ فرقے کے نئے سربراہ نے جس کے اسرائیل میں بارہ سو پیروکار ہیں، پاکستان میں قادیانیوں پر ہونے والے مظالم کی تائید میں کئی دستاویزات صدر کو پیش کیں۔ رخصت ہونے والے شیخ امینی نے جو انڈیا واپس جا رہا ہے، اپنے فرقے کو مکمل مذہبی آزادی فراہم کرنے پر اسرائیل کی تعریف کی۔'' (روزنامہ نوائے وقت لاہور، 12 جنوری 1986ء)

اپریل 1973ء میں سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے یہ راز افشا کیا کہ اسرائیل نے پاکستان توڑنے کے لیے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کی مزید وضاحت کے لیے شورش کاشمیری نے بھٹو کو کھلا خط لکھا جس میں قادیانی اسرائیلی اتحاد اجاگر کرنے کے لیے مندرجہ ذیل نکات پر روشنی ڈالی گئی:۔

(1) قادیانی پاکستان میں بالکل وہی کردار ادا کر رہے ہیں جو یہودی، امریکہ اور برطانیہ میں کر رہے ہیں۔

(2) قادیانی، اسرائیلی تعلقات کی نوعیت جاننے کے لیے ان خطوط پر تحقیقات ہونی چاہئیں۔ کیسے اور کس طرح سے اسرائیل نے پاکستانی سیاست میں مداخلت کی؟ اسرائیل کے آلہ کار کون تھے اور ان کے مذموم منصوبوں کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے کون سی سیاسی جماعت استعمال ہوئی؟

(3) پاکستانی انٹیلی جنس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اسرائیل کے لیے کام کرنے والے قادیانی مشن کی کارروائیوں کی تفصیلات مہیا کرے جو مذہبی مرکز کے لبادے میں ایک سیاسی شعبہ کے طور پر کام کر رہا ہے۔ یہ کس مقصد کے لیے کام کر رہا ہے؟ قادیانی کن کو تبلیغ کرتے ہیں؟ اسرائیل، عیسائی مبلغین کو اپنے عقائد کی تبلیغ کی اجازت نہیں دیتا، اس نے قادیانیوں کو کھلے عام اپنے عقائد کی تبلیغ کی

اجازت کیوں دے رکھی ہے؟ کتنے یہودیوں نے قادیانیت قبول کی ہے؟ کیا یہ واضح نہیں ہے کہ قادیانی سامراجی قوتوں کے آلہ کار ہیں اور عالم اسلام کے استحکام کے درپے ہیں۔

حقیقت میں قادیانی امت ایک مستبداور ظالم اقتدار کے سائے میں پروان چڑھی ہے۔سامراج نے اسے جنم دیااور بیوروکریسی نے اسے تحفظ دے کرنشوونما کے مراحل طے کرائے، اب بھی اسی کے سہارے قائم ہے اور اپنے اقتدار کے حصول کے لیے درپردہ سازشوں کا جال بچھائے ہوئے ہے۔اس کے اثر ونفوذ اوراس کی قوت وطاقت کا اصل منبع اندرون ملک بیوروکریسی اور بیرون ملک برطانوی سامراج ہے۔ جب تک اس کے یہ دو سہارے قائم ہیں۔اس وقت تک اس کا وجود بھی قائم ہےاور جب اس کے یہ سہارے ختم ہو جائیں گے،اسی لمحے یہ فتنہ بھی اپنی موت آپ مرجائے گا۔

اے محبان پاکستان! یہ پیارا ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔اس کے حصول کے لیے بے شمار جانی و مالی قربانیاں دی گئیں۔قادیانی اپنے خلیفہ کے حکم پر پاکستان کوتباہ و برباد کرنے کے درپے ہیں۔لہٰذا اس کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہر محبّ وطن کا اوّلین فریضہ ہے۔قادیانیوں کی اسلام اور پاکستان مخالف سرگرمیوں پرکڑی نظر رکھنا وقت کی ضرورت ہے۔اس میں ذراسی غفلت یالاپروائی بہت بڑے نقصان کا باعث ہوسکتی ہے۔پاکستان کے دشمن قادیانیوں کو پہچاننا،ان کے عزائم کوناکام بنانا،ان کی زہریلی سازشوں اورتخریبی کارروائیوں پرکڑی نظر رکھنا ہرمحبّ وطن پاکستانی کی ذمہ داری ہے۔ کیا آپ اس ذمہ داری کے لیے تیار ہیں؟؟؟

وہ سنگ گراں جوحائل ہیں، رستے سے ہٹا کر دم لیں گے
ہم راہ وفا کے رہرو ہیں، منزل ہی پہ جا کر دم لیں گے
یہ بات عیاں ہے دنیا پر، ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکائیں گے یا خوں میں نہا کر دم لیں گے

ہم ایک خدا کے قائل ہیں، پندار کا ہر بت توڑیں گے
ہم حق کا نشاں ہیں دنیا میں، باطل کو مٹا کر دم لیں گے
جو سینہ دشمن چاک کرے، باطل کو مٹا کر خاک کرے
یہ روز کا قصہ پاک کرے، وہ ضرب لگا کر دم لیں گے
یہ فتنہ و شر کے پروردہ، تخریب کے ساماں لاکھ کریں
ہم بزم سجانے آئے ہیں، ہم بزم سجا کر دم لیں گے

(قادیانیت، برطانوی سامراج کا خودکاشتہ پوداازمحمد متین خالد)

ہولوکاسٹ

نہایت افسوس کی بات ہے کہ مغرب گستاخیِ رسولؐ کو آزادیٔ اظہار سے تعبیر کرتا ہے لیکن اس کے ہاں کسی شخص کو یہ جرأت نہیں کہ وہ ہولوکاسٹ (Holo Caust) پر ایک لفظ بھی ادا کر سکے۔ ہولوکاسٹ کا مفہوم یہ ہے کہ یہودیوں نے یہ پروپیگنڈا کیا تھا کہ دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر کے دور اقتدار میں پولینڈ کے شہر شوئز میں بنائے گئے گیس چیمبرز میں تقریباً 60 لاکھ یہودیوں کو قتل کیا گیا۔ اس بنیاد پر یہودیوں کی نمائندہ تنظیم ''نیشنل جیوش کانفرنس'' نے یورپی اقوام سے مطالبہ کیا کہ ''ہٹلر نے دوسری جنگ عظیم کے دوران یہودیوں کا قتل عام کیا ہے جس میں 60 لاکھ یہودی مارے گئے اور اب بہت تھوڑے سے یہودی باقی بچے ہیں جن کے پاس زمین کا کوئی ایسا خطہ موجود نہیں، جہاں وہ آزاد اور خود مختار حیثیت سے رہ سکیں، لہٰذا انہیں دوبارہ زندگی کی شروعات کے لیے ایک علیحدہ ریاست دی جائے۔ اس پروپیگنڈا کے نتیجہ میں اُن کو اسرائیلی ریاست الاٹ کر دی گئی۔ بعد میں تحقیق ہوئی تو یہودیوں کا دعویٰ سراسر جھوٹا اور من گھڑت نکلا۔ تب یہودیوں نے ایک قانون بنوا دیا کہ ہولوکاسٹ کی مبینہ صداقت کو کہیں بھی چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص ہولوکوسٹ کے جھوٹ پر تحقیق کرے گا، وہ قابل گردن زدنی ہوگا۔ 19 جون 2004ء کو اسرائیلی پارلیمنٹ نے حکومت کو یہ اختیار دیا کہ دنیا میں کبھی، کسی جگہ بھی اگر کوئی شخص 60 لاکھ کی تعداد کو کم بتانے کی کوشش کرے تو وہ اس پر مقدمہ چلا سکتی ہے اور اس ملک سے اسے نفرت پھیلانے کے جرم

"Hate Criminal" کے طور پر مانگ سکتی ہے، گرفتار کر سکتی ہے اور سزا دے سکتی ہے۔ جرمنی جیسا ملک سالانہ 50 ملین مارک آج تک اسرائیل کو ادا کر رہا ہے اور یہ جرمانہ 2030ء تک ادا کیا جائے گا۔ اب وہاں یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ کیا واقعی اُس وقت جرمنی میں 60 لاکھ کے قریب یہودی موجود تھے؟ جناب ضیاء الرحمٰن کشمیری اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''ہولوکاسٹ یہودی میڈیا کا گھڑا ہوا وہ سفید جھوٹ ہے جس نے مغرب کو مجبور کیا ہوا ہے کہ وہ یہودیوں سے ہمدردی رکھے اور ان کے ساتھ ہر طرح کا مالی، سیاسی، دفاعی اور سفارتی تعاون بھی جاری رکھے۔ اب تک مغربی ممالک اس جھوٹ کے عوض یہودیوں کو ارض فلسطین کے علاوہ کھربوں ڈالر کی رقم بھی دے چکے ہیں لیکن یہودیوں کا پیٹ ہے کہ بھرنے میں ہی نہیں آ رہا۔ مغربی ممالک یہودیوں کے ہمدرد بننے اور ان کی جائز و ناجائز حمایت کے ساتھ ساتھ انہیں ڈالر دینے پر کیوں مجبور چلے آ رہے ہیں، اس کے پیچھے یہی ''ہولوکاسٹ'' کی من گھڑت داستان کارفرما ہے۔ یہودیوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ایڈولف ہٹلر نے دوسری جنگ عظیم کے دوران 60 لاکھ یہودیوں کا قتل عام کیا اور اس فرضی قتل عام کو انہیں ''ہولوکاسٹ'' کا نام دے دیا۔ ہولوکاسٹ (HOLO CAUST) یونانی زبان سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے ''آگ کے ذریعے ہونے والی عالمگیر تباہی''۔ اس کا عبرانی زبان میں مترادف لفظ ''شواح'' ہے۔ اسی لیے یہودی ''ہولوکاسٹ'' کی یاد میں ہر سال جنوری میں ''یوم شواح'' مناتے ہیں۔ یہودی اسکالر بن زیان وینواز نے پہلی مرتبہ 1942ء میں یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''شواح'' تاریخ کی عظیم ترین تباہی ہے۔ ''ہولوکاسٹ'' کا پروپیگنڈا یہودیوں نے اس قدر وسیع پیمانے پر کیا کہ اس مفروضے نے یورپی اقوام کو احساس جرم میں مبتلا کر دیا اور ان کے نزدیک یہودی دنیا کی مظلوم ترین مخلوق بن گئے۔

یہودیوں نے ''ہولوکاسٹ'' کا پروپیگنڈا اس قدر منظّم منصوبہ بندی سے کیا کہ اس واقعہ کی تاریخی حیثیت پر تحقیق کرنا جرم بن گیا اور ایسا کرنے والے پر ''نسل پرست'' ہونے کے الزامات عائد کیے جانے لگے۔ اس بات میں کوئی کلام نہیں کہ ایڈولف ہٹلر

(Adolf Hitler) یہودی قوم سے بہت سخت نفرت کرتا تھا۔اس نفرت کی وجہ یہودی قوم کا وہ سازشی کردار تھا جو وہ ان دنوں ادا کرتے تھے اور آج بھی دنیا بھر کا امن تباہ کرنے میں اسی مکار قوم کا پورا پورا ہاتھ ہے۔1933ء میں جب ہٹلر نے جرمنی کا اقتدار سنبھالا تو یہودیوں کی عادات بد اور قابل نفرت کردار نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ ان سے جلد از جلد چھٹرا لے،اس سلسلے میں اس نے ایسی پالیسیاں اپنانا شروع کر دیں جن سے یہودیوں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو روکا جا سکتا تھا۔اس وقت جرمنی میں یہودی اقلیت میں ہونے کے باوجود ہر شعبہ ہائے زندگی پر چھائے ہوئے تھے۔طب، تعلیم، تجارت، میڈیا الغرض ہر طرف انہی کا کنٹرول تھا اور یہ لوگ ایک منظّم ترین لابی کی صورت میں جرمنی کو اپنی مرضی سے چلا رہے تھے۔ہٹلر نے 1935ء میں ایک قانون نافذ کیا جس کی رو سے کسی بھی غیر جرمن نسل کے فرد کو جرمنی میں ملازمت نہ دی جا سکتی تھی۔اس قانون کا مقصد یہودیوں کی ایک بڑی تعداد کو سرکاری اداروں کے کلیدی عہدوں سے ہٹانا تھا جس میں ہٹلر کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔اس کے بعد ہٹلر نے ایسی سرکاری پالیسیاں وضع کیں جن سے تجارت، میڈیا، طب اور دوسرے شعبوں سے بھی یہودیوں کو بے دخل ہونا پڑا۔1939ء تک بہت سے جرمن یہودی دوسرے ممالک میں منتقل ہو گئے تھے لیکن پھر بھی بہت سے ایسے تھے جو نامساعد حالات کے باوجود کسی نہ کسی طرح جرمنی ہی میں کاروبار چلانے میں کامیاب رہے۔

دوسری جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو جرمنی میں موجود یہودیوں نے جرمنی سے غداری کرتے ہوئے اتحادیوں کے لیے جاسوسی کا فریضہ سنبھال لیا۔اس غداری کی اطلاع جب ہٹلر کو ملی تو وہ غضبناک ہو گیا۔اس موقع پر اس نے یہودیوں سے متعلق یہ تاریخی الفاظ کہے:
''خدا نے تین قسم کی مخلوق پیدا کی ہے، انسان، حیوان اور یہودی۔ یہودیوں کے ہوتے ہوئے زمین پر انسان اور حیوان کبھی بھی امن وسکون سے زندہ نہیں رہ سکیں گے''۔(یہ الفاظ ایک حقیقت کا روپ دھارے آج ہمارے سامنے موجود ہیں)۔

ہٹلر نے غداری کے جرم میں جرمنی میں بسنے والے تمام یہودیوں کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔یہودیوں کو حراست میں لے کر انہیں مختلف کیمپوں میں رکھا گیا۔ان کیمپوں

کو اتحادی ممالک ''باڑے'' کہا کرتے تھے۔ یہی وہ کیمپ ہیں جن کی بنیاد پر یہودیوں کو ہولو کاسٹ کا افسانہ گھڑنے کا موقع ملا۔ یہودیوں نے دنیا بھر میں یہ پروپیگنڈا کیا کہ ان حراستی کیمپوں میں ہٹلر نے گیس چیمبرز بنوائے تھے جن میں یہودیوں کو گھسنے پر مجبور کیا جاتا اور پھر باہر سے تالا لگا کر ان کمروں میں زہریلی گیس چھوڑ دی جاتی، جس سے وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتے تو بعد میں ان کی لاشوں کو برقی بھٹی میں ڈال کر جلا دیا جاتا۔ اس سلسلے میں یہودیوں کا کہنا ہے کہ صرف 1942ء میں ''آشوونز کیمپ (Auschwitz Camp)'' میں 27 لاکھ یہودی قتل کیے گئے۔

اس ضمن میں بعض معروف محققین نے از سر نو تحقیقات کیں، جن کی رو سے یہ بات پایہ ثبوت کو جا پہنچی ہے کہ ہولو کاسٹ ایک فرضی داستان ہے۔ پہلی بات، یہ کہیں ثابت نہیں ہے کہ ایڈولف ہٹلر نے یہودیوں کے قتل عام کا حکم جاری کیا ہو۔ ہٹلر ذہنی طور پر یہودیوں کے انتہائی خلاف ضرور تھا لیکن اس نے کسی منصوبہ بندی کے تحت ایسا کوئی کام نہیں کیا جسے ہولو کاسٹ قرار دیا جا سکے۔ دوسری بات بھی نہایت اہم ہے کہ یہودیوں کے پروپیگنڈے کے مطابق ہٹلر 60 لاکھ یہودیوں کا قتل عام کیا تھا، جبکہ تاریخی حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جرمنی کے مقبوضہ علاقوں میں اس وقت یہودیوں کی کل آبادی 20 لاکھ سے زائد نہ تھی۔ ایسی صورت میں ہٹلر پر 60 لاکھ یہودیوں کے قتل کا الزام 20 ویں صدی کا سب سے بڑا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

''ہولو کاسٹ'' کے متعلق شک وشبہے کا اظہار کرنا بہت سے مغربی ممالک میں غیر قانونی ہے۔ دنیا کے 10 ممالک تو ایسے ہیں جہاں ہٹلر کے ہاتھوں مرنے والے یہودیوں کی تعداد پر رائے زنی کرنا بھی جرم ہے اور اس کی باقاعدہ سزا مقرر ہے۔ اس کے علاوہ بعض ممالک مثلاً امریکہ اور برطانیہ میں ''ہولو کاسٹ'' کے حوالے سے باقاعدہ قوانین تو موجود نہیں ہیں لیکن ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ہولو کاسٹ پر رائے زنی یا اعتراض کرنے والوں کو نسلی منافرت پھیلانے کے الزام میں گرفتار کر کے ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ یہ وہی مغربی ممالک اور ان کا متعصب میڈیا ہے جو چند سال پہلے ناروے کے ایک یہودی اخبار

جلینڈز پوسٹن کی طرف سے پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد عربی ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کرنے پر اس توہین رسالت ﷺ کے مرتکب اخبار کے لیے ڈھال بن گئے تھے۔ تعجب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی پر (اگر چہ وہ چاند پر تھوکنے کے مترادف تھی) آزادیٔ اظہار رائے کی آڑ لینے والے، ہولوکاسٹ جیسی افسانوی داستان پر ایک لفظ تک سننا گوارا نہیں کرتے اور اس پر علمی بحث مباحثہ بھی ناجائز اور خلاف قانون تصور کیا جاتا ہے۔ کیا اظہار رائے کی آزادی سے متعلق مغرب کا یہ دوغلا رویہ ثابت نہیں کر رہا کہ وہ خود نسل پرست اور تعصب کے تنگ وتاریک خول میں بند ہیں؟

چونکہ ''ہولوکاسٹ'' کے مفروضے کی وجہ سے ساری مغربی اقوام احساس جرم میں مبتلا تھیں (مغرب کے اس احساس جرم کو بھی فرضی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، جب کہ یہودیوں کے ساتھ تعاون و ہمدردی کی اصل وجہ اسلام کے خلاف ازلی دشمنی ہی تھی) لہٰذا انہوں نے اجتماعی تحریک چلائی جس کے نتیجے میں **14** مئی **1948**ء کو اقوام متحدہ کی زیر نگرانی ارض فلسطین پر اسرائیل نام کی ناجائز ریاست وجود میں آئی۔ اس طرح یہودی ارض فلسطین پر ایک جھوٹ کے ذریعے اپنی ریاست بنانے میں کامیاب ہو گئے جس کا خواب وہ کئی صدیوں سے دیکھتے چلے آ رہے تھے، یہی ''ہولوکاسٹ'' کا ڈرامہ رچانے کا اصل مقصد تھا۔''

چند سال پیشتر معروف تاریخ دان ڈیوڈ ارونگ **(David John Cawdell Irving)** کو آسٹریلیا کی عدالت نے محض اس لیے تین سال کی سزا سنا ڈالی کہ اُس نے صرف اتنا کہا تھا کہ ہولوکاسٹ میں یہودیوں کے قتل کی تعداد اتنی نہیں جتنی مبالغہ آرائی کی جاتی ہے۔ بعد میں اُس نے جیل جانے کے خوف سے عدالت میں بیان دیا کہ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی اور میں نے اپنے خیالات سے رجوع کر لیا ہے۔ یاد رہے کہ وہ آسٹریلیا کا شہری نہیں مگر اُسے آسٹریلیا میں سزا دی گئی کیونکہ یورپ میں باقاعدہ یہ قانون ہے کہ دنیا میں کہیں بھی کوئی شخص ہولوکاسٹ کو چیلنج نہیں کر سکتا، خلاف ورزی کی صورت میں اسرائیل کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے گرفتار یا اغوا کر کے لے آئے اور اُسے سزا دے۔

امریکہ کے سابق صدر نکسن نے ایک بار کہا تھا کہ پروپیگنڈا پر خرچ کیا گیا ایک

ڈالر، اسلحہ پر خرچ کیے گئے دس ڈالر سے بہتر ہے اور بلاشبہ یورپی دنیا نے اس کلیہ کا فراخ دلی کے ساتھ استعمال کیا۔ عجیب بات ہے کہ محض پروپیگنڈے کے زور پر دنیا کو یہ باور کرایا گیا کہ ہولوکاسٹ میں **60** لاکھ یہودی مارے گئے۔ جہاں یہودیوں کی مظلومیت کی داستانیں گھڑی گئیں، وہیں ہٹلر کے جھوٹے اقوال پیش کر کے اس کی کردار کشی کی گئی اور اس کے وزیر اطلاعات گوئبلز کو جھوٹوں کا آئی جی بنا کر پیش کیا گیا۔ آپ نے ہٹلر سے منسوب یہ بات بھی سنی ہوگی کہ جھوٹ اس تواتر کے ساتھ بولو کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگیں۔ یہ قول یہودیوں نے گھڑا اور انہیں پر صادق آتا ہے کہ جھوٹ کو اس قدر تواتر اور تیقن کے ساتھ بیان کرو کہ زمانہ سچ مان لے۔ ہولوکاسٹ کے ضمن میں انہوں نے نہ صرف یہی حکمت عملی اختیار کی بلکہ حقائق کا گلا گھونٹنے کے لیے ہولوکاسٹ پر بحث و تمحیص کے دروازے بھی بند کر دیئے۔ بیشتر ممالک میں ہولوکاسٹ کے انکار کو جرم قرار دلوایا اور پھر خود بھی یہ قانون بنایا کہ جو شخص ہولوکاسٹ پر سوال اٹھائے یا اس میں مرنے والے یہودیوں کی تعداد **60** لاکھ سے کم بتائے، اسے **"Hate Criminal"** قرار دیتے ہوئے نہ صرف مقدمہ چلا کر سزا دی جا سکتی ہے بلکہ اگر یہ جرم کسی اور ملک میں سرزد ہوا ہو تو مجرم کی حوالگی کا مطالبہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ آج تک جس نے بھی ہولوکاسٹ پر سوالات اُٹھانے کی کوشش کی، اسے نشان عبرت بنا دیا گیا۔ **Ernest Zundel** جرمن محقق، مصنف اور پبلشر ہیں۔ انہوں نے ایک کتابچہ شائع کیا ''کیا واقعی چھ ملین مارے گئے'' اس حق گوئی کی پاداش میں انہیں امریکی پولیس نے گرفتار کیا اور کینیڈا ڈی پورٹ کر دیا۔ وہاں دو سال تک زیر حراست رکھنے کے بعد انہیں جرمنی کے حوالے کر دیا گیا، جہاں اس کے خلاف مقدمے کا آغاز ہوا اور ہولوکاسٹ کا انکار کرنے کے جرم میں پانچ سال قید کی سزا سنا دی گئی۔ جین میری لی پین، راجر گراوڈی، یورگن گراف، گیر ہارڈ فوسٹر، گیسٹن ارمانڈ، جرمار روڈ ولف، رابرٹ فائریسن، وولف گینگ فروپلچ، سلویا اسٹالس، ڈیرک زمرمین، رچرڈ ویمسن، میلکم روس اور ڈوگ کولنز سمیت کتنے ہی تاریخ دان ہیں جنہوں نے حقائق سے پردہ اُٹھانے کی کوشش کی تو انہیں بھاری جرمانہ اور جیل کی ہوا کھانا پڑی۔ آپ کسی سرچ انجن پر جا کر ٹائپ کریں **Crime of Denying Holocaust**

اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کی طویل فہرست سامنے آجائے گی۔ آسٹریا، جرمنی، فرانس، سوئٹزرلینڈ، ہنگری، چیک ری پبلک، رومانیہ، پرتگال اور اسپین سمیت بیسیوں ممالک میں آزادی اظہار کے اس دور میں بھی ہولوکاسٹ کا انکار کرنا یا اس سے متعلق سوالات اُٹھانا ناقابل معافی جرم ہے۔ اس سلسلہ میں حافظ عبدالواحد سجاد اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''ہولوکاسٹ'' کے اس پس منظر میں اگر کوئی مجرم بنتا تھا تو وہ ہٹلر تھا مگر پوری جرمن قوم پر فرد جرم عائد کی گئی اور 38 لاکھ یہودیوں نے خود کو قتل عام سے بچ جانے والے مظلوم ظاہر کر کے جرمنی سے تاوان کا مطالبہ کیا جواب تک وہ پینشن کی صورت میں وصول کر رہے ہیں اور اسرائیل کو جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی ہے وہ ''ہولوکاسٹ'' کے نسخہ کو استعمال کر کے فوراً جرمنی سے کام کروالیتا ہے۔

آئزن ہاور (Eisen Hower) (1890، 1969ء) جو امریکہ کے 34 ویں صدر، ونسٹن چرچل (Winston Churchill) (1874، 1965ء)، فرانس کے جنرل چارلس ڈیگال (1890ء، 1970ء) تینوں نے اپنی اپنی سرگزشت میں جنگ کے تمام حالات و واقعات اور ذاتی مشاہدات بیان کیے مگر ان میں ''ہولوکاسٹ'' کا تذکرہ کہیں نظر نہیں آتا، خصوصاً چرچل کی کتاب جس پر اسے نوبیل ادبی انعام بھی ملا، 6 جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں چرچل نے جرمنی میں یہود کی تکالیف، مشکلات اور مصائب کی وجوہات کا جائزہ بھی لیا ہے مگر کسی گیس چیمبر کا ذکر ہے نہ یہود کے قتل عام کا، پھر جنگ عظیم کے خاتمے پر اتحادی افواج کے تشکیل کردہ تحقیقاتی کمیشن نے 3 برس کی چھان پھٹک کے بعد 1948ء میں رپورٹ دی کہ جرمن کیمپوں میں کوئی شخص زہریلی گیس سے نہیں مرا۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر یہ افسانہ تھا تو پھر محققین نے سچ اور جھوٹ کو واضح کرنے کے لیے مندرجہ بالا حقائق دنیا کے سامنے کیوں نہیں رکھے؟ تو اس حوالے سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ غیر جانبدار مصنفین اور مؤرخین نے اس ڈرامے کی حقیقت بیان کر دی مگر دباؤ، طاقت اور قتل و غارت کے ذریعے سچ کو سامنے نہیں آنے دیا گیا، جن لوگوں نے سچ سامنے لانے کی کوشش کی، انہیں راستے سے ہٹا دیا گیا یا یہ راستہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔

پروفیسر فارلین اولین فرد تھے جنہوں نے گیس چیمبرز کے متعلق حقائق دنیا کے سامنے رکھے اور ثابت کیا کہ ''ہولوکاسٹ'' صرف ایک ڈراما ہے۔اس کی پاداش میں پہلے وہ یونیورسٹی ملازمت سے فارغ اور بعد میں قتل کر دیے گئے۔ معروف فرانسیسی مؤرخ فرانکوس ڈیراٹ کو اس وجہ سے قتل کیا گیا کہ انہوں نے ایک ایسا بروشر شائع کیا جس میں اس ڈرامے کا مقصد اسرائیل کے قیام کے لیے ہمدردیاں سمیٹنا بتایا گیا تھا۔ یہی بات ایک امریکی براڈ کاسٹر ایڈگر اسٹیل نے کہی ہے۔

ہنری ریکیورز نے Holocaust پر مقالہ لکھا، اس کے دفاع اور انٹرویو میں کامیابی کے باوجود انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری نہ دی گئی۔ ڈاکٹر سٹیگلش نے MYTH of Auschtwitz لکھی تو تین قاتلانہ حملے ہوئے اور ڈاکٹریٹ کا اعزاز بھی واپس لے لیا گیا۔ پھر پیری گویلم نے "Annales Dhistorie Revislonniste" چھاپی تو حملوں اور بھاری جرمانوں کے ذریعے پبلشنگ کے شعبے سے نکال کر دم لیا۔ زینڈال نے "Did six Million Really Die" لکھ کر سزائے موت پائی۔ بٹز نے "The Mythos of Auschtwitz" تحریر کر کے مفروضوں کو براہین سے رد کیا تو اس کتاب پر پابندی لگا دی گئی۔ راجر گیر نے The Founding myths of the Israel Policy میں گیس چیمبرز کے ڈرامے کو بے نقاب کیا تو مقدمات کا سامنا کرنا پڑا اور الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے ان کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس کے بعد کسے ہمت ہوتی کہ وہ اس افسانہ کی حقیقت بیان کرتا''۔

(ہفت روزہ ضرب مومن کراچی، 15 ستمبر 2014ء)

اس وقت 104 ممالک میں یہودیوں کی تعداد ایک کروڑ 47 لاکھ کے لگ بھگ ہے جن میں سے 55 لاکھ اسرائیل میں رہتے ہیں۔ وہ چاہے دنیا کے کسی بھی ملک میں رہتے ہوں، اپنے ملک سے مخلص اور متحد ہیں، ان کا ایک ہی مقصد ہے: اسرائیل کا تحفظ۔ دنیا بھر کے یہودی اپنی آمدن میں سے سالانہ 7 ارب ڈالر اسرائیل کو عطیہ کرتے ہیں۔ حیرانی ہے کہ اس پدی برابر ملک نے امریکی اور مغربی ممالک کی عدالتوں بلکہ بین الاقوامی

عدالت انصاف میں ایسا قانون بنوادیا ہے کہ ''ہولوکاسٹ'' کے خلاف کوئی بولے یا نازیوں کے ہاتھوں یہودیوں کے قتل عام کے کوائف اور اعداد وشمار کو چیلنج کرے یا اختلاف کرے تو وہ قانون کی گرفت میں آ جاتا ہے۔اسرائیل کے اس مطالبہ اور مغرب کی ہولوکاسٹ کے خلاف قانون سازی کو اقوام متحدہ نے بھی تسلیم کرلیا ہے جبکہ دوسری طرف عیسائیت کے بعد دنیا کے سب سے پہلے اور بڑے دین اسلام کے مقتدا و پیشوا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف جو بھی بدزبانی اور سوقیانہ پن اختیار کیا جائے، اسے آزادئ صحافت، آزادئ رائے اور آزادئ اظہار کی آڑ میں جائز قرار دیا جاتا ہے۔ یہ ہے مغربی تہذیب جس کا چہرہ بظاہر روشن لیکن اندروں چنگیز سے بھی تاریک تر ہے۔اس کے مقابلہ میں 56 اسلامی ممالک میں ایک ارب 50 کروڑ سے زائد مسلمان رہتے ہیں۔ان ممالک کی اپنی تنظیم OIC او آئی سی ہے۔کیا یہ سب ممالک سفارتی سطح پر اقوام متحدہ پر زور نہیں دے سکتے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عزت وناموس پر ایک عالمی قانون بنایا جائے کہ کوئی شخص خواہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں رہتا ہو، اگر مسلمانوں کے رسول اعظم حضور نبی کریم ﷺ کی توہین کرے تو وہ سزا کا مستوجب ہوگا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہودیوں کی دل جوئی کے لیے اقوام متحدہ کی سطح پر قانون سازی کی جاسکتی ہے تو عصمت انبیا بالخصوص حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وناموس کے لیے قانون سازی کیوں نہیں ہوسکتی؟ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہمارے اسلامی حکمران دینی غیرت وحمیت سے سرشار ہوں ورنہ مغرب کے در پر سجدہ ریز ہونے سے یہ مسئلہ حل نہ ہوگا۔

آزادئ اظہار کے علم بردارو! ہولوکاسٹ پر گفتگو کرنا جرم ہے، اگر ہولوکاسٹ واقعی سچ ہے تو اسے جھٹلانا جرم ہونا چاہیے کیونکہ اس سے یہودیوں کو تکلیف ہوتی ہے مگر یورپ، پیغمبر انسانیت، چارہ ساز بیکساں حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بکواس کرنے پر پابندی کیوں نہیں لگاتا۔ یہ تو اس سے کہیں بڑا جرم ہے، اس سے دنیا کی ایک ارب سے زیادہ آبادی کو تکلیف ہوتی ہے۔اب یہ دنیا میں دوہرا معیار زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔یاد رہے مغرب خصوصاً امریکہ میں ہٹلر کا نشان سواسٹیکا Swastika بنانے، لہرانے، شائع

کرنے، پینٹ کرنے یا کسی بھی طرح استعمال کرنے پر سخت پابندی اور قابل جرم ہے۔ خلاف ورزی پر قانون حرکت میں آ جاتا ہے۔امریکہ میں کوئی شخص اس نشان کی شرٹ پہن کرآزادانہ گھوم پھر نہیں سکتا بلکہ ایسی شرٹس کی خرید وفروخت بھی جرم ہے۔ہٹلر کے اس امن نازی نشان سے یہودی چڑتے ہیں۔انہیں اس نشان میں اپنی اصلیت نظر آنے لگتی ہے۔ امریکی حکومت ایسے معاملات کونظرانداز نہیں کرتی بلکہ اس کا قانون آنکھیں بدل لیتا ہے۔ آزادی اظہار کے علمبردار امریکہ سمیت پورے یورپ میں کسی صحافی کی جرأت نہیں کہ وہ کسی اخبار، رسالے، کتاب یا اپنی تقریر میں ہٹلر کا یہ تاریخی قول دہرادے۔''میں چاہتا تو دنیا کے تمام یہودیوں کو ختم کرسکتا تھا مگر کچھ یہودی میں نے اس لیے چھوڑ دیئے تاکہ دنیا کو پتا چل سکے کہ میں نے یہودیوں کو کیوں قتل کیا؟'' کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ایسا کرنے سے ان پر اذیتوں کے پہاڑ ٹوٹ سکتے ہیں۔مغرب میں یہودی مخالف ہونا جرم ہے،اس پر سزا اور جرمانہ ہے۔جبکہ وہاں اسلام دشمن ہونا ہر آزاد شہری کا حق ہے۔اس سلسلہ میں حکومت، آئین اور قانون اسے مکمل تحفظ اور سرپرستی فراہم کرتے ہیں۔2006ء میں ایک معروف بھارتی سرمایہ کار ستیش سبھلوک نے ممبئی بھارت میں ایک جدید ترین ریسٹورنٹ بنایا جسے ہٹلر کے نام سے منسوب کیا گیا۔اس پر دنیا بھر کے یہودیوں نے بھرپور احتجاج کیا جس پر ریسٹورنٹ کے مالک نے یہودیوں سے معذرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ریسٹورنٹ کا نام تبدیل کردے گا۔ریسٹورنٹ کے مالک نے کہا کہ ہماری طرف سے اپنایا گیا نام غیر مناسب تھا اور اس کا مقصد کسی طور پر ہٹلر کے نظریات اور عزائم کو پیش کرنا نہیں تھا اور اس نام کے استعمال سے جو اشتعال پھیلا، اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں مغرب کی آزادیٔ اظہار کہاں چلی جاتی ہے؟ کینیڈا میں 2003ء میں ڈیوڈ اھانیکے کے خلاف الزام لگایا گیا کہ اس نے یہودیوں کے خلاف ایک رپورٹر کے سامنے چند جملے کہے تھے۔2005ء میں اسے مجرم قرار دے کر ایک ہزار ڈالر جرمانہ کردیا گیا۔کچھ عرصہ پہلے پیرس، فرانس میں دنیا کے سب سے بڑے فیشن ڈیزائنر جان گیلیانو (John Galliano) نے ایک تقریب میں صرف اتنا کہا تھا''میں ہٹلر کو پسند کرتا ہوں!''اس پر

پولیس نے فوراً ڈیزائنر کو گرفتار کرلیا، فرنچ کمپنی نے اسے ملازمت سے فارغ کردیا اور حکومت نے اس سے فرانس کا سب سے بڑا سول ایوارڈ بھی واپس لے لیا۔ یہ بات بھی قارئین کی دلچسپی کا باعث بنے گی کہ انٹرنیٹ پر ہر شخص کو بولنے اور لکھنے کی مکمل آزادی ہے مگر یہاں آپ ہولوکاسٹ کے خلاف کوئی لفظ نہیں بول سکتے۔ کوئی فلم اپ لوڈ نہیں کر سکتے، فیس بک اور ٹویٹر وغیرہ پر اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکتے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کی گفتگو یا تحریر فوری ختم کردی جائے گی اور آپ کا انٹرنیٹ پر داخلہ ممنوع ہو جائے گا۔ لیکن افسوس! یہاں اسلام کے خلاف سب کہنے اور بولنے کی پوری آزادی ہے۔

(ناموس رسالت ﷺ، مغرب اور آزادی اظہار از محمد متین خالد)

اے خدا پھر سے ابابیلوں کو کنکر دے دے

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
سن لے تو آج یہ فریاد خدایا میری
تیرے محبوب نے جس سمت کیے تھے سجدے
حکم سے تیرے وہ اصحابِ نبیؐ کے سجدے
سینکڑوں غم لیے سینے میں ہے غمگین کھڑا
اب فقط تیرے سہارے ہے فلسطین کھڑا
کاش دنیا یہ سمجھ پاتی یہ جھگڑا کیا ہے
آپ کے گھر پہ کسی غیر کا قبضہ کیا ہے
تو جو چاہے تو ہر اک بات کو بہتر کر دے
اک نظر ڈال کے حالات کو بہتر کر دے
اب کہیں بھی نہیں شنوائی ہے میرے مولا!
ساری دنیا ہی تماشائی ہے میرے مولا!
جو تیرے نام پہ لڑتے ہیں اگر ہارے تو
اس میں ہم سب کی بھی رسوائی ہے میرے مولا!

ان کی اجڑی ہوئی بستی کی صدائیں سن لے
اے خدا قبلہ اوّل کی دعائیں سن لے
تو جو چاہے تو برا وقت بھی ٹل جائے گا
رات کی کوکھ سے سورج بھی نکل آئے گا
دودھ منھے بچوں کے بھی خواب ہوا کرتے ہیں
جنگ کرنے کے بھی آداب ہوا کرتے ہیں
ہم نہیں کہتے ہمیں اڑنے کو تو پر دے دے
جو فقط تیرے ہی آگے جھکے وہ سر دے دے
لشکرِ فیل جہالت پہ اتر آیا ہے
اے خدا پھر سے ابابیلوں کو کنکر دے دے

(فلسطین کی موجودہ صورت حال کے تناظر میں، بھارت کے معروف شاعر عمران پرتاب گڑھی کی دل سوز نظم جو جشن اردو دبئی دسمبر 2023ء میں پڑھی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے سوشل میڈیا کے ذریعے پوری دنیا میں پھیل گئی۔)

ملحقات

- Israel A Profile by Israel T. Naamani (America, 1972)
- Our Foreign Missions by Mirza Mubarak Ahmad (Rabwah, Pakistan 1961)
- **المخططات الاستعماریہ لمکافحۃ الاسلام** ازمحمد محمود الصواف
- کشتی نوح ازمرزا غلام احمد قادیانی
- شہادت القرآن ازمرزا قادیانی
- تحفہ گولڑویہ ازمرزا غلام احمد قادیانی
- انجام آتھم ازمرزا غلام احمد قادیانی
- دافع البلاء ازمرزا غلام احمد قادیانی
- گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ازمرزا غلام احمد قادیانی
- مجموعہ اشتہارات جلد اوّل طبع جدید ازمرزا قادیانی
- مجموعہ اشتہارات جلد دوم طبع جدید ازمرزا قادیانی
- ربوہ کی تحریک جدید کے سالانہ بجٹ 1966ء۔1967ء صفحہ 25 کا عکس
- روزنامہ الفضل قادیان، 19 مارچ 1918ء
- روزنامہ الفضل قادیان 7 نومبر 1921ء
- روزنامہ الفضل قادیان 22 جولائی 1937ء
- روزنامہ الفضل قادیان 26 فروری 1943ء
- روزنامہ الفضل قادیان 5 اپریل 1947ء
- روزنامہ الفضل 11 جنوری 1952ء
- تشحیذ الاذہان دسمبر 1911ء
- دہشت گرد کون؟

ISRAEL
a profile
Israel T. Naamani
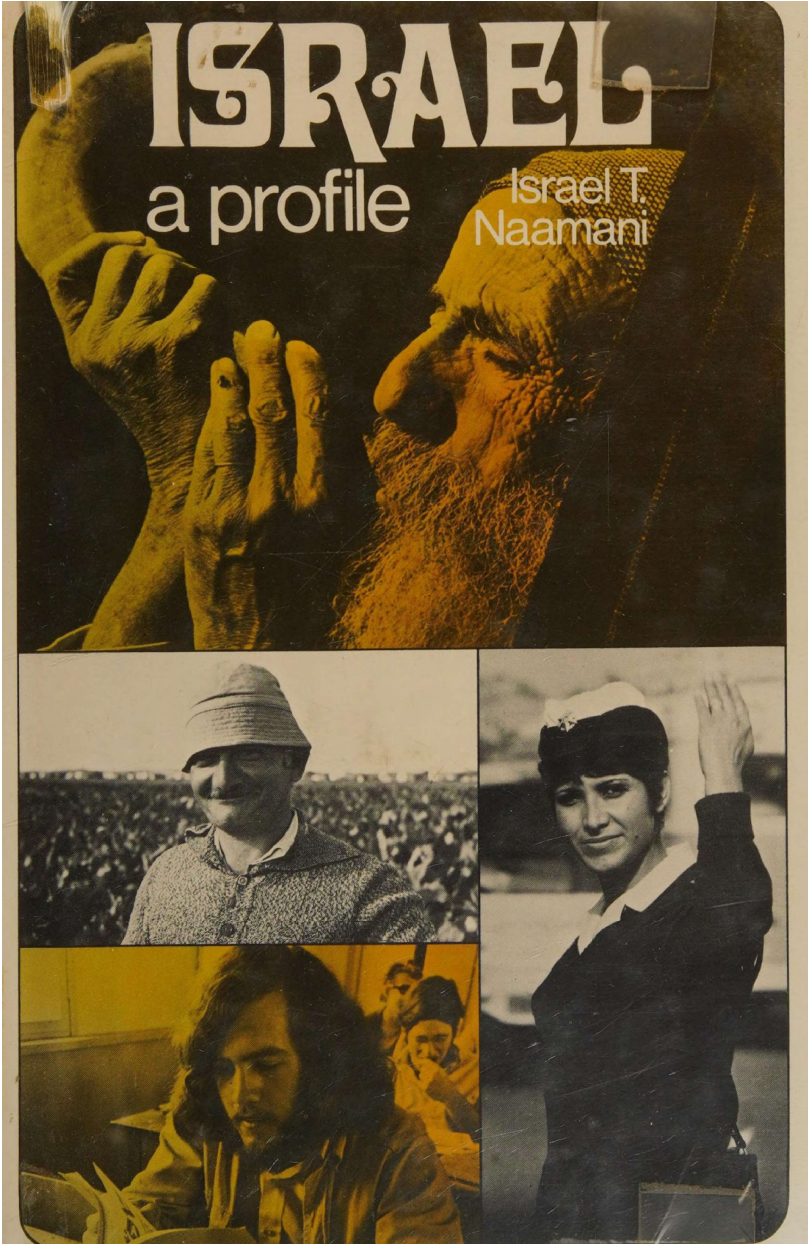
ISRAEL

A PROFILE

Israel T. Naamani

PRAEGER PUBLISHERS
New York • Washington • London

About 35,000 Druze live in Israel in about twenty villages, mostly around Haifa, on the slopes of Mount Carmel. They were granted the status of an autonomous religious community, and they enjoy administrative rights in their local councils. Moreover, they, unlike the Arab Muslims, in the early days of the state can serve in the army. Two other small non-Arab Muslim groups, the Circassians, who came in the nineteenth century from Russia and now number about 2,000 souls, and the Ahmadi sect of some 600 people from Pakistan, can also serve in the army. The Druze, the Circassians, and the Ahmadians, like all citizens in the country, can vote in the national elections to parliament and be represented in it. Several Druze have taken seats in the Knesset along with other Arabs. In 1969, a Druze was chosen Deputy Speaker of the Parliament.

For Christianity the Holy Land is a magnet for pilgrimage and spiritual regeneration. After the 1967 Israeli occupation of areas that in biblical times were part of the country, the Christians were able to trace the trail of Jesus by touching the past and the present in the Church of Nativity in Bethlehem; by going up to Nazareth and gazing into the very skies of Galilee beheld by Jesus; by climbing Mount Tabor to be transfigured into another time; by drinking the swift waters of the impetuous Jordan; by returning to Jerusalem to kneel at the hallowed Hall of the Last Supper; by walking the Via Dolorosa and praying at the Church of the Holy Sepulchre.

But the story of the Christians in the Holy Land is even more confused than those of the Jews and the Muslims. Numbering only 80,000, mostly Arabs, they belong to some twenty-five denominations. Among them are the Greek Catholic, 25,000; Greek Orthodox, 22,000; Roman Catholic, 16,000; Maronite, 4,000; and Protestant (Anglicans, Baptists, Presbyterians, Lutherans), 4,000; and Monophysite (Armenian-Gregorian, Coptic, Ethiopian), 7,000. The largest Christian edifice in Israel, as well as the entire Middle East, is the new Basilica erected in Nazareth in the late 1960's at the cost of about $2 million. There are more than 200 other churches and chapels and 40 monasteries and convents in the Holy Land, with 1,500 priests, ministers, monks, and nuns. Most of the orders—Franciscan, Carmelite, Benedictine, Sisters of the Rosary, the Clarisses—built their

OUR FOREIGN MISSIONS

(*Revised Edition*)

MIRZA MUBARAK AHMAD

Published by
The Ahmadiyya Muslim Foreign Missions Office,
Rabwah (Pakistan.)

printed in the U.S.A. by Princeton University Press, Princeton, N. J.).

[**ISRAEL MISSION**

The Ahmadiyya Mission in Israel is situated in Haifa at Mount Karmal. We have a mosque there, a Mission House, a library, a book depot, and a school. The mission also brings out a monthly, entitled *Al-Bushra* which is sent out to thirty different countries accessible through the medium of Arabic. Many works of the Promised Messiah have been translated into Arabic through this mission.]

In many ways this Ahmadiyya Mission has been deeply affected by the Partition of what formerly was called Palestine. The small number of Muslims left in Israel derived a great deal of strength from the presence of our mission which never misses a chance of being of service to them. Recently, our missionary had an interview with the Mayor of Haifa, when during the discussion on many points, he offered to build for us a school at Kababeer, a village near Haifa, where we have a strong and well-established Ahmadiyya community of Palestinian Arabs. He also promised that he would come to see our missionary at Kababeer, which he did later, accompanied by four notables from Haifa. He was duly received by members of the community, and by the students of our school, a meeting having been held to welcome the guests. Before his return he entered his impressions in the Visitors' Book.

Another small incident, which would give readers some idea of the position our mission in Israel occupies, is that in 1956 when our missionary, Maulvi Muhammad Sharif, returned to the

Headquarters of the Movement in Pakistan, the President of Israel sent word that he (our missionary) should see him before embarking on the journey back. Maulvi Muhammad Sharif utilized the opportunity to present a copy of the German translation of the Holy Quran to the President, which he gladly accepted. This interview and what transpired at it was widely reported in the Israeli Press, and a brief account was also broadcast on the radio.

TRANSLATION OF THE HOLY QURAN

In the course of these brief notes on our various missions, translation of the Holy Quran has been frequently mentioned, though more or less only in passing. But the importance of the project seems to deserve a compact little note so that readers should be in a position to see at a glance all that has so far been accomplished in this field, and also get some idea of our plans for the future.

Of course the first step in this project was translation into English, work on which was started by Hazrat Khalifatul-Masih II as early as 1916. Translation of the First Part was published soon after, but then for various reasons the work remained for many years in abeyance, till under the programme of what is called the Tahrik-i-Jadeed, it was taken up again with redoubled zeal, and with a clear-cut schedule worked out by Hazrat Khalifatul-Masih II himself.

Two volumes of the translation and commentary in English have already been published, and a third volume is now ready for the press. A volume of the translation with the Arabic text, but without any

محمد محمود الصواف

المخططات الاستعمارية لمكافحة الإسلام

دار الاعتصام

القاديانية...

هذه فرقة أخرى أنشأتها يد الإستعمار ووضعت لها المخطط الجهنمي الخبيث أخرجتها به من الإسلام وجعلت منها مطية حقيرة وعميلة ذليلة لمصالح الاستعمار ، وخرجت بها على الإسلام لتهدم بنيانه وتنقض أركانه ، فكان القاديانيون أكفر وأخس جماعة ربتها يد الإنكليز الغادرين أيام احتلالهم للهند ولا تزال هذه الطائفة الكافرة تعيث في الأرض فساداً وتسعى جاهدة لحرب ومكافحة الإسلام في كل ميدان. خاصة في أفريقيا،ولقد وصلتني رسالة من بوغندا بأفريقيا الشرقية ومعها كتاب «حمامةالبشرى »وهو من مؤلفات كذاب قاديان أحمد المسيح الموعود والمهدي المعهود بزعمهم وقد وزع منه الكثير هناك وهو مليء بالكفر والضلال .

والرسالة التي وردتني من أحد كبار الدعاة الإسلاميين هناك يقول فيها : «لقد دهانا ودهى الإسلام من القاديانية شيء عظيم لقد استفحل أمرهم جداً ونشطوا كثيراً في دعايتهم وينفقون أموالاً لا تدخل تحت الحصر ، ولا شك أنها أموال الإستعمار والمبشرين بل بلغني نبأ يكاد يكون مؤكداً أن هناك جمعية تبشيرية قوية مركزها أديس أبابا عاصمة الحبشة وأن ميزانية هذه الجمعية ٣٥ مليون دولار وأنها متركزة لمحاربة الإسلام » .

هكذا يتعاون القاديانيون الكفرة مع أعداء الإسلام في هذا العصر ليحاربوا دين الله ودعوة التوحيد ويقفوا إلى جانب الإستعمار والمستعمرين قاتلهم الله وأخزاهم.

حقيقـــة القاديانيــــة

يقول الأستاذ المجاهد الكبير الشيخ أبو الحسن علي الحسني الندوي أمدّ الله في حياته وجزاه عن جهاده خير الجزاء . يقول في أول كتابه « القادياني والقاديانية » :

« لقد ظهرت الديانة القاديانية في آخر القرن التاسع عشر المسيحي في الهند بعد إستقرار الحكم الإنكليزي فيها . وهي ثورة على النبوة المحمدية — على صاحبها الصلاة والسلام — وعلى الإسلام . ومؤامرة دينية وسياسية ، إن وجد لها نظير في الخطر والضرر على الإسلام ففي الحركة الإسماعيلية الباطنية التي تولى كبرها عبيد الله بن ميمون القداح في القرن الثالث الهجري وأشك أنها بلغت مبلغ الأولى — القاديانية — في اصالة الفساد ودقة المؤامرة ومعاداة الإسلام .

وتبنتها الحكومة الإنكليزية واحضنتها وساعدتها العوامل الإجتماعيـــة والسياسية والفكرية الكثيرة التي توفرت عصر ظهورها فانتشرت على بعدها من الإسلام وأصبحت طائفة كبيرة يحسب لها الحساب ، وأصبحت (قاديان) مركز دعوة ودعاية وسياسة يدين لها : ويؤم شطرها بعض كبار المثقفين — الثقافة العصرية — ورجال الدولة ولا يرى نشاطها إلا في المناظرات ، وإثارة الشكوك والشبهات في المسلمين وتأييد السياسة الإنكليزية ونشر الدعاية لعقيدتها الخاصة في الهند وخارج الهند ثم قال حفظه الله :

وقد كونوا إمارة حرة في بنجاب تسمى « الربوة » وهي مستعمرة قاديانية لا يوظف فيها إلا القادياني ويمكن أن تشبه الربوة في باكستان بإسرائيل في فلسطين وكلاهما جاثم على صدر المسلمين وقائم منهم بالمرصاد .

ثم قال : وأطبق العلماء على تضليل القاديانيين وتكفيرهم وأصبح ذلك كلمة إجتماع لم يشذ منها الا شاذ وأفتوا وألفوا في ذلك مؤلفات كثيرة وأصدرت

ٹائیٹل پیج بار اول

کیلئے عادت کرلیا جاتا ہے۔ وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے۔ سو تم اس سے بچو۔
ہم نہیں سمجھ سکتے کہ تم کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو جن کی شامت سے ہر ایک سال ہزارہا
تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہیں※۔ اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔
پرہیزگار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ
عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ بدخلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔
حد سے زیادہ خدا یا اُسکے بندوں کی ہمدردی سے لاپروا ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خدا
کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائیگا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ۔ پس کیا ہی
بد قسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کرکے بکلّی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے اور خدا کے حرام
کو ایسی بیباکی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اس کیلئے حلال ہے۔ غصہ کی حالت میں دیوانوں کیطرح
کسی کو گالی کسی کو زخمی اور کسی کو قتل کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور شہوات کے جوش میں بے حیائی کے
طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پائیگا یہانتک کہ مریگا۔ اے عزیزو
تم تھوڑے دنوں کیلئے دنیا میں آئے ہو۔ اور وہ بھی بہت کچھ گذر چکے۔ سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو۔
ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو۔ اگر تم سے ناراض ہو تو وہ تمہیں تباہ کرسکتی ہے۔ پس تم
سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو۔ اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ
تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کرسکتا اور وہ خود تمہاری حفاظت کریگا۔ اور دشمن جو تمہاری جان کے
درپے ہے تم پر قابو نہیں پائیگا۔ ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں۔ اور تم دشمنوں سے ڈر کر
یا اور آفات میں مبتلا ہوکر بیقراری سے زندگی بسر کروگے۔ اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم

※ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔
شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ مگر اے مسلمانو! تمہارے نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشہ سے پاک اور
معصوم تھے جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم ہیں سو تم مسلمان کہلا کر کس کی پیروی کرتے ہو۔ قرآن انجیل کی طرح
شراب کو حلال نہیں ٹھہراتا۔ پھر تم کس دستاویز سے شراب کو حلال ٹھہراتے ہو۔ کیا مرنا نہیں ہے؟ منہ

وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اُسکے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں* کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں۔ اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگانِ قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض۔

اِن سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا۔ دیکھو میں یہ کہکر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے اور قمار بازی سے۔ بدنظری سے

*حاشیہ: یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔ چار بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ یہودا۔ یعقوب۔ شمعون۔ یوزس۔ اور دو بہنوں کے نام یہ تھے آسیا۔ لیدیا۔ دیکھو کتاب اپاسٹولک ریکارڈس مصنفہ پادری جان ایلن گائلز مطبوعہ لنڈن ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۶

(ٹائٹل پیج طبع بار ثانی)

الحمدللہ والمنّت کہ رسالہ طیبہ مبارکہ

المسماۃ بہ

شَہَادَۃُ القُرآن

علٰی

نُزُولِ المَسِیحِ المَوعُودِ فِی آخِرِ الزَّمان

مطبع پنجاب پریس سیالکوٹ میں

باہتمام

منشی غلام قادر صاحب

فصیح کے چھپا

میں تو دِلوں کو اندر ہی اندر دے دی ہے بہر حال جبکہ ہمارے نظام بدنی اور امور دنیوی میں خدا تعالیٰ نے اِس قوم میں سے ہمارے لئے گورنمنٹ قائم کی اور ہم نے اس گورنمنٹ کے وہ احسانات دیکھے جن کا شکر کرنا کوئی سہل بات نہیں اس لئے ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اِس گورنمنٹ کے اسی طرح مخلص اور خیر خواہ ہیں جس طرح کہ ہمارے بزرگ تھے۔ ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے۔ سو ہم دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اِس گورنمنٹ کو ہر یک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا۔ سو اگر ہم اِس محسن گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خُدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کیا کیونکہ خدا تعالیٰ کا شکر اور کسی محسن گورنمنٹ کا شکر جس کو خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کو بطور نعمت کے عطا کرے در حقیقت یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسری سے وابستہ ہیں اور ایک کے چھوڑنے سے دوسری کا چھوڑنا لازم آجاتا ہے بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ **اِس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال اُن کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اُس سے جہاد کیسا۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔** سو میرا مذہب جس کو مَیں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دُوسرے اِس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ ہم یورپ کی قوموں کے ساتھ اختلافِ مذہب رکھتے ہیں اور ہم ہرگز خدا تعالیٰ کی نسبت وہ باتیں پسند نہیں رکھتے جو اُنھوں نے پسند کی ہیں۔ لیکن اِن مذہبی امور کو رعیّت اور گورنمنٹ کے رشتہ سے کچھ علاقہ نہیں۔ ﴿۹﴾

ٹائیٹل پیج طبع اوّل

الحمد للّٰہ والمنّہ

کہ یہ رسالہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور ان کے مریدوں
اور ہمخیال لوگوں پر اتمام حجت کے لئے محض نصیحتاً للّٰہ شائع کیا
گیا ہے اور بغرض اس کے کہ عام لوگوں پر حق واضح ہو جائے
اس رسالہ کے ساتھ پچاس (۵۰) روپیہ کے انعام کا اشتہار بھی
دیا گیا ہے جو اسی ٹائیٹل پیج کے دوسرے صفحہ پر مندرج ہے اور
یہ رسالہ موسوم بہ

ہو کر

مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع گورداسپور میں باہتمام
حکیم حافظ فضل الدین صاحب بھیروی مالک مطبع چھپ کر یکم ستمبر ۱۹۰۲ء
کو شائع ہوا

قیمت ۱۰/ محصول ۲/ جلد ... دک ۱/ کل ۱۳/

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ

مسیح موعود کی طرف سے

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ‏ دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے☆ ‏ دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے ‏ اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

☆ نوٹ:۔(ایک زبردست الہام اور کشف) آج ۲؍جون ۱۹۰۰ء کو بروز شنبہ بعد دوپہر دو۲ بجے کے وقت مجھے تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ ایک ورق جو نہایت سفید تھا دکھلایا گیا۔ اس کی آخری سطر میں لکھا تھا اقبال۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آخر سطر میں یہ لفظ لکھنے سے انجام کی طرف اشارہ تھا یعنی انجام باقبال ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ الہام ہوا:۔’’قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے۔ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے۔‘‘ اِس کے یہ معنے مجھے سمجھائے گئے کہ عنقریب کچھ ایسے زبردست نشان ظاہر ہو جائیں گے جس سے کافر کہنے والے جو مجھے کافر کہتے تھے الزام میں پھنس جائیں گے اور خوب پکڑے جائیں گے اور کوئی گریز کی جگہ اُن کے لئے باقی نہیں رہے گی۔ یہ پیشگوئی ہے۔ ہر ایک پڑھنے والا اس کو یاد رکھے۔ اس کے بعد ۳؍جون ۱۹۰۰ء کو بوقت ساڑھے گیارہ بجے یہ الہام ہوا:۔ کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے۔ جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے۔‘‘ یعنی کافر کہنے والوں پر خدا کی حجت ایسی پوری ہوگئی کہ اُن کے لئے کوئی عذر کی جگہ نہ رہی۔ یہ آئندہ زمانہ کی خبر ہے کہ عنقریب ایسا ہوگا اور کوئی ایسی چمکتی ہوئی دلیل ظاہر ہو جائے گی کہ فیصلہ کر دے گی۔ منہ

﴿۲۷﴾

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد / منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو / جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر / کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سید کونین مصطفٰے / عیسٰی مسیح جنگوں کا کردے گا التوا

جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا / جنگوں کے سِلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند / کھیلیں گے بچے سانپوں سے بےخوف و بےگزند

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا / بُھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ حکم سُن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا / وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا

اِک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے / کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں / کردے گا ختم آکے وہ دیں کی لڑائیاں

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں / اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی / وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی / وہ عزمِ مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی

وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی / وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی

﴿۲۸﴾ وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی / خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی اُلفت نہیں رہی / حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی

حمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی / کسل آگیا ہے دل میں جلادت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی / وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی

دُنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی / اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ اُنس و شوق و وجد وہ طاعت نہیں رہی / ظلمت کی کچھ بھی حدّ و نہایت نہیں رہی

ہر وقت جھوٹ۔ سچ کی تو عادت نہیں رہی / نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

ٹائیٹل پیج بار اوّل

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

بفضلہ تعالے

یہ رسائل اربعہ جن کے نام بہ تفصیل ذیل ہیں

انجامِ آتھم

خدائی فیصلہ ۔ دعوتِ قوم

مکتوبِ عربی بنام علماء

مطبع ضیاء الاسلام میں طبع ہوکر عام فائدہ کے لئے شائع کئے گئے

بمقام قادیان

قیمت فی جلد عہ

یہ کیسی خباثت تھی کہ آتھم کی موت کو جو عین الہام کے موافق بیباکی کے بعد بلا توقف ظہور میں آئی کسی نے اس کو نشان الٰہی قرار نہ دیا۔ وہ گندے اخبار نویس جو آتھم کے موید تھے۔ پیشگوئی کی حقیقت کھلنے کے بعد ایسے تجاہل سے چُپ ہوئے کہ گویا مر گئے۔ اب آنکھیں کھولو اور اُٹھو اور جاگو اور تلاش کرو۔ کہ آتھم کہاں ہے۔ کیا خدا کے حکم نے اس کو قبر میں نہ پہنچا دیا۔ ہر ایک منصف اس پیشگوئی کو تسلیم کریگا

جائے گا۔ دیکھو یسوع کو کیسی سُوجھی اور کیسی پیش بندی کی۔ اب کوئی حرام کار اور بدکار بنے تو اس سے معجزہ مانگے۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ جیسا کہ ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی رُوح تھی لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ میں ایک ایسا ورد بتلا سکتا ہوں جس کے پڑھنے سے پہلی ہی رات میں خدا نظر آجائیگا بشرطیکہ پڑھنے والا حرام کی اولاد نہ ہو۔ اب بھلا کون حرام کی اولاد بنے اور کہے کہ مجھے وظیفہ پڑھنے سے خدا نظر نہیں آیا۔ آخر ہر ایک وظیفہ خواں کو یہی کہنا پڑتا تھا۔ کہ ہاں صاحب نظر آگیا۔ سو یسوع کی بندشوں اور تدبیروں پر قربان ہی جائیں ریشم بچھا چھڑانے کے لئے کیسا داؤ کھیلا۔ یہی آپ کا طریق تھا۔ کہ ایک مرتبہ کسی یہودی نے آپ کی قوت شجاعت آزمانے کے لئے سوال کیا کہ اے اُستاد قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں۔ آپ کو یہ سوال سُنتے ہی اپنی جان کی فکر پڑ گئی کہ کہیں باغی کہلا کر پکڑا نہ جاؤں۔ سو جیسا کہ معجزہ مانگنے والوں کو ایک لطیفہ سُنا کر معجزہ مانگنے سے روک دیا تھا۔ اس جگہ بھی وہی کارروائی کی اور کہا کہ قیصر کا قیصر کو دو اور خدا کا خدا کو۔ حالانکہ حضرت کا اپنا عقیدہ یہ تھا۔ کہ یہودیوں کے لئے یہودی بادشاہ چاہیئے نہ کہ مجوسی۔ اسی بنا پر ہتھیار بھی خریدے۔ شہزادہ بھی کہلایا مگر تقدیر نے یاوری نہ کی۔

متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عقل بہت موٹی تھی۔ آپ جاہل عورتوں اور عوام الناس کی طرح مرگی کو بیماری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جن کا آسیب خیال کرتے تھے۔

ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔

یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ جن جن پیشگوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جانا آپ نے فرمایا ہے۔ ان کتابوں میں ان کا نام و نشان نہیں پایا جاتا

ہزار ہا روپیہ کے انعام کے ساتھ علماء اسلام اور عیسائیوں کے سامنے پیش کی گئیں مگر کسی نے سر نہ اُٹھایا اور کوئی مقابل پر نہ آیا۔ کیا یہ خدا کا نشان ہے یا انسان کا ہذیان ہے۔

پھر ایک اور پیشگوئی نشان الٰہی ہے جو براہین کے صفحہ ۲۳۸ میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم قرآن کا وعدہ دیا تھا۔ سو اُس وعدہ کو ایسے طور سے

ضمیمہ حاشیہ

کی اولاد بنیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ میرے پیرو زہر کھائیں گے اور ان کو کچھ اثر نہیں ہوگا۔ یہ **بالکل جھوٹ نکلا**۔ کیونکہ آجکل زہر کے ذریعہ سے یورپ میں بہت خودکشی ہو رہی ہے۔ ہزارہا مرتے ہیں۔ ایک پادری کو کیسا ہی موٹا ہو۔ تین رتی اسٹرکنیا کھانے سے دو گھنٹے تک بآسانی مر سکتا ہے۔ پھر یہ معجزہ کہاں گیا۔ ایسا ہی آپ فرماتے ہیں کہ میرے پیرو پہاڑ کو کہینگے کہ یہاں سے اُٹھ اور وہ اُٹھ جائے گا یہ کس قدر جھوٹ ہے **بھلا** ایک پادری صرف بات سے ایک **اُلٹی جوتی کو سیدھا کرکے تو دکھلائے**۔

ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو۔ یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے اُسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہونگے اسی تالاب سے آپکے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپکا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے **خون** سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدّی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا۔ کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

ٹائیٹل طبع اوّل

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ

الحمد للہ کہ زمانہ کی ضرورت کے موافق بہتوں کو طاعون سے نجات
دینے کے لئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا اور اِس کا نام

ہے

بمقام

قادیان دار الامان

باہتمام حکیم فضلدین صاحب مطبع ضیاء الاسلام

میں چھپا

تعداد جلد ۵۰۰   اپریل ۱۹۰۲ء

[ص۱۳] یہ خدا کا کلام ہے اِس کے یہ معنے ہیں کہ اے جو خلقت کے لئے مسیح کر کے بھیجا گیا ہے۔ ہماری اِس مہلک بیماری کیلئے شفاعت کر۔ تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجُز اِس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں باستثناء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ شفیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جُدا نہیں ہے بلکہ اسکی شفاعت درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شفاعت ہے۔ اَے عیسائی مشنریو! اب ربّنا المسیح مت کہو۔ اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اُس مسیح سے بڑھکر ہے۔ اور اے قوم شیعہ اِسپر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اُس حسین سے بڑھکر ہے۔ اور اگر مَیں اپنی طرف سے یہ باتیں کہتا ہوں تو مَیں جھُوٹا ہوں۔ لیکن اگر مَیں ساتھ اِس کے خُدا کی گواہی رکھتا ہوں تو تم خُدا سے مقابلہ مت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اُس سے لڑنے والے ٹھہرو۔ اب میری طرف دوڑو کہ وقت ہے جو شخص اسوقت میری طرف دَوڑتا ہے مَیں اسکو اس سے تشبیہ دیتا ہوں کہ جو عین طوفان کے وقت جہاز پر بیٹھ گیا۔ لیکن جو شخص مجھے نہیں مانتا مَیں دیکھ رہا ہوں کہ وُہ طوفان میں اپنے تئیں ڈال رہا ہے اور کوئی بچنے کا سامان اُسکے پاس نہیں۔ سچا شفیع مَیں ہوں جو اُس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اُس کا ظِلّ جس کو اِس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اُسکی بہت ہی تحقیر کی یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ اِس لئے خدا نے اِسوقت اِس گناہ کا ایک ہی لفظ کے ساتھ پادریوں سے بدلہ لے لیا کیونکہ عیسائی مشنریوں نے عیسیٰ بن مریم کو خدا بنایا اور ہمارے سیّد و مولیٰ حقیقی شفیع کو گالیاں دیں اور بدزبانی کی کتابوں سے زمین کو نجس کر دیا اِس لئے اُس مسیح کے مقابل پر جِس کا نام خدا رکھا گیا۔ خُدا نے اِس اُمّت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے اور اُس نے اِس دُوسرے مسیح کا نام غلام احمدؐ رکھا۔ تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمدؐ کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا یعنے وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قُرب اور شفاعت کے [ص۱۴]

منۃ۲ سمجھتے ہیں۔ پس ہم قرآن کو چھوڑ کر اور کس کتاب کو تلاش کریں اور کیونکر اسکو ناکامل سمجھ لیں۔ خدا نے ہمیں تو یہ بتلایا ہے کہ عیسائی مذہب بالکل مرگیا ہے اور انجیل ایک مُردہ اور ناتمام کلام ہے۔ پھر زندہ کو مُردہ سے کیا جوڑ۔ عیسائی مذہب سے ہماری کوئی صلح نہیں وہ سب کا سب ردّی اور باطل ہے اور آج آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید کے اور کوئی کتاب نہیں۔ آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے میری نسبت یہ الہام درج ہے جو اسکے صفحہ ۲۴۱ میں پاؤگے اور وہ یہ ہے:- ولن ترضٰی عنك الیهود ولا النصارٰی وخرقوا له بنین و بنات بغیر علم قل هو الله احد الله الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوًا احد۔ ویمکرون ویمکر الله والله خیر الماکرین۔ الفتنة ههنا فاصبر کما صبر اولوا العزم وقل رب ادخلنی مدخل صدق۔ یعنے تیرا اور یہود اور نصاریٰ کا کبھی مصالحہ نہیں ہوگا اور وہ کبھی تجھ سے راضی نہیں ہونگے (نصاریٰ سے مُراد پادری اور انجیلوں کے حامی ہیں) اور پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے ناحق اپنے دل سے خدا کیلئے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں اور نہیں جانتے کہ ابن مریم ایک عاجز انسان تھا۔ اگر خدا چاہے تو عیسٰے ابن مریم کی مانند کوئی اور آدمی پیدا کر دے یا اس سے بھی بہتر جیسا کہ اُس نے کیا۔ مگر وہ خدا تو واحد لاشریک ہے جو موت اور تولّد سے پاک ہے اُس کا کوئی ہمسر نہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عیسائیوں نے شور مچا رکھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قُرب اور وجاہت کے رُو سے واحد لاشریک ہے۔ اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اُس کا ثانی پیدا کرونگا جو اس سے بھی بہتر ہے۔ جو غلام احمدؐ ہے یعنے احمدؐ کا غلام۔

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے — کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا — سب سے بڑھکر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا — میرا بُستاں کلامِ احمدؐ ہے
ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو — اُس سے بہتر غلامِ احمدؐ ہے

یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کے رُو سے خُدا کی تائید مسیح ابن مریم سے

ٹائیٹل بار اوّل

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

گورنمنٹ انگریزی

اور

جہاد

۲۲ مئی ۱۹۰۰

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام حکیم فضل الدین صاحب چھاپا

تعداد ۷۰۰

کی تدبیر ہے اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا [1] یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔ دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے **تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی** ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے صحیح بخاری کی اُس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین پر صلح پھیلا ویں کہ اسی سے اُن کا دین پھیلے گا اور اِس سے تعجب مت کریں کہ ایسا کیونکر ہوگا۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے بغیر توسط معمولی اسباب کے جسمانی ضرورتوں کے لئے حال کی نئی ایجادوں میں زمین کے عناصر اور زمین کی تمام چیزوں سے کام لیا ہے اور ریل گاڑیوں کو گھوڑوں سے بھی بہت زیادہ دوڑا کر دکھلایا ہے ایسا ہی اب وہ رُوحانی ضرورتوں کے لئے بغیر توسّط انسانی ہاتھوں کے آسمان کے فرشتوں سے کام لے گا۔ بڑے بڑے آسمانی نشان ظاہر ہوں گے اور بہت سی چمکیں پیدا ہوں گی جن سے بہت سی آنکھیں کھل جائیں گی۔ تب آخر میں لوگ سمجھ جائیں گے کہ جو خدا کے سوا انسانوں اور دوسری چیزوں کو خدا بنایا گیا تھا یہ سب غلطیاں تھیں۔ سو تم صبر سے دیکھتے رہو کیونکہ خدا اپنی توحید کے لئے تم سے زیادہ غیرتمند ہے اور دُعا میں لگے رہو ایسا نہ ہو کہ نافرمانوں میں لکھے جاؤ۔ اے حق کے بھوکو اور پیاسو! سُن لو کہ یہ وہ دن ہیں جن کا ابتدا سے وعدہ تھا۔ خدا ان قصوں کو بہت لمبا نہیں کرے گا اور جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جب ایک بلند مینار پر چراغ رکھا جائے تو دور دور تک اس کی روشنی پھیل جاتی ہے اور یا جب آسمان کے ایک طرف بجلی چمکتی ہے تو سب طرفیں ساتھ ہی روشن ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی ان دنوں میں ہوگا کیونکہ خدا نے اپنی اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے کہ

[1] الشمس:۱۰

مجموعہ

اشتہارات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

جلد اوّل

سے مجھ سے اور میرے بزرگوں سے گورنمنٹ ممدوحہ کی نسبت ظہور میں آئی، اگر آپ کے وجود اور آپ کے بزرگوں کے وجود میں کوئی شخص اس کا نمونہ تلاش کرنا چاہے تو تضیع اوقات ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا خیرخواہی ہوگی کہ میں سچے دل سے نہ منافقانہ طور پر اس گورنمنٹ کی نسبت بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا گناہ سمجھتا ہوں اور اس بات کو فرض جانتا ہوں کہ اس کی شکر گذاری کی جائے۔ اور اس کی خدمت گذاری میں قصور نہ کریں اور اس کی اطاعت میں دریغ نہ کریں۔ اور میں آپ کی طرح کسی خونی مہدی کا منتظر بھی نہیں تا گورنمنٹ کی نظر میں میرے اصول خطرناک ہوں۔ آپ لوگ جو دلوں میں خیالات رکھتے ہیں اس دانا گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ لوگوں کے عقیدے کچھ چھپے ہوئے نہیں۔ مگر میں تو ایسے عقیدہ پر لعنت بھیجتا ہوں کہ کسی وقت بھی اس محسن گورنمنٹ کی نسبت کوئی بغاوت کا ارادہ مخفی طور پر بھی دل میں رکھا جاوے۔ کئی ہزار روپیہ کی کتابیں اس غرض کے لیے شائع کر چکا ہوں کہ تا لوگ اس غلطی سے بچ جائیں کہ ناحق اس گورنمنٹ کو غیر مذہب کی گورنمنٹ تصور کر کے درندگی اور خونخواری کے خیالات ظاہر کریں اور ہر وقت یہی چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں سچی محبت اس گورنمنٹ کی پیدا ہو۔ بیشک میں جیسا کہ میرے خدا نے میرے پر ظاہر کیا صرف اسلام کو دنیا میں سچا مذہب سمجھتا ہوں، لیکن اسلام کی سچی پابندی اسی میں دیکھتا ہوں کہ ایسی گورنمنٹ جو درحقیقت محسن اور مسلمانوں کے خون اور آبرو کی محافظ ہے اس کی سچی اطاعت کی جائے میں گورنمنٹ سے ان باتوں کے ذریعہ سے کوئی انعام نہیں چاہتا۔ میں اس سے درخواست نہیں کرتا کہ اس خیرخواہی کی پاداش میں میرا کوئی لڑکا کسی معزز عہدہ پر ہو جائے۔ یہ میرا ایک عقیدہ ہے جو سچائی اور شکر گذاری کی پابندی سے رکھتا ہوں نہ کسی اور غرض سے میری رائے قدیم سے گورنمنٹ کی نسبت یہی ہے جو میں نے بیان کی۔ سو تم خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اور ناحق کی تہمتیں مت لگاؤ کہ یہ دنیوی زندگی معہ اپنے تمام لوازم کے بہت جلد ختم ہو جائیگی۔ اور جلد تر ایک تبدیلی ہو کر دوسرے عالم میں پہنچائے جاؤ گے اور اس سچے حاکم کی جناب میں پیش کئے جاؤ گے جس کی دلوں اور جانوں پر حکومت ہے۔ سوچو اور خوب سوچو کہ عنقریب اس ذات سے معاملہ ہے جو دلوں کے مخفی در مخفی بھیدوں کو جانتا ہے۔ ولمقت اللّٰہ اکبر من مقتکم لو کنتم تعلمون۔ خدا تعالیٰ ہدایت دے اور وہ باتیں الہام کرے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آمین

نوٹ: میں نے صدہا کتابیں جہاد کے مخالف تحریر کر کے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید میں شائع کی ہیں۔ کیا آپ نے بھی ان ملکوں میں کوئی ایسی کتاب شائع کی۔ باوجود اس کے میری یہ خواہش نہیں کہ اس خدمت گذاری کی گورنمنٹ کو اطلاع کروں یا اس سے کچھ صلہ مانگوں جو انصاف کی رو سے اعتقاد تھا۔ وہ ظاہر کر دیا۔ منہ

(۱۴۹)

قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ

میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ سے منکر ہو کر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لیے تجویز کیا گیا کہ تا اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایسے مفسدانہ عقیدہ کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے ہوں۔ لیکن چونکہ اس امتحان کے وقت بڑی آسانی سے ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں۔ جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں اس لیے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں جو اپنے عقیدہ سے اپنی مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر اُن لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ وجہ یہ کہ جو ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے۔ وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور منکر ہو گا اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اس عقیدہ کا آدمی ہے۔ لیکن ہم گورنمنٹ میں باادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے۔ اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی اُن نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام مندرج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔ صرف اطلاع دہی کے طور پر ان میں سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون درج ہے ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ ونشان یہ ہیں:۔

نمبر شمار	نام معہ لقب وعہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

ہدایت۔ اگر اس نقشہ کی دستخطوں سے خانہ پوری ہو چکے تو چاہئے کہ اسی طرح کے اور اسی نمونہ کے اور قلمی نقشے بنا کر ان پر جہاں تک ممکن ہو دستخط کرائے جائیں مگر یہ یاد رہے کہ ہر ایک صاحب اپنا نام اور پتہ خوشخط لکھیں کہ تا پڑھنے میں دقت نہ ہو اور ہر ایک نقشہ کے آخر پر کل دستخطوں کی میزان لکھ دیں۔

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۸ کے چار صفحوں پر معہ نقشہ درج ہے)

ان وفادار رعایا کے دستخط اور مواہیر جو حسب تفصیل عرضداشت منسلکہ نقشہ ہذا گورنمنٹ عالیہ انگریزی میں اس بات کے لئے ملتجی ہیں کہ آئندہ کل دفاتر محکمہ جات اور سرکاری مدارس اور کالجوں کے لئے اتوار کے ساتھ جمعہ کی تعطیل بھی دی جائے۔

نمبر شمار	نام معہ لقب و عہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

مجموعہ
اشتہارات
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام
جلد دوم

سے بچ جاتے۔

تیسرے وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار میں نصب کرایا جائے گا اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے کہ تا لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازوں کے کُھلنے کا وقت آگیا۔ اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہوگیا جیسا کہ حدیثوں میں پہلے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو دین کے لیے لڑنا حرام کیا جائے گا۔ سو آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لیے تلوار اُٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔ صحیح بخاری کو کھولو اور اس حدیث کو پڑھو کہ جو مسیح موعود کے حق میں ہے یعنے یضع الحرب جس کے یہ معنے ہیں کہ جب مسیح آئے گا تو جہادی لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سو مسیح آچکا اور یہی ہے جو تم سے بول رہا ہے۔

غرض حدیث نبوی میں جو مسیح موعود کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہ منارۂ بیضاء کے پاس نازل ہوگا اس سے یہی غرض تھی کہ مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے کہ اس وقت بباعث دُنیا کے باہمی میل جول کے اور نیز راہوں کے کھلنے اور سہولت ملاقات کی وجہ سے تبلیغ احکام اور دینی روشنی پہونچانا اور ندا کرنا ایسا سہل ہوگا کہ گویا یہ شخص منارہ پر کھڑا ہے۔ یہ اشارہ ریل اور تار اور اگن بوٹ اور انتظام ڈاک کی طرف تھا جس نے تمام دنیا کو ایک شہر کی مانند کر دیا۔ غرض مسیح کے زمانہ کے لیے منارہ کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ اس کی روشنی اور آواز جلد تر دُنیا میں پھیلے گی اور یہ باتیں کسی اور نبی کو میسّر نہیں آئیں۔ اور انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح کا آنا ایسے زمانہ میں ہوگا جیسا کہ بجلی آسمان کے ایک کنارہ میں چمک کر تمام کناروں کو ایک دم میں روشن کر دیتی ہے۔ یہ بھی اسی امر کی طرف اشارہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ مسیح تمام دُنیا کو روشنی پہنچانے آیا ہے اس لیے اس کو پہلے سے یہ سب سامان دیئے گئے۔ وہ خون بہانے کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لیے صلحکاری کا پیغام لایا ہے۔ اب کیوں انسانوں کے خون کئے جائیں۔ اگر کوئی سچ کا طالب ہے تو وہ خدا کے نشان دیکھے جو صدہا ظہور میں آئے اور آرہے ہیں اور اگر خدا کا طالب نہیں تو اس کو چھوڑ دو اور اس کے قتل کی فکر میں مت ہو کیونکہ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب وہ آخری دن نزدیک ہے جس سے تمام نبی جو دُنیا میں آئے ڈراتے رہے۔

غرض یہ گھنٹہ جو وقت شناسی کے لیے لگایا جائے گا مسیح کے وقت کے لیے یاد دہانی ہے اور خود اس منارہ کے اندر ہی ایک حقیقت مخفی ہے اور وہ یہ کہ احادیث نبویہ میں متواتر آچکا ہے کہ مسیح آنے والا صاحب المنارہ ہوگا یعنی اس کے زمانہ میں اسلامی سچائی بلندی کے انتہا تک پہونچ جائے گی جو اس منارہ کی مانند ہے جو نہایت اونچا ہو اور دین اسلام سب دینوں پر غالب آجائے گا اسی کی مانند جیسا کہ کوئی شخص جب ایک بلند مینار پر اذان دیتا ہے تو وہ آواز تمام آوازوں پر غالب آجاتی ہے۔ سو مقدر تھا کہ ایسا ہی مسیح کے دنوں

ان ہدایتوں کو پڑھ کر اور ایسا ہی دوسری ہدایتوں کو دیکھ کر جو وقتاً فوقتاً چھپ کر مُریدوں میں شائع ہوتی ہیں گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کہ کیسے امن بخش اصولوں کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے اور کس طرح بار بار اُن کو تاکیدیں کی گئی ہیں کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خیر خواہ اور مطیع رہیں اور تمام بنی نوع کے ساتھ بلا امتیاز مذہب و ملت کے انصاف اور رحم اور ہمدردی سے پیش آویں۔ یہ سچ ہے کہ مَیں کسی ایسے مہدی ہاشمی قرشی خونی کا قائل نہیں ہوں جو دوسرے مسلمانوں کے اعتقاد میں بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور زمین کو کفار کے خون سے بھر دیگا میں ایسی حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتا اور محض ذخیرہ موضوعات جانتا ہوں۔ ہاں مَیں اپنے نفس کیلئے اس مسیح موعود کا ادعا کرتا ہوں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرح غربت کے ساتھ زندگی بسر کرے گا اور لڑائیوں اور جنگوں سے بیزار ہوگا اور نرمی اور صلحکاری اور امن کے ساتھ قوموں کو اس سچے ذوالجلال خدا کا چہرہ دکھائے گا جو اکثر قوموں سے چھُپ گیا ہے۔ میرے اُصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگجوئی اور فساد کا نہیں۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مُرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔ مَیں بار بار اعلان دے چکا ہوں کہ میرے بڑے اصول پانچ ہیں اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک اور ہر ایک منقصت موت اور بیماری اور لاچاری اور درد اور دُکھ اور دوسری نالائق صفات سے پاک سمجھنا۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کے سلسلہ نبوت کا خاتم اور آخری شریعت لانے والا اور نجات کی حقیقی راہ بتلانے والا حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین رکھنا۔ تیسرے یہ کہ دین اسلام کی دعوت محض دلائل عقلیہ اور آسمانی نشانوں سے کرنا اور خیالات غازیانہ اور جہاد[1] اور جنگجوئی کو اس زمانہ کے لیے قطعی طور پر حرام اور ممتنع سمجھنا اور ایسے خیالات کے پابند کو صریح غلطی پر قرار دینا۔ چوتھے یہ کہ اس گورنمنٹ محسنہ کی نسبت جس کے ہم زیر سایہ ہیں یعنی گورنمنٹ انگلشیہ کوئی مفسدانہ خیالات دل میں نہ لانا اور خلوص دل سے اس کی اطاعت میں مشغول رہنا۔ پانچویں یہ کہ بنی نوع سے ہمدردی کرنا اور حتی الوسع ہر ایک شخص کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لیے کوشش کرتے رہنا اور امن اور صلحکاری کا مؤید ہونا اور نیک اخلاق کو دُنیا میں پھیلانا۔ یہ پانچ اُصول ہیں جن کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے اور میری جماعت جیسا کہ مَیں آگے

(بقیہ* حاشیہ صفحہ سابقہ)

تکلیف نہیں دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ شرط نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خدا داد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

[1] اس جہاد کے برخلاف نہایت سرگرمی سے میرے پیرو فاضل مولویوں نے ہزاروں آدمیوں میں تعلیم کی ہے اور کر رہے ہیں جس کا بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ منہ

تفصیلی آمد خرچ مشنہائے بیرون

حیفا

(۱۲)

(اسرائیلی پونڈ)
[illegible]

خرچ

عملہ

شمار	نام مدات	اصل اعداد ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	مرکزی مبلغین ۱	۹۷۲	۹۷۲	۹۷۲
۲				
	میزان عملہ	۹۷۲	۹۷۲	۹۷۲

سائر

شمار	نام مدات	اصل اعداد ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	اشاعت لٹریچر		۴۰	۴۰
۲	تبلیغی مجالس وعیدین		۶۰	۶۰
۳	دورے وسفر خرچ		۴۰	۴۰
۴	مہمان نوازی		۵۰	۵۰
۵	کرایہ مکان فرنیچر			
۶	بجلی۔ پانی۔ گیس وغیرہ	۱,۰۵۵	-	-
۷	سٹیشنری		۱۵	۱۵
۸	ڈاک تار و ٹیلیفون		۵۰	۵۰
۹	کتب اخبارات		۵۰	۵۰
۱۰	متفرق		۵۰	۵۰
۱۱	اخراجات رسالہ البشریٰ		۷۰۰	۷۰۰
	میزان سائر	۱,۰۵۵	۱,۰۵۵	۱,۰۵۵
	کل خرچ عملہ وسائر	۲,۰۲۷	۲,۰۲۷	۲,۰۲۷
	دیلا دہ مرکزی	۱,۳۷۳	۱,۳۷۳	۱,۳۷۳
	کل میزان	۳,۴۰۰	۳,۴۰۰	۳,۴۰۰

آمد

شمار	نام مدات	اصل اعداد ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	چندہ تحریک جدید		۱,۳۵۰	۱,۳۵۰
۲	عام وحصہ آمد		۱,۶۰۰	۱,۶۰۰
۳	زکوٰۃ		۱۰۰	۱۰۰
۴	عید فنڈ	۳,۴۰۰	۱۲۵	۱۲۵
۵	فطرانہ			
۶	متفرق		۱۲۵	۱۲۵
	میزان آمد	۳,۴۰۰	۳,۴۰۰	۳,۴۰۰

خلاصہ

آمد	۳,۴۰۰
خرچ	۳,۴۰۰
خالص	-

احمدیہ تحریک جدید کے سالانہ بجٹ ۶۷-۱۹۶۶ء کے صفحہ ۲۵ کا عکس۔

433

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم | قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ | نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

ہر منگل کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ پیشگی [illegible]

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا ۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا ۔ (الہام مسیح موعود)

جلد ۵ | ۱۹ - مارچ سنہ ۱۹۱۸ء | سہ شنبہ | مطابق ۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۶ھ | نمبر ۷۰

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت چونکہ ابھی تک علیل ہے اس لئے درس قرآن نہیں ہوتا ۔

۱۵ ۔ مارچ کو جناب مولوی فضل الدین صاحب وکیل اور جناب منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر اخبار الفضل بدوملہی مباحثہ کے لئے تشریف لے گئے ۔

۱۵ ۔ اور ۱۶ ۔ مارچ کی درمیانی شب کو اور ۱۶ مارچ کو دن بھر کم و بیش بارش رہی ۔ ہوا کا ابھی بہت زور تھا ۔ ۱۷ کو مطلع صاف رہا ۔

احمدی دھوبی حجام ۔ نان بائی وغیرہ اگر قادیان میں آجائیں اور آکر اپنا کاروبار کریں تو ہم امید کرتے ہیں ۔ کہ افسران صیغہ جات صدر انجمن جہاں انکی ضرورت

اخبار احمدیہ

منظور ہے گذارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

ناظرین ۔ ۵ ۔ مارچ ۱۹۱۸ء کے اخبار اہلحدیث میں ایک مضمون شائع ہوا ہے ۔ کہ لکھنوی احمدیوں نے بڑا سر اٹھایا ہے مگر جسے مولوی ابو مسعود صاحب نے ذریعہ چیلنج کے سرنگوں کر دیا ۔ کہ آؤ مرزا کی پیشگوئیوں پر بحث کر لو " حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ مولوی موصوف نے ہماری جانب خط لکھا ۔ جس کے جواب میں لکھا گیا ۔ اور اب بھی لکھ رہے ہیں ۔ کہ آپ پہلے ہم سے وفات مسیح میں اس ترتیب سے گفتگو فرمائیں

کہ حیات مسیح میں آپ مدعی اور ہم مدعا علیہ ہونگے اور یہ بحث تین پرچوں پر ختم ہوگی ۔ پھر ہم وفات مسیح کے ثبوت میں مدعی ہونگے ۔ اور آپ مدعا علیہ اور اسی طرح تین تین پرچے ہونگے ۔

ازاں بعد آپ ختم نبوت کے مدعی ہونگے اور ہم مدعا علیہ ۔ پھر ہم جواز نبوت غیر تشریعی کے اثبات میں مدعی ہونگے ۔ اور آپ مدعا علیہ ۔ انہیں ہی ترتیب تحریر ہوگی ۔ جیسا کہ مذکور ہوا ۔

آپ ان سب امور پر خاک ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم صرف پیشگوئیوں پر کلام کرینگے ۔ اس کے جواب میں التماس کیا گیا ۔ کہ آپ معیار صداقت پیشگوئیوں کا مسطورہ ذیل کے بھیجیں ۔ تاکہ اسی محک پر اپنی پیشگوئیوں کو کس کر دکھلادیں لیکن نہ مولوی صاحب نے خط میں جواب دیا ۔ اور نہ اہلحدیث اخبار میں اظہار فرمایا ۔ کہ انکی پیشگوئیاں جو ہمارے سامنے ۔ یعنی یونس

ہو رہی ان کا خیال رکھیں گے ۔ شب دوشنبہ آریہ اعتراضوں کے جواب میں ... قادیان میں تقریر ہوئی

جیسے حضرت موسیٰ کا حج ہے - ویسے ہی حضرت عیسیٰ کے حج کا ذکر صحیح مسلم میں ہے - اور حضرت موسیٰ کے حج کا اس سے اصح کتاب بخاری میں ہے - ایسے ہی کنز العمال کتاب الفضائل میں ہے کانی انظر الی یونس علی ناقۃ خطامہا لیف و علیہ جبۃ من صوف وھو یقول لبیک اللھم لبیک . میں حضرت یونس کو دیکھ رہا ہوں ان کا جبہ پہنے ایسی اونٹنی پر سوار ہیں جس کی مہار اون کی ہے - اور لبیک اللھم لبیک کہہ رہے ہیں - یہ پیشگوئیاں بتا دیں کیونکر پوری . . . . . ہوئیں -

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کو کشف میں حج کرتے دیکھا - اگر حضرت موسیٰ و حضرت یونس تو فوت ہو چکے تو حضرت عیسیٰ بھی قرآن مجید سے ثابت ہے کہ فوت ہو گئے - علم الرویاء کی کتابوں میں دیکھنا چاہیے کہ کسی کو حج کرتے دیکھیں تو کیا مراد ہوتی ہے - وہی مراد مسیح موعود کے حج کی ہوگی - (اکمل)

صادق ٹریکٹ سیریز

جناب مفتی صاحب نے ایک ٹریکٹ کھلی چٹھی بر حالات سفر لندن و شہر لندن لکھا ہے جس کے آخر میں تمام ان نومسلموں کے نام ہیں - جو اب تک احمدی سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں - جسے چھپوا کر ان کے حسب الارشاد تمام سابق خریداران صادق کے نام مفت بھیجا گیا ہے - اب جو صاحب اسے خود دیکھنا چاہیں - یا عوام میں بغرض تبلیغ اسے شائع کرنا چاہیں - تو وہ اسی ٹریکٹ کے حساب سے منگوا لیں - محصول علاوہ - جو ایک "۱" آٹھ صفحہ آنہ ہے -

(منتظم ٹریکٹ سیریز صادق
قادیان)

انگلستان کا خط

خواجہ کمال الدین کے اخلاق

ونٹ نور میں تبلیغ

بیت المقدس بیت المقدس کے داخلہ پر اس ملک میں بہت خوشیاں منائی جا رہی ہیں - میں نے ایک یہاں کے اخبار میں اس پر ایک آرٹیکل دیا ہے - جس کا خلاصہ یہ ہے - کہ یہ وعدہ کی زمین ہے - جو یہود کو عطا کی گئی تھی - مگر نبیوں کے انکار اور بالآخر مسیح کی عداوت نے یہود کو ہمیشہ کے واسطے وہاں کی حکومت سے محروم کر دیا - اور یہود کو سزا کے طور پر حکومت رومیوں کو دی گئی - جو بت پرست قوم تھی - بعد میں عیسائیوں کو ملی - پھر مسلمانوں کو جن کے پاس ایک لمبے عرصہ تک رہی - اب مگر مسلمانوں کے ہاتھ سے وہ زمین نکلی ہے - تو پھر اس کا سبب تلاش کرنا چاہیے - کیا مسلمانوں نے بھی کسی نبی کا انکار تو نہیں کیا - کیا ان کے درمیان بھی کوئی مسیح تو نہیں آیا جس کے قتل کے وہ درپے ہوئے - مسلمانوں کے واسطے قابل غور ہے انگریزی زبان میں ایک مثل ہے - کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے - وہی پہلے سے حالات پھر پیدا ہوتے ہیں اسی واسطے قرآن شریف میں پہلے لوگوں کے حالات اور ان کے انجام کا بہت تذکرہ ہے - سلطنت برطانیہ کے انصاف اور امن اور آزادی مذہب کو ہم دیکھ چکے - آزما چکے ہیں - اور آرام پا رہے ہیں - اس سے بہتر کوئی حکومت مسلمانوں کے لئے نہیں اس زمانہ میں کوئی مذہبی جنگ نہیں - ہاں ہم اپنے نیک نمونے اور روحانی کشش سے یورپ کو مسلمان بنا لیں تو پھر ساری حکومتیں ہماری ہی ہیں - اور اس میں اسلام کی آئندہ بہتری کی امیدیں ہیں - اس اخبار کے چند پرچے بعض احباب کے ملاحظہ کے واسطے ہندوستان بھیجے گئے ہیں -

خواجہ صاحب خواجہ کمال الدین صاحب کو چیلنج دیئے گئے تھے - کہ صداقت خلافت حضرت محمود پر مباحثہ یا مباہلہ کریں - اور ہماری نومسلموں کے دستخط اور ایڈریس ہم سے دیکھ لیں - اور اپنوں کے دکھائیں - اس کا انہوں نے کوئی جواب تا حال عاجز کو نہیں لکھا - قاضی صاحب کو دو دفعہ اپنے مکان پر بلایا - وہ عرب صاحب کے ساتھ گئے - مگر عین وقت پر خواجہ صاحب روپوش ہو جاتے رہے - اور قاضی صاحب اور عرب صاحب تین تین گھنٹے ان کے مکان پر بیٹھ کر چلے آتے رہے - میرے یہاں آنے پر پھر قاضی صاحب کو بلایا - مگر انہوں نے کہلا بھیجا ہے - کہ آپ کا اعتبار نہیں - دو دفعہ ہم نے وقت ضائع کیا - اور رات کی سردی کھائی - اب آپ ہمارے مکان پر تشریف لا دیں - یہاں گفتگو ہو جائیگی - بصرف قاضی صاحب کو وہ بلاتے ہیں مگر عاجز کے ساتھ نہ گفتگو چاہتے ہیں - نہ کسی خط اور چیلنج کا جواب تک لکھنے کی جرأت ہے -

ایک خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میرے ونٹ نور آنے کے بعد خود تو قاضی صاحب کو بلا بھیجا - اور اپنے ایک دوست سے قاضی صاحب کو خط لکھوا دیا - کہ اگر تم خواجہ کے مکان پر آؤ گے - تو میں تم کو ماروں گا - اور ذلیل کرونگا - یہ خط بھی محفوظ ہے - خواجہ صاحب کی اس اخلاقی تعلیم کی خوبی ظاہر کرتا ہے - جو وہ اپنے نومسلم انگریزوں کو دے رہے ہیں -

انکار خلافت نے ان لوگوں کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے - ہر امر میں گرے ہوئے - اور ذلیل خیالات پر جلد آ اترتے ہیں - اور تنگ خیالی کی بے نظیر مثال اپنے اخلاق سے پیش کرتے ہیں -

پیغامیوں کی تنگ خیالی اور کیوں نہ ہو جب ان کی تنگ خیالی خود اللہ پاک اور اللہ کے پیارے رسول پر حملہ کر رہی ہے - کیسی عیسائیوں کے ساتھ ان لوگوں نے مشابہت پیدا کر لی ہے - وہ کہتے ہیں - ایک عیسیٰ خدا کا بیٹا ہو گیا بس اب کوئی خدا کا بیٹا ہو ہی نہیں سکتا - حالانکہ

ضرورت زمانہ کے مطابق اللہ تعالیٰ مناسب موقع پر ایک نیا مذہب قائم کرتا ہے۔ یہودی مذہب مسیح کے آنے سے پہلے پہلے قابل عمل تھا اور وہ مذہب جس کو مسیح لایا۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے آنے تک قابل عمل رہا۔ اس عقیدہ کی بناء پر مسلمانوں نے خیال کیا۔ کہ اگر اس مدعی نبوت کا مذہب پھیل گیا۔ تو یہ ان کے مذہب کو تہ و بالا کر دیگا۔ چونکہ وہ یہ وعظ کرتا تھا کہ مسلمانوں کو عیسائیوں کے ساتھ برادرانہ سلوک کرنا چاہیئے۔ اور ان کو قابل نفرت نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اور یہ بات امیر کے بڑے ہتھیار جہاد کو جو کہ روسی اور انگریزی حملہ کے وقت اس کے کام آسکتا تھا۔ باطل کرنے والی تھی۔ اسلئے امیر نے جب سُنا۔ تو اس عالم کو بلوا بھیجا۔ چنانچہ وہ تمام راستہ میں اپنے مذہب کی تلقین کرتا ہوا واپس ہوا۔ اور جونہی کہ وہ امیر کی سلطنت کے حدود میں پہنچا۔ اسکو گرفتار کر کے کابل پہنچایا گیا ٭

کابل میں اس سے [illegible] کچھ سوالات دریافت کئے اور اس کے عقیدہ کے متعلق جرح قدح کی۔ لیکن اس عالم کے پُر از ذہانت جوابات پر امیر کوئی ایسی گرفت نہ کرسکا۔ جو اسے کافر ثابت کر کے واجب القتل ٹھہرا سکتی کیونکہ قرآن کریم کے حکم کے ماتحت ہر ایک مُرتد کو سنگسار کیا جانا چاہیئے۔ اسپر اسکو سردار نصر اللہ خان کے سپرد کیا گیا۔ کیونکہ مذہبی امور میں عام علماء سے بڑھکر اس کا درجہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن شہزادہ بھی اس کے مُنہ سے کوئی قابل گرفت بات نہ نکلوا سکا۔ اسلئے بارہ منتخب علماء کی ایک مجلس قائم کی گئی۔ لیکن وہ بھی اپنی جرح میں ملزم سے کوئی ایسی بات نہ نکلوا سکے۔ جس سے کہ اسپر قتل کا فتوےٰ دے سکیں۔ چنانچہ انہوں نے امیر کو اسی امر کی اطلاع دی۔ لیکن امیر نے کہا کہ اس شخص کو ضرور مجرم قرار دینا چاہیئے۔ اسلئے وہ دوبارہ علماء کے سامنے پیش کیا گیا۔ جن کو یہ کہہ دیا گیا تھا۔ انہیں ایک ایسے کاغذ پر دستخط کرنے ہونگے۔ جسمیں یہ لکھا ہو کہ یہ شخص مُرتد ہے۔ اور واجب القتل ہے۔ بعض علماء کی [illegible] ٹھہری۔ کہ یہ شخص مذہبی لحاظ سے بالکل بے گناہ ہے۔ لیکن انہیں سے دو نے جو سرداران [illegible]

کے دوست تھے۔ اور جن سے اسکی اسبارہ میں بات چیت بھی ہو چکی تھی۔ یہ فیصلہ دیدیا۔ کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ اور ان ہی کے فتوے کے مطابق امیر نے اسکو مجرم قرار دے کر سنگسار کر دیا۔ پیشتر اس کے کہ اسے امیر کے دربار سے سنگسار کرنے کے لئے لے جایا جائے۔ اس نے پیشگوئی کی۔ کہ اس ملک پر ایک بڑی مصیبت پڑیگی۔ اور امیر اور اس کا بھائی اسمیں مبتلا ہونگے جس دن اس عالم کو قتل کیا گیا۔ اسی دن رات کے اندھیرے کے قریب ایک سخت آندھی آئی۔ جو کہ خطرناک تندی کے ساتھ آدھ گھنٹہ تک چلتی رہی۔ اور جس طرح "آناً فاناً" آئی تھی۔ اسی طرح یک لخت بند ہو گئی۔ چونکہ [illegible] کے وقت ایسی آندھی کابل میں بالکل خلاف معمول تھی اسلئے لوگوں نے سمجھا۔ کہ یہ اس عالم کے قتل کا نتیجہ ہے۔ بعد ازاں ہیضہ پھوٹا۔ حالانکہ اس کے پہلے حملوں کے مطابق اور چار برس تک ہیضہ نہیں پڑنا چاہئے تھا۔ اسپر لوگوں نے یہی خیال کیا کہ یہ اس شخص کی پیشگوئی کا نتیجہ ہے ٭

یہی وجہ تھی کہ امیر اور شہزادہ اسقدر خوفزدہ ہوگئے تھے۔ اور انہیں اسمیں اپنی ہی موت نظر آتی تھی۔ اور اپنی بیوی کی موت پر شہزادہ کی حواس باختگی اسی وجہ سے تھی۔ مقتول کے مریدوں کی ایک بھاری اور زبردست جماعت تھی۔ اور جن دو ملاؤں نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا تھا۔ وہ ہمیشہ اس بات سے ڈرتے رہے کہ مُرید جنھوں نے اپنے پیر کا بدلہ لینے کی قسم کھائی تھی۔ ان کو قتل نہ کر دیں۔ انہیں سے ایک کو ہیضہ ہو گیا۔ جو مرتے مرتے بچا۔"

بیت المقدس کی تولیت کا مستحق کون ہے

۱۶۔ اکتوبر کے پرچہ میں ایک نوٹ بعنوان "بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں ہی رہنا چاہیئے" ایڈیٹر صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے جو قابل ملاحظہ ہے فرماتے ہیں:۔

"ہم معاصر مشرق نہایت معقول وجہ بیان کرتا ہے کہ کیوں بیت المقدس عیسائیوں یا یہودیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے قبضہ میں رہنا چاہیئے۔ ہم کو [illegible] بمقابلہ اپنی اغراض کے سُنتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ بیت المقدس کی تولیت کے سزاوار مسلمان ہی ہیں۔ یہودی اور عیسائی کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ جو صرف ایک پیغمبر یا دو پیغمبروں کو مانتے ہیں۔ برخلاف مسلمانوں کے جو لا نفرق بین احد من رسلہ[1] پر ایمان رکھتے ہیں اور حضرت موسیٰ اور جناب مسیح علیہم السلام اور حضرت رسول اکرم کی تصدیق سے ایمان کی تکمیل کرتے ہیں"

اگر یہودی اسلئے بیت المقدس کی تولیت کے مستحق نہیں کہ وہ جناب مسیح اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت و نبوت کے منکر ہیں۔ اور عیسائی اس لئے غیر مستحق ہیں کہ انھوں نے خاتم النبیین کی رسالت و نبوت کا انکار کیا ہے۔ تو یقیناً "غیر احمدی" بھی مستحق تولیت بیت المقدس نہیں۔ کیونکہ یہ بھی اس زمانہ میں مبعوث ہونیوالے خدا کے ایک اولوالعزم نبی کے منکر اور مخالف ہیں۔ اور اگر کہا جائے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہیں۔ تو سوال ہو گا۔ کن کے نزدیک؟ اگر جواب یہ ہو کہ نہ ماننے والوں کے نزدیک۔ تو اسی طرح یہود کے نزدیک مسیح اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اور مسیحیوں کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت بھی ثابت نہیں۔ اگر منکرین کے فیصلہ سے ہی ایک نبی غیر نبی ٹھہر جاتا ہے۔ تو کروڑوں عیسائیوں اور یہودیوں کا اجماع ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منجانب اللہ نبی اور رسول نہ تھے۔ پس اگر ہمارے غیر احمدی بھائیوں کا یہ اصل درست ہے۔ کہ بیت المقدس کی تولیت کے مستحق تمام نبیوں کو ماننے والے ہی ہو سکتے ہیں۔ تو ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ احمدیوں کے سوا خدا کے تمام نبیوں کا مومن اور کوئی نہیں ٭

باقی رہی تولیت۔ اس سے ہمارے نزدیک کسی علاقہ پر قبضہ کرنا یا دولت اور نذر و نیاز کی آمدنی لینا نہیں۔ بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں وہاں لوگوں کو حقیقی اسلام سکھانے کا موقع اور آسانیاں حاصل ہوں ٭

[1] صرف "رسل" چاہیئے ۔ الفضل

فلسطین میں تبلیغ احمدیت

جماعت احمدیہ کی دینی تعلیم و تربیت اور دلچسپ مذہبی گفتگو

درس و تدریس

وصہ زیر رپورٹ میں حسب دستور قرآن کریم مع ترجمہ بخاری اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختلف تحریرات کا درس جاری رہا۔ علاوہ بریں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبات بھی احباب کے گوش گزار کئے گئے۔ اثنائے درس میں جو سوالات پیش کئے جاتے رہے ہیں ان کے جوابات دئے گئے۔ درس میں احمدی احباب کے علاوہ غیر احمدی بھی ... ہے۔ اور خدا کے فضل سے اچھا اثر لے کر گئے۔ میں نے ہمیشہ اس امر کو بشدت محسوس کیا ہے۔ کہ قرآن کریم کی تفسیر جو احمدیت کے نقطۂ نگاہ سے پیش کی جائے۔ وہ اپنے اثرات کے لحاظ سے بے حد موثر ہوتی ہے۔ جبکہ بالمقابل گزشتہ تفاسیر کے حوالے بھی پبلک میں لائے جائیں۔ جیسے جب کبھی یہ طریق اختیار کیا اسی یقین پر پہنچا ہوں۔ کہ غیروں کو حق و صداقت کے قریب لانے کے لئے یہ ایک شاندار ذریعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے ؎

گر نمودے در مقابل روئے مکروہ و سیاہ
کس چہ دانستے جمال شاہد گلفام را

ملاقاتیں

جماعت احمدیہ کبابیر کے ایک نہایت ہی مخلص احمدی نوجوان السید محمد صالح کے مکان پر چھ ماہ کے اندر اندر بعض بد قماش فتنہ پردازوں کے وقت دو دفعہ مسلح حملہ کر چکے ہیں۔ اور گو ہر دو دفعہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام و نامراد رکھا۔ تاہم ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہو گیا۔ کہ بہ حد امکان اپنی حفاظت کا انتظام کریں۔ چنانچہ ہم نے اسسٹنٹ کمشنر ناردرن ڈسٹرکٹ حیفا کی خدمت میں ایک مفصل چٹھی لکھی۔ اور اسلحہ رکھنے کی اجازت چاہی مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم نے متعلقہ پولیس کو ہدایت کر دی ہے۔ کہ ہفتہ میں کم از کم دو دفعہ کبابیر کو اپنی گشت میں شامل کرے۔ حادثہ کے متعلق تحقیقات ہو رہی ہے۔ یہ جواب تو غیر تسلی بخش تھا ہی اس پر دوسرا حادثہ مستزاد ہیں زیادہ تنگ و دو سے کام لینا پڑا اور اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ کمشنر حیفا سے ملاقات کر کے حالات بیان کئے گئے۔ اور احمدیت کی مختصر تاریخ سے ان کو آگاہ کیا گیا۔ آپ مذہباً مسلمان تھے۔ اس لئے توجہ سے ہمارا پیغام سنتے رہے۔ اور بالآخر آپ نے ہمیں اسلحہ رکھنے کی بھی اجازت دے دی۔

قائم مقام اسسٹنٹ کمشنر دائرۃ الیہا قرحیفا مذہباً یہودی ہیں۔ ان سے ملاقات کر کے احمدیہ نقطۂ نگاہ کے لحاظ سے فلسطین کی موجودہ سیاسی شورش پر تبصرہ کیا گیا۔ اور بتایا گیا۔ کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو امن و سلامتی کا حقیقی علمبردار ہے۔ اور جس نے ہر حالت میں ہر قسم کے جانی دشمنوں کے حق میں بھی عدل و انصاف اور بہ شرط گنجائش رحم سے کام لینے کی تعلیم دی ہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ آخر آپ نے وعدہ کیا کہ سلسلہ کا لٹریچر اگر انہیں دیا گیا تو ضرور مطالعہ کریں گے۔

پولیس سٹیشن جبل الکرمل میں پنچ کر انسپکٹر سب انسپکٹر اور دیگر سپاہیوں کو جن میں مسلمان مسیحی اور یہودی سبھی شامل ہیں۔ احمدیت کی تبلیغ کی گئی۔ اور عربی و انگریزی لٹریچر برائے مطالعہ دیا گیا۔

دلچسپ مکالمہ

وصہ زیر رپورٹ میں ایک مسلمان نوجوان سے جو خلیل میں ٹیچر ہیں ملاقات ہوئی۔ خلیل ایک مشہور قصبہ ہے بیت المقدس سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر یہاں سینکڑوں قبریں ایسی ہیں۔ جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ ان میں اکثر انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ آغاز گفتگو کے لئے میں نے پوچھا آپ براہ نوازش یہ بتائیں گے کہ خلیل میں کیا کچھ قابل دید مقامات ہیں؟

وہ۔ خلیل میں ایک عظیم الشان قبرستان ہے۔ جس میں بے شمار انبیاء مدفون ہیں۔ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی قبروں کی تو معین طور پر نشان دہی ہو چکی ہے

میں۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر بھی وہاں موجود ہے؟

وہ۔ نہیں۔ بلکہ جیسا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کی قبر غیر معروف ہے۔ البتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کثیب احمر کے قریب آپ کی قبر کا پتہ دیا ہے۔ مگر ہمارے پاس اس کا یقینی ثبوت کوئی نہیں؟

میں۔ اس صورت میں اگر کوئی یہ کہدے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہی نہیں ہوئے ورنہ بتاؤ کہاں مدفون ہیں۔ تو غالباً وہ حق بجانب ہوگا۔

وہ۔ واہ! بھلا یہ بھی کوئی معقول بات ہے۔ کہ آج سے ہزاروں سال پیشتر کے ایک نبی کو صرف اس لئے زندہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ اس کی قبر ہمیں معلوم نہیں کتنے ہی نبی اور غیر نبی پیوند خاک ہو چکے ہیں مگر ہمیں انکی قبریں معلوم نہیں تو کیا وہ سب زندہ ہیں؟

میں۔ بالکل بجا ارشاد ہوا اچھا یہ تو فرمائیے اس مقبرہ انبیاء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا بھی کوئی نشان ملتا ہے؟

وہ! او ہو! آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بقید حیات موجود ہیں پھر آپ کی قبر کیسی؟

میں۔ مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو چکے اور مدینہ منورہ میں آپکی قبر بھی موجود ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر آج تک زندہ ہیں تو اس سے تو عیسائیت کو بہت مدد ملتی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے اور پھر اس عقیدہ سے تو الوہیت مسیح بھی ثابت ہوتی ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں جس کا جواب خدا نے یہ دیا تھا قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا اے رسول انہیں کہدے کہ میرے آسمان پر جانے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) خداوند تعالیٰ اپنی خاص قدرت کا اظہار فرمائے اور مجھے آسمان پر اٹھا لے (۲) یا میں خود بخود آسمان پر چلا جاؤں۔ سو پہلی شق کا جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قدرت کا اظہار نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ یہ فعل اس کی سبوحیت کے خلاف ہے۔ رہی دوسری شق سو تم جانتے ہو کہ میں بشر رسول ہوں۔ اور بشر آسمان پر نہیں

رکھتے ہیں۔ مگر خالی اچھے کارکنوں کا مل جانا کوئی چیز نہیں ہے ضرورت ہے کہ تمام کارکن اپنا پروگرام مقرر کریں۔ اور پھر اس کے لئے وقت مقرر کریں۔ اور اسے پورا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ امر ضرور مدنظر رکھا جائے کہ پروگرام ایسا نہ ہو کہ جس پر عمل نہ کیا جا سکے۔ بعض لوگ خیالی تجاویز بنا لیتے ہیں اور ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ انہیں پورا نہیں کر سکیں گے۔ پروگرام ایسا ہونا چاہیئے جسے کوہ مالی لحاظ سے۔ افراد کے لحاظ سے اور وقت کے لحاظ سے پورا کر سکتے ہیں۔ یعنی

عملی پروگرام ہونا چاہیئے

ایسا پروگرام تجویز نہ کیا جائے کہ جس کو مالی لحاظ سے جاری نہ کیا جا سکے۔ ایسا پروگرام تجویز نہ کیا جائے۔ جس کے لئے اتنے کارکنوں کی ضرورت ہو۔ جو مہیا نہ ہو سکیں۔ یا ایسا پروگرام ہو۔ جس کے لئے زیادہ وقت کی ضرورت ہو۔ ہر کام معقول اور طاقت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ ہماری جو طاقت اور قوت ہے۔ اسی کے مطابق ہم کوئی پروگرام بنا سکتے ہیں۔ اور اپنی طاقت کو خواہ وہ کتنی ہی قلیل ہو۔ اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے۔ تو اس سے نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک غریب آدمی ہے۔ اس کے پاس ایک پیسہ ہے۔ وہ پہلے بھوکا تھا۔ اس پیسہ سے وہ آدھی روٹی بھی خریدے گا۔ تو ایک حد تک اسکی تکلیف ہلکی ہو جائے گی۔ اور اس کا نتیجہ عملی طور پر نظر آئے گا۔ طاقت کے صحیح استعمال اور اس کے مطابق کام کرنے کا نام پروگرام ہے۔ یا مثلاً ایک شخص کے پاس دس پیسے ہیں۔ فرض کرو کہ وہ ان کے ساتھ چنیوٹ جا سکتا ہے۔ تو وہ چنیوٹ چلا جائے گا۔ اور تبلیغ کر آئے گا۔ یا فرض کرو۔ کہ وہ ان کے ساتھ چنیوٹ نہیں جا سکتا۔ تو وہ وہاں پیدل چلا جائیگا۔ اور ان دس پیسوں کی وہ روٹی کھا لے گا۔ پس خواہ کتنی قلیل طاقت ہو۔ اسے خرچ کر کے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسی کا نام پروگرام ہے۔ پروگرام اس چیز کا نام نہیں کہ ہم کہہ دیں۔ کہ اس سال ہم ڈیڑھ کروڑ روپیہ کے ساتھ تبلیغ کریں گے۔ یا یہ کہ تبلیغ کا مثلاً ایک لاکھ روپیہ سالانہ کا بجٹ ہے۔ لیکن ہم مفت کام لیکر ایک ہزار اور مبلغ پیدا کر لیں گے۔ یا ہم افراد جماعت پر زور دیں گے۔ کہ وہ اتنے گھنٹے تبلیغ کے لئے دیں۔ کیونکہ عملی طور پر ایسا نہیں ہو سکتا۔

پروگرام ایسا ہونا چاہیئے

جو عقلی لحاظ سے مالی لحاظ سے۔ وقت اور افراد کے لحاظ سے ممکن ہو۔ پھر پوری کوشش کی جائے کہ جو تجویز اور پلین شروع سال میں بنائی جائے۔ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔

صوبجاتی نظام کے لحاظ سے بھی ایک پروگرام کی ضرورت ہے۔ پہلا تجربہ ہم یہ کریں گے۔ کہ افراد کو بلا کر مشورہ کریں گے۔ اور باہمی مشورہ سے ان کے علاقوں کے لئے ایک پروگرام تجویز کریں گے

یہ کام نظارت علیا کا ہوتا ہے اسی کا فرض ہے کہ وہ جلد سے جلد افراد کو بلا کر مشورہ دے۔ اور ان کے لئے ایک پروگرام مقرر کرے۔ پھر آئندہ ہر سال یہ مجلس ہوا کرے۔ اور پھر آہستہ آہستہ بیرونی ممالک میں سے بھی اگر کسی میں اتنی طاقت پیدا ہو جائے۔ کہ وہ اس مجلس میں شریک ہو سکے تو پھر وہ شریک ہوا کرے۔ اور اس طرح اسے ایک عالمگیر ادارہ بنا دیا جائے۔ میرے نزدیک نظارت دعوت و تبلیغ کا جو پروگرام ہے۔ اس میں

تنظیم تبلیغ

کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس سال ہمارا کام تنظیم تبلیغ پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ تبلیغ کا کچھ نہ کچھ کام تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس لئے جب محکمہ سے یہ کہا جائے۔ کہ تم نے اس سال کیا کام کیا ہے تو وہ ہمارے سامنے یہ بات رکھ دیتے ہیں۔ کہ ہم نے اس سال یہ یہ کام کیا ہے۔ لیکن تبلیغ اور منظم تبلیغ میں فرق ہے۔ ہمیں اپنے ملک کا پوری طرح جائزہ لینا چاہیئے۔ کہ ملک میں کس حد تک تقریروں کے ذریعہ تبلیغ کی ضرورت ہے۔ کس حد تک لٹریچر کے ذریعہ تبلیغ کی ضرورت ہے۔ کونسے گروہ ایسے ہیں۔ جن میں پمفلٹ زیادہ مقبول ہو سکتے ہیں۔ کونسے گروہ ایسے ہیں۔ جن میں اشتہارات زیادہ مقبول ہو سکتے ہیں۔ اور کونسے گروہ ایسے ہیں۔ جن میں کتابیں [illegible] وہ مقبول ہو سکتی ہیں۔ اس وقت نظارت دعوت و تبلیغ پمفلٹ کے ذریعہ تبلیغ کرتی ہے۔ [illegible]

پمفلٹ ایسی چیز ہے

جس کا بوجھ زیادہ دیر تک نہیں اٹھایا جا سکتا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں تبلیغ اشتہارات کے ذریعہ ہوتی [illegible] وہ اشتہارات دو چار صفحات پر مشتمل ہوتے تھے۔ اور ان سے ملک میں تہلکہ مچا دیا جاتا تھا۔ ان کی کثرت سے اشاعت کی جاتی تھی زمانہ کے لحاظ سے کثرت کے معنے ایک دو ہزار کی تعداد کے ہوتے تھے۔ بعض اوقات دس دس ہزار کی تعداد میں بھی اشتہارات شائع کئے جاتے تھے۔ لیکن اب ہماری جماعت بیسیوں گنے زیادہ ہے۔ اب اشتہاری پراپیگنڈا یہ ہو گا۔ کہ اشتہارات پچیس پچاس ہزار بلکہ

لاکھ لاکھ کی تعداد میں

شائع ہوں۔ پھر دیکھو۔ کہ یہ اشتہارات کس طرح لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اگر اشتہارات پہلے سال میں بارہ دفعہ شائع ہوتے تھے۔ تو اب خواہ انہیں سال میں تین دفعہ کر دیا جائے۔ اور صفحہ [illegible]

لیکن وہ لاکھ لاکھ سوا سوا لاکھ کی تعداد میں شائع ہوں۔ تو پتہ لگ جائے گا۔ کہ انہوں نے کس طرح حرکت پیدا کی ہے۔ پھر کتابی حصہ ہے۔ جو تعلیم یافتہ اور مغرور قسم کے لوگ ہیں انہیں

کتابیں پیش کی جائیں

مرکزی اور صوبجاتی جماعت کے لوگ ان کے پاس جائیں۔ اور انہیں کتابیں دیں۔ بہرحال تبلیغ کو منظم کرنے کے لئے سکیمیں بنانی چاہیئیں۔ اس کی سخت ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہمیں جلد سے جلد تبلیغ کو منظم صورت میں شروع کر دینا چاہیئے۔

پھر تعلیم کی طرف

بھی صوبجاتی جماعتوں کو توجہ نہیں۔ جس کی وجہ سے نوجوانوں کی طاقت ضائع ہو رہی ہے۔ انہیں یہ احساس نہیں۔ کہ اگر وہ اپنے نوجوانوں کو دنیا کی نئی راہوں پر بھی لگائیں۔ تو اس طرح لگائیں۔ کہ جماعت ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ بھیڑ چال کے طور پر نوجوان ایک ہی محکمہ میں چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ متعدد محکمے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے جماعت اپنے حقوق حاصل کر سکتی ہے۔ اور اپنے آپ کو شر سے بچا سکتی ہے۔ جب تک ان

سارے محکموں میں

ہمارے آدمی موجود نہ ہوں۔ ان سے جماعت پوری طرح کام نہیں لے سکتی۔ مثلاً موٹے موٹے محکموں میں سے فوج ہے۔ پولیس ہے۔ ایڈمنسٹریشن ہے۔ ریلوے ہے۔ فنانس ہے۔ اکاؤنٹس ہے۔ کسٹمز ہیں۔ انجینئرنگ ہے۔ یہ آٹھ دس موٹے موٹے صیغے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے ہماری جماعت اپنے حقوق محفوظ کر سکتی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں بے تحاشا جاتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں ہماری نسبت فوج میں دوسرے محکموں کی نسبت سے بہت زیادہ ہے۔ اور ہم اس سے

اپنے حقوق کی حفاظت

کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ باقی محکمے خالی پڑے ہیں۔ بے شک آپ لوگ اپنے لڑکوں کو نوکری کرائیں۔ لیکن وہ نوکری اس طرح کیوں نہ کرائی جائے۔ جس سے جماعت فائدہ اٹھا سکے پہلے بھی اس طرح کی جاتی تھی۔ کہ ہر صیغہ میں ہمارے آدمی ہوں۔ اور ہر جگہ ہماری آواز پہنچ سکے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے لڑکے محنتی ہوتے ہیں۔ پہلے انجینئرنگ میں کسی اور اصول کی بنا پر نوجوان لئے جاتے تھے۔ اب لیاقت کی بنا پر نوجوان لئے جاتے ہیں۔ اور جب کمپی ٹیشن (Competition) ہوتا ہے۔ [illegible]

اس میں آ جاتے ہیں۔ اس طرح وہ انجینئرنگ کی تعلیم میں

اپنی نسبت سے زیادہ

آگے آ گئے ہیں۔ لیکن خالی انجینئرنگ میں ترقی کرنا ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ پولیس۔ اکاؤنٹس۔ فنانس۔ انکم ٹیکس۔ ایڈمنسٹریٹو سروس اور دیگر بعض اہم محکمے ہیں۔ ان میں ہمارے لوگ بہت کم ہیں۔ بلکہ بعض محکموں میں تو قریباً فقدان ہے۔ ایک آدھ لڑکا اگر ان محکموں میں آ گیا ہے۔ تو اتفاقیہ طور پر آ گیا ہے۔ ہماری جماعتی توجہ اس طرف نہیں۔ نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ پنجاب میں احمدی انجینئر تو بہت ہو جائیں گے۔ لیکن دوسرے محکمے خالی رہیں گے۔ ہمیشہ کام کسی تنظیم کے ماتحت ہو۔ تو زیادہ فائدہ دیتا ہے۔ کسی ایک محکمہ میں جانے سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ ہر محکمہ میں اور ہر جگہ جانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ غرض امور عامہ کے لحاظ سے بھی جماعتی تنظیم کی ضرورت ہے۔ پھر تعلیمی لحاظ سے بھی

تنظیم کی ضرورت

ہے۔ لیکن نظارت امور عامہ یا نظارت تعلیم نے کبھی بھی نوجوانوں کی اس طرف راہنمائی نہیں کی۔ ابھی ایک خاتون میرے پاس آئیں۔ اور انہوں نے کہا کہ مجھے آپ سے اپنے لڑکوں کی تعلیم کے بارہ میں مشورہ لینا ہے۔ میں نے اس خاتون سے اسی سکیم کے ماتحت کی اور اسے بتایا۔ کہ نوجوانوں کو ایک ہی طرف [illegible] دھکیل دینا مفید نہیں۔ بعض اوقات ایک ہی [illegible] میں نوجوان زیادہ تعداد میں چلے جاتے ہیں۔ اور [illegible] پریکٹس میں لڑتے رہتے ہیں۔ مثلاً فوج میں [illegible] سے نوجوان کثرت سے گئے ہیں۔ اور اب ایسی [illegible] شکایات موصول ہو رہی ہیں۔ کہ بعض اوقات تر[illegible] کے سلسلہ میں دو احمدی نوجوان آپس میں لڑ[illegible] تے ہیں۔ اگر وہ مختلف جگہوں پر جاتے تو [illegible] ت کے دن بہت دیر سے آتے۔ [illegible] میں [illegible] سے کوئی اور سامان [illegible] پھر بیٹھے ہیں۔ وکالت ہے۔ ڈاکٹری ہے۔ [illegible] ری ہے۔ تجارت ہے۔ ان میں بھی کوئی تنظیم نہیں۔

بھیڑ چال کے طور پر

نوجوان ایک ہی پیشہ کی طرف چلے جاتے ہیں تجارت اور ٹھیکہ داری کی بھی بیسیوں قسمیں ہیں۔ اور اگر اس بارہ میں ناظر امور عامہ سے سوال کیا جائے۔ تو وہ بھی ویسا ہی ناواقف نکلے گا۔ جیسے کوئی اور شخص۔ اس نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں۔ کہ ہمیں اس بارہ میں

ایک خاص پلین

بنانی چاہیئے۔ اور پھر اس کے مطابق کام کرنا چاہیئے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۴

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

نمبر ۱۲ رسالہ جلد ۶

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

مینیجر رسالہ نے اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپوا کر قادیان سے شائع کیا

حمامۃ البشریٰ

اکمل کا پیام اہالیانِ طرابلس کے نام

اے کبوتر ذرا پیغام مرا لے جانا — جو ٹریپولی کے مسلم ہیں اُنہیں دے آنا

ایک دن تھا کہ حکومت تھی تمہاری اعلا — نہ تو جرمن کا خطر اور نہ تھا اٹلی کا

امن سے چین سے دن رات بسر ہوتے تھے — جاگتے اپنی خوشی اپنی خوشی سوتے تھے

قہر نازل ہوا مولیٰ کا یکایک ایسا — دیکھنے سننے میں آیا نہیں اب تک ایسا

چھن گیا ملک کئی بھائی ہوئے ہیں مقتول — حق تو منصف ہی ضرور اسکی ہو وجہ معقول

لایغیر کو جو پڑھتا ہوں تو کھل جاتا ہے — لوگ جب بدلیں تو انعام بھی بدلاتا ہے

سلطنت سے ہوئے محروم جو مانند یہود — ہے یقیناً ہوا انکار مسیح موعود

وہ مسیحا کہ غلام احمدؐ مختار کا ہے — اور بھیجا ہوا پھر حضرتِ غفّار کا ہے

وہی مہدی ہے جو ہونا تھا بروزِ احمدؐ — جسپہ الطاف و عنایات خدا ہیں بیحد

جو نشاں اپنی سچائی کے بہت لایا ہے — جس کی بیعت کے لئے حکم رسول آیا ہے

جسنے بتلایا کہ عیسیٰؑ تو جہاں سے گذرا — دفن کشمیر میں ہے جب سے وہ جاں سے گذرا

اسطرح کسرِ صلیب آپنے کی اکدم میں — اور خنزیر ہوئے قتل سبھی عالم میں

روح میں اسکی محمدؐ کا خلیفہ آیا — پئے تائید ہر اک پہلا صحیفہ آیا

دیکھو انجیل میں عیسےٰؑ نے یہ فرمایا ہے — یحییٰ الیاہ کی خو بو پہ یہاں آیا ہے

اور قرآں میں کما استخلف فرماتا ہے — حلیہ بھی پہلے کا پچھلے سے جدا آتا ہے

جس سے ظاہر ہوا موعود کوئی اور ہی تھا — جسکے بارے میں ہے لا مھدی الا عیسیٰ

ہند میں بستی ہے اک کدعہ ۔ بنام احمدؐ — اہلِ فارس سے بس آنا تھا غلام احمدؐ

آگیا اپنی صداقت کے نشاں لایا ہے — قحط و طاعون و زلازل کا عذاب آیا ہے

297

دہشت گرد کون؟

تمام صوبوں کے ہوم سیکرٹریوں کے نام وزارت داخلہ پاکستان کا خط کہ قادیانیوں کے خلیفہ مرزا طاہر نے لندن سے اپنے پیروکاروں کو پیغام بھیجا ہے کہ پاکستان میں امن وامان کی صورتحال کو خراب کریں۔

No.4/9/92-Poll.I(2)
Government of Pakistan
Ministry of Interior & Narcotics Control
(Interior Division)
....

5507/K
15/8

7344
15/8

Islamabad, the 13th Aug, 1992.

From: Muhammad Munir Butt,
Section Officer.

To: Mr. Muhammad Saeed Mehdi,
Chief Commissioner, ICT,
Islamabad.

Mr. Nasir Ahmad Ch.,
Home Secretary, Punjab,
Lahore.

Mr. Muhammad Asadullah Sh.,
Home Secretary, Sindh,
Karachi.

Mr. Gulzar Khan,
Home Secretary, NWFP,
Peshawar.

Mirza Qamar Beg,
Home Secretary, Baluchistan,
Quetta.

SUBJECT: SECTARIAN/RELIGIOUS ACTIVITIES.

Sir,

I am directed to say that it is reliably learnt that Mirza Tahir Ahmed (Chief of Jamat Ahmadi) has sent a special message to his organisation leaders in Pakistan from London and has reprimanded all the Qadianis for their complete silence in Pakistan indicative of their weakness and indifference. Reportedly he has instructed them to resort to posters/pamphlets campaign against alleged obscenity, deteriorating law and order situation in Sindh and corruption.

2. It is requested that necessary vigilance may please be exercised to avert such campaign.

Your obedient servant,

(Muhammad Munir Butt)
Section Officer

کتابیات

- Ahmadiyya Movement, British-Jewish Connectionsby Bashir Ahmad
- تحریک احمدیت، یہودی وسامراجی گٹھ جوڑ از بشیر احمد (ترجمہ) احمد علی ظفر
- کادیانیت کا سیاسی تجزیہ از صاحبزادہ طارق محمودؒ
- عجمی اسرائیل از شورش کاشمیریؒ
- ربوہ سے تل ابیب تک از مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
- قادیان سے اسرائیل تک از ابو مدثرہ
- اسرائیل سے ربوہ تک از مولانا گلزار احمد مظاہریؒ
- ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور کہوٹہ ایٹمی سینٹر از یونس خلش
- ڈاکٹر عبدالقدیر خاں اور اسلامی بم از زاہد ملک
- ثبوت حاضر ہیں از محمد متین خالد
- غدارِ پاکستان از محمد متین خالد
- قادیانیت ہماری نظر میں از محمد متین خالد
- قادیانیت برطانوی سامراج کا خود کاشتہ پودا از محمد متین خالد
- اسلام کا سفیر از محمد متین خالد
- قادیانیوں کو لاجواب کیجیے! از محمد متین خالد
- ناموس رسالت ﷺ، مغرب اور آزادی اظہار از محمد متین خالد
- قادیانیت سے اسلام تک از محمد متین خالد

- ❑ ماہنامہ البلاغ کراچی
- ❑ پندرہ روزہ معارف فیچر کراچی
- ❑ روزنامہ جنگ لاہور
- ❑ روزنامہ نوائے وقت لاہور
- ❑ روزنامہ اسلام کراچی
- ❑ روزنامہ اوصاف اسلام آباد

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے موضوع پر
اکابرین وماہرین تحفظ ختم نبوت کی سرپرستی اور نگرانی میں تیار کردہ

تحفّظِ ختمِ نبوّت خط وکتابت کورس

اے حضور نبی کریم ﷺ کے غیور امتیو! کیا آپ جانتے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ ایماناً اور شرعاً کیوں ضروری ہے؟ قادیانی عقائد ونظریات کیا اور کتنے مضحکہ خیز، بودے اور کھوکھلے ہیں؟ پاکستان کی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو کن وجوہ کی بنیاد پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا؟ برطانوی سامراج نے فتنہ قادیانیت کی سرپرستی اور نگہبانی کیوں کی؟ قادیانی، اسلام اور پاکستان کے خلاف روزِ اوّل سے کون سی سازشوں کی بارودی سرنگیں بچھا رہے ہیں؟ آئین پاکستان، تعزیرات پاکستان اور اعلیٰ عدالتوں بالخصوص عدالت عظمیٰ اور عدالت ہائے عالیہ نے اپنے فیصلوں میں قادیانیوں پر کون کون سی پابندیاں عائد کی ہیں؟ علامہ اقبالؒ نے فتنہ قادیانیت کے سدباب کے لیے کیا تاریخ ساز کردار ادا کیا؟ حیات ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ کیا ہے؟ ظہور حضرت مہدیؓ کی نشانیاں کیا ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے منکرین ختم نبوت کی سرکوبی میں کیا کلیدی کردار ادا کیا؟ تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں حضرت پیر مہر علی شاہؒ اور دیگر اکابرین کی خدمات کیا ہیں؟ قادیانی کن حیلوں، حربوں اور دسیسہ کاریوں سے مسلمانوں کو مرتد بناتے ہیں؟ جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی کا ذاتی کردار اور اطوار کتنے بدبودار اور اضحوکہء روزگار تھے۔ قادیانی اور قادیانیت نوازوں کا کیا عبرتناک اور بھیانک انجام ہوا؟ قادیانیوں کے نام نہاد اخلاق کی اصل حقیقت کیا ہے؟ آج کے پرفتن دور میں اتحاد بین المسلمین کی اہمیت کیوں ہے؟ قادیانیوں کے سوشل بائیکاٹ کی شرعی اور قانونی حیثیت کیا ہے؟ قادیانیوں سے مناظرہ ومباحثہ میں کون سے دلائل وبراہین کو بروئے کار لا کر انہیں لاجواب کیا جاسکتا ہے؟

ان تمام موضوعات پر مستند اور جامع معلومات حاصل کرنے کے لیے ’’تحفظ ختم نبوت خط وکتابت کورس‘‘ کا اہتمام کیا گیا ہے تاکہ فتنہء قادیانیت کے پرچارک آپ کے ایمان وایقان کو کسی بھی سطح پر کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ یہ کورس آپ کو بے شمار کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کردے گا اور آپ اپنی معلومات میں بیش بہا اضافہ کر سکیں گے۔ شعورِ ختم نبوت حاصل کرنے کے لیے یہ کورس سکولوں، کالجوں، مدارس کے طلباء وطالبات اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے (خواتین ومرد) حضرات کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔ خواہش مند حضرات اپنا نام، ولدیت، مکمل پتہ اور فون نمبر اس نمبر **0333-4432090** پر **SMS** کریں۔ کورس کی کامیاب تکمیل پر آپ کو نہایت خوبصورت سند بھی ارسال کی جائے گی۔ اُمید واثق ہے کہ یہ سند روزِ محشر آپ کی مغفرت وبخشش کا پروانہ ثابت ہوگی۔ (ان شاءاللہ)

دفاعِ ختمِ نبوّت کونسل

پی۔او۔ باکس نمبر **81**۔ جی پی او۔ دی مال۔ لاہور پاکستان

www.difaekhatmenabowat.com

QADIANI-ISRAEL CONNECTIONS

ترتیب وتحقیق: محمد متین خالد

اسلام اور پاکستان کے خلاف گھناؤنی سازشوں میں ملوث قادیانیوں اور یہودیوں کے خفیہ اہداف و مقاصد پر مبنی ایک چشم کشا دستاویز

- قادیانیت میں یہودیت ونصرانیت کا نفوذ کیسے ہوا؟
- اسرائیل کی تعمیر وتشکیل میں قادیانیوں کا کیا کردار تھا؟
- پاکستان کے ایٹمی راز اسرائیل تک کیسے پہنچے؟
- کہوٹہ پر حملے کے لیے قادیانی - بھارت - اسرائیل مشترکہ منصوبہ کیسے ناکام ہوا؟
- مقبوضہ کشمیر میں اسرائیل سے کمانڈوز کی آمد کے پس پردہ کون تھا؟
- نوبیل پرائز کی آڑ میں یہودی لابی کس طرح سازشیں کرتی ہے؟
- علامہ محمد اقبالؒ نے قادیانی یہودی تعلقات کے بارے میں کیا کہا؟
- اسرائیل میں قادیانی مشن کن مکاریوں میں ملوث ہے؟
- مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا منصوبہ کہاں تیار کیا گیا؟
- اسرائیلی فوج میں قادیانیوں کی اصل تعداد کیا ہے؟
- بابائے اسرائیل ڈیوڈ بن گوریان نے پاکستان کے بارے میں کیا ہرزہ سرائی کی؟

چونکا دینے والے تاریخی حقائق و واقعات، تہہ در تہہ سازشیں اور سربستہ پہلو جو عام لوگوں سے اوجھل تھے ..... بے نقاب ہوتے ہیں۔ اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کو پہچاننا اور ان کے ناپاک عزائم کو ناکام بنانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

دفاعِ ختمِ نبوّت کونسل

پی۔او۔ باکس نمبر 81۔ جی پی او۔ دی مال۔ لاہور پاکستان

www.difaekhatmenabowat.com